Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE
خونِ جگر ہونے تک
ایمان منتہی

خون جگر ہونے تک

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

از قلم ایمان منتہی

All Rights Reserved

Copyright: Eman Muntaha (Author)

Published by: Safar-e-Adab

Published On: safareadab.com

To get published with us, contact us via email or website:

safareadab.com

khanumaira@safareadab.com

adab@safareadab.com

Note: We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ضروری بات

خون جگر ہونے تک کے تمام جملہ حقوق لکھاری "ایمان منتہی" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹفارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔

اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

انتساب

میری بہت محبت کرنے والی اور سپورٹ کرنے والی والدہ اور بہنوں کے نام!

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پیشِ لفظ

السلام علیکم!

"خونِ جگر ہونے تک "میرا پہلا مکمل ناول ہے۔

یہ ٹریجڈی بیسڈ کہانی ہے۔ کئی نامکمل اور ادھوری کہانیاں لکھنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں کچھ ہلکا پھلکا نہیں لکھ سکتی۔ میرا ایونر اٹریجڈی بیسڈ ہی ہے اور پھر جب آپ کو اپنا ٹیلنٹ پتہ چل جائے تو راکھ ہوئے جنون کو بھڑک کر آگ بننے میں دیر نہیں لگتی۔ آپ زیادہ تر میرے کرداروں کو اذیت میں دیکھیں گے اور انہی تکلیفوں کے ساتھ اٹھتا بھی دیکھیں گے۔ جیسا کہ حازم حیدر رضا نے کہا تھا:

"یہ دنیا ہے۔ یہاں صرف زخم ہوں گے اور ان زخموں سے رستا خون ہو گا۔ یہاں صرف جدوجہد ہوتی ہے۔ چند سال کی اذیت اور پھر ابدی سکون۔ فیصلہ ہمیشہ ہمارا ہوتا ہے۔"

اس تحریر کو لکھنے میں مجھے ایک سال لگا۔ لکھتے ہوئے باقی رائٹرز کی طرح مجھ پر کئی دفعہ ایسا فیز آیا جب مجھے لگا کہ جو میں لکھ رہی ہوں، وہ بے مقصد ہے۔ دنیا میں لاکھوں رائٹرز ہیں، ان میں میری تحریر کو کون پڑھے گا؟ اور یقین کریں یہ احساس بہت برا ہوتا ہے۔ یہ ساری توانائی نچوڑ کر لے جاتا ہے۔ اس وقت خود پر بھروسہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بھروسہ اور یقین انسان کو خود کو خود ہی دلانا پڑتا ہے کیونکہ آپ کو کسی بھی سچوئیشن سے نکالنے کے لئے صرف ایک ہی شخص کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ آپ خود ہوتے ہیں۔

کئی بار دکھایا ہے ہمیں آئینہ وقت نے

ڈرتے جو ہار سے ہم، بے کار بن کر جیتے

اس ناول میں ایک چیز جو ہائی لائیٹ کی گئی ہے، وہ ' رشتوں کی محبت ' ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ رشتے دار مخلص نہیں ہوتے۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ ہم ہیں جو رشتوں کو بوجھ بنا دیتے ہیں۔ کبھی اپنی ضد سے اور کبھی اپنی انا سے۔ رشتوں سے حسن سلوک کتنا بڑا عمل ہے، یہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ پھر اکثر لوگ یہ بھی کہیں گے کہ ایسے محبت کرنے والے لوگ اس دنیا میں نہیں ہوتے۔ غلط! یہ ہمارا میڈیا ہے جو ہمارے معاشرے کے برے پہلوؤں کو بہت اچھال دیتا ہے لیکن مثبت عمل کو ڈھانپ دیا جاتا ہے۔ اس دنیا میں آج بھی محبت کرنے والے رشتے موجود ہیں بس ہمیں خود کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ سیاہ ہوتی دنیا خود ہی سنور جائے گی۔

لکھنے کے اس خوبصورت سفر میں میرے ساتھ کچھ بہت قیمتی لوگ رہے ہیں، جنہوں نے مجھے آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا۔ میرے پہلے ڈرافٹ کو پڑھا، اس کو سراہا بھی اور کمزور پہلوؤں کی نشاندہی بھی کی۔ سب سے پہلے تو امی جان اور میری ڈیئر سٹ خالہ کا بہت بہت شکریہ جن کا صرف پڑھنا ہی میرے لئے بہت معانی رکھتا ہے۔ پھر ہمہ وقت میرا ساتھ دینے والی میری سسٹرز مناحل اور حفصہ کا تہہ دل سے شکریہ۔ پھر عزیز دل مریم جنہوں نے میرے ایک بہت ہی سیویئر رائٹرز بلاک میں میری رف تحریر پڑھ کر بہت مدد کی۔ میرے جنون کو چنگاری سے آگ بنانے میں ایک اہم کردار میری بہت ہی مخلص دوست شزا رفیق کا ہے جنہوں نے گزرے وقت میں مجھے احساس دلایا کہ میں لکھ سکتی ہوں اور میری تحریر کو اپنا قیمتی وقت دیا۔

جزاک اللہ خیراً کثیراً۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

’خونِ جگر ہونے تک ‘ کے لئے میرے احساسات کی عکاسی کرتا ایک ہی جملہ کافی ہے:

“This is the story in which I pour my heart.”

جلد ملاقات ہو گی کچھ نئے اور کچھ پرانے کرداروں کے ساتھ۔

نئی کہانی، زندگی کا نیا رخ اور نئے جذبے۔

انشاءاللہ۔

عزیز قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا۔

نئی ایک داستان لکھیں گے ہم نے سوچ رکھا ہے
ختم کر دیں گے سبھی قصے مگر آرام سے پہلے

ایمان منتہی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بابِ اول

"ہم صورت گر کچھ خوابوں کے"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اپنے اندر دہشت ناک کہانی سموئے وہ منہدم ہوتی بستی ویران تھی۔ فضا میں حبس اور باسی ہوئے خون کی بو رچی تھی۔ ایک قطار میں کھڑے گھروں پر کسی مغضوب بستی کی طرح وحشت چھائی ہوئی تھی۔ رات کے اس پہر صرف اکا دکا اسٹریٹ لیمپس جل رہے تھے۔ وقفے وقفے سے کتوں کے بھونکنے اور گیدڑوں کے رونے کی آواز خاموشی کو توڑتی تھی اور پھر سکوت چھا جاتا تھا۔

اسی قطار کے چوتھے گھر کے دروازے کے آگے ایک کار جھٹکے سے رکی تھی۔ ٹائر چرچرائے اور خاموشی مجروح ہوئی۔ کار کی ہیڈ لائیٹس بجھ گئیں۔ شائد وہ خون کی باس تھی، زخموں کی اذیت تھی یا پھر روح کی چیخیں تھیں جو کار میں بیٹھے وجود پر چھانے لگی تھی۔ اسٹیرنگ ویل پر جمے اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑنے لگے۔ اس نے سر اٹھا کر اس خاموش گھر کو دیکھا۔ اندر تک اذیت اتری تھی۔ دل سے رستا خون اندر ہی اندر گرنے لگا۔ گہری سانس لے کر اس نے جیسے خود پر قابو پایا تھا۔ کار کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا۔ اسٹریٹ پول کی مدھم روشنی میں اس کے نقوش واضح نہیں تھے۔ مگر آنکھوں میں حزن اور ویرانی عیاں تھی۔ بلیک جینز پر بلیک ہوڈی پہنے وہ دراز قد لگ رہا تھا۔ کندھوں پر سیاہ بیگ تھا۔ بھاری ہوتے قدم اس نے دروازے کی طرف بڑھائے۔ بھاری چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلتا گیا۔

اندھیرے میں ڈوبے صحن میں مدھم سی روشنی پھیلی تھی۔ اس نے دروازے کے ساتھ دیوار پر لگے سوئچ کو دبایا۔ اندھیرے کا پردہ چاک ہوا تھا۔ صحن اس کے وجود کی طرح خاموش اور ویران تھا۔ ایک اذیت سی اسے اپنی لپیٹ میں لینے لگی۔ سانس بھاری ہونے لگا۔ ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکے تھے۔

"اسے چھوڑ دو۔ خدا کے لئے میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

وہ درد ویسا ہی تھا۔ تکلیف اور اذیت بھی ویسی ہی تھی۔ اس کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ وجود شعلوں کی زد میں آ چکا تھا۔ وہ خود کو گھٹنوں کے بل گر کر بلکتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ اپنی روح کے پرخچے اڑتے دیکھ سکتا تھا۔

"میں تمھارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔ اسے چھوڑ دو۔"

اس دفعہ اسے سب یاد تھا۔ ہر نشتر، ہر زخم اور ہر چیخ۔ اس دفعہ وہ جانتا تھا۔ اس کا حال، اس کا مستقبل سب مٹ گیا تھا۔ ماضی رہ گیا تھا۔ ماضی ہر جگہ تھا۔

اس نے بمشکل قدم اندھیرے میں ڈوبے برآمدے کی طرف بڑھائے۔ ستون پر لگے سوئچ آن کئے۔ سامنے دو کمرے تھے۔ جن کے سرمئی دروازے آدھ کھلے تھے۔ وہ برآمدے کے ستون کے ارد گرد اس لڑکی کو بھاگتے دیکھ سکتا تھا۔ اس کی کھکھلاہٹیں گھر کے ہر کونے سے ابھر رہی تھیں۔

"جب بھی تمھیں دیکھتی ہوں، پتہ ہے کیا دل کرتا ہے؟"

"کیا؟" اس نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"یہی کہ تمھارا ہیئر اسٹائل خراب کر دوں۔"

"میں اب بات ہی نہیں کروں گا۔"

اس نے بے اختیار ماتھے پر بکھرے بھورے بال پیچھے کئے تھے۔

کمرہ ویسا ہی تھا جیسے اس نے آخری دفعہ چھوڑا تھا۔ قطار میں لگے تین سنگل بیڈز کی بیڈ شیٹس صاف ستھری اور بے شکن تھیں۔ دائیں طرف دیوار گیر کھڑکی تھی۔ جس کے آگے پردے گرے تھے۔ ڈریسنگ ٹیبل پر سب اشیاء سلیقے سے رکھی تھیں۔ برش، پرفیومز، ہینڈ لوشن اور کونے میں رکھا ائیر فریشنر۔ سائیڈ پر چوڑیوں کا سٹینڈر رکھا تھا۔ جس میں مختلف رنگوں کی چوڑیاں سجی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کے دل میں ہوک اٹھی۔ بھوری آنکھوں میں کرب عود آیا۔ وہ اس کا چوڑیوں کے معاملے میں جنون جانتا تھا۔ وہ اپنی چوڑیوں پر کوئی سمجھوتا نہیں کرتی تھی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے چوڑیوں کو چھوا۔ چوڑیاں ٹکرائیں، کھنک پیدا ہوئی۔ جیسے وہ ہمیشہ اسے تنگ کرنے کے لئے کرتا تھا، مگر اس دفعہ، اتنے سالوں بعد اسے ڈانٹنے وہ نہیں آئی۔ وہ پلٹ کر الماری کی طرف آیا اور بے جان ہوتے ہاتھوں سے پٹ کھولے۔ اندر نظر پڑتے ہی اس کا دل کٹا تھا۔ آنکھوں میں جلن اتری۔

وہاں لٹکے کپڑے ویسے ہی تھے جیسے کبھی کسی نے چھوا ہی نہ ہو۔ ان سے اٹھتی خوشبو آج بھی، اتنے سالوں بعد اپنے ارد گرد محسوس ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ گرم مائع سے بھیگنے لگا۔ دفعتاً نگاہوں میں کچھ الجھا۔ اس نے نظریں جھکائیں۔ زرد کور والے اس البم پر گرد پڑی تھی۔ اس نے آہستگی سے اسے اٹھایا اور سینے سے لگالیا۔ لرزتے لبوں پر صرف ایک ہی بات تھی۔

"رب الرحمنی۔"

سینے میں ابھرتے کرب اور روح کی سسکیوں کو وہ کیسے دبا رہا تھا، وہی جانتا تھا۔

"تم اتنے مضبوط نہیں ہو کہ وہاں جا سکو۔ اتنا چھوٹا غم بھی نہیں کہ وہاں جا کر سہہ سکو۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اسے منع کیا گیا تھا، تنبیہ کی گئی تھی۔ مگر وہ نہیں مانا تھا۔ اب اندازہ ہو رہا تھا کہ مار خور کے بیج سینے پر لگانے کے باوجود وہ اتنا مضبوط نہیں ہوا تھا کہ اس منظر سے جڑی اذیت کو برداشت کر سکے۔ وہ آج بھی اسی درد کے ہاتھوں ٹوٹتا تھا۔

وہ پنجوں کے بل بیٹھا اور الماری کا اندرونی دراز کھولا۔ اس میں کتابیں اور رجسٹرز وغیرہ تھے۔ انہی میں سے کچھ رجسٹرز نکال کر اس نے وہ بھی ڈال دیئے۔ سر اٹھا کر ہینگرز میں لٹکے استری شدہ کپڑوں کو دیکھا۔ سرخ بھیگی آنکھوں سے وہ چند لمحے دیکھتا رہا پھر ہاتھ بڑھا کر سوٹ اتارے اور ہینگر سے نکالتے ہوئے بیگ میں رکھے۔ مڑ کر دیکھا۔ تیسرے بیڈ کے اوپر ایک پینٹنگ جگمگا رہی تھی۔

"یا ایتھا النفس المطمئنہ

ارجعی الی ربک راضیۃ المرضیۃ"

وہ لب بھینچے دیکھتا رہا۔ ایک کرب تھا جو چہرے پر بکھرا تھا۔ حزن کا سمندر تھا جو آنکھوں میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آہستگی سے ہاتھ بڑھایا اور پینٹنگ اتار لی۔ ہاتھ جیسے جھلس گئے تھے۔ وہ لمس آج بھی اسی پینٹنگ میں خطاطی کے پیچھے کھڑے سفید پہاڑوں پر پھیلی سلور چاندنی پر ثبت تھا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟" اسی بیڈ پر بیٹھے اس نے ان ہاتھوں کو پینٹنگ لگاتے دیکھا تو پوچھا۔

"یہ ایک پکار ہے۔ ابدی زندگی کی نوید ہے۔ جس کو مرتے وقت یہ سننے کو مل جائے نا تو سمجھو اسے سب مل گیا۔ فوز العظیم اس کا مقدر بن گئی۔"

"یہ کیسے ملتی ہے؟"

"اس کے لئے جلنا پڑتا ہے۔ اتنا کہ دنیا کی آگ بے اثر ہونے لگے۔ کھونا پڑتا ہے، زخم سہنے پڑتے ہیں۔ اور پھر جب یہ نوید سننے کو مل جائے تو ہر خسارہ نفع بن جاتا ہے، ہر زخم کو قرار آجاتا ہے۔ سب بھول جاتا ہے۔ اگر کچھ یاد رہتا ہے تو رب اور اس کی پکار۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کے چہرے پر پھسلتے آنسو پینٹنگ کے شیشے پر گر رہے تھے۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے بھی سب کھو دیا تھا، کیا اسے بھی یہ منادی سننے کو ملے گی؟ مگر مسؤول کوئی نہ تھا۔

سینے میں ہوتا درد بڑھنے لگا تھا۔ وہ گہرے سانس کھینچتا بیڈ پر بیٹھ گیا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"رب انصرنی۔" سسکتے ہوئے اس کے لبوں سے نکلا تھا۔

اسی پل اس کا موبائل بجا۔

****

وہ ایک سیاہ رات تھی۔کالی اور اندھیری۔

بارش کی بوندیں تڑاتڑ برس رہی تھیں گویا آسمان نے سارا بوجھ زمین پر اتار دیا ہو۔سب کچھ بھیگتا جا رہا تھا۔لیکن عجب یہ تھا کہ پانی نقوی ولا میں موجود ان دو اشخاص کی سیاہی نہیں مٹا پا رہا تھا۔

وہ ایک اسٹڈی کا منظر تھا۔

دیوار گیر کھڑکیوں کے شیشوں سے بارش کی بوندیں ٹکرا رہی تھیں۔عالم ان سب سے بے نیاز غیر مرئی نقطے پر نگاہیں مرکوز کئے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔التمش بے چینی سے کھنکھارا۔عالم نے چونک کر اسے دیکھا جیسے اس کی موجودگی فراموش کر چکا ہو۔پھر گہری سانس لے کر گردن کھڑکی کی طرف موڑ لی۔

"سر۔یہ معلومات غلط نہیں ہیں،ہم آرمی کی نظروں میں آ چکے ہیں-اب نجانے وہ ہمیں بے نقاب کیسے کریں گے؟"

التمش کے چہرے پر فکر کا جال بچھا تھا۔اس کو مرنے کا خوف نہیں تھا۔مرتو وہ تب ہی گیا تھا جب۔۔

اس نے سر جھٹکا۔ابھی یہ باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔اس نے اضطرابی انداز میں عالم کو دیکھا۔جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔عجب خالی پن تھا۔

"تم جانتے ہو التمش،یہ آرمی۔۔یہ پاک آرمی۔۔وہ بھنور ہے جس میں ہر کشتی لٹ جاتی ہے۔لیکن۔۔ "اس نے نظریں پھیر کر التمش کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں برف سی آگ تھی،وہ آگ جو مقابل کو خاکستر کرتی تھی۔آس پاس کی کتابوں نے دم سادھ لیا۔

"تمھیں کس نے کہا کہ میں کوئی لُٹی ہوئی کشتی ہوں؟نہیں التمش!میں تو وہ گرداب ہوں جو ہر کشتی کو نگل لیتا ہے۔اب تم دیکھو گے اور دنیا دیکھے گی کہ کس طرح یہ سب میرے ہاتھوں ذلیل ہونگے۔بس تم دیکھتے جاؤ ان کا انجام۔"

التمش سانس روکے اس کی کاٹ دار آواز سن رہا تھا۔وہ ظالم تھا۔درندہ تھا۔لیکن فرعون تھا،یہ التمش نے آج جانا تھا۔

"سر آپ۔۔"

"نہیں التمش، آج سولہ سال بعد مجھے وہ موقع مل رہا ہے جس کے لئے میں پل پل تڑپا ہوں۔ انتقام کا لمحہ۔ میں اس موقعے سے فائدہ اٹھاؤں گا اور سب تہس نہس کر دونگا۔ "سرد برفیلے لہجے میں بولتا وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا- لیکن وہ عالم نقوی تھا جس کے سامنے بڑے بڑے طوفان آئے لیکن اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے-

"اب تم جاؤ التمش۔ صبح بات کرتے ہیں۔"

التمش نے مودبانہ انداز میں سر جھکایا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے تک پہنچ کر وہ رکا اور عالم کی جانب پلٹا۔

"سر آپ جو کر رہے ہیں وہ خطرناک ہے۔ آج تک کوئی ان لوگوں کے سامنے نہیں ٹھہرا۔ جو بھی آیا مٹی ہو گیا۔ لیکن۔۔"

وہ لمحے بھر کے لئے رکا۔ عالم خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔ عالم دھیرے سے مسکرا دیا۔ التمش نے پھر سر جھکایا اور نکل گیا۔

سناٹے کے ساتھ عالم تنہا رہ گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

******

اگلی صبح روشن طلوع ہوئی تھی۔ بارش کے باعث سڑکیں ہلکی ہلکی گیلی تھیں۔ دھوپ میں شدت بھی کم تھی۔

ابرش نے کھڑکی کے پردے سرکائے۔ کمرہ لمحوں میں روشن ہو گیا۔۔ نرم گرم کرنیں اس کے چہرے سے ٹکرائیں، اس نے طمانیت بھری سانس خارج کی۔ یکدم پھیلتی روشنی سے دائیں کلائی میں لپٹا سلور موتیوں کا بریسلٹ دمکنے لگا۔ اسے بارش سے شدید چڑ تھیں۔ وہ مسکرا دی اور مڑ کر دیکھا۔

کمرہ چھوٹا مگر صاف ستھرا سا تھا۔ جابجا بائیولوجی کی کتابیں نظر آ رہی تھیں۔

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے آ کھڑی ہوئی اور برش اٹھالیا۔ اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے برش اوپر سے نیچے پھیرنے لگی۔ وہ یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی، جہاں وہ پڑھنے نہیں پڑھانے جاتی تھی۔ سنہری کرنوں سے اس کا عکس مزید چمک رہا تھا۔

اراؤنڈ لئیر زمیں کٹے کہنیوں تک آتے سیاہ بال کمر پر بکھرے تھے۔ سیاہ شفاف آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔ گندمی رنگت میں ایک عجیب سی چمک تھی، گلو تھا۔ دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اپنی جلد کی بہت کیئر کرتی ہے۔ چہرے کے دونوں میں طرف چھوٹی چھوٹی سیاہ لٹیں تھیں جو کان کے پیچھے نہیں اڑسائی جاسکتی تھیں سو ہر وقت اس کے چہرے کے گرد رہتی تھیں، جنہیں وہ پیچھے نہیں کرتی تھی۔ اس کا عمومی تاثر بہت خوشگوار سا تھا۔

بالوں کو برش کر کے اس نے کیچر لگایا اور چہرے کو دائیں بائیں گھما کر جائزہ لیا۔ وہ ورک پلیس پر میک اپ نہیں کرتی تھی سو ابھی بھی ہلکا سا کاجل اور نیچرل لپ اسٹک لگائے اس کا سنہرا سا چہرہ دمک رہا تھا۔ ساتھ رکھا اسکارف اٹھا کر چہرے کے گرد لپیٹنے لگی۔ پن لگا کر اس نے آخری نظر اپنے عکس پر ڈالی اور مڑ گئی۔ بیڈ پر رکھا پرس اٹھایا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔

کچن میں گول میز پر زہرہ ناشتا سجا رہی تھیں۔ اسے آتے دیکھ کر مسکرائیں۔

"تیار ہو گئی میری بیٹی؟"

ابرش مسکرا کر سر ہلاتی کرسی پر بیٹھی۔ زہرا نے اس کے آگے پلیٹ رکھی اور کرسی کھینچ کر بیٹھیں۔

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ پھر زہرہ بولیں۔

"ابرش۔ پتہ ہے آج کون سی تاریخ ہے؟"

ابرش نے چائے کا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے ناسمجھی سے انھیں دیکھا۔ اسے سوال کی منطق سمجھ نہیں آئی تھی۔

"آج ناجیہ کی سالگرہ ہے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

چائے کا گرم مائع اسے اندر تک جلا گیا۔ بمشکل اس نے تاثرات نارمل رکھے۔ سر کو خم دیا۔

"تمھیں لگتا ہے ابرش کہ وہ ہمیں یاد کرتی ہوں گی؟"

اور یہاں ابرش کو لگا کہ اس کی برداشت ختم ہو گئی۔ اس نے کپ پٹخنے والے انداز میں میز پر رکھا اور چڑ کر انہیں دیکھا۔

"فار گاڈ سیک امی! کبھی سولہ سال انہوں نے مڑ کر پوچھا نہیں اور آپ اب بھی یہ امید لگا کر بیٹھی ہیں کہ وہ ہمیں یاد کرتی ہوں گی۔"

اس کی بات پر زہرہ کا چہرہ پھیکا پڑا۔ ان کے ہونٹ کپکپائے۔

"لیکن ابرش۔۔"

"امی میری بات سنیں۔ بھول جائیں ان لوگوں کو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کہ کافی ہیں، تیسرا ہمارا رب۔ ہمیں دنیا والوں سے کوئی لینا دینا نہیں۔"

زہرہ نے زخمی نگاہوں سے اس کو دیکھا۔ اس نے سر پلیٹ پر جھکا لیا تھا۔

"کتنا آسان ہے نا تمہارے لئے کہنا کہ اپنی ماں جیسی بہن کو بھول جاؤں۔ مجھ سے پوچھو، انہیں یاد کر کے میرا دل روز کٹتا ہے۔"

ان کے چہرے پر ایک آنسو ٹوٹ کر بہتا گیا۔ ابرش کے جھکے چہرے پر اذیت پھیل گئی۔

میرے لئے آسان ہے؟ اس نے تکلیف سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

'آپی سولہ سالوں میں کوئی ایسی رات نہیں گزری جس میں میرا دل ان کے لئے نہ تڑپا ہو۔ وہ میرا ہی حصہ ہیں اور تم سب جان کر بھی کیسے ان سے منہ موڑ سکتی ہو؟"

ابرش نے تھکی تھکی سانس خارج کی۔ اتنے دنوں بعد یہ بحث شروع ہوئی تھی۔

"ناجیہ کو اگر تم بھول بھی جاؤ تب بھی تم اپنے اور ان کے تعلق کو نظر انداز نہیں کر سکتی، جو خالہ بھانجی سے ہٹ کر ہے۔"

ابرش نے ضبط سے آنکھیں میچیں۔ وہ اسی موضوع کی طرف آ رہی تھیں جس سے وہ ہمیشہ نگاہیں چراتی تھی۔ اس کا ناشتا حرام ہو چکا تھا۔

"تم حازم کو کیسے بھول سکتی ہو؟"

زہرا زخمی لہجے میں کہتیں اس کی روح کے بخیے ادھیڑ گئیں۔ اس کے گال سرخ ہوئے۔ کلائی میں پہنا بریسلٹ گویا دہکنے لگا۔

"آپ کو میں کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں کہ میرے سامنے اس کا نام مت لیا کریں۔۔" وہ مٹھی بھینچے سرخ چہرے کے ساتھ بمشکل ضبط کرتے ہوئے بولی۔ زہرہ نے تھک کر اس کو دیکھا۔

"سولہ سال۔۔ سولہ سال امی ہم دونوں پل پل تڑپے ہیں۔ تب کہاں تھا حازم؟ کیا کبھی اس نے مڑ کر بھی پوچھا کہ ہم زندہ ہیں یا نہیں۔"

سلگتے لہجے کے ساتھ وہ کہتی گئی۔ زہرہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"تمھارے باپ نے خود سارے ناتے توڑے تھے۔ کیسے ڈھونڈتا وہ؟" انھوں نے بے بسی سے توجیہہ دینا چاہی۔

ابرش نے استہزائیہ سر جھٹکا۔

"کسی کو ڈھونڈنے کے ہزار راستے ہوتے ہیں۔ اگر انسان ڈھونڈنا چاہے۔"

وہ بے رحم ہوئی۔ زہرا نے تڑپ کر اسے دیکھا جس نے ٹھنڈی چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا تھا۔

"وہ تب صرف دس سال کا تھا۔"

ابرش نے چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے اچھنبے سے انہیں دیکھا پھر سر جھٹکا۔

"اور اب؟ بتائیں نا امی کہ اب کوئی دلیل کام آسکتی ہے؟"

زہرہ نے کرب سے پیشانی رگڑی۔ وہ کیوں اتنی متنفر ہو رہی ہے؟

"ڈھونڈا تو تمھارے ماموں نے بھی آج تک نہیں۔ انہیں مورد الزام کیوں نہیں کبھی ٹھہرایا؟"

گیلی آواز میں گلہ آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ابرش جو کرسی سے ٹیک لگائے انھیں دیکھ رہی تھی، ایک پل کے لیے لاجواب ہوئی۔ دل فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔

"کیونکہ ہم ماموں کی ذمہ داری نہیں تھے۔"

کندھے اچکا کر جواب دیا۔ زہرہ تلخی سے مسکرائیں۔

"یہ تو صرف بہانہ ہے آبی۔ تمھیں دراصل حازم سے امید نہیں تھی کہ وہ تمھیں بھول جائے گا۔ مان لو کہ تم اس کا انتظار کرتی ہو۔ لیکن تمھاری طرح میں اپنے بیٹے کو الزام نہیں دونگی۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پاس کوئی وجہ ہو گی۔ جو میں سنوں گی۔"

اتنی بے رحم سچائی؟۔۔ باہر گاڑی کا ہارن بجا۔ ابرش تیزی سے پرس اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وین آگئی ہے۔ خدا حافظ۔"

ان سے نظریں ملائے بغیر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ زہرا یاسیت سے اسے جاتے دیکھتی رہیں۔ ایک نظر انھوں نے اس کے ادھورے ناشتے پر ڈالی اور گہری سانس بھری۔ ذہن کے پردے پر 26 سال پرانا منظر لہرایا۔ گویا وہ منظر۔۔ وہ حساسیات زہرا کو کبھی بھولی ہی نہ تھیں۔

"اف۔۔ ناجیہ۔۔ کتنا پیارا ہے" زہرا نے کمبل میں لپٹے نومولود بچے کو تھامتے ہوئے خوشی سے چور لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ ناجیہ مسکراتے ہوئے بہن کا جوش دیکھ رہی تھیں۔

"بالکل آپ کی طرح لگ رہا ہے۔"

زہرہ نے جھک کر بچے کے گلابی گال چومتے ہوئے کہا۔ناجیہ ہنس پڑیں۔ان کے چہرے پر سکون تھا،ہیزل آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک تھی۔

دروازے پر دستک ہوئی اور شرماتی ہوئی ننھی عروش اندر داخل ہوئی۔

"عرشی بیٹا۔۔بھائی کو دیکھا ہے؟"

ناجیہ کے سوال پر عروش نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔اس کے گال گلابی ہو رہے تھے۔ہو بہو ماں جیسی ہیزل آنکھوں میں دھنک کے سارے رنگ تھے۔

"خالہ!میں بھائی کو پکڑ سکتی ہوں؟"اس نے جھجھکتے ہوئے سوال کیا۔زہرا مسکرا دیں۔

"کیوں نہیں بیٹا۔ادھر بیٹھو۔"

وہ ناجیہ کے قریب بیٹھ گئی تو زہرہ نے جھک کر بچہ اس کی گود میں لٹا دیا۔

"ناجیہ نام سوچا ہے؟"

زہرہ نے سر اٹھا کر ان سے پوچھا جو مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم۔۔"

"حیدر۔۔"

ناجیہ اور عروش کے ایک ساتھ جواب پر زہرہ ہنس دیں۔

"ماں۔پلیز حیدر رکھ لیں نا۔"

عروش نے نرمی سے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔ناجیہ نے مسکرا کر بیٹی کو دیکھا۔

"حازم حیدر رضا۔"

ان کی آواز ہمیشہ کے لئے زہرہ کے ذہن میں ثبت ہو گئی۔

وہ حازم تھا۔ ان کی جان تھا۔ اس سے تین سال بعد ابرش کی پیدائش بھی اس کی جگہ کم نہ کر سکی۔ آج ابرش کے بے رحم تبصروں نے ان کو اندر تک چھلنی کر دیا تھا۔ ان کا دل کہتا تھا کہ کچھ غلط تھا، ورنہ جس حازم کو وہ جانتی تھیں وہ کبھی اپنی خالہ کو نہیں بھول سکتا تھا۔ لیکن یہ بات ابرش کو وہ نہیں سمجھا سکتی تھیں۔

وہ گہری سانس لے کر اٹھ گئیں۔

"یا اللہ مجھے میری بہن سے، میرے بیٹے سے ملوا دیں۔ یہ ہجر بہت لمبا ہو رہا ہے مالک۔"

گزرے کئی سالوں سے وہ یہی دعا کرتی آ رہی تھیں۔ لیکن آج کچھ الگ تھا۔ ان کی دعا پر تقدیر مسکرائی۔

عجیب سوگوار مسکراہٹ کے ساتھ۔

****

ہر سو گہرا سناٹا تھا۔ عجیب سی وحشت محسوس ہو رہی تھی۔ فضا میں اس قدر حبس تھا کہ درختوں کے پتے ساکن نظر آ رہے تھے۔ رات قطرہ قطرہ بھیگ رہی تھی۔

ایسے میں وہ خاموشی سے بنا چاپ کے اس کھنڈر نما بنگلے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیاہ جینز پر سیاہ ہوڈی کی ہڈ سر پہ گرائے اس کا دراز قد عکس سڑک پر گر رہا تھا۔ کھنڈر کے سامنے پہنچ کر اس نے گہری سانس لی۔ چاند کی روشنی میں اس کے چہرے پر لگا ماسک واضح نظر آ رہا تھا۔ اس نے دروازہ دھکیلا تو وہ بھاری چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ٹارچ روشن کی۔ مدھم سی روشنی میں سامنے کئی کمرے دیکھے جا سکتے تھے۔

یکایک اس سے کان مین لگا بلیوٹوتھ آلہ بجا۔ اس نے بٹن دبایا۔

"کہاں ہو؟" کرنل زوہیب کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"پہنچ گیا ہوں۔ پانچ منٹ۔ "اس نے مختصراً کہا اور کال ڈسکنیکٹ کر دی۔ اس کا لہجہ صاف تھا۔ کسی علاقائی زبان کا تاثر نہ تھا۔

وہ دائیں جانب بنے تیسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں جابجا کاٹھ کباڑ تھا۔ کارٹنز، دیوار گیر الماریاں، مشینیں۔

اس نے الماری کھولی اور اندر موجود کارٹنز کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ اب اندر دروازہ نظر آ رہا تھا۔ دروازہ کھول کر وہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ نیچے نیم اندھیر سا ہال تھا۔

اسے ہال میں داخل ہوتا دیکھ کر میز کے گرد بیٹھے تین افراد نے سر کو خم دیا۔ وہ آگے بڑھا اور

انھیں سیلیوٹ کیا۔ کرنل عاصم نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ سب سول کپڑوں میں ملبوس تھے۔

"آج دیر کر دی؟"

"کچھ لوگ پیچھے لگ گئے تھے، انھیں ڈاج دے کر آیا ہوں۔ "اس نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں عالم جان چکا ہے کہ ہمیں اسے جڑ سے اکھاڑنے کا حکم ملا ہے۔ "کرنل زوہیب گہری سانس کر بولے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

میجر آریان نے چونک کر انھیں دیکھا۔

"لیکن یہ کیسے پاسبل ہے سر؟ ہم تو تین ہفتوں سے اس پر کام کر رہے ہیں اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اب یکدم کیسے پتہ چلا؟"اس کی آنکھوں میں تشویش تھی۔

"یہی تو ہم بھی نہیں سمجھ پا رہے کہ اچانک کیا ہوا ہے؟"

کرنل زوہیب نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ باقی بھی فکر مند نظر آ رہے تھے۔

"Hamza do you have any idea?"

آریان نے اسے مخاطب کیا۔ چابی سے کرسی کی ہتھ رگڑتے ہوئے اس نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھیں گہری تھیں۔ ان آنکھوں میں اداسی اور تھکن کا عجیب امتزاج تھا۔ اس کی آنکھوں کا چھپا ہوا اضطراب دیکھ کر کرنل عاصم کا دل پل کے لئے رکا۔ اس اداسی کی وجہ وہ جانتے تھے جو وہ خود نہیں جانتا تھا۔ وہ سر جھٹک کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

" اٹس کوائیٹ سمپل۔ " مدھم سی روشنی میں چہرہ واضح نہ تھا۔ مگر سب بے اختیار آگے ہوئے۔

"ہمارے درمیان غدار موجود ہے۔ "اس نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ سب ششدر رہ گئے۔ زوہیب کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ آنکھوں میں برہمی امڈ آئی۔ عاصم خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"حمزہ، آر یو شیور تمھیں پتہ ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟ "میجر آریان نے گڑبڑائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ اس نے پرسکون انداز میں سر کو خم دیا۔

"میجر حمزہ یہ سات رکنی ٹاسک گروپ بہت سوچ سمجھ کر تیار کیا گیا تھا۔ ہمیں ہمارے سابقہ ریکارڈ کی وجہ سے چنا گیا ہے۔ دو تم سے سینئر، ایک تمھارے برابر اور تین تم سے جونیئر۔ اگر تم مشن لیڈ کر رہے ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم جس پر چاہے شک کرو۔ "کرنل زوہیب کے لہجے میں کاٹ تھی۔ حمزہ نے سر اٹھا کر ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اگر میں غدار کو آپ کے پاس لے آیا تو؟"

اس کے لہجے کی مضبوطی نے سب کو ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا۔

ڈھیٹ ہڈی۔ آریان نے بے اختیار اس کے پاؤں پر پاؤں مارا مگر حمزہ اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔

"لیو اٹ حمزہ۔ اس پر ہم بعد میں بات کریں گے۔ تم نے اگلا لائحہ عمل تیار کیا؟ "کرنل عاصم نے بات پلٹ دی۔ حمزہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

اوپر جھولتا بلب خاموشی سے دھرتی کے بیٹوں دشمن کی بربادی تیار کرتے دیکھتا رہا۔

"آل رائٹ آریان تم پرسوں سے جوائن کروگے، تمھارا راستہ صاف ہو گا۔ اور۔" کرنل عاصم نے کرنل زوہیب کی طرف دیکھا۔

"آپ کیپٹن احتشام اور کیپٹن حسن سے کہہ دیں وہ کل سے یونی ورسٹی جائیں۔ کیپٹن زین ان سے رابطے میں رہے گا۔ حمزہ یو نو یور ٹاسک۔"

عاصم کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے جیسے ہی خبر ملے گی، میں ہینڈل کرلوں گا۔"

"اس میں کئی دن بھی لگ سکتے ہیں حمزہ۔ کیونکہ ہمیں ایگزیٹلی نہیں پتہ کہ وہ ٹرک کب موو ہو گا۔ لیکن تمھیں نکلنا چاہئے، ہم یہاں ہینڈل کرلیں گے۔"

"او کے جینٹل مین ناؤ یو کین گو۔"

آریان اور حمزہ سر ہلاتے ہوئے اٹھے اور کرنلز کو سیلیوٹ کر کے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کے جانے کے بعد کرنل زوہیب نے عاصم کو دیکھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے؟"

"دیکھیں زوہیب۔ میں اسے جانتا ہوں، وہ کوئی بھی بات بغیر وجہ کے نہیں کرتا، اس نے کچھ محسوس کر کے ہی کہا ہو گا۔" کرنل عاصم نے گہری سانس بھر کر کہا۔

زوہیب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"حالات غیر متوقع ہو چکے ہیں۔ ہمیں الرٹ رہنا ہو گا۔"

"درست۔"

******

"ماما جان۔ کہاں ہیں آپ؟"

میرال کی آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی لیکن کچن میں مصروف ماہ گل تک نہ پہنچی۔

"افوہ ماما جان، بتا تو دیا کریں۔"

وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں کہتی کچن میں داخل ہوئی۔ کٹنگ بورڈ پر سبزیاں کاٹتے ہوئے ماہ گل نے مڑ کر اسے دیکھا اور سوالیہ انداز میں ابرو چکایا۔

"مجھے عالیہ کے گھر جانا ہے۔ "کاونٹر سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے کہا۔

"تو میں نے لے کر جانا ہے؟ "گل کے ہاتھ مصروف انداز میں چل رہے تھے۔ میرال نے گاجر کا ٹکڑا اچکتے ہوئے ناراضی سے انھیں دیکھا۔

"ماما جان پلیز۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

گل نے سبزیاں دیگچی میں ڈالتے ہوئے اس کو دیکھا۔ جس نے لمبے بالوں کو اونچی پونی میں باندھ رکھا تھا اور آنکھوں میں خفگی تھی۔ شفاف سے چہرے پر معصوم تاثر تھا۔

"میرال احمر اور بابا آفس میں ہیں اور حازم آج لیٹ آئے گا، سو کوئی گاڑی گھر پر نہیں ہے۔ آج چھٹی کرو۔"

کسی احساس کے تحت میرال کی آنکھیں چمکیں۔

"امی حازم بھائی گھر پر ہیں۔" پر جوش انداز میں اس نے اطلاع دی۔

ماہ گل کے ہاتھ رکے۔ انھوں نے اچھنبے سے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"کمال ہے۔ صبح تو کہہ رہا تھا کہ شام کو لوٹے گا۔"

"میں ان سے پوچھنے جا رہی ہوں۔"

گل نے سر جھٹکا۔ نا جانے اس لڑکی میں میچورٹی کب آئے گی۔

میرال نے راہداری کے آخری کمرے کے دروازے پر دستک دی اور دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی۔

"بھائی آپ مجھے۔۔"

بیڈ پر رکھے سیاہ سفری بیگ کو دیکھ کر بے اختیار اس کی زبان پر بریک لگا۔ الماری سے شرٹ نکالتا حازم بے اختیار پلٹا۔ اسے دیکھ کر نرمی سے مسکرایا۔

چمکدار بھوری آنکھیں جن میں اداسی اور تھکن واضح دکھتی تھی۔ ہمہ وقت پیچھے کو جمے براؤن بال اور تیکھے نقوش۔ وہ وجیہہ صورت نوجوان کسی پر بھی سحر انگیز تاثر چھوڑ سکتا تھا۔ کچھ تھا، اس کی ذات میں جو آرام دہ کرتا تھا۔

"تم یہاں؟ "پوچھتے ہوئے اس نے ٹی شرٹ بیڈ پر کھلے سیاہ بیگ میں رکھی۔ اسے دیکھ کر ہی آنکھوں میں نرمی ابھری تھی۔ میرال اس کی عادی تھی۔

"کیوں؟ میں نہیں آسکتی؟"نروٹھے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے چوکھٹ سے ٹیک لگائی۔ "ویسے آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

حازم بیگ کی زپ چڑھا کر ڈریسنگ ٹیبل کی جانب پلٹ گیا۔

"تم اپنا کام بتاؤ۔ "برش اٹھاتے ہوئے اس کا سوال یکسر نظر انداز کیا۔

"واہ! کام کے بغیر میں آپ کے کمرے میں نہیں آسکتی؟"وہ چمک کر بولی۔

"نہیں۔ "حازم نے قطعیت سے کہا۔ وہ ہنس دی۔

"اب اتنی بھی خود غرض نہیں ہوں۔"

"اتنی ہی ہو، ورنہ میرال علی حمزہ کو بناکام کے میں یاد آ ہی نہیں سکتا۔ "مسکرا کر کہتے ہوئے وہ بالوں میں برش کر رہا تھا۔ میرال مسکرا کر اسے دیکھے گئی۔

"مجھے عالیہ کے گھر جانا ہے۔ کار کی کیز دے دیں۔ "دنیا جہاں کی معصومیت چہرے پر سجائے وہ منت کرتے ہوئے بولی۔ حازم برش ٹیبل پر رکھتے ہوئے سکون سے مڑا اور نفی میں سر ہلایا۔

"بالکل بھی نہیں۔ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ میں ابھی وزیرستان کے لئے نکل رہا ہوں۔"

اس کی بات اندر آتی ماہ گل نے سن لی۔ ان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ جبکہ میرال نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کیوں جا رہے ہیں؟"

"پکنک پر۔ "

"بھائی۔۔"میرال روہانسی ہو گئی۔ حازم بیگ کندھے پر ڈالتا مسکرایا۔

"ظاہر ہے کام کے لئے جا رہا ہوں۔"اس کی نظر پیچھے کھڑی ماہ گل پر پڑی تو مسکرا کر ان کی طرف آیا۔

"او کے ماں اللہ حافظ۔"

گل نے آنسو پیتے ہوئے اس کی پیشانی چومی۔

"اپنا خیال رکھنا۔"

"آپ بھی۔ بابا اور احمر کو میرا اسلام دیجئیے گا۔ ایمرجنسی میں نکلنا پڑ رہا ہے۔"

"مجھ سے تو نہیں ملیں گے نا؟"

گلہ آمیز آواز پر وہ مسکرا کر پلٹا۔

"نہیں۔"

میرال گیلی آنکھوں سے ہنس دی اور اس کے ساتھ آ لگی۔

"واپس کب آئیں گے؟"

"تم اپنا اور ماں کا خیال رکھنا اوکے۔" اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے وہ اس سے علیحدہ ہوا اور مسکرا کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

میرال یاسیت سے اسے جاتے دیکھتی رہی۔ اس کے بغیر رہنا مشکل تھا۔ وہ گہری سانس لے کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ لیکن ماہ گل خاموشی سے دروازے کو دیکھتی رہیں۔ وہ جب بھی جاتا تھا، انھیں لگتا تھا کہ لوٹ کر نہیں آئے گا۔ ان کی آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی۔

اگر اس کی خواہش کا احترام نہ ہوتا تو وہ کبھی اسے فوج میں نہ جانے دیتیں۔ ہاں نہیں تھیں وہ باقی ماؤں کی طرح بہادر۔ انہوں نے آنکھیں رگڑ دیں۔

رازوں کے بوجھ بہت بھاری ہوتے ہیں۔ گل کے کندھوں پر لدا بوجھ بھی دن بہ دن بھاری ہو رہا تھا۔ ہر راز کی قیمت ہوتی ہے، وہ جانتی تھیں۔ لیکن یہ قیمت بہت بھاری ہونے والی ہے یہ ماہ گل نہیں جانتی تھیں۔

****

اسلام آباد کی یہ یونیورسٹی کافی معروف تھی۔ ایسے میں طلبہ کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں اپنا نشانہ بنانا بھی آسان تھا۔ انہیں یہ خبر ملی تھی کہ لاہور اور سیالکوٹ ڈرگز سپلائے کرنے کا ماخذ یہی یونی تھی۔ اور یہ سب عالم کی سرپرستی میں ہو رہا تھا۔ اس لئے میجر حمزہ کے پلان کے مطابق ٹاسک گروپ کے باقی ممبرز یہاں تعینات کیے گئے تھے۔

گراؤنڈ کے نسبتاً سنسان گوشے میں کیپٹن احتشام اور کیپٹن حسن سادہ جینز اور شرٹس میں ملبوس بیٹھے تھے۔ ابھی کلاسز شروع نہیں ہوئی تھیں۔

"یار میں نے تو کبھی پڑھایا نہیں۔ میں کیا کروں گا؟"

احتشام گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ حسن نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"ارے ہمیں الٹی پٹیاں کس نے پڑھائی تھیں؟"

زین کی طنزیہ آواز ان دونوں کے کانوں میں گونجی۔ حسن نے بے اختیار مسکراہٹ دبائی۔

"بکواس نہیں کرو اور پلان بتاؤ۔ "احتشام نے جل کر کہا۔

"اگر پلان پتہ نہیں تھا تو یہاں کیوں آیا؟ "زین کی زبان پر پھر کھجلی ہوئی۔

"زین میرے کان میں مت چیخ۔"

حسن نے اسے ڈپٹا اور پھر احتشام کی طرف گھوما۔

"میں اسٹوڈنٹ اور تو ٹیچر ہو گا تاکہ اگر اسٹاف میں سے کوئی شامل ہو تو ہمیں پتہ چل جائے گا۔ زین کی نظر اینٹرنس اور گراؤنڈ پر ہو گی۔"

"تم ٹیچر بن جاؤ نا۔۔ پلیز حسن۔"

اس کے منت بھرے لہجے میں کہنے پر حسن نے نفی میں سر ہلایا۔

"نووے۔۔ تیری دو نمبر سی وی میں نے جمع کرا دی تھی اور پروفیسر کو لمبی چھٹی پر بھیج دیا ہے۔"

حسن نے مطمئن لہجے میں اپنی کارگزاری بتائی۔ احتشام نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"کہیں مار وار تو نہیں دیا؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بھائی میں تجھے شکل سے غنڈا لگتا ہوں؟ یا کرائے کا قاتل؟ "وہ بدمزہ ہو کر پیچھے ہٹا اور گھڑی دیکھی۔

"میں چلتا ہوں۔ اب تو بھی جا۔۔"

وہ کتابیں اٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بائیولوجی ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گیا۔ احتشام آنکھیں سکیڑے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

****

عالم نقوی اس وقت اپنے آفس کے کانفرنس ہال میں موجود تھا۔ ہال میں اکا دکا لوگ نظر آ رہے تھے۔ عالم ان سب کو سامان سمیٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اسے التمش اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس نے گہری سانس لی اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

"کہو التمش۔"

"سر مینجر اجمل نے جاب چھوڑ دی ہے۔"

اس کے مودبانہ لہجے میں کہی گئی بات پر عالم نے ابرو چکایا۔

"کیا تم یہ بتانے کے لئے آئے ہو؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سر مجھے کچھ صحیح نہیں لگ رہا۔ یکایک اجمل کو جاب چھوڑنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟"

عالم نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ التمش کے سنجیدہ چہرے پر الجھن تھی۔

"کیا چیز تمھیں پریشان کر رہی ہے؟"

"سر کل ہمیں خبر ملی کہ مارخور ہمارے خلاف ان ایکٹو ہیں اور آج مینجر نے جاب چھوڑ دی۔ اس سب کے درمیان کوئی نہ کوئی لنک ہے۔"

"التمش! مخبر نے کہا تھا کہ تین ہفتوں سے کاروائی ہو رہی ہے۔ اگر یہ ان کی چال ہوتی تو وہ بہت پہلے یہ کر چکے ہوتے۔ میں وائٹ کالر ہوں التمش۔ میرے دھندوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تمھارے علاوہ مجھے کوئی جانتا۔ لیکن باقی جو بزنس ٹائیکون عالم کو جانتے ہیں وہ انڈر گراؤنڈ ورلڈ مافیا نقوی کو نہیں جانتے۔ تم بے فکر رہو۔"

وہ ٹھنڈے انداز میں بولتا تھا۔ اس کی پتھر سی آنکھوں میں ایک سپاٹ تاثر ہمہ وقت چھایا رہتا تھا۔

التمش کی فکر کم نہیں ہوئی۔ مگر تنے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"نئے مینجر کا انٹرویو لو اور اس پر چودہ دن نظر رکھو۔"

"اوکے سر۔"

"ڈرگز کا کام کہاں تک پہنچا؟"

"سر آج نئی کھیپ بھجوا دی جائے گی۔"

عالم نے پر سوچ انداز میں اسے دیکھا۔

"زیدی اپائینٹ ہے نا یونیورسٹی پر؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

التمش کے سر ہلانے پر اس نے ہنکارا بھرا اور ٹھوری کھجاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اس پر بھی نظر رکھو۔"

"اوکے سر۔" التمش اٹھ کھڑا ہوا۔

"مخبر سے کہو میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اس نئے حکم پر اس نے مودبانہ سر جھکایا اور دراوزے کی طرف بڑھ گیا۔ عالم نے میز کے نیچے لگا بٹن دبایا تو کانفرنس ہال کے دروازے لاک ہو گئے۔ چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے جھک کر دراز کھولا۔ اندر ایک فریم پڑا تھا۔ وہ ایک اڈھیڑ عمر مرد کی تصویر تھی۔ اس کے چہرے پر کرخت تاثر تھا۔

"سر ہم آرمی کی نظروں میں آ گئے ہیں۔ "التمش کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

"آرمی۔۔۔ سولجرز "!وہ استہزایہ بڑبڑایا۔

آس پاس منظر بدلنے لگا۔ کانفرنس ہال ایک کچی آبادی میں ڈھل گی۔

وہ کچے مکان کا توتا پھوٹا صحن تھا۔ چودہ سالہ عالم ہراساں سا دہلیز پر کھڑا تھا۔ اس کے ماں باپ تھر تھر کانپتے ہوئے سات آٹھ مسلح افراد کے نرغے میں تھے۔

"بول، پیسے ہیں یا نہیں؟"

ایک آدمی نے رمیز نقوی کا سر بالوں سے پکڑ کر اونچا کیا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسوں بہہ رہے تھے۔

"صاحب اس دفعہ معاف کر دو۔ بس کچھ دنوں کا وقت دے دو۔"

اس آدمی نے زناٹے دار تھپڑ رمیز کے چہرے پر دے مارا۔ وہ الٹ کر گرا۔ پھر انہوں نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا۔

"کمینے۔۔۔ اگر پیسے واپس نہیں کر سکتا تو لیتا کیوں ہے؟"

"میرے ابا کو چھوڑ دو۔۔۔"

عالم جو بھاگ کر باپ کے قریب آ رہا تھا، ایک غنڈے کا تھپڑ کھا کر زمین پر گرا۔ اس نے جھک کر عالم کو کہنی سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ عالم کی ماں بھی انھیں غنڈوں کے نرغے میں پھڑ پھڑا رہی تھی۔

"نہیں۔۔ نہیں خدا کے لیے ابا کو چھوڑ دو۔"

عالم اس لحیم شحیم آدمی کے شکنجے میں بے بسی سے سسک رہا تھا۔

جب انہوں نے مار مار کر رمیز کہ ادھ موا کر دیا تو پیچھے ہٹے۔

"اب تجھے سلو چودھری سے اھار واپس نہ کرنے کا انجام پتہ چلے گا۔۔"

ان کا سردار غرایا اور پھر اس نے رمیز کی جانب فائر کھول دیا۔

بلکتا ہوا عالم ساکت ہوا تھا۔ اس کی ماں نے خود کو آزاد کرانا چھوڑ دیا۔

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے باپ کی لاش کو باپ کو دیکھ رہا تھا۔

اس کو ہوش اپنی ماں کی چیخوں پر آیا تھا۔ اس کی ماں پر فائر کی بجائے خنجروں کے وار کئے گئے تھے۔

"اماں۔۔۔"

اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلی تھی لیکن اس کی آواز اپنی ماں کی چیخوں میں دب گئی۔

خنجروں کے لاتعداد وار کرنے کے بعد وہ عالم کی طرف بڑھے۔ وہ ہنوز خالی خالی نظروں سے اپنی ماں کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ یکایک اس کے سر سے کوئی بھاری چیز ٹکرائی اور وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

فون کی گھنٹی کی آواز پر وہ حال میں واپس آیا۔

عالم نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا۔

"سر مخبر سے بات ہو گئی ہے، وہ پرسوں رات ۱۱ بجے آئے گا۔"

اس نے بنا کچھ کہے فون رکھ دیا اور پھر فوٹو فریم کو دیکھا۔

"سب تھے وہاں۔۔۔سب۔ لیکن کوئی آپ کو بچانے نہیں آیا نہیں ابا۔ ان چند لوگوں کی سزا یہ ملک اور اس کی جوان نسل بھگت رہی ہے۔ آپ کو اپنا نشہ پورا کرنے کے لئے مارا گیا تھا نا، میں اس ملک کے ہر نوجوان کو نشے کا عادی بنا دوں گا۔ آدھا کام تو ہو گیا ابا۔ باقی آدھا بھی ہو جائے گا۔ یہ عالم کا وعدہ ہے۔"

اس کے اس سپاٹ اور برفیلے انداز پر فضا میں آکسیجن کی کمی ہو گئی۔ اس نے فریم واپس رکھا اور کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اٹھا۔

"سب برباد ہو گا۔۔۔سب۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

****

جیپ کچے پکے راستوں پر بھاگ رہی تھی۔ گرم ہوا گویا ہر چیز پگھلانے پر تلی تھی۔ ڈرائیو کرتا حمزہ خاموشی سے سامنے نظر آتے سنسان راستے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی تھکن آج سوا لگ رہی تھی۔ گلاسسز میں چھپی بھوری آنکھوں میں الجھن اور حزن کا عجیب سا امتزاج تھا۔ کان میں ابھرنے والی آواز پر اس کا ارتکاز ٹوٹا۔ اس نے بٹن دبایا۔

"نکل گئے وزیرستان کے لئے؟"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان کی آواز پر اس نے گہری سانس لی۔

"ہاں۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک پہنچ جاؤں گا۔"

"گڈ۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

اس کے گھمبیر لہجے پر حمزہ چونکا۔

"خیریت؟"

"میری طرف تو ہے۔ مگر تمھاری طرف تو نہیں لگ رہی۔"

آریان کی بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"اب میں اس کا کیا مطلب لوں؟"

"مطلب یہ کہ حازم علی حمزہ آپ کو رات کو کیا چیز ڈسٹرب کر رہی تھی؟"

حازم کی گردن میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ "اس کی آواز پہلے کی نسبت مدھم اور کمزور تھی۔

"میں گدھا نہیں ہوں حازم۔ تم جانتے ہو کہ تم کچھ نہیں چھپا سکتے۔ "اب کہ اس کے لہجے میں برہمی عود آئی۔

"پھر وہی خواب تھا آر۔"وہ تھکے تھکے سے انداز میں بولا۔

اس کی بات پر آریان پل کے خاموش ہوا۔

"حازم تم ایک خواب کو لے کر اتنا پریشان کیوں ہو؟"

"کیونکہ یہ خواب نارمل نہیں ہے۔ میری ساری زندگی اسی طرح کے خواب دیکھتے گزر گئی۔۔ ایک عجیب سی تھکن ان خوابوں کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ ہر دفعہ پہلے سے زیادہ الجھن ہوتی ہے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آج بھی وہی لڑکی تھی؟"

"ہاں وہی لڑکی۔ عروش۔ میں اسی نام سے اسے پکار رہا تھا۔"

"تمھارے ذہن میں کوئی عروش نہیں ہے کیا؟ "چند لمحے کی خاموشی کے بعد آریان نے نپے تلے لہجے میں پوچھا۔

"میں کسی عروش کو نہیں جانتا۔ بہت دفعہ یاد کر چکا ہوں۔"

"اچھا تم مشن پر دھیان دو اور پریشان نہ ہو۔ جب واپس آؤ گے تو اس کا حل بھی ڈھونڈ لیں گے "آریان کی یقین دہانی پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے اب میں رکھتا ہوں۔ اپنا خیال۔۔"

حازم کی بات بیچ میں ہی رہ گئی جب آریان نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"کیا تمہیں واقعی لگتا ہے کہ ہم میں کوئی غدار موجود ہے؟"

رات کی الجھن کو اس نے اب الفاظ پہنائے تھے۔ حازم ہلکا سا مسکرایا۔

"مجھے سو فیصد یقین ہے۔"

"کس پر؟"

"کیپٹنز میں سے ہے۔"

اس کی بات پر آریان کو ٹھیک ٹھاک جھٹکا لگا۔

"تو اسی لیے تم نے کہا تھا کہ وہ تینوں رات کی میٹنگ میں نہ آئیں۔"

"ہوں۔"

"اگر تمہیں ان پر شک تھا تو تم نے انہیں اتنا اہم مشن کیوں دے دیا؟"

آریان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ آخر کیا کرنا چاہ رہا ہے۔

"مجھے ثبوت چاہیے۔ فکر نہیں کرو۔ میری نظر ہے ان تینوں پر۔" اس نے مطمئن لہجے میں اس کی تشفی کروائی لیکن آریان کو تسلی نہ ہوئی .

"لیکن حازم ہم تینوں کو جانتے ہیں۔ ہمارے جونیئرز ہیں۔ ہم نے ٹریننگ دی ہے اور ان کا ریکارڈ بھی صاف ہے۔"

"بکنے میں ایک پل لگتا ہے میجر آریان۔"

جواباً آریان نے صرف گہری سانس لی۔ وہ حازم تھا اس سے بحث نہ وہ کل جیت سکتا تھا نہ آج۔

"اوکے۔دیکھتے ہیں۔ "اس نے گویا ہتھیار ڈال دیئے۔

"اچھا آریان۔میں نے ہر چیک پوسٹ پر سادہ لباس میں اپنے بندے کھڑے کیے تھے۔ان کی کال آرہی ہے۔میں رکھتا ہوں۔"

"اوکے گڈ لک۔"

حازم نے کال کاٹ دی اور چیک پوسٹ سے آتی کال پک کی۔

"کہو۔"

"سر وہ لوگ ٹرک کو آج شام مغرب موو کروائیں گے۔"

حازم کی بھوری آنکھوں میں اچھنبا ابھرا۔

"کیسے پتہ چلا تم لوگوں کو؟"

"سر ایکان انصاری کے ملازم نے بتایا ہے۔"

حازم کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔آنکھوں میں چوکنا تاثر ابھرا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ اتنی کانفیڈنشل بات اپنے ملازم کو کیوں بتائے گا؟"

"سر ملازم نے اس کے کمرے میں بگ انسٹال کیا تھا۔"

"نہیں ابرار یہ مس ڈائریکشن بھی ہو سکتی ہے۔تم لوگ الرٹ رہو۔"

"اوکے سر۔"

"اور ہاں ٹرک کی منزل کیا ہو گی؟"

"سر یہ نہیں پتہ چلا۔"

"اوکے اس کا مطلب ہے کہ ٹرک کا خریدار کوئی ہائی پروفائل بندا ہے۔"

"جی سر کیونکہ ان کی گئی باتوں میں کہیں بھی خریدار کا ذکر نہ تھا۔"

"اور ٹرک میں کتنے بچے ہونگے اندازاً؟" کچھ سوچ کر اس نے سوال کیا۔

"شائد بیس، بائیس کے قریب ہونگے۔"

" اوکے تم لوگ محتاط رہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے کال کاٹ دی. وہ پر سوچ انداز میں آنکھیں سکیڑ نے دیکھ رہا تھا۔ اس کا ذہن مسلسل پلاننگ کر رہا تھا۔ چند منٹ پہلے الجھا ہوا حازم کہیں غائب ہو گیا تھا۔ اب صرف وہ میجر حمزہ تھا جس کے سامنے کئی بچوں کی زندگی تھی اپنا فرض تھا، دشمنوں کو جہنم واصل کرنے کا عہد تھا۔ .

****

"اگر آپ میں سے کسی کو کچھ نہ سمجھ آیا ہو تو مجھ سے فری پیریڈ میں آکر کلیئر کر سکتے ہیں۔" ابرش نے کتابیں اٹھاتے ہوئے کہا۔ پیروں تک گرتے عبایے میں وہ چہرے کے گرد اسکارف لپیٹے ہوئے تھی۔ سیاہ آنکھوں میں گہری سنجیدگی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے میم۔"

اجتماعی آواز پر اس نے سر کو خم دیا اور کتابیں اٹھاتی باہر نکل آئی۔ اس کا یہ پیریڈ فری تھا سو وہ گراؤنڈ میں نصب بنچ پر آبیٹھی۔ سٹاف روم جا کر اسائمنٹس چیک کرنے کا موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بس بادلوں کے پیچھے چھپتے سورج کو دیکھ رہی تھی جو اپنی ساری تمازت کھوئے زرد سی ٹکیا کی طرح لگ رہا تھا۔

یکایک سارے ماحول پر زرد سی روشنی چھانے لگی۔ اس روشنی میں ماضی کا ایک خوبصورت منظر چمکا۔

وہ پورے گھر میں روتے ہوئے ناجیہ کو ڈھونڈ رہی تھی۔

"خالہ۔ "وہ اونچی آواز میں حلق پھاڑ کر چیخی۔

ناجیہ گھبرا کر کچن سے نکلیں۔

"کیا ہوا ہے آبی؟"

"حازم نے دھکا دیا ہے۔ "اس کے پھولے گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ناجیہ نے بے اختیار جھک کر اس کے گال چومے اور ہتھیلی سے آنسو صاف کئے۔

"تم رونا بند کرو شاباش۔ میں اس سے پوچھتی ہوں۔"

اب حازم کو ڈانٹ پڑنے والی تھی۔ ابرش کی سسکیاں فورا تھم گئیں۔

"حازم۔ "ناجیہ کے لہجے میں برہمی تھی۔ان کے پکارنے پر وہ باہر نکلا۔ماتھے پر بل پڑے تھے۔ بھوری آنکھوں میں زمانے بھر کی خفگی تھی۔ہاتھ میں گیلا سا کاغذ تھا۔

"ابرش کو دھکا کیوں دیا؟"

حازم نے کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھا جو ناجیہ کے پیچھے سے گردن نکال کر اسے دیکھ رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس سے بھی پوچھ لیں، اس نے میری پینٹنگ پر پانی کیوں گرایا؟ اب میں کل ٹیچر کو کیا دوں گا؟"

وہ چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔

"اس نے جو بھی کیا، تم نے اسے دھکا کیوں دیا؟ اگر اسے چوٹ لگ جاتی تو؟"

حازم نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔ناجیہ ابرش کی طرف پلٹیں۔

"آبی، حازم کی پینٹنگ پر پانی کیوں گرایا تھا؟"

ابرش نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"آیسکریم چاہیے تھی اور وہ مجھے لا کر نہیں دے رہا تھا۔" کیا اعتماد تھا۔

"تو آپ نے اس کی پینٹنگ پر پانی گرا دیا؟"

حازم کا دل کیا اس کا سر پھاڑ دے۔ بمشکل ماں کے سامنے مٹھیاں بھینچ کر ضبط کیا۔

"چلو سوری بولو حازم کو۔ پھر میں آپ کو آئسکریم دونگی۔"

ابرش کی آنکھیں چمکیں۔ اس نے بے حد معصومیت سے حازم کو دیکھا۔

"سوری۔"

حازم پیر پٹختے ہوئے کمرے میں چلا گیا۔ ابرش نے کھکھلا کر ناجیہ کو دیکھا۔ انہوں نے بے اختیار اس کا ماتھا چوم لیا۔

منظر ہوا میں تحلیل ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ابرش نے کئی آنسو اندر دھکیلے۔ کتابیں سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر آج آپ ہمارے ساتھ ہوتیں تو سب مختلف ہوتا، خالہ۔ کہاں چلی گئیں ہیں آپ؟"

وہ سر جھکائے چلتی جا رہی تھی۔ ایک ان دیکھی سے اذیت اسے اپنے لپیٹ میں لے رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

پریڈ ختم ہوا تو ہر طرف سے شور بلند ہوا۔ حسن بیزاری سے چیونگم چباتے ہوئے سب کو دیکھ رہا تھا۔ تین پیریڈ ہو چکے تھے اور اسے ابھی تک کوئی مشکوک حرکت نظر نہیں آئی تھی. اسے بے چارے احتشام کا سوچ کر ہنسی آ رہی تھی۔ اس کی باریک بین نگاہیں غور سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ کلاس میں سب معمول پر پا کر وہ گراؤنڈ میں نکل آیا۔ گراؤنڈ میں بھی گہما گہمی عروج پر تھی۔ وہ خالی بینچ پر بیٹھ گیا۔ آنکھوں پر سیاہ گلاسسز لگائے، کانوں میں آئیر فونز اور مسلسل ہلتے لب۔ وہ یہی تاثر دے رہا تھا کہ کسی پر فون سے بات کر رہا ہے۔

"کچھ ملا؟"

کانوں میں زین کی آواز گونجی تو وہ چونکا۔

"نہیں یار ابھی تو سب نارمل لگ رہا ہے۔"

گلاسز میں چھپی آنکھیں سامنے کھڑے لڑکوں کے ٹولے کو دیکھ رہی تھیں۔

"مل جائے گا۔ یہ چیز ٹائم لیتی ہے۔"

گروپ لیڈر شاہ میر زیدی نے انگلی کے اشارے سے دور کھڑے ایک مخنی سے لڑکے کو اپنے قریب بلایا۔

"جانتا ہوں زین لیکن ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے۔"

چند لمحے اس لڑکے اور شاہ میر کے درمیان بحث ہوتی رہی۔ وہ دبی دبی آوازیں حسن تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔

"خیر۔ احتشام سے بات ہوئی؟ مجھے وہ نظر نہیں آیا۔"

اس مخنی سے لڑکے نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر شاہ میر کی طرف بڑھایا۔

"ہاں۔ اسے ایک پروفیسر پر شک ہے۔"

لفافہ تھامتے ہوئے شاہ میر کے چہرے پر سرشاری پھیل گئی۔ اس نے اپنے ارد گرد کھڑے لڑکوں کو اشارہ کیا، وہ سب کینٹین کی طرف بڑھ گئے۔

"کافی فاسٹ جا رہا ہے۔ اینی ویز، میں چلتا ہوں۔ کچھ دیکھنا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے کال ڈسکنیکٹ کی اور قدم کینٹین کی طرف بڑھا دیئے۔

****

وہ ایک پر تعیش آفس تھا۔

احمر سر جھکائے ٹائپنگ کر رہا تھا۔ گہری میرال جیسی آنکھیں مکمل لیپ ٹاپ کی طرف مرکوز تھیں۔ ساتھ رکھے کافی کے کپ سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ احمر نے کپ رکھتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"سر۔ آریان صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

سیکرٹری کی آواز پر اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے کا اوپری حصہ شیشے کا تھا۔ اس کے پار آریان کھڑا نظر آرہا تھا۔ احمر کو دیکھتا پا کر اس نے ہاتھ ماتھے تک لے جا کر سلام کیا. احمر کے لبوں پر بے ساختہ ہی مسکراہٹ عود آئی۔

"بھیج دو۔"

اس نے لیپ ٹاپ سائڈ پر کیا اور کرسی سے ٹیک لگالی۔

"کیسے ہیں آپ ایم ڈی صاحب؟ "آریان نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے احمر نے مسکرا کر تھام لیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ کیسے آنا ہوا؟ "

"بات کرنی تھی تم سے۔ "آریان اس کے مقابل کرسی سنبھالتے ہوئے بیٹھا۔

" پہلے یہ بتاؤ چائے پیو گے کافی؟"

"نہیں۔ تھینکس بس تمہارا وقت چاہیے تھا۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ احمر سر ہلا کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"بولو میں سن رہا ہوں۔"

"حازم کے متعلق بات کرنی تھی۔"

احمر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا بات کرنی ہے؟ "اس نے اچھنبے سے پوچھا۔

" عروش کون ہے؟"

احمر کو گویا کرنٹ لگا۔ اس نے بے یقینی سے آریان کو دیکھا۔ آنکھوں میں بہت سے جذبات در آئے۔

"تم۔۔ تم عروش کو کیسے جانتے ہو؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"صرف نام جانتا ہوں۔ کون ہے یہ تم سے پوچھنے آیا ہوں۔"

"اس بات کا حازم سے کیا لینا دینا؟"

"آر یو شیور احمر کہ عروش کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے؟ "اس نے غور سے اسے دیکھا۔

احمر نے بے اختیار نگاہیں چرائیں۔

"تمہیں حازم نے بھیجا ہے؟"

"میں خود آیا ہوں۔ "اس کا لہجہ پر سکون تھا۔ احمر نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"ادھوری باتیں ہمیشہ تکلیف دیتی ہیں اس لیے۔۔"

"ڈونٹ وری۔۔ اگر یہ بات اس کے لیے نقصان دہ ہوئی تو میں نہیں بتاؤں گا۔"

"پہلے تم بتاؤ۔ تم عروش کو کیسے جانتے ہو؟ "احمر کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ آریان نے گہری سانس لی۔

"حازم کو فلیشز کی صورت میں خواب آتے ہیں، احمر۔ وہ اس بات پر کافی ڈسٹرب تھا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتا دیا۔ اب تم اس سے انکوائری مت شروع کر دینا۔ "اس نے جیسے آخر میں تنبیہ کی تھی۔

احمر نے گہری سانس لے کر سر جھٹکا اور پیچھے ہوا۔ آریان غور سے دیکھ رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم میرا بھائی نہیں ہے۔"

آفس کی پوری چھت اس پر آن گری۔ وہ ششدر نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ احمر کی کتھئی آنکھوں میں اذیت ابھری

۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ "وہ شل تھا۔

"ایسا ہی ہے۔ میں نے کہا تھا نا کہ ادھوری باتیں تکلیف دیتی ہیں۔ "وہ نگاہیں کھڑکی کی طرف موڑے بول رہا تھا جس کے آگے بلائینڈرز گرے تھے۔ یکایک ایک اندھیری چھایا چاروں طرف چھا گئی۔ حال اندھیرے میں ڈوب گیا۔ ماضی واضح ہوا تھا۔

مظہر علی حمزہ، احمر، میر ال اور ماہ گل کے ساتھ لڈو کھیل رہے تھے۔

آج اتوار تھا۔ صبح صبح کھیل جاری تھا۔

"مر گئی۔ بابا کی گوٹ مر گئی" احمر نے بلند نعرہ لگایا تو مظہر مسکرا دیے۔ میر ال نے منہ بسور کر باپ کو دیکھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا۔ ابھی ہم بھائی کو ہرا دیتے ہیں۔"

"ایسے کیسے ہرائیں گے؟ میرا بیٹا آپ کا اچھی طرح مقابلہ کر رہا ہے۔"

ماں کی تعریف پر احمر نے جتاتی نظر سے مظہر کو دیکھا۔

"جی بابا اور میں۔۔" احمر کی بات فون کی گھنٹی نے کاٹ دی۔ اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ مظہر اور ماہ گل ہنس دیئے۔

"بابا سنڈے کے دن ہم بھی ڈیجیٹل ڈیٹاٹوکس کرتے ہیں۔ "اس نے جلدی سے باپ کو یاد دہانی کروائی۔

"آئی نو بیٹا لیکن ناجیہ پھوپھو کا فون ہے۔ ہو سکتا ہے وہ آ رہی ہوں۔ "انہوں نے مسکرا کر کہا اور فون کان سے لگایا ۔ پھوپھو کا سن کر احمر اور میر ال کے چہرے کھل گئے۔

"کیسی ہو ناجیہ؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

یکلخت ان کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ ماہ گل نے پریشانی سے انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا بیٹا؟ امی ٹھیک ہیں؟ "انھوں نے حواس باختگی سے پوچھا۔

لیکن دوسری طرف شاید کال کٹ گئی تھی۔ وہ تیزی سے اٹھے اور باہر کی جانب بھاگے۔

"مظہر کیا ہوا ہے؟"

ماہ گل ان کی طرف لپکیں۔ بچے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔

جب تک وہ ان کے پیچھے گئیں وہ گیراج سے کار نکال کر جا چکے تھے۔ ماہ گل بے بسی سے کھڑی رہ گئیں۔

کار چلاتے مظہر کے ہاتھ لرز رہے تھے۔کانوں میں ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔

"ماموں پلیز۔۔جلدی آجائیں۔۔"

وہ حازم تھا۔گہرے گہرے سانس لیتا اس کی آواز بری طرح کانپ رہی تھی۔

پینتالیس منت کا فاصلہ پچیس منٹ میں پورا کر کے وہ ناجیہ کے گھر کے سامنے پہنچے تو دل جیسے بری طرح ڈوبا تھا. وہ لڑکھڑاتے قدموں سے کار سے نکلے اور دروازے کے سامنے کھڑی پولیس تک پہنچے۔لوگوں کا جمگھٹا ادھر ادھر کھڑا تھا۔انہیں دیکھ کر لوگوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں وہ انہیں ناجیہ کے بھائی کے طور پر جانتے تھے۔

"کیا ہوا ہے یہاں؟۔"

سپاہی نے ان کا زرد چہرہ دیکھا اور دروازے کے سامنے سے ہٹا۔

"نامعلوم افراد کا حملہ ہوا ہے۔"

مظہر کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا گیا۔انہوں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے نظر آتے صحن کو دیکھا جہاں گویا خون کا دریا بہایا گیا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سب لوگ کہاں ہیں؟" وہ تیزی سے اس سپاہی کی طرف مڑے۔

"لوگ؟" سپاہی نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"ہاں۔۔یہاں۔۔میری بہن رہتی ہے۔کہاں ہے وہ؟۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخے۔ایک افسر ان کی طرف بڑھا۔

"دیکھیں۔جب ہم یہاں آئے تو یہاں صرف ایک بے ہوش بچہ تھا۔"

"حازم۔"مظہر کے لب پھڑ پھڑائے۔ وہ بے یقینی سے افسر کو دیکھ رہے تھے۔

"شاید۔وہ زخمی تھا ہم نے اسے سٹی ہاسپٹل پہنچا دیا تھا۔ "

مظہر بنا کچھ کہے گاڑی کی طرف لپکے۔ آنکھیں بار بار گیلی ہو رہی تھیں۔ماہ گل کی آتی کال کو کاٹ کر انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے چھوٹی بہن زہرہ کا نمبر ملایا، جس پر انہیں بتایا گیا کہ سم بلاک ہو چکی ہے۔انہوں نے بے بسی سے موبائل کو دیکھا اور ایکسیلیٹر پر پاؤں بڑھا دیا۔

ان کا فون بجا تو انہوں نے تیزی سے کال اٹھائی۔

"کیا ہوا ہے مظہر ؟سب ٹھیک ہے نا؟ "ماہ گل کی پر تشویش آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"سب ختم ہو گیا ہے۔ گل سب تباہ ہو گیا ہے۔ "ان کی آواز بھی گیلی تھی۔ضبط سے حلق دکھ رہا تھا۔

"کچھ تو بتائیں۔"

"ابھی وقت نہیں ہے تم دعا کرو کہ اللہ مجھ پر رحم کر دے میرے اندر ہمت نہیں ہے۔"

دوسری طرف جواب سنے بنا مظہر نے کال کاٹ دی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سٹی ہاسپٹل کے باہر انہوں نے کار روکی اور تیزی سے نکلے بھاگتے ہوئے وہ ریسیپشن تک آئے۔

"ابھی حازم نامی بچے کو لایا گیا ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

ریسیپشنسٹ نے ان کی اڑی رنگت دیکھی اور رہداری کی طرف اشارہ کیا۔

"آئی سی یو میں۔"

مظہر تیزی سے اس طرف لپکے۔ کوریڈور کے کونے پر آئی سی یو تھا جس کے کمرے کے باہر دو پولیس مین کھڑے تھے۔

"کہاں جا رہے ہیں؟ آپ کا کیا رشتہ ہے بچے سے؟"

سپاہی میں بے اختیار انہیں روکا۔ انہوں نے ہراساں نگاہوں سے بند دروازے کو دیکھا۔

"میرا بھانجا ہے۔"

ان کے کانپتے لہجے میں کہنے پر سپاہی نے گہری سانس لی۔

"ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اس کے سر پر بھاری چیز ماری گئی ہے۔ اس سے پہلے مار پیٹ کے نشان بھی ہیں۔"

مظہر کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر زور سے بھینچا۔ دل سے رستا خون اندر ہی اندر گرنے لگا۔ انھوں ساکت نگاہوں سے آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھا۔

ذہن کے پردے پر ایک منظر ابھرا۔

"ضروری نہیں ہے ماموں کہ بڑا بھائی ہی بہن کو پروٹیکٹ کرے۔ میں بھی عروش کو پروٹیکٹ کر سکتا ہوں۔"

آٹھ سالہ حازم خفگی سے انہیں دیکھتا کہہ رہا تھا۔ وہ بے اختیار ہنس دیئے۔

"بالکل تم کر سکتے ہو۔" انہوں نے اس کے ہاتھ چومے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

منظر غائب ہو گیا اب صرف موت سا سرد کوریڈور تھا۔ بہت دیر سے ضبط کیے آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے۔ انہوں نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

وہ اپنی بہن کو نہیں بچا سکے۔ جانے وہ کہاں ہو گی؟ کتنا تڑپی ہو گی۔ کتنی بار انہیں پکارا ہو گا۔ اذیت کی انتہا تھی۔

ڈیڑھ گھنٹہ گزرا، آئی سی یو کا دروازہ کھلا۔ مظہر تیزی سے اٹھے۔

"ڈاکٹر اب کیسا ہے حازم؟" انھوں نے بے قراری سے پوچھا۔

"الحمدللہ۔ مشکل تھا لیکن بچہ فائٹ بیک کر رہا تھا۔ اب سٹیبل ہے۔"

مظہر کے رگ وپے میں سکون اترتا چلا گیا۔ ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"سر پر لگی چوٹ سے کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا نا؟"

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے۔ یہ تو اس کے ہوش میں آنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔ لیکن اس طرح کے کیسز میں کومے کا خطرہ ہوتا ہے یا میں میموری ڈیمیج کا۔ لیٹس سی۔"

مظہر نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں اور سر کو جنبش دے کر پیچھے ہٹ گئے۔ دیوار سے لگ کر انھوں نے پولیس انسپکٹر کا نمبر ملایا جو چند گھنٹیوں بعد اٹھا لیا گیا۔

"جی سر، میں مظہر بات کر رہا ہوں۔ کچھ پتہ چلا؟"

دوسری جانب جواب سن کر ان کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ شکست خوردہ انداز میں پیشانی مسلی اور فون بند کر دیا۔ نگاہیں اٹھا کر انہوں نے آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھا۔

ناجیہ اور عروش کے ساتھ کیا ہوا تھا، یہ انہیں صرف حازم بتا سکتا تھا۔ اب انہیں خاموشی سے انتظار کرنا تھا۔

چوبیس گھنٹے گزر جانے کے بعد حازم کو آئی سی یو سے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا۔ مظہر اور ماہ گل اس کے ساتھ ہی تھے۔ احمر اور میرال گھر پر ہی تھے۔

"زہرہ کو آخر اچانک سم چینج کرنی کی کیا ضرورت پیش آئی؟"

حازم کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے ماہ گل نے گردن موڑ کر کاؤچ پر بیٹھے مظہر کو دیکھا۔ ماہ گل کی بات پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور کندھے اچکا دیے۔ چند گھنٹوں میں ہی وہ بوڑھے لگ رہے تھے۔ چہرے پر کرب رقم تھا۔

"کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔ پہلے زہرہ بنا بتائے سوات چلی گئی۔ اب سم بھی بدل لی اور نیا نمبر بھی نہیں دیا۔"

"عبید کا کوئی کام تھا۔ اس لیے انہیں جلدی میں فیملی کے ساتھ جانا پڑ گیا۔ "مظہر نے دو انگلیوں سے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

ماہ گل نے کچھ کہنا چاہا لیکن حازم کی کراہتی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ مظہر تیزی سے باہر کی طرف لپکے۔

"ماں۔" ڈوبتی ابھرتی آواز میں وہ بڑبڑایا۔ ماہ گل نے بے اختیار اس کانالیوں میں جکڑا ہاتھ تھاما۔

وہ بار بار آنکھیں جھپک رہا تھا۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر اور مظہر تیزی سے داخل ہوئے۔

"میم آپ سائیڈ پر ہو جائیں۔"

مظہر کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ہتھیلی پسینے سے بھیگ چکی تھی۔

ڈاکٹر چند لمحے اس پر جھکے رہے پھر بولے۔

"مظہر صاحب دیکھیں۔ یہ آپ کو پہچان پا رہا ہے یا نہیں۔"

ڈاکٹر نے سائیڈ پر ہٹتے ہوئے کہا۔ ماہ گل تیزی سے اس کے سرہانے رکھی کرسی پر بیٹھیں۔ مظہر میں آگے آنے کی ہمت نہ تھی۔

"حازم ادھر دیکھو۔ میری طرف دیکھو بیٹا۔" ماہ گل نے نرمی سے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا۔

حازم نے دھیرے سے نگاہیں ان کی طرف موڑیں۔ ماہ گل کو جھٹکا لگا۔

اس کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔ خالی اور سپاٹ۔ ذہانت کی چمک جو ان آنکھوں کو دلکش بناتی تھی وہ مفقود تھی۔

ماہ گل کے چہرے پر ابھر تا شاک دیکھ کر مظہر کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔

"حازم بیٹا آپ انہیں پہچانتے ہو؟"

ڈاکٹر کی شفیق آواز پر حازم چند لمحے ماہ گل کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے دھیرے سے نفی میں سر ہلا دیا۔ ماہ گل نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"Im sorry. He has lost his memory and got amnesia."

ڈاکٹر کی آواز صور کی مانند ان کے کانوں میں پھونکی گئی۔

مظہر نڈھال سے کاؤچ پر گر گئے۔ یہ آخری راستہ تھا ناجیہ اور عروش تک پہنچنے کا، وہ بھی ختم ہو گیا۔

"تو۔۔ تو آپ لوگوں نے اسے کبھی نہیں بتایا؟"

آریان سکتے میں تھا۔ احمر نے نگاہیں موڑ کر اسے دیکھا۔ اس کی کتھئی آنکھوں میں تکلیف تھی۔

"یاداشت کا چلے جانا عموماً جس طرح کا فلموں میں ہوتا ہے یہ ویسا نہیں تھا آریان۔ اسے نارمل ہونے میں سات سال لگے تھے۔ نا جانے اس نے کیا دیکھا تھا، مگر وہ اندرونی طور پر مکمل ختم ہو گیا تھا۔ اس کی ذات ایک خول میں سمٹ گئی

تھی۔ جس لڑکے کے ساتھ میں نے دس سال گزارے۔ وہ کھو چکا تھا۔ بابا نے شروع میں بہت کوشش کی تھی کہ کسی طرح وہ آخری منظر یاد کرے لیکن وہ کچھ یاد نہ کر پاتا۔ الٹا ہسٹیرک ہو جاتا۔ اگر اسے اس کے ماں باپ کے بارے میں بتاتے تو وہ انہیں ڈھونڈنے نکل جاتا اور زندگی تباہ کر لیتا۔ بابا ایسا نہیں چاہتے تھے۔"

"اور اس کا باپ۔ وہ کیسا انسان تھا؟"

احمر تلخی سے مسکرایا اور سر جھٹکا۔

"یقین کرو آریان میں نے ساری زندگی اس شخص جیسا گھٹیا، رشتوں کو پامال کرنے والا کم ظرف شخص نہیں دیکھا۔"

آریان کو جھٹکا لگا۔ اس نے بے یقینی سے احمر کو دیکھا .

"اور زہرہ پھوپھو؟"

"اس دن کے بعد ان سے کوئی رابطہ نہیں ہوا۔ وہ بھی نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ بابا اس سب کے بعد ٹوٹ چکے تھے انہوں نے اپنی پوری فیملی کھو دی تھی۔"

آریان نے سر اثبات میں سر ہلایا اور پھر کرسی دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"تھینک یو اور ڈونٹ وری میں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

احمر نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔ آریان کے جانے کے بعد اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور سر کرسی کی پشت سے لگا لیا .

"میں نہیں جانتا کہ جب تم جان لوگے۔ تو تم ہمیں سمجھ پاؤ گے یا نہیں۔"

****

حسن کینٹین میں بیٹھا شاہ میر زیدی کو دیکھ رہا تھا۔ اسے نا جانے کیوں اس لڑکے کو دیکھ کر عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ کچھ تھا جو اسے کھٹک رہا تھا۔

"امیر اور پاپولر لڑکوں پر زیادہ نظر رکھنا حسن۔ عموماً یہ بگڑے ہوئے نواب زادے ہی ڈرگز کے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔"

کرنل عاصم کی بات مسلسل اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھی۔

شاہ میر کا حلیہ بھی عجیب سا تھا۔ ہاتھوں میں بینڈز، گردن میں چین اور برانڈڈ کپڑے۔ اس کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہو رہے تھے۔ بال دائیں طرف سے آنکھوں میں گرتے تھے۔

دفعتاً حسن اٹھا اور ایک میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس میز پر ارمغان براجمان تھا۔ ارمغان سے صبح اس کی سرسری سی بات چیت کلاس میں ہو گئی تھی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

ارمغان جو تیزی سے صفحے پر لکھ رہا تھا، اس کی بات پر چونک کر سر اٹھایا۔ گہری سانس لے کر اس نے کتابیں سائیڈ پر کیں اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیا بات ہے؟"

"شاہ میر بطور انسان کیسا ہے؟"

ارمغان نے مشکوک انداز میں اسے دیکھا اور ابرو چکائی۔

"تم کیوں جاننا چاہتے ہو؟" اس نے انگلی سے عینک پیچھے دھکیلتے ہوئے پوچھا۔

"سمپلی میں یہاں نیا ہوں اور شاہ میر کافی پاپولر ہے۔ ہر طرف اسی کا ذکر ہوتا ہے۔ اسی لیے میں متجسس ہوں۔" حسن نے مبالغہ آرائی کی حد کر دی۔ جواباً ارمغان نے چڑ کر اسے دیکھا۔

"اب اتنا بھی مشہور نہیں ہے۔"

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"جیسے عموماً ایلیٹ کلاس والدین کی اکلوتی اولاد ہوتی ہے۔ ویسا ہی ہے۔"

مین بگڑا ہوا؟" اس نے غور سے اسے دیکھا۔ "یو

"ہاں ہر قسم کے پھڈے میں خود کو انوالو کر لیتا ہے اور پیسے کو اپنی مکمل طاقت سمجھتا ہے۔" ارمغان کے لہجے میں بے زاری تھی۔

"اوکے، تھینک یو"!

۔حسن کینٹین سے باہر آ گیا

"زین، شاہ میر زیدی کے بارے میں ڈیٹیلز نکلواؤ۔ "اس نے زین سے کال ملاتے ہی کہا۔

"نکلوالی ہیں۔ "

حسن بے اختیار ٹھٹھکا۔

"اتنی جلدی؟ "اس نے اچھنبے سے پوچھا۔

"اپنی میموری ریفریش کریں، حسن میر۔ آپ ایک سوپر ہیرو ہیں اور میں آپ کا ماتحت چیلا۔ ابھی آپ جادوئی طاقتوں سے حکم دیں گے اور میں سات ارب انسانوں میں سے اس شاہ میر زیدی کی ساری زندگی آپ کے سامنے کھول دوں گا۔ " اس کا لہجہ جلا کٹا تھا۔ غالباً کسی سینئر سے ڈانٹ پڑی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہو گئی بکواس؟ اب اکنامکس کے تھرڈ ایئر میں پڑھتے شاہ میر کے بارے میں پتہ لگاؤ۔"

"بھاڑ میں جاؤ"! اس نے بھنا کر کال کاٹ دی۔ حسن مسکراتا ہوا کلاس کی طرف بڑھ گیا۔

****

"مس ابرش، آپ کو ڈین آفس میں بلایا گیا ہے۔"

ابرش اسٹاف روم میں بیٹھی اسائنمنٹس چیک کر رہی تھی۔ جب پیون نے اس کی طلبی کا عندیہ دیا۔ اس نے اسائنمنٹس سائیڈ پر کیں اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ چہرے پر سپاٹ تاثر چھا چکا تھا۔ سبک قدموں سے چلتی ہوئی وہ ڈین کے آفس میں داخل ہوئی۔

"آیئے، ابرش! شنواری صاحب آپ سے ملنا چاہتے تھے۔ "

ڈین نائلہ انور نے اسے اشارہ کیا۔ وہاں پہلے سے ہی ایک صاحب موجود تھے۔ پیچھے رکھے صوفوں پر اس کا سٹوڈنٹ فرحان شنواری بیٹھا تھا۔ ابرش کو دیکھ کر اس نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

اس کو بیٹھنے کے لئے نہیں کہا گیا تھا۔

"فرمایئے۔ "ابرش نے سنجیدگی سے شنواری صاحب کو دیکھا جو نگاہوں میں تمکنت لئے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"مس ابرش عبید، آپ نے میرے بیٹے کو ڈیٹنشن (سزا) دی ہے؟ "اسی اٹھی گردن سے اس سے سوال کیا گیا۔

"کیا آپ نے اپنے بیٹے سے پوچھا کہ اس نے کیا جرم کیا تھا؟ "ابرش نے سکون سے پوچھا۔

اس کو سوال پر روحان نے تمسخر سے سر کو جھٹکا۔

"اس نے جو بھی کیا تھا۔ آپ کو اسے سزا نہیں دینی چاہیے تھی۔ آپ نے اسے پوری کلاس کے سامنے بے عزت کیا۔ وہ ایک معزز شہری ہے۔ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"مسٹر شنواری، آپ کا یہ معزز شہری اپنی فیلو سٹوڈنٹ کے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا۔ اسے بلی کر رہا تھا۔ نیز اس نے اس بچی کو دھمکی دی ہے کہ اگر اسے وقت پر نوٹس نہ ملے تو وہ علیشہ کو سسپنڈ کروا سکتا ہے۔ "اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ شنواری صاحب نے گویا سنا ہی نہیں۔

"جو بھی ہے آپ اس سے معافی مانگ لیں اور اسے نوٹس پر وواٹڈ کریں اور معاملہ ختم کر دیں۔ "

ابرش نے حیرانی سے انہیں دیکھا اور پھر ڈین کو جو خاموش کردار ادا کر رہی تھی۔ روحان استہزائیہ انداز میں مسکرایا۔

"ہرگز نہیں۔ مسٹر شنواری میری غلطی نہیں ہے تو میں معافی نہیں مانگوں گی۔ "اس کا لہجہ بے لچک تھا۔ شنواری کے ماتھے پر بل پڑے۔

"مس اگر آپ معافی مانگ لیں گی تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"ابرش معافی مانگ لیں اور معاملہ ختم کریں۔ "ڈین نے گویا اس کی منت کی۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں میڈم، غلطی میری نہیں ہے۔ روحان علیشہ کو بلی کر رہا تھا۔ یہ اتنی غیر اہم بات نہیں ہے۔ میرا ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ میں وہاں جھکوں جہاں میری غلطی نہیں ہے۔"

شنواری نے جیسے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا اور پھر ایک لفافہ میز سے اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

"آپ کا ٹرمینیشن لیٹر۔"

ابرش پر گویا بجلی گری۔ اس نے بے یقینی سے ڈین کو دیکھا۔ جنہوں نے نگاہیں چرا لیں۔

"آپ مجھے ٹرمینیٹ کیسے کر سکتے ہیں؟"

"آپ کو بڑے لوگوں میں رہنا آنا چاہیے، مس ابرش عبید"! وہ خباثت سے مسکرائے اور اپنے کالر سے نادیدہ گرد جھاڑتے ہوئے اٹھے۔ ان کی میعت میں روحان اور ڈین بھی اٹھے۔ وہ ابھی تک بے یقینی سے اپنے لیٹر کو دیکھ رہی تھی۔ ڈین شنواری کو رخصت کر کے پلٹیں تو اسے وہیں کھڑا دیکھ کر تاسف سے اس کے قریب آئیں۔

"ایم سوری، ابرش! لیکن تمہیں ان کی بات مان لینی چاہیے تھی۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاری تھی۔

"آپ نے ان کا ساتھ اس لیے دیا کیونکہ وہ یونی کی کمیٹی کے ممبر تھے۔ آپ جیسے لوگوں کی وجہ سے ہم بدنام ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نہیں جھکی۔ میرے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ "وہ تیز تیز بولتی باہر نکل گئی۔ آنکھوں میں آنسو جمع ہو رہے تھے۔

اب وہ کیا کرے گی؟ تھکے تھکے قدموں سے یونی کے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

****

دوپہر گہری ہو رہی تھی۔ جابجا خشک اونچے پہاڑ تھے۔ سورج سوا نیزے پر آگ برسا رہا تھا۔ ایسے میں ایک سنسان سڑک پر چند رینجرز ناکہ بندی کئے کھڑے تھے۔ وہ ہر گزرتے ٹرک کی اچھی طرح تلاشی لے کر آگے روانہ کر دیتے۔ یہ ایک آمدورفت والی سڑک تھی۔ یہ سڑک وزیرستان کو دوسرے علاقوں کے ساتھ جوڑتی تھی۔ سڑک کے کنارے پر ایک بڑا سا چھاتا تان کر چند کرسیاں رکھی تھیں۔ جس پر چیکنگ کرنے کے بعد رینجرز کے جوان آکر بیٹھ جاتے۔ تھوڑا فاصلے پر ایک بند جیپ کھڑی تھی۔ جس میں بیٹھا حازم خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا۔

بلیوٹوتھ آلے کی آواز نے اس کا ارتکاز توڑا۔ اس نے بٹن دبا دیا۔ .

"میجر حمزہ، آر یو دیئر؟"

"یس، سر"!

"کیا پوزیشن ہے؟ "دوسری طرف کرنل عاصم تھے۔

"ابھی تک تو انڈر کنٹرول ہے، سر۔ جیسے ہی کوئی ابنارمل بات ہوئی تو ضرور انفارم کروں گا۔"

ایک ہیوی ٹرک چوکی کے قریب آکر رکا۔ حازم نے غور سے ڈرائیور کو دیکھا۔

"Okay! Stay in contact."

دوسری جانب سے کال کٹ گئی۔

حازم جیپ سے نکل آیا۔ اس کو دیکھ کر رینجرز احترام پیچھے ہٹے۔ اس نے ڈرائیور کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور کا حلیہ اول جلول سا تھا۔ میلے کپڑے، آنکھوں میں سرمہ اور ہاتھ میں سگریٹ۔

"کہاں جا رہے ہو؟" حازم نے نپے تلے لہجے میں بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" صاب، سیلینڈروں کی کھیپ لے کر اپن کوئٹہ جا رہا ہے۔ "اس نے پیلے دانتوں کی نمائش کی۔ حازم نے رینجر کو اشارہ کیا۔ وہ ڈرائیور کی طرف بڑھے۔

"گاڑی کے کاغذات دکھاؤ اور ان کو چابی دو۔"

ڈرائیور نے بنا کسی پس و پیش کے چابی ان کے حوالے کر دی۔ حازم چند منٹ کاغذات کا مطالعہ کرتا رہا۔ وہ کسی بھی جھول سے پاک تھے۔

"سر"!

ایک جوان کی پکار پر حازم تیزی سے ٹرک کے پچھلے حصے کی طرف آیا۔

وہاں پر جابجا سیلینڈرز رکھے تھے۔ انہیں یوں ایک دوسرے کے اوپر چڑھا کر رکھا گیا تھا کہ باقی حصہ واضح نہیں ہوتا تھا ۔حازم ڈرائیور کی طرف پلٹا۔

"یہ کیا ہے؟ "اس نے کرخت انداز میں پوچھا۔

"صاب، اپن نے یہ سب کوئٹہ کے ایک ضلعے میں پہنچانا ہے۔ وہاں گیس کا بحران ہے اس لیے یہ کھیپ زیادہ لے کر جانے پڑ رہی ہے۔ اپن نے مالک کو بولا تھا کہ تھوڑا ہولا ہاتھ رکھے۔ لیکن اس [گالی] کو تو پیسوں کا شوق ہے۔ اس کا لالچ تو قبر کی مٹی سے ہی بھر سکتا ہے۔"

ڈرائیور نے تلخی سے سر جھٹکا۔ حازم نے اسے بغور دیکھا اور پھر ایک جوان کو اشارہ کیا۔

"ابرار، سامنے سے چند سیلنڈرز ہٹا کر پیچھے سے جائزہ لو۔"

اس کے حکم پر وہ سب کام پر لگ گئے۔ ڈرائیور بیزاری سے سب دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ نہ تھی مطلب سب نارمل تھا۔ لیکن کچھ تھا جو حازم کو کھٹک رہا تھا۔ وہ خاموشی سے پیچھے کھڑا سینے پہ بازو لپیٹے بغور دیکھ رہا تھا۔

"سب کلئیر ہے، سر۔"

ابرار کی بات پر اس نے سر کو خم دیا اور ڈرائیور کو اشارہ کیا۔ وہ ایک نظر حازم پر ڈالتا پلٹ گیا۔

وہ ایک نظر کافی تھی۔

اس کے جانے کے بعد حازم جیب کی طرف آیا۔ سیٹ پر پڑا ٹیپ اٹھالیا۔ چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد وہ جیپ میں بیٹھا۔ مردہ انجن میں حرکت ہوئی اور جیپ آگے بڑھ گئی۔

ایک موڑ کاٹنے کے بعد حازم کو وہی ٹرک نظر آیا۔ وہ خاموشی سے ایک فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرتا رہا۔ آدھے گھنٹے بعد ٹرک ایک رہائشی ایریا میں داخل ہوا۔ ایک قطار میں جابجا گھر تھے۔ کچے اور مٹی کے بنے گھر۔ کچھ گھر مسمار کر دیئے گئے تھے۔ جگہ جگہ ملبہ پڑا تھا۔ پورا علاقہ سنسان تھا۔ یوں جیسے کوئی زی روح نہ رہتا ہو۔ سڑک بھی کچی پکی سی تھی۔

ٹرک ایک کچے گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ حازم نے جیپ روک لی۔ چند منٹ بعد اس نے وائرلیس نکالا۔

"میجر حمزہ اسپیکنگ۔"

"اٹس کرنل زوہیب۔"

"سر، ٹارگٹ ٹرک مل چکا ہے۔ میں اس کی لوکیشن پر ہوں۔"

"گڈ! مجھے لوکیشن بھیجو۔ میں کمک بھیجتا ہوں۔"

"اوکے، سر۔ اس جگہ کو سراؤنڈ کر کے ہم رات میں ریڈ کریں گے۔"

"آل رائٹ۔"

حازم نے رابطہ منقطع کر دیا۔ انہیں اب رات کا انتظار کرنا تھا۔

****

وہ بے جان قدموں سے گھر میں داخل ہوئی۔ زہرہ جو صحن میں رکھے تخت پر بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں، اس کو اتنی جلدی آتے دیکھ کر چونکیں۔

"ابرش کیا ہوا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" وہ تشویش سے اس کی طرف اٹھ کر بڑھیں۔

ابرش نے خالی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ہاتھ میں پکڑا پرس اور کتابیں پھینکنے والے انداز میں تخت پر رکھیں۔

"بولو بھی کیا ہوا ہے؟ "زہرہ کو اس کی خاموشی سے ہول اٹھ رہے تھے۔اس کی آنکھیں ویران تھیں۔

"مجھے جاب سے نکال دیا ہے۔ "اس نے سپاٹ انداز میں کہا۔

زہرہ پر گویا بجلی گری۔انہوں نے ششدر نگاہوں سے اس کو دیکھا۔

"لیکن کیوں؟"

ابرش بنا جواب دیے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

زہرہ نے کرب سے پیشانی مسلی۔آنکھوں سے آنسو نکلنے کے لئے بے تاب تھے لیکن انہوں نے کمال ضبط سے اندر اتار دیے۔انہیں اس کی اذیت کا اندازہ تھا۔

وہ اٹھیں اور صحن کے کنارے میں لگے بیسن کی طرف بڑھ گئیں۔انہیں اب خدا سے مدد مانگنی تھی۔

****

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔دوپہر کے باوجود اندر روشنی نہ تھی۔پردے گرے ہوئے تھے۔بیڈ پر لیٹی ابرش یک ٹک گول گھومتے پنکھے کو دیکھ رہی تھی۔سیاہ آنکھیں خشک تھیں۔

"تم نے اپنی ماں کا ہمیشہ خیال رکھنا ہے، ابرش۔میرے بعد اب وہ تمہاری ذمہ داری ہیں۔"

کمرے کے کونے میں اس کے باپ کی مدھر سی آواز گونجی۔

اس کی خشک آنکھوں میں یکایک پانی بھرا اور آنسو لڑھکنے لگے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اتنی مشکل سے اس نے اپنی ایم ایس سی کی ڈگری مکمل کی تھی۔بی ایس سی کرنے کے بعد ایک عام سی اکیڈمی میں جاب کرتے ہوئے اس نے پرائیویٹ ایم ایس سی کی تھی۔اسے اپنا کرب یاد تھا۔اپنی جدوجہد یاد تھی۔اسے تنہا کھڑے رہنا یاد تھا۔

ابرش نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں۔وہ واپس اسکوایئرون میں آکھڑی ہوئی تھی۔

"آپ کیوں چلے گئے ابو؟ "مدھم سی آواز میں اس نے ہر رات کی طرح شکوہ کیا تھا۔

سیاہ آنکھیں تکان میں لگتی تھیں۔وجود پر ایک عجیب سی تھکن چھائی ہوئی تھی۔

"مجھے آپ کی ضرورت تھی۔آپ کی سب سے زیادہ ضرورت تھیا اور آپ ہی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ "

ان سب کو یہیں چھوڑ کر ہم اپنی کہانی کے کچھ صفحات پیچھے کی طرف پلٹتے ہیں۔

سولہ سال قبل:

عبید ذاکر اس وقت اپنے کیبن میں موجود تھے۔سر جھکا کر وہ کچھ لکھتے نظر آرہے تھے۔

"عبید"!

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ان کا کولیگ ارسلان ہاتھ میں فائنل پکڑے کھڑا تھا۔انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اندر آنے کا اشارہ کیا گیا۔

"یار میں ذرا جلدی میں ہوں۔کچھ پیپر پرنٹ کروانے ہیں۔تم یہ فائل لے جا کر شیراز صاحب سے سائن کروا لو۔ "ارسلان نے ایک فائل ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"نو پرابلم۔میں بھی ڈیزائن دکھانے انہی کے پاس جارہا تھا۔سائن کروالوں گا۔ "

انہوں نے کہا تو ارسلان شکریہ کہتے ہوئے چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد وہ سارے کاغذات ایک فائل میں لگاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ان کا رخ اب کمپنی کے سی ای او کے آفس کی جانب تھا۔

عبید ذاکر ایک آرکیٹیکچرل فرم میں بطور سینئر ڈیزائنر کام کرتے تھے۔ شیراز صاحب کے آفس کے دائیں طرف ان کی سیکریٹری کا کیبن تھا۔ جو اس وقت خالی تھا۔ غالباً کینٹین گئی تھی۔

وہ دروازہ تک آئے اور ناک کرنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تھا لیکن کسی کی اندر سے آتی آواز نے انہیں روک دیا۔

"سادہ سا حل ہے شیراز، اسے ختم کر دو۔"

یہ آواز عبید کے لئے نئی تھی۔ کمپنی کے تمام ورکرز کو وہ جانتے تھے پھر یہ کون تھا؟

"لیکن میں کوئی قتل افورڈ نہیں کر سکتا۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ "شیراز کی آواز گھبرائی ہوئی تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر وہ کل پریس کانفرنس کر کے تمہاری کمپنی کی سیاہ کاریاں کھول دے گا، تم دیوالیہ ہو جاؤ گے۔ لیکن قتل نہ کرو۔ دیٹس فائن۔"

عبید کو جھٹکا لگا۔ کمپنی کی سیاہ کاریاں۔ قتل۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"اس کو راستے سے ہٹا دو شیراز۔ ہمیشہ کے لئے خاموش کروا دو۔"

چند لمحے کے لیے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ عبید کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔ قتل کا عینی شاہد بننا بہت تکلیف دہ تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ٹھیک ہے ختم کر دو۔"

شیراز کی برف سی آواز پر عبید ساکت رہ گئے۔ بے اختیار ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرنے کے لیے انہوں نے ہاتھ اٹھایا تو دروازے سے ٹکرا گیا۔ اندر خاموشی چھا گئی۔ عبید نے خوفزدہ نگاہوں سے دروازہ کو دیکھا۔

"کون؟"

عبید نے بمشکل ہمت مجتمع کر کے لرزتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا۔ اندر موجود نفوس انہیں دیکھ کر چونک گئے۔

"سوری سر، آپ کو ڈسٹرب کیا۔ لیکن کچھ سائن کروانے تھے۔"

انہوں نے بدقت آواز نارمل رکھی اور کوشش کی کہ شیراز کی آنکھوں میں نہ دیکھیں۔

"ادھر رکھو اور جاؤ۔"

شیراز کی آواز میں کرختگی تھی جو کہ عبید کے لئے نئی تھی۔ ضیا غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ عبید الٹے قدموں واپس پلٹے ۔ان کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ان کے جانے کے بعد دونوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔

"لگتا ہے اس نے سن لیا ہے۔"

ضیا کے چہرے پر پر سوچ لکیریں تھیں۔ شیراز ابھی تک پریشانی سے دروازے کو دیکھ رہا تھا جہاں سے ابھی عبید گئے تھے۔

"ڈیم اٹ۔ ابھی سفیان غوری کو ٹھکانے لگایا نہیں کہ یہ بھی ٹپک پڑا۔"

اس نے کوفت سے ساتھ رکھا سگریٹ کا پیکٹ اٹھایا۔ ضیا اسے دیکھتا کچھ سوچ رہا تھا۔

"اب بولو بھی، کیا کرنا ہے؟"

شیراز نے سگریٹ سلگا کر ضیا کو دیکھا وہ گہری سانس لے کر آگے ہوا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"Make both of them bleed."

شیراز نے پل بھر کے لئے آنکھیں بند کیں۔ کسی کے خون سے ہاتھ رنگنا آسان نہیں تھا۔ پھر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ضیا کے تنے کندھے ڈھیلے پڑے۔

"فکر نہ کرو شیراز۔ جنگ میں سب جائز ہے اور یہ بزنس کی جنگ ہے۔"

اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ شیراز نے نگاہیں اٹھا کر اس کو دیکھا۔

"کل تک تمہیں عبید ذاکر اور سفیان غوری دونوں کی معلومات مل جائیں گی۔"

ضیاء سر کو خم دے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ شیر ازنے سر کرسی کی پشت سے لگالیااور آنکھیں بند کرلیں۔ دل پر پڑتا بوجھ بھاری ہو رہا تھا۔

ایم ڈی سے چھٹی لے کر عبید تیزی سے گاڑی اڑاکر گھر کی طرف جارہے تھے۔ وہ ہونے والے قتل کے گواہ تھے اور یہ بات شیر از جان چکا تھا۔ وہ انہیں عنقریب تباہ کر دے گا۔ سوچوں کے بھنور میں ذہن ڈوبتا جارہا تھا۔ کچھ سوچ کر انھوں نے کال ملائی۔ ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ چند پل گھٹیاں جاتی رہیں پھر فون اٹھالیا گیا۔

"اسفند۔ کہاں ہو ابھی؟ "انہوں نے بے تابی سے پوچھا۔

"اوکے میں رات کو تمہارے پاس آرہاہوں۔ رہائش کا بندوبست کرو۔"

چند لمحے رک کر انہوں نے سنا پھر تیزی سے بولے۔

"ابھی وقت نہیں ہے آکر سب بتادوں گا۔"

یہ کہہ کر انہوں نے کال کاٹ دی۔ ایک موڑ کاٹ کر گاڑی روکی اور نکل کر تیزی سے گھر کی جانب لپکے

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"زہرہ"!

گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے بلند آواز میں پکارا۔ باپ کی آواز سن کر ابرش کمرے سے نکل کر بھاگی آئی۔ جب کہ گھبرائی ہوئی زہرہ بھی کچن سے نکلیں۔

" آپ؟ اتنی جلدی؟ خیریت ہے نا؟"

زہرہ نے فکرمندی سے انہیں دیکھا۔ عبید نے جھک کر ابرش کو اٹھالیااور پھر سیدھے ہوتے ہوئے زہرہ کو دیکھا۔

"وقت نہیں ہے۔ تین چار دنوں کی پیکنگ کرلو۔ ہم اسلام آباد جارہے ہیں۔"

"لیکن۔۔"

انہوں نے کچھ کہنا چاہا لیکن عبید نے تیزی سے بات کاٹی۔

"میں نے کہا نا وقت نہیں ہے۔ جلدی نکلنا ہے۔ "

زہرہ سر اثبات میں ہلا کر کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

تقریبا ایک گھنٹے بعد وہ بیک ڈور سے ملتان کے لئے نکلے۔ ابرش کی باتیں گاڑی میں گونج رہی تھیں۔ وہ پٹر پٹر بولتی ارد گرد پر تبصرہ کر رہی تھی۔

"بابا۔ آپ کو پتہ ہے ناجیہ خالہ نے پرامس کیا ہے کہ اس دفعہ چھٹیاں ہمارے گھر میں گزاریں گی۔ اور کل حازم آئے گا۔ پھر ہم دونوں مل کر چارٹس بنائیں گے۔ "اپنی دھن میں مگن کہہ رہی تھی۔

عبید بہت خاموشی سے سامنے دیکھتے ڈرائیو کر رہے تھے۔ یکا یک فون کی گھنٹی بجی۔ عبید نے چونک کر زہرہ کو دیکھا جو فون نکال کر دیکھ رہی تھیں۔

"مظہر بھائی ہیں۔"

"ان سے کہہ دو کہ ہم میٹنگ کے لیے سوات جا رہے ہیں۔ "عبید نے تیزی سے کہا۔ زہرہ نے اچھنبے سے انہیں دیکھا لیکن پھر بنا کچھ کہے کال ریسیو کر لی۔

"السلام علیکم بھائی۔"

"جی ہم سب ٹھیک ہیں۔ وہ دراصل سوات جا رہے ہیں۔"

چند لمحے خاموشی سے وہ سنتی رہیں۔

"جی اچانک ہی پلان بنا ہے۔ عبید کی کوئی میٹنگ ہے اس لئے سوچا کہ سوات بھی گھوم لیں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

چند الوداعی کلمات کے بعد انہوں نے فون بند کر دیا۔عبید نے گلو کمپارٹمنٹ سے ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر ان کی طرف بڑھایا۔

"سم چینج کر لو۔"

زہرہ نے حیرت سے انہیں دیکھا اور وہ پیکٹ پکڑا۔

"باقی نمبرز؟"

"میرے پاس ہیں سب کے نمبرز۔جب سب نارمل ہو جائے گا تو مجھ سے لے لینا۔فی الحال بہتر یہ ہے کہ کسی کو ہمارے بارے میں پتہ نہ لگے۔"

" یہ کون سے گھمبیر مسئلہ میں پڑ گئے ہیں آپ؟بتا بھی دیں کیا ہوا ہے؟"

زہرہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔عبید چند لمحے خاموش رہے پھر انہوں نے سب بتا دیا۔زہرہ حق دق سی سب سنتی رہیں۔

"اب کیا ہو گا؟ "ان کی رنگت سفید پڑ گئی تھی۔وہ جانتی تھیں کہ اس طرح کے اور گنائیزڈ کرمنلز کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے۔ہر عینی شاہد اور ہر امکان کو ختم کر دیتے ہیں۔

"اسفند سے کہا ہے کسی چھوٹے موٹے مکان کا بندوبست کرے۔ابھی بینک سے پیسے نکالنے کا رسک نہیں لے سکتا ۔وہی رہیں گے۔نمبرز بھی چینج کر لیے ہیں تا کہ وہ ٹریس نہ کر سکیں۔جب معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"اللہ خیر کرے۔"

کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پنکھے کی ہلکی ہلکی ہوا سے کھڑکی کے آگے لگے پردے پھڑ پھڑا رہے تھے۔ بیڈ پر بیٹھی زہرہ یاسیت سے ابرش کو دیکھ رہی تھیں جو انکی طرف رخ موڑے سو رہی تھی۔ اس کی پلکیں گیلی تھیں اور گالوں پر خشک آنسوؤں کے نشان تھے۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھا کیلنڈر ۱۲ اگست کی تاریخ دکھا رہا تھا۔

نورآباد ایک عام سا ضلع تھا۔ ان کا گھر متوسط سا تھا۔ ہر لمحہ ایک شور برپا رہتا تھا جو اعصاب پر ہتھوڑے برساتا رہتا۔ ان کے تمام اثاثے کمپنی نے ضبط کر لئے تھے۔ انہیں یہاں آئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے۔"

ہر چند گھنٹوں بعد ابرش کا رونا شروع ہو جاتا اور وہ مکمل بے بس ہو جاتیں۔ ابھی چیخنے چلانے پر ان سے تھپڑ کھا کر روتے ہوئے سوئی تھی۔

زہرہ نے گیلی آنکھوں سے اس کا ماتھا چوما اور اٹھ کر باہر آ گئیں۔

ان کی چھٹی حس ابھی تک کچھ غلط ہونے کا سگنل دے رہی تھی۔ وہ اداسی سے صحن میں لگے اونچے درخت کو دیکھ رہی تھیں۔ کسی احساس کے تحت دل ڈوب رہا تھا۔ کوئی انجانا سا خوف وجود کو جکڑ رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ چونکیں اور تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ دل بری طرح دھڑکنے لگا لیکن اندر آتے عبید کو دیکھ کر وہ پرسکون ہوئی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کہاں رہ گئے تھے آپ؟"

انہوں نے پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے سوال کیا۔ عبید نے نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"رمیز نقوی کو جانتی ہو؟"

زہرہ کے نفی میں سر ہلانے پر انہوں نے گہری سانس لی۔

"یہاں سے دو گلی چھوڑ کر رہتے تھے۔ آج کچھ غنڈے ان کے گھر گھس آئے اور دونوں میاں بیوی کو وحشیانہ طریقے سے قتل کر دیا تھا۔"

زہرہ ساکت رہ گئیں۔ انہوں نے دہشت زدہ ہو کر انہیں دیکھا۔

"میں نے کہا تھا نا یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے۔ ایسے کیسے کسی کے گھر میں گھس گئے؟"

عبید نے تھک کر انہیں دیکھا۔

"زہرہ، مجھے کوئی نئی جاب ڈھونڈنے دو۔ پھر دیکھتے ہیں۔"

زہرہ نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ آرام کریں۔"

یہ کہہ کر وہ باہر آ گئیں۔ اندر گھٹن ہو رہی تھی۔ سانس اندر ہی اندر رک رہا تھا۔ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ وہ عبید سے ڈسکس کر کے انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ وضو کرنے کے لئے بیسن کی طرف بڑھ گئیں۔

وہ نہیں جانتی تھیں کہ اگر آج عالم نقوی خون میں نہایا تھا، تو دوسری طرف حازم حیدر رضا اپنی یاداشت کھو کر حازم علی حمزہ بنا تھا۔

قسمت کے بھی عجیب ہی کھیل تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر اس وقت اپنے آفس میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے سر کرسی کی پشت پر ٹکا کر آنکھیں موند رکھی تھیں۔ چہرے پر عجیب سی پژمردگی چھائی تھی۔

فون کی بیل بجی تو وہ سیدھے ہوئے اور ہاتھ بڑھا کر فون کان سے لگایا۔

"سر، مسٹر رضا احمد آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

اپنے سیکرٹری کی آواز پر وہ بری طرح چونکے۔ ان کے ذہن نے تیزی سے حساب لگایا۔

"حسین ٹھیک دس منت بعد انہیں بھیجئے گا۔انسپکٹر عامر کو کال کریں۔"

پھر تیزی سے ایک نمبر ملایا۔

"گل، بچے کہاں ہیں؟"

"باہر لان میں کھیل رہے ہیں خیریت ہے نا؟ "ان کے بے وقت فون کرنے پر انہیں تشویش ہوئی۔

"حازم بھی ان کے ساتھ ہے؟"

"جی۔"

"او کے خیال رکھنا۔"

۔انھوں نے کال کاٹ دی

چند منٹوں بعد دروازہ کھول کر رضا اندر داخل ہوا۔اسے دیکھ کر مظہر کے سینے میں ایک ہوک سی اٹھی۔کئی سال پہلے کا منظر آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"بہت پیاری ہے گڑیا، ماشاءاللہ۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر نے ناجیہ کے پہلو میں لیٹی نومولود بچی کو جھک کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ناجیہ پھیکا سا مسکرا دیں۔ان کی آنکھوں میں ایک تھکن سی تھی۔

"زہرہ آئی تھی؟"

"جی وہ رات کو چلی گئی تھی۔"

انہوں نے لب کاٹتے ہوئے جواب دیا۔مظہر نے غور سے انہیں دیکھا۔

"رضا خوش ہے؟"

''جی بھائی وہ تو سب سے زیادہ خوش ہیں۔ ''انہوں نے زبردستی مسکرا کر کہا۔البتہ لہجہ لڑکھڑایا تھا۔

''لیکن تمہاری آنکھیں تو کچھ اور کہہ رہی ہیں۔ناجیہ سچ سچ بتاؤ۔ ''وہ برہمی سے بولے۔

ناجیہ نے نگاہیں اٹھا کر بے بسی سے انہیں دیکھا۔

''بھائی میں۔۔۔''

''سچ ناجیہ سچ۔''

وہ بچی کو لٹا کر آگے ہوئے اور ڈپٹنے والے انداز میں بولے۔

''انہیں بیٹا چاہیے تھا۔بہت غصے میں تھے۔کل رات گھر بھی نہیں آئے۔ ''

اتنی دیر کے رکے آنسو بہہ نکلے اور ناجیہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔مظہر سن رہ گئے۔

''لیکن کیوں؟''

''میں جب سے آئی ہوں انکے بزنس میں نقصان ہو رہا ہے۔انہیں لگتا ہے کہ عروش بھی میری طرح سبز قدم ہو گی، ایک بوجھ۔بیٹا ہوتا تو ان کا بازو بنتا۔بیٹی سوائے بوجھ کے اور ہے ہی کیا؟ ''

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ اذیت سے رضا کے کل رات کے کہے گئے جملے دہرا رہی تھیں۔آنکھوں سے ٹوٹتے آنسوں چہرے پر لڑھک رہے تھے۔پچھلے دو سال سے وہ لعن طعن جھیل رہی تھیں لیکن اب اولاد پر باری آئی تھی،اب ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

مظہر سکتے میں انہیں دیکھ رہے تھے۔اچھی شکل وصورت اور مضبوط بزنس دیکھ کر انہوں نے انجانے میں اپنی بہن کو گھٹیا شخص کے ساتھ باندھ دیا تھا۔

''تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟''

"کیا بتاتی آپ کو بھائی؟ مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔"

"لیکن میں غیر نہیں تھا ناجیہ۔ "وہ تڑپ کر بولے۔ "اگر بہت نقصان ہو رہا تھا تو مجھے بتا دیتیں میں کچھ مدد کر دیتا۔"

ناجیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ آپ سے نفرت کرتے ہیں، اس لیے آپ کو انوالو نہیں کیا۔ "وہ بھیگے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"بیٹھنے کے لئے نہیں کہیں گے ایم ڈی صاحب؟"

رضا کی آواز پر وہ حال میں واپس آئے۔ اپنے اندر سلگتی آگ بجھاتے ہوئے سر کے خم سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

کافی عرصے بعد اسے دیکھا تھا۔ وہ آج بھی ایسا ہی تھا۔ بھوری آنکھیں اور تیکھے نقوش جن پر اگر خباثت نہ چھائی ہوتی تو خوبرو لگتے۔ ہونٹ کثرت سیگریٹ نوشی کی وجہ سے سیاہ ہو رہے تھے۔

حازم ہو بہو اپنے باپ کا عکس تھا، سوائے آنکھوں کے تاثر کے۔ مظہر نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔

"کیسے آنا ہوا؟"

وہ ہاتھ باہم پھنسائے آگے ہوئے۔ ان کی بات پر رضا بے اختیار ہنسا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

" میری زندگی اپنے پاس رکھ کر پوچھ رہے ہو کیسے آنا ہوا؟ گڈ۔"

"عجیب بات ہے نا رضا، کل تک جو شخص اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے مارنے کی بات کرتا تھا۔ وہ آج اسی اولاد کو زندگی کہہ رہا ہے۔"

ان کی بات پر رضا کا چہرہ بے اختیار سرخ ہوا۔

"حازم کہاں ہے؟ "وہ غرایا تھا۔ ان کی بات کو یکسر نظر انداز کر دیا۔

"جہاں ہے، محفوظ ہے۔ "ان کا لہجہ پر سکون تھا۔

"دیکھو مظہر، میں آرام سے کہہ رہا ہوں میرا بیٹا میرے حوالے کر دو۔"

اس نے طیش کے عالم میں مٹھیاں بھینچیں۔

"تمہارا بیٹا؟ "مظہر نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔ "وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے رضا۔ میری بہن کا بیٹا ہے اور اب میرا بیٹا ہے۔"

رضا چند لمحے انہیں گھورتا رہا۔ مظہر کی آنکھوں میں کرچیاں سی ابھریں۔

"تمہاری وجہ سے سترہ سالوں میں میری بہن پل پل مری ہے اور اب وہ کہاں ہے میں نہیں جانتا۔ اس کے لیے دو ہفتوں خوار سے ہو رہا ہوں۔ تمہارے لئے صرف تمہارا بیٹا اہم ہے۔ میری بہن کی اور اس کی بیٹی کی کوئی اہمیت نہیں ہے؟"

انہوں نے کئی آنسوؤں حلق میں اتارتے ہوئے کہا۔ رضا نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"تمہاری ان باتوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔ شرافت سے حازم کو میرے حوالے کر دو۔"

وہ چند لمحے اس پتھر دل انسان کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا اور کان سے لگایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بھیج دیں۔"

دو لفظ کہہ کر انہوں نے موبائل رکھ دیا۔ رضا ناسمجھی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہہ پاتا، دروازہ دھاڑ سے کھلا اور کئی پولیس کے سپاہی اندر داخل ہوئے۔

رضا بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مظہر بھی ساتھ ہی اٹھے۔ پولیس افسر نے تیزی سے رضا کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ کھولو مجھے۔"

''مسٹر رضا احمد آپ کے خلاف مظہر علی حمزہ نے اپنی بہن ناجیہ اور بھانجی عروش کی گمشدگی کی رپورٹ درج کروائی ہے۔''

رضا نے بے یقینی سے مظہر کو دیکھا۔ ان کا چہرہ سپاٹ تھا۔

''مظہر، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تم حازم کو۔۔۔''

''میرے بیٹے کی فکر تم نہ کرو۔ میرا وعدہ ہے، وہ تمہارے جیسا نہیں بنے گا۔ لے جائیں اس کو انسپکٹر صاحب اور پتہ کروائیں کہ میری بہن کہاں ہے؟''

سپاہی چیختے چلاتے رضا کو اپنے ساتھ لے گئے۔ انسپکٹر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

''آپ فکر نہ کریں مظہر صاحب۔ جلد خوشخبری ملے گی۔''

مظہر میں سر کو خم دیا۔ انسپکٹر کے جانے کے بعد ان کے چہرے پر اذیت لہرائی۔

انہوں نے زہرہ کا نمبر ٹرائی کیا جو بند تھا۔ عبید کا نمبر بھی بند جا رہا تھا۔ وہ کرسی پر گر سے گئے۔

کیسے وہ اپنے ٹوٹے خاندان کو اکٹھا کریں؟ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے سامنے دیکھ رہے تھے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

زندگی عجیب بے یقینی کا شکار ہو گئی تھی۔ ایک جمود سا تھا جو ٹوٹ نہیں رہا تھا۔ اب انہیں حازم کی پرورش کرنی تھی جو ان کی ناجیہ کی امانت تھا۔ اس کو ایسا انسان بنانا تھا جیسا ناجیہ چاہتی تھیں۔ دل کا درد بڑھتا ہوا رگوں تک سرایت کر رہا تھا۔ ہر لمحہ ایک جلن تھی جو دل کو سلگائے رکھتی تھی کیونکہ اپنوں کی موت پر صبر آجاتا ہے لیکن ان کی گمشدگی پر چین نہیں آتا۔

****

ماضی کی مسافت طے کرتے ہوئے حال میں رات اتر آئی تھی۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ ایسے میں ٹاسک گروپ کے اس چھوٹے سے تہہ خانے میں زرد سی روشنی پھیلی تھی۔ گول میز پر کرنل زوہیب لیپ ٹاپ سامنے رکھے زوم میٹنگ کر رہے تھے۔ اسکرین پر احتشام کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ وہ انہیں آج کی ساری بریفنگ دے رہا تھا۔

"ہمم۔ تو تمہیں کس پر شک ہوا؟"

"سر، کوئی اتنی خاص بات نہیں تھی سوائے اس کے کہ پروفیسر حنان بخاری بریک شروع ہوتے ہی غائب ہو گیا تھا اور ختم ہوتے ہی واپس آ گیا۔" وہ ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تو تم نے پتہ نہیں کیا؟"

"نو سر میری کسی سے اتنی بات چیت نہیں ہوئی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ محض ایک اتفاق ہو۔ کل پھر چیک کروں گا۔"

"اوکے۔ کوئی بھی بات حسن یازین کو مت بتانا۔ اٹس یور ڈیوٹی۔"

تاکید کر کے انھوں میٹنگ ڈس کنیکٹ کی اور حسن کو لائن پر لیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"السلام علیکم، سر۔"

حسن کا چہرہ اسکرین پر ابھرا۔ کرنل زوہیب نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے بریفنگ لی۔

"تمہارا ڈاؤٹ کس پر ہے؟"

"شاہ میر زیدی پر۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ لڑکوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ میں نے ابھی زیادہ چیک نہیں کیا لیکن میرا شک اسی پر ہے۔"

کرنل زوہیب چند لمحے سوچتے رہے۔

"اوکے۔ پرسوں تک تمہیں نئے آرڈرز مل جائیں گے۔ کوئی بھی بات احتشام اور زین کو مت بتانا۔"

"رائٹ۔"

****

گھڑی نے جیسے ہی گیارہ کا ہندسہ بجایا، اس کچی بستی میں گھر کے گرد گھیرا ڈالے فوجیوں نے پوزیشن لینا شروع کر دیں۔ داخلی دروازے کی دیوار کے ساتھ کھڑے حازم نے گردن گھما کر سب کا جائزہ لیا۔ وہ گھر کافی بڑا تھا یوں جیسے کوئی حویلی تھی۔ وہ کئی ستونوں پر کھڑا تھا۔ حازم نے دو انگلیاں اٹھا کر حملے کا اشارہ دیا اور اس کے ساتھ کھڑے دو سے سپاہی ایک ساتھ دروازے سے ٹکرائے۔ دروازہ شاید کمزور تھا، ٹوٹ کر اندر گر گیا۔ باہر کھڑے فوجیوں نے بھی اندر چھلانگ لگا دی۔

دروازے کے ٹوٹنے کی آواز پر سوئے ہوئے دشمن بیدار ہو گئے اور جو پہلے سے ہی جاگ رہے تھے انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔

"ابرار، عابد، تم دونوں بچوں کے کمرے میں جاؤ۔ ہم یہاں ہینڈل کرتے ہیں۔"

حازم جو ستون کی آڑ میں کھڑا تھا، اس نے بلیو ٹوتھ سے حکم دیا۔

چاروں طرف تڑاتڑ گولیاں برس رہی تھیں۔ حازم آہستگی سے ستون کی اوٹ سے باہر نکلا۔ اس کا رخ کی طرف کے ایک کمرے کی جانب تھا۔ جس کے آگے کئی بوریاں رکھی تھیں۔ دو بندے ان کے پیچھے بیٹھے فائرنگ کر رہے تھے۔ ستونوں کی آڑ لیتا حازم اس کمرے کے ستون کے پاس پہنچا۔ اس سے پہلے وہ فائر کرتا، اس کے کان میں آواز ابھری۔

"سر، ان لوگوں نے بچوں کے گرد بم کنیکٹ کر رکھے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ سن رہ گیا۔

"سر، ان بموں کا کنٹرول باہر کسی بندے کے پاس ہے۔ اگر یہ لڑائی ہار رہے ہونگے، تو یہ بم سے سب اڑا دیں گے۔"

حازم خاموش تھا۔اس کا ذہن تیزی سے کچھ سوچ رہا تھا۔

"تمہارے یا عابد، دونوں میں سے کسی کے پاس چاقو ہے؟"

"جی سر۔"

"اوکے۔ مین وائر کاٹ دو۔ کتنے منٹ لگیں گے؟ "

"سر، ابھی وائر ڈھونڈنی ہے۔ ۱۵ منٹ دیں۔"

"ہم کوشش کرتے ہیں کہ لڑائی طول پکڑ لے، تم لوگ جلدی کرو۔ "

یہ کہہ کر حازم نے کال کاٹ دی۔ لڑائی واضح طور پر وہ لوگ جیت رہے تھے لیکن اگر یہ بات ان شر پسندوں نے محسوس کی تو وہ جارحیت دکھا دیں گے۔

"Retrip"

اس کے بلند آواز میں کہنے پر سب پہلے چونکے لیکن پھر بنا کچھ کہے دھیرے دھیرے پیچھے ہٹنے لگے۔ دشمن کو یہ لگا کہ وہ پسپا ہو کر پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ فائرنگ میں تیزی آ گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"رک جاؤ۔"

اچانک ایک بلند دھاڑتی آواز گونجی۔ ان سب نے چونک کر آواز کے ماخذ کی طرف دیکھا۔

وہ شخص کافی لحیم شحیم تھا اور بوریوں کے ایک ڈھیر پر کھڑا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی جھول رہی تھی۔ ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جسے اس نے بلند کر رکھا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے کچھ خاص واضح نہ تھا۔ حازم کا دل دھڑکا۔ غالبا یہی ان کا سرغنہ تھا۔ وہ تیزی سے اوٹ سے نکلا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ ولی شاہ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر محتاط ہو گیا۔ حازم نے خاکی یونیفارم کے باوجود چہرے کو ماسک میں چھپا رکھا تھا۔

"کیا تم لیڈ کر رہے ہو؟ "ولی شاہ نے ابرو چکا کر پوچھا۔

"چاہتے کیا ہو؟" حازم نے اس کا سوال نظر انداز کر دیا۔

"یہ ریموٹ دیکھ رہے ہو؟" اس نے ریموٹ والا ہاتھ اٹھایا۔

حازم نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ سب دم سادھے انہیں دیکھ رہے تھے۔

اپنے سپاہیوں سے کہو، ہتھیار نیچے کر لیں ورنہ میری تھوڑی سی جنبش بچوں کو اڑا دے گی۔""

حازم نے چند لمحے سوچا پھر مڑ کر سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے رائفلز نیچے کر لیں۔ اسے گفتگو کو طول دینا تھا۔

"ویسے تمہیں یہاں دیکھ کر میں حیران ہوا ہوں۔ ہم نے سب بہت رازداری سے کیا تھا پھر تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

ولی شاہ کے لہجے میں بے تابی کی جھلک تھی۔ یوں جیسے وہ یہ سوال کافی عرصے سے پوچھنا چاہ رہا ہو۔ ماسک کے پیچھے سے جھلکتی حازم کی بھوری آنکھوں میں استہزائیہ مسکراہٹ ابھری۔

"تمہارے ڈرائیور کی معمولی سی غلطی پر۔"

ولی شاہ کی آنکھوں میں ناسمجھی ابھری۔

"جب ہم نے تمہارے ڈرائیور کو کلیئر قرار دیا تھا، تو اس نے ایک طنزیہ نگاہ مجھ پر ڈالی تھی۔ بس وہ نظر کافی تھی۔ تم لوگوں جیتنے سے پہلے ہی جیت کا جشن منانے لگتے ہو۔"

ولی شاہ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"ماننا پڑے گا تم لوگوں کو۔ خیر۔۔۔"

"آل کلیئر، سر۔"

ابھی وہ کچھ مزید کہتا کہ تیز گونجتی آواز نے اسے ساکت کر دیا۔اس کے ساتھ ہی اس پر تڑاتڑافائرنگ گونج اٹھی۔ولی شاہ اور اس کے ساتھی اس افتاد پر بوکھلا گئے۔حازم نے برق رفتاری کے ساتھ ایک فائر ولی شاہ کی طرف داغا۔گولی عین اس کی پیشانی پر لگی۔خون کا فوارہ ابلا اور وہ تیورا کر گرا۔

"سر۔۔۔"

ابرار کی آواز پر اس نے خود کو نیچے گرا لیا۔ورنہ کئی گولیاں اس کے آر پار ہو جاتیں۔ابرار نے فائر داغ کر حازم کے سامنے کھڑے دشمنوں کو جہنم واصل کر دیا۔اس کے بعد میں بھگدڑ مچ گئی۔اس افراتفری میں کئی مرے اور چند فرار ہو گئے۔میدان صاف دیکھ کر حازم تیزی سے بچوں کے کمرے کی جانب بڑھا۔

"ابرار، کیا سیچوایشن ہے؟"اس نے پیچھے آتے ابرار سے پوچھا۔

"سر، ہمارے 2 جوان شہید اور سات زخمی ہیں۔"

"اوکے!ان کو موو کراؤ۔"

ابرار سر کو خم دیتا مڑ گیا۔بچے سہمے ہوئے تھے ان کی عمریں چھ سے بارہ برس کے درمیان تھی۔

"بیٹا، اب آپ لوگ سیف ہو۔اوکے؟ پریشان نہ ہو ہم کچھ دیر تک نکلتے ہیں۔"

حازم چھے سالہ بچے کے سامنے بیٹھ کر اس کے ہاتھ تھامے مسکرا کر بولا۔اسے اپنا خیر خواہ اور ہمدرد دیکھ کر بچوں میں حوصلہ پیدا ہوا۔

"عابد، شیر خان۔"

اس نے بلند آواز میں پکارا۔بھاگتے قدموں کی آواز آئی۔ پھر دو جوان اندر داخل ہوئے۔

" تم دونوں بچوں کے پاس رکو۔میں باہر سنبھالتا ہوں۔"

وہ بچے کا سر تھپتھپا کر اٹھتے ہوئے بولا۔یکدم بچے نے اس کا ہاتھ تھاما۔وہ رک گیا۔

"آپ مجھے ماما کے پاس لے جائیں گے ؟ "

نیم اندھیرے میں بھی اس کی آنکھوں میں امید دیکھی جاسکتی تھی اور آس ٹوٹنے کا خوف بھی۔ وہ سہما ہوا تھا۔ گال پر سوکھے آنسوؤں کے نشان تھے۔

"ضرور۔ بس کچھ دیر اور۔ "وہ نرمی سے مسکرایا۔

بچے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ حازم بلوٹوتھ کا بٹن دباتا آگے بڑھ گیا۔

" میجر حمزہ ریپوٹنگ۔"

"کہو حمزہ۔"

"Misson accomplished sir."

"ویلڈن، جینٹل مین! یہ ہو گا ہمارا پہلا جھٹکا عالم کی خدمت میں۔ "کرنل عاصم فخریہ لہجے میں بولے۔ "کب لوٹو گے ؟ "

" کل صبح تک۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے، ٹیک کیئر۔ "انہوں نے رابطہ منقطع کر دیا۔

حازم نے مسکرا کر آسمان کو دیکھا۔ اب کھیل شروع ہوا تھا۔ پہلی بازی اس کے ہاتھ میں رہی تھی۔ بھوری آنکھوں میں فتح کا جوش تھا۔ فون نکال کر اس نے اپنا، آریان اور احمر کا مشترکہ گروپ نکالا۔ " ڈن " ٹائپ کر کے مطمئن سا فون جیب میں رکھ کر آگے بڑھ گیا۔ اپنی جیت اور ہار وہ سب سے پہلے ان دونوں سے ہی شیئر کرتا تھا۔

****

شہر کے ہنگاموں سے دور ایک خاموش سڑک پر وہ سرمئی قصر پورے آب و تاب سے کھڑا تھا۔

وسیع لان سے گزر کر اگر اندر جایا جائے تو لمبی راہداری کے بعد عالیشان لاؤنج تھا۔ پورے قصر کا تھیم کلر گرے تھا۔ کہیں اس کا شیڈ زیادہ ڈارک تھا تو کہیں مدھم سا۔ کونے پر لگی سیڑھیوں کے اوپر اسٹڈی بنی تھی۔

اسٹڈی کے اندر راکنگ چیئر کے آگے التمش کھڑا تھا۔ سنجیدہ چہرہ اور خاموش آنکھیں۔

"بچے کب تک پہنچائے جائیں گے؟ "سرد سی کٹیلی آواز کمرے میں گونجی۔

التمش نے گہری سانس لی۔

"آج رات تک آپ کے ٹھکانے تک پہنچ جائیں گے۔ پھر ان کی برین واشنگ کی جائے گی۔"

راکنگ چیئر پر بیٹھا شخص چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر التمش کو دیکھا۔

"مجھے سی تھری کی فائلز پہنچا دینا۔ اور عالم سے کہنا کہ سی فور کی فرنشنگ کروائے۔"

التمش نے سر کو خم دیا اور مڑ گیا۔

اس کے جانے کے بعد سلطان پیرزادہ اٹھ کھڑا ہوا۔ سامنے دیوار گیر شیشے میں اس کا عکس چمکا۔

کندھوں پر سرمئی شال ڈالے اس کی شخصیت بارعب سی تھی۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں سرخ اور چمکدار تھیں۔ بائیں ہاتھ میں انگوٹھیاں تھی۔ وہ ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کسی گہری سوچ میں تھا۔

دروازہ ناک ہوا اور باوردی ملازم اندر داخل ہوا۔

"سر، لنچ تیار ہے۔"

سلطان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ویسے ہی سیاہ شیر کے فیگورائن پر ہاتھ پھیرتا رہا۔

****

عالم اپنے ڈرائنگ روم میں پر سکون سا بیٹھا تھا سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔ گیارہ بج چکے تھے اور اسے مخبر سے ملنا تھا۔ کمرہ شان دار طریقے سے مزین تھا۔ دیواروں پر لگی قیمتی پینٹنگز اور خوبصورت فرنیچر۔

ہلکی سی آہٹ پر اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ عالم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے سر کے خم سے نوارد کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ مخبر چہرے پر ماسک لگائے قدم قدم چلتا عالم کے مقابل صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کی جھلکتی آنکھوں میں پتھروں کی سی سختی تھی۔ عالم دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیسے ہو مخبر؟"

اس کے مسکراتے لہجے پر مخبر نے نظر اٹھا کر عالم کو دیکھا۔

گہری اور سرد آنکھیں جن میں عجیب سی ٹھنڈک تھی اور کھڑے نقوش۔ اس کے چہرے پر بھورے رنگ کا نشان تھا جو گال کے وسط سے شروع ہو کر کان تک جاتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک سرد سا تاثر تھا جو مقابل پر رعب طاری کرتا تھا۔

"ٹھیک۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔ عالم محظوظ سا مسکرایا۔

"ارے۔ مجھے اپنا دوست ہی سمجھو۔ خیر کیا نام ہے؟"

"اگر نام بتانا ہوتا تو چہرہ چھپاتا؟" اس نے ایک اچٹتی نگاہ عالم پر ڈالی۔

"مطلب تم مجھے اپنا دوست نہیں مانتے؟"

"مسٹر عالم نقوی! میں دھوکا دے رہا ہوں۔" وہ آگے ہوا۔ "اپنی ٹیم کو، اپنے ملک کو۔ تو مجھے بھی دھوکے کی ہی توقع رکھنی چاہیے۔ سو مجھے کسی پر اعتبار نہیں ہے۔ اب بولو۔ کیوں بلایا ہے؟"

وہ پیچھے ہو کر بیٹھا اور ایک ہاتھ صوفے پر پھیلا لیا۔ عالم نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"کچھ سوالوں کے جواب چاہئیں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میری پے منٹ؟"

"کافی ذہین ہو۔ "عالم محظوظ سا مسکرایا۔ مخبر نے سر کے خم کے ساتھ تعریف وصول کی۔

"جاتے ہوئے تمہاری پے منٹ ہو جائے گی۔ اب بتاؤ، یہ مشن کون لیڈ کر رہا ہے۔"

اس کے سوال پر مخبر کی آنکھوں میں مسکراہٹ ابھری۔

"میں جانتا تھا کہ تم یہی سوال کرو گے۔ یہ مشن سیکرٹ ہے۔ کل سات افراد کر رہے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کا نام دے چکا ہوں۔ باقی دو کرنلز ہیں۔ وہ لیڈ نہیں کر رہے۔"

'تو؟ کون بچا ہے پیچھے؟ "عالم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"کہا نا یہ مشن سیکرٹ ہے۔ دو لوگ باقی ہیں۔ ان ہی میں سے ایک لیڈ کر رہا ہے۔ وہ لوگ ہمیں کرنلز کے ذریعے آرڈرز دیتے ہیں۔"

عالم چند لمحے لب بھینچے سوچتا رہا۔ مخبر غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"رینک کیا ہے ان کا؟ "اس کی نگاہیں غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کلیئر لی نہیں پتہ۔ لیکن میرا اندازہ ہے کہ دونوں میجر ہیں۔"

عالم نے گہری سانس لے کر مخبر کو دیکھا۔

"کیا کبھی تم نے ان لوگوں کو دیکھا ہے؟ تصویروں میں یا ان پرسن؟ "

"نہیں۔ وہ کبھی سامنے نہیں آئے۔ "

عالم نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ بولا کچھ نہیں۔ مخبر آگے ہوا۔

"خیر تمھیں کچھ بتانا تھا۔ ہم یونی اپائنٹ کیے گئے ہیں۔ ڈرگ ڈیلرز کو پکڑنے کے لیے۔ "عالم بے اختیار سیدھا ہوا۔ آنکھوں میں حیرانی ابھری لیکن چہرہ سپاٹ رہا۔

"پھر؟ "اس نے ابرو چکایا۔

" تو میں نے تمہارے بندے کا نام دے دیا ہے۔ "اس نے پر سکون لہجے میں کہتے ہوئے پیچھے ٹیک لگائی۔

"اس کے پیچھے بھی تمہارا کوئی مقصد ہو گا۔"

"بالکل! تاکہ مجھ پر شک نا کیا جا سکے۔ باقی کل تم فیکٹ سیٹ اپ کروا دینا۔"

عالم نے سر کو خم دیا۔

"اب میں چلتا ہوں۔ "مخبر کھڑا ہوا۔ "کوئی کام ہو تو اسی نمبر پر رابطہ کرنا جس پر میں نے کیا تھا۔ "

یہ کہہ کر وہ مڑ گیا۔

رکو۔ ایک آخری بات۔" "

مخبر رکا اور پھر اس کی جانب پلٹا۔ عالم اٹھا اور اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم غداری کیوں کر رہے ہو؟"

اس کے سوال پر مخبر کی آنکھوں میں سختی چھا گئی۔ مٹھیاں بھینچ گئیں۔

"اس سوال کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ "سرد لہجے میں کہتا ہوا وہ مڑ گیا جب عالم کے الفاظ نے اس کے قدم روک دیئے۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارا ریکارڈ صاف ہے تو اب ایسا کیا ہوا ہے کہ تم اپنی ٹیم سے غداری کر رہے ہو؟ "

مخبر اس بار نہیں پلٹا۔ اس کی آنکھوں میں زخمی تاثر ابھرا۔

"میرا ریکارڈ کبھی صاف تھا ہی نہیں، عالم نقوی۔"ا

وہ سپاٹ انداز میں کہتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ عالم پر سوچ نظروں سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

****

رات کے نو بج رہے تھے۔ ہر سو خاموشی تھی۔ زہرہ نے بائیں ہاتھ میں پکڑی ٹرے دائیں ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ بغیر آواز کے کھلتا گیا۔

ابرش چادر گردن تک ڈالے، آنکھوں پر بازو رکھے چت لیٹی تھی۔

"آبی"!

اس نے ان کی آواز پر بازو ہٹایا اور اٹھ بیٹھی۔ سیاہ بال چہرے کے اطراف بکھرے تھے۔ انکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھیں۔ دونوں ہاتھوں سے بال سمیٹتے اس نے زہرہ کو دیکھا۔ وہ ٹرے اس کے سامنے رکھتی بیٹھ گئیں۔

"امی مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس نے تکان سے کہا۔

"ابرش رزق سے منہ نہیں موڑتے بیٹا۔ جو ہوا ہے وہ ایسے ہی ہونا تھا۔ تمھارے پریشان ہونے سے مٹ نہیں جائے گا۔ "وہ اس کے لئے پلیٹ میں کھانا نکال رہی تھیں۔ چہرہ پر سکون تھا۔

"آپ نے بھی نہیں کھانا کھایا؟"

"تمہارے بغیر کھا سکتی ہوں؟" وہ مسکرائیں۔

ابرش کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ سر جھٹکتے ہوئے اس نے نوالہ توڑا۔

خاموشی سے لمحے سرکتے رہے۔

"ٹینشن مت لو بیٹا۔ کہیں اور اپلائی کرو۔ ہو جائے گا ان شاءاللہ۔ ایسے دل چھوٹا نہیں کرتے۔ ہر حال میں راضی رہتے ہیں۔"

وہ اسے سست روی سے کھاتے دیکھ کر بولیں۔ اس نے سر اٹھا کر انھیں دیکھا۔

"میری برداشت ختم ہو رہی ہے امی۔ میں نارمل لائف گزارنا چاہتی ہوں۔ "اس کی آواز میں کرب تھا۔

"ایسے نہیں کہتے آبی۔ اللہ نے بہت سوں سے بہتر رکھا ہوا ہے بچے۔ دو وقت کا کھانا مل جاتا ہے، سکون سے سو جاتے ہیں۔ کوئی معذوری نہیں دی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟"

"لیکن اب فکریں ہیں۔ اب بے سکونی نہیں ہے۔ "اس نے پلیٹ پرے کر دی۔

"اللہ جب کچھ لیتا ہے نا تو ایک بات خود کو سمجھا دیا کرو آبی کہ وہ کچھ ایسا عطا کرنے والا ہے جس کے بارے میں تم نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔ بس صبر کرنا پڑتا ہے پھر سب مل جاتا ہے۔ "

زہرہ نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور اسے دیکھا جس کی سیاہ آنکھیں ویران تھیں۔

"اور مجھے پتہ ہے کہ میری بیٹی اتنی بہادر ہے کہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر لیتی ہے۔ تو اب دل چھوٹا کیوں کر رہی ہو؟ "انھوں نے محبت سے کہتے ہوئے اسے ساتھ لگایا۔

ابرش کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو ان کے آغوش میں چھپا رہنے دیا۔

"آئی ایم سوری امی۔ میں نے صبح آپ کو ہرٹ کیا تھا۔ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"اٹس اوکے۔ پریشان نہ ہو۔ لیکن ایسے مفروضے مت قائم کیا کرو بیٹا۔ تم ناجیہ کو بھی جانتی ہو اور حازم کو بھی۔ وہ ہمیں نہیں بھول سکتے۔ ہمیں ان کی کہانی نہیں پتہ، ہم انھیں جج نہیں کر سکتے۔ "انھوں نے نرمی سے اس کے بال چومتے ہوئے کہا۔

"آپ کیسے اتنی پازیٹو رہ لیتی ہیں؟" اس نے تھکے تھکے انداز میں پوچھا۔

زہرہ کی آنکھوں میں یاسیت اتر آئی۔

"میں نے سب کچھ ناجیہ سے سیکھا تھا۔ زندگی گزارنے کا ہر ہنر، ہر گر مجھے انھوں نے سکھایا تھا،"

ان کی نظریں کھڑکی کے پار تیرتے بادلوں پر جمی تھیں۔ انھی بادلوں پر جب چاند کی روشنی چمکی تو ایک شبیہ ابھرنے لگی۔

"آپ رضا جیسے انسان کے ساتھ گزارہ کر کے بھی کیسے خوش رہ لیتی ہیں ناجیہ؟"

زہرہ نے جیسے جھنجھلا کر پوچھا۔ ناجیہ نے حازم پر کمبل برابر کرتے ہوئے اپنی بہن کو دیکھا۔ سامنے صوفے پر عروش گھٹنوں پر تھروڈالے ہوم ورک کر رہی تھی۔

"زہرہ، میرے لئے میرے بچے کافی ہیں۔ عروش میری روح اور حازم میرا قلب ہے۔ اور میں کس منہ سے خدا کی ناشکری کروں کہ اس نے مجھے ایک انسان کی محبت نہیں دی؟ بدلے میں باقی عطا کی گئیں محبتوں کو بھول جاؤں؟ مجھے دو جانوں کی زندگیوں میں مرکزی کردار بنا دیا ہے۔ کیا یہ کم ہے؟"

انھوں نے نرمی سے کہا تھا۔ ہیزل آنکھوں سکون سا تھا۔

"خوشی ہمارے اندر ہوتی ہے زہرہ۔ ہماری خوشی کسی سے جڑی نہیں ہوتی۔ ہمیں خود تلاش کرنی پڑتی ہے۔ میں نے اپنا سکون اور خوشی اپنے بچوں میں پالی ہے۔ مجھے کسی رضا احمد کی ضرورت نہیں ہے۔ بس بچے سیدھے راستے پر رہیں اس سے بڑھ کر مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

زہرہ نے گہری سانس لی۔

"عروش بھی آپ کی طرح ہی ہے ناجیہ۔ پازیٹو اور قانع۔ مجھے تو آپ کا ینگر ورژن لگتی ہے۔"

انھوں نے مڑ کر مسکراتے ہوئے عروش کو دیکھا تھا۔ جو ان کی گفتگو سے مکمل بے نیاز اپنے سوالوں میں الجھی تھی۔

ان کی بات پر ناجیہ کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔ ایک خفیف سی نظر انھوں نے سوتے ہوئے حازم پر ڈالی اور نرمی سے اس کے ماتھے پر آئے بال پیچھے کئے۔

"وہ اپنے باپ پر نہیں جائے گا ناجیہ۔ ٹنشن مت لیا کریں۔"

زہرہ نے ان کی نظروں کا تاثر محسوس کر لیا تھا سو تسلی آمیز لہجے میں بولیں۔

ناجیہ نے سر اٹھا کر انھیں دیکھا پھر ہلکا سا مسکرائیں۔

"ان شاءاللہ وہ میرا حازم ہی رہے گا۔ وہ کسی رشتے کے لئے رضا نہیں بنے گا۔"

منظر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ زہرہ نے گہری سانس لی۔

"ناجیہ بہت پازیٹو اور قانع تھیں۔ میں بارہ سال کی تھی جب امی اور ابو ایکسیڈنٹ میں چلے گئے۔ تب جس ہمت اور حوصلے سے انھوں سب مینج کیا تھا، میں نہیں کر سکتی تھی۔ بھائی سارا دن پڑھائی اور پارٹ ٹائم جاب کے لئے گھر سے باہر رہتے تھے اور ناجیہ گھر کے ساتھ ساتھ میرا بھی بہترین خیال رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ ٹیوشن بھی پڑھاتی تھیں۔ مشکل وقت تھا لیکن ناجیہ میرے لئے قدرے آسان بنا دیا تھا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش توجہ سے سن رہی تھی۔

"شادی کے بعد بھی ان میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے کبھی انھیں رضا کے رویئے پر پریشان نہیں دیکھا تھا۔ وہ بیوی کا فرض ادا کرتی تھیں مگر بدلے کی توقع نہیں رکھتی تھیں۔ عروش کی پیدائش پر وہ بے تحاشا خوش تھیں۔ لیکن جب رضا نے لڑکی ہونے پر انھیں لعن طعن کی تب میں نے انھیں پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھا۔ ان سے یہ برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ کوئی ان کی بیٹی کو دھتکار گیا۔ وہ عروش سے بہت محبت کرتی تھیں اور رضا اس سے اتنی ہی نفرت کرتا تھا۔ ناجیہ عروش کو رضا کی حرام کمائی پر نہیں پالنا چاہتی تھیں سو وہ کالج میں جاب کرنے لگیں۔"

ابرش خاموش تھی۔وہ ناجیہ کی زندگی کے یہ پہلو نہیں جانتی تھی۔سات سال کی عمر میں وہ آخری دفعہ ان سے ملی تھی۔وہ بس ان کی محبت جانتی تھی جو وہ اس سے کرتی تھیں،جو وہ اپنے بھائی کی بچوں احمر اور میرال سے کرتی تھیں۔

"جب حازم پیدا ہوا تو ناجیہ یوں خوش تھیں جیسے ان پر خزانوں کے منہ کھول دیئے ہوں۔"

ابرش نے ذرا سا چہرہ اٹھا کر انھیں دیکھا۔ان کے چہرے پر وہی چمک تھی جو حازم کا ذکر کرنے پر آتی تھی۔وہ اداسی سے انھیں دیکھے گئی۔

"وہ کہتی تھیں کہ اب زندگی مکمل ہو گئی ہے۔ان کی عبادتیں زیادہ ہونے لگیں۔دعائیں لمبی ہونے لگیں۔انھیں بس ایک ہی خوف تھا کہ حازم اپنے باپ کا اثر قبول نہ کر لے۔وہ اپنے بچوں کو فوزالعظیم کا حامل دیکھنا چاہتی تھیں۔"

زہرہ کی آواز بھیگنے لگی۔

"سولہ سال گزر گئے آبی ان کے بغیر۔مجھے حیرت ہوتی ہے کہ میں نے کیسے گزار لئے اتنے سال؟"

ابرش نرمی سے ان سے الگ ہوئی اور ان کے ہاتھ تھامے۔

"وہ مل جائیں گی امی۔ان شاءاللہ۔کسی نہ کسی جگہ،کسی نہ کسی وقت وہ مل جائیں گی۔آپ نے اتنی دعائیں کی ہیں۔وہ رد نہیں ہونگی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

زہرہ گیلی آنکھوں کے ساتھ زخمی مسکرائیں۔

"تم انتظار کرتی ہو نا حازم کا؟"

ابرش خاموش ہو گئی۔

"تم آج بھی وہی چھ سال کی بچی ہو آبی جو اپنے بیسٹ فرینڈ کا انتظار کرتی ہے۔مان لو بیٹے۔"

ابرش نے سر اٹھا کر انھیں دیکھا۔اس کی سیاہ آنکھوں میں کرب تھا۔

"میں کزن یا بیسٹ فرینڈ سے ہٹ کر کچھ اور بھی تھی امی۔ اسی ایک رشتے کی وجہ سے اسے آنا چاہیے تھا۔ مگر وہ نہیں آیا۔ سو اب مجھے اس کا انتظار نہیں ہے۔"

زہرہ اذیت سے اسے دیکھتی رہیں۔

"چلیں اب رات کافی ہو گئی ہے۔ آپ آرام کریں۔"

وہ بشاشت سے بولی۔ زہرہ نے اس کی پیشانی چومی۔

"ہمیشہ خوش رہو۔"

ابرش نے گہری سانس لی اور سر تکیے پر گرا دیا۔

"میں کل آؤں گا آبی۔ پھر ہم دونوں مل کر تمھارے لئے چارٹ بنائیں گے اور ڈونٹ وری تم ہی فرسٹ آؤ گی۔"

وہ آخری وعدہ تھا جو حازم نے سولہ سال قبل کیا تھا، مگر وہ نہیں آیا تھا۔

چہرے کے پتھریلے تاثر میں دراڑ پڑی۔ ایک بے نام آنسو آنکھ سے گر کر تکیے میں جذب ہوا تھا۔ یکایک تاریک کمرہ روشن لان میں ڈھلتا گیا۔ ارد گرد سب تبدیل ہو گیا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ، حازم، اور میرال لان کے کونے پر رکھے بینچ پر بیٹھے تھے۔ سردیوں کی صبح تھی۔ وہ سب مظہر کے گھر چھٹیاں گزارنے آئے تھے۔

"دونوں کو سمجھ آ گئی؟ "حازم نے جیکٹ میں ہاتھ پھنساتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن حازم، احمر بھائی کی رسٹ واچ لائے گا کون؟ "ابرش سیاہ بالوں کو بینڈ میں جکڑے بیٹھی تھی۔ ساتھ ہی ڈیڑھ سالہ میرال منہ میں لالی پاپ ڈالے انہماک سے چوسنے میں مصروف تھی۔

"میرال ہے نا۔ یہ لائے گی۔ اور کوئی اس پر شک بھی نہیں کرے گا۔"

وہ تینوں کرائم پارٹنرز تھے۔ان کی شرارتوں کا نشانہ احمر اور عروش بنتے تھے۔ میرال کو ساتھ اس لیے رکھتے تھے کہ اگر پکڑے جاتے تو سارا ملبا اس پر ڈال دیتے اور خود صاف مکر جاتے۔میرال کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے کوئی کچھ نہیں کہتا تھا۔

"میرال،اب میری بات سنو۔"

حازم میرال کی طرف گھوما لیکن وہ اپنے مشغلے میں مصروف رہی۔

"یہ ادھر مجھے دو۔ "ابرش نے اس کے ہاتھ سے لالی پاپ چھینی۔

"ابرش۔ابھی یہ سائرن رونے لگے گا۔ "حازم نے بوکھلا کر کہا۔

میرال کا لالی پاپ چھیننے پر منہ کھل گیا۔ہونٹ رونے کے انداز میں گول ہوئے۔حازم نے لالی پاپ ابرش سے پکڑی اور میرال کو تھمادی۔

"یہ دیکھو میں نے تمھیں لے دی نا۔اب جاؤ اور احمر کے کمرے سے رسٹ واچ لے آؤ۔پلیز۔میری اچھی بہن ہونا۔ "بس حازم کے ہاتھ جوڑنے کی کسر تھی۔ میرال چند لمحے اسے گھورتی رہی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوتے۔"

ابرش اور حازم نے سکون کی سانس لی۔چمکتی آنکھوں کے ساتھ دونوں نے ہاتھ ٹکرائے۔

"حازم"!

ناجیہ کی آواز پر دونوں کے سانس خشک ہوگئے۔وہ دونوں جھٹکے سے پلٹے۔

"جی ماں؟"

"اب کونسی نئی شرارت کی ہے تم دونوں نے؟ "وہ مشکوک نظروں سے ان کو دیکھ رہی تھیں۔

شکر۔ انہوں نے کچھ نہیں سنا تھا۔ حازم نے گہری سانس خارج کی۔

"کوئی بھی نہیں۔ میں شرارت کر سکتا ہوں؟"

ناجیہ نے بدقت مسکراہٹ روکی۔

"خالہ۔ "ابرش ان کے ساتھ لگی۔ "کچھ کھانے کو دے دیں نا بہت بھوک لگی ہے۔"

توبہ۔ حازم نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"میری جان، تم ہاتھ دھولو۔ گل مامی نے پکوڑے بنائے ہیں اور حازم تم جا کر ایک پاؤ دہی لے کر آؤ۔"

انہوں نے جھک کر اس بال سنوارے اور حازم کو کہا۔ حازم کی تو روح ہی فنا ہو گئی۔

"ماں۔"

"کوئی بہانہ نہیں۔ چٹنی بنانی ہے۔ جلدی جاؤ شاباش۔"

وہ کہتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئیں۔ ابرش اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔

"بہت فنی ہے نا۔ "وہ بگڑ کر بولا۔ ابرش نے فوراً جبڑا سیدھا کیا۔

"اچھا ابھی میرا ل گھڑی لے کر آئے تو چھپا دینا۔ احمر کے سامنے ڈھونڈنے کا ناٹک کرنا۔ جب ڈھونڈ لو تو اسے کہنا کے ہم دونوں کو رات کو برگر کھلانے لے کر جائے۔ اوکے؟"

"اوکے تم جاؤ اور اچھا سا دہی لے کر آنا۔ "یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف بھاگ گئی۔

"ہونہہ۔ بل بتوڑی۔ "وہ پیر پٹخ کر مین ڈور کی طرف بڑھ گیا۔

ماضی کہیں ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ ابرش نے گہری سانس لے کر آنکھیں رگڑیں۔ دل اس کی ڈھٹائی پر خفگی سے رخ موڑ کر بیٹھ گیا۔

****

اگلا دن روشن صبح کے ساتھ طلوع ہوا۔ مظہر آفس جبکہ میرال یونی جا چکی تھی۔ احمر نے آج چھٹی کی تھی کیونکہ گھر پر اس نے کچھ فائلز اسٹڈی کرنی تھیں۔

اس وقت وہ اسٹڈی میں بیٹھا ایک فائل کے صفحے پلٹا رہا تھا جب کھڑکی میں کچھ کھٹکا۔ احمر نے چونک کر دیکھا پھر گہری سانس لے فائل سائیڈ پر کی اور کرسی سے ٹیک لگالی۔ اس کی نظریں کھڑکی پر جمی تھیں۔ ونڈو کی سلائیڈنگ کو کھسکاتا ایک ہاتھ نمودار ہوا۔ پھر پوری کھڑکی کھول کر کسی نے اندر چھلانگ لگائی۔ احمر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیسے ہیں میجر صاحب؟"

حازم جو مڑ کر کھڑکی بند کر رہا تھا، کرنٹ کھا کر پلٹا۔

"تم یہاں۔ آفس نہیں گئے؟"

" تمہارے استقبال کے لیے بیٹھا تھا۔ دیکھ لو۔ "احمر مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا۔ " ویسے چوروں کی طرح آنے کا مقصد؟"

"ماں سے بچنے کے لیے۔ "وہ کھسیانے انداز میں مسکرایا۔

احمر نے ابرو چکایا۔ حازم نے اس کے مقابل کرسی سنبھالی۔

"شام کو واپس جانا ہے۔ اگر ماں نے دیکھ لیا تو سارا ٹائم کھانے اور آرام کرنے پر مجبور کریں گی۔ ویسے تمھیں کیسے پتا چلا کہ میں ہوں؟ "وہ میجر حمزہ سے کافی مختلف لگ رہا تھا۔ سفید شرٹ پر سی گرین شرگ پہنے وہ کافی فریش لگ رہا تھا۔ اپنی فیملی کے سامنے وہ اپنی الجھن اور تھکن چھپا لیتا تھا۔

"تم غالباً پہلے بھی ایسے چار دفعہ آ چکے ہو۔ اور ہاں، کانگریٹس فار سکسیس میجر۔ "

حازم مسکرا دیا۔ پھر کچھ یاد آنے پر آگے ہوا۔

"تمہاری مدد چاہیے مجھے۔"

احمر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کل شام پھر واپس جانا ہے اور ماں پھر ناراض ہو نگی کہ میں فیملی کے ساتھ ٹائم سپینڈ نہیں کرتا۔۔۔"

"تو؟ اس میں کیا غلط ہے؟ "احمر اس کی بات کاٹ کر بولا۔ حازم نے اسے گھورا۔

"زیادہ بڑے نہ بنو، اچھا۔ آج عصر کے بعد کالام کے لئے نکل جاتے ہیں اور کل دوپہر واپس آجائیں گے۔ ماں کی شکایت بھی دور ہو جائے گی۔"

احمر نے اس کی بات سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ بس چوک بازار سے آگے ہے نا کالام۔ پیدل چلتے ہیں۔ کیسا رہے گا؟ "احمر نے بہت ایکسائیٹڈ ہو کر پوچھا۔

"احمر میں سیریس ہوں۔ "حازم برہمی سے ٹیبل پر ہاتھ مار کر آگے ہوا۔

"تو؟ میں بھی سیریس ہوں۔ تمہارا خیال ہے بابا اتنی آسانی سے جانے کی اجازت دے دیں گے۔ میں نے آج بھی چھٹی کی ہے۔ کل نہیں کرنے دیں گے۔ سمجھے؟"

اس نے فائل کھول لی۔ حازم نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہہ پاتا، دروازے پر ہونے والی دستک نے دونوں کو بوکھلا دیا۔

"اتنے ایکشن کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہوا۔ "حازم بڑبڑایا۔

"احمر تمہاری کافی بھیج دوں؟"

ماہ گل، جو اپنی دھن میں کہتی آرہی تھیں، حازم کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رکیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم اندر کیسے آئے؟"

وہ مسکراہٹ دبائے اٹھا اور ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"وعلیکم السلام ماں۔ میں بالکل ٹھیک۔ آپ کیسی ہیں؟"

احمر ہنس پڑا۔ ماہ گل کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"مشن کیسا رہا تمہارا؟"

"سب کا پوچھیں گی، بس میرا حال نہیں پوچھنا۔ "وہ خفگی سے بولا۔ " اچھا چھوڑیں۔ بیٹھیں، بات کرنی ہے آپ سے۔"

اس نے ہاتھ پکڑ کر انہیں کرسی پر بیٹھایا۔ خود پنجوں کے بل ان کے قدموں میں بیٹھا۔ ماہ گل کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اپنی بات منوانے کا اس کا یہ طریقہ بہت پرانا تھا۔

"کیا خیال ہے، آج کالام چلیں؟"

ماہ گل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور پھر احمر کو جس نے شانے اچکا دیے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوہو ماں جان! دیکھیں، کل شام مجھے واپس ڈیوٹی پر جانا ہے اس سے پہلے میں آپ لوگوں کے ساتھ ٹائم گزارنا چاہتا ہوں۔ شاید دوبارہ کبھی یہ موقع نہ ملے۔"

اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔ احمر نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے فائل چہرے کے آگے کر لی۔

"فضول مت بولو۔ " انہوں نے برہمی سے اپنے ہاتھ چھڑائے۔

حازم نے بمشکل امڈتی مسکراہٹ کو روکا۔ اس کی ایموشنل بلیک میلنگ کام کر رہی تھی۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔ آج کل ایک سیکرٹ مشن پر ہوں۔ اگر مالک کے پاس اکاؤنٹنگ [حساب کتاب] کے لیے پہنچ گیا نا، تو کسی کو خبر بھی نہیں ہونی۔ اس لیے میری آخری خواہش۔۔۔"

"حازم مجھ سے مار مت کھالینا۔ اب ہٹو مجھے کھانے کی تیاری بھی کرنی ہے۔"

"لیکن میری خواہش؟"

"اپنے بابا سے پوچھ لینا۔"

وہ اپنی آنکھوں کی نمی چھپانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ حازم نے تیزی سے ان کا ہاتھ پکڑا۔

"ٹھیک ہے لیکن آپ بھی چلیں گی۔ اوکے۔"

احمر فائل رکھ کر سنجیدگی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ماہ گل نے اثبات میں سر ہلا کر احمر کو دیکھا۔

"احمر کافی؟"

"نہیں ماما جان۔ ابھی موڈ نہیں ہے۔"

ماہ گل دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کے جانے کے بعد حازم نے گہری سانس لی اور احمر کی طرف رخ موڑا۔

کس سیکرٹ مشن کی بات کر رہے تھے؟ "احمر نے بغور اسے دیکھا۔"

نہیں بتا سکتا۔ کانفیڈنشل ہے۔ "وہ پیپر ویٹ کو انگلیوں میں گھماتے ہوئے بولا۔"

"اوکے۔ لیکن وعدہ کرو، جہاں جاؤ گے، مجھے بتا کر جاؤ گے۔"

حازم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں فکر مندی تھی۔ حازم دھیرے سے مسکرایا۔

میں بچہ نہیں ہوں احمر۔ تم فکر نہ کرو۔ "اس نے نرم لہجے میں کہا۔"

"تم نے میری بات سنی؟ "احمر نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کیا۔

"جہاں ممکن ہو گا، بتادوں گا۔ چلو اب تم اپنا کام کرو، میں چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ہمیشہ اپنی جاب کے ذکر پر کنی کترا کر نکل جاتا تھا۔

"سنو! آریان جائے گا؟"

احمر کے سوال پر اس نے مڑ کر دیکھا اور کندھے اچکا دیے۔

"پوچھوں گا۔ آج کل وہ ذرا بزی ہے۔"

وہ آگے بڑھ گیا۔ احمر اسے جاتے دیکھتا رہا۔ پھر سر جھٹک دیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے دراز کھولا۔ سب سے اوپر ایک لفافہ رکھا تھا۔ اس نے لفافہ اٹھایا اور اندر رکھا کاغذ نکالا۔ وہ سادہ سا کاغذ تھا، بنا لائنوں کے۔ وسط میں ایک سطر لکھی تھی۔

"اس سے اتنا لگاؤ نہ رکھو۔ وہ جس راہ کا مسافر ہے، وہاں اکثر لوگ بے وفائی کر جاتے ہیں۔"

یہ اس مہینے ملنے والا چوتھا خط تھا۔ کسی انجان انسان سے۔ ہر خط اس کے لیے نئی تکلیف لاتا تھا۔ بہت دفعہ اس نے کوشش کی لیکن وہ نہ جان سکا کہ کون اس کو یہ بھیج رہا ہے۔ تھک کر اس نے یہ لفافہ دراز میں ڈال دیا۔

"تم سے محبت پر میرا اختیار نہیں۔ " اس نے آنکھیں موند لیں۔

****

اسٹڈی کا دروازہ بند کر کے حازم نے مڑ کر ایک نظر دروازے کو دیکھا۔

احمر کی فکر مندی آج اسے پریشان کر گئی تھی۔ کچھ تھا جو وہ چھپا رہا تھا۔ لیکن کیا؟ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ جیب سے موبائل نکالتے ہوئے وہ سیڑھیاں اترنے لگا۔

"نان۔فارغ ہو؟"

دوسری جانب کی بات سن کر وہ ہنس دیا۔

کال بند کر کے وہ لاؤنج میں آیا تو میرال منہ بسورے ماہ گل کی جھڑکیاں سن رہی تھی۔

"سارا دن میں نے کام کیا ہے، پھر بھی مجھے ہی ڈانٹ رہی ہیں۔"

"تو کیا کروں؟ سونے میں تول دوں؟"

وہ مسکراہٹ دبائے کاؤچ پر بیٹھ گیا۔ماہ گل ڈانٹتے ہوئے بہت کیوٹ لگتی تھیں۔ اسے دیکھ کر میرال چونکی۔

"آپ کہاں سے ٹپک پڑے؟"

اس کے حیرت سے پوچھنے پر حازم نے خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"آسمان سے۔"

"لگتا بھی ہے۔ "وہ سر ہلا کر ماہ گل کی طرف متوجہ ہوئی۔ان کی گھورتی نظروں پر بے اختیار روہانسی ہو گئی۔

"صبح سب کا ناشتہ میں نے بنایا تھا۔۔"

"اور آملیٹ میں نمک بھی زیادہ تھا۔"

حازم لبوں پر مٹھی رکھے سرگوشی میں بڑبڑایا۔اس کی یہ سرگوشی میرال کے کانوں تک بخوبی پہنچی جس نے کمال ہمت سے نظر انداز کر دیا۔

"لاؤنج کی ڈسٹنگ بھی کی تھی۔۔"

"اور ٹوٹا ہوا گلدان پردے کے پیچھے چھپا دیا۔ "دھیمی سی بڑبڑاہٹ۔

"کپڑے بھی دھوئے تھے۔۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور اوٹو میٹک مشین سے نکال کر تار پر پھیلانا میں بھول گئی تھی۔"

میرال کی برداشت ختم ہو گئی۔ اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔

"ماما جان، دیکھیں بھائی کو۔۔"

"دیکھا ہوا ہے گرل۔ پچھلے چھبیس سالوں سے دیکھتی آ رہی ہیں۔"

وہ تپا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ میرال نے روہانسی ہو کر ماہ گل کو دیکھا۔

"حازم"!

انھوں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو اس نے فوراً ہاتھ اٹھا دیے۔

"سیز فائر۔"

"اللہ کرے آپ کی بیوی پھوہڑ ہو۔۔"

ماں کی ڈانٹ کا غصہ تو نکالنا تھا۔ حازم ہنس دیا۔

"تو تم ہونا۔ تم سکھا دینا۔ آخر کار تم ماہر شیف، کلینر اور آؤٹ کلاس دھوبن ہونا۔"

اس کی آخری بات پر میرال کو جیسے پتنگے لگ گئے۔

"مجھ سے بات مت کرنا اب۔"

"اوکے میں میسج کر لیا کروں گا۔"

اس کی آنکھوں میں شرارت میرال کو تپا رہی تھی۔

"تم دونوں چپ کرو گے؟ اگر نہیں تو یہاں سے اٹھ جاؤ۔"

ماہ گل نے سبزی کاٹتے ہوئے سر اٹھا کر دونوں کو گھورا۔

میرال پیر پٹختے ہوئے اٹھی اور ہاتھ میں پکڑا کشن حازم کے سر پر دے مارا جسے اس نے کیچ کر لیا۔

وہ سر پر پاؤں رکھے وہاں سے بھاگی۔ جانتی تھی کہ پیچھے سے وہ لاؤنج کے سارے کشن کسی میزائل کی طرح اس پر فائر کر دے گا اور یہی ہوا۔

ایک کشن گولے کی طرح اس کی کمر پر لگا اور دوسرا دروازے سے ٹکرا کر نیچے گر گیا کیونکہ وہ کمرے کا دروازہ لاک کر چکی تھی۔

"مجھے نہیں لگاااا۔۔۔ "وہ کمرے کے اندر سے چیخی۔

حازم ہنس پڑا پھر ماہ گل کو دیکھا۔ جو لب بھینچے اسے گھور رہی تھیں۔ اس نے فوراً منہ سیدھا کیا۔

"اب اٹھو اور جا کر سارے کشن لے کر آؤ اور سیٹ کرو۔"

"لیکن اس نے شروع کیا تھا۔"

"حازم"!

"جا رہا ہوں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کشن اٹھا کر لا رہا تھا جب موبائل کی میسج ٹون بجی۔ کشن سیٹ کر کے اس نے موبائل دیکھا۔

"مکافات عمل برو۔ "ساتھ زبان چڑھانے والی ایموجی۔

حازم نے اسے بلاک کر دیا۔

****

وہ اس وسیع و عریض لاؤنج میں بیٹھا تھا۔ جابجا کرسیاں رکھی تھیں۔ اس کے ارد گرد چند نوجوان بیٹھے تھے جو اپنی فائلوں کا مطالعہ کر رہے تھے۔ آریان ارد گرد کا غور سے جائزہ لے رہا تھا۔ دائیں طرف مینیجر کا کمرہ بنا تھا جس میں انٹرویو ہو رہا تھا۔ وہ سفید شرٹ پر بلیک کوٹ پہنے ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔ بال جیل سے پیچھے جمے تھے۔

"آریان ابراہیم۔"

پکار پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کیا۔ سامنے طویل میز پر صرف ایک شخص بیٹھا تھا۔ وہ سر جھکائے کچھ لکھ رہا تھا۔ آریان نے گردن گھما کر کمرے کا جائزہ لیا۔

"Please have a seat."

مقابل نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ آریان کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا اور ہاتھ میں تھامی فائل میز پر رکھی۔

اب کی بار مقابل نے سر اٹھایا۔ اس کے بال سیاہ لیکن قلموں سے سفید تھے جو گریس فل لگتے تھے۔ کلین شیو چہرہ اور مغرور نقوش۔ کوٹ پر لگی نیم پلیٹ پر التمش لکھا تھا۔ اس کی آنکھیں سرد تھیں اور چہرے پر سپاٹ تاثر چھایا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں دیکھ کر آریان کو جھٹکا لگا۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ اس شخص کو پہلی بار دیکھ رہا ہے تو پھر اس کی آنکھیں کیوں شناسا لگ رہی تھیں؟ اس نے الجھن سے ذہن پر زور دیا مگر اسے کچھ یاد نہ آیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مسٹر آریان آپ یہ جاب کیوں کرنا چاہتے ہیں؟" التمش نے فائل کا صفحہ پلٹتے ہوئے نظریں اٹھائے بغیر پوچھا۔

"کیونکہ مجھے اس جاب کی اشد ضرورت ہے۔ والد صاحب فالج کے مریض ہیں۔ والدہ اور بہنوں کا میں اکلوتا سہارا ہوں۔"

اس نے ذرا سنبھل کر اپنی تیار شدہ سکرپٹ سنا دی۔ لیکن اس کی آنکھیں اسے ہنوز کنفیوژ کر رہی تھیں۔

ہوں۔ کیا آپ کے پاس پہلے کوئی تجربہ ہے؟ التمش نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔"

یس سر، میں نے بطور فری لانسر کئی ماہ کام کیا ہے اور عرصہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کی تھی لیکن فادر کی بیماری کے بعد چھوڑنی پڑی۔"

التمش نے سمجھ کر سر ہلایا اور چند تکنیکی سوال کئے۔ آریان اعتماد اور سبھاؤ سے جواب دیتا گیا۔

"اوکے اب آپ جاسکتے ہیں۔ چند دنوں میں آپ کو آپکا سٹیٹس مل جائے گا۔" التمش نے فائل اس کی طرف بڑھائی۔ آریان نے سر کو خم دیا اور پھر فائل تھام کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تھینک یو سر"!

ایک گہری نظر التمش پر ڈالتا وہ پلٹ گیا۔ کچھ تھا جو اسے پریشان کر رہا تھا۔ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کا پیر یکدم فرش پر بچھے رگ میں الجھا اور وہ لڑکھڑا گیا۔ سنبھل کر ایک کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ مڑ کر دیکھا۔

"سوری سر"! یہ کہہ کر وہ تیزی سے دروازہ کھولتا باہر نکل گیا۔

التمش نے پرسوچ انداز میں الٹے ہوئے رگ کو دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر چند نمبر ڈائل کئے اور فون کان سے لگایا۔

"سب کو واپس بھیج دو۔ بندہ مل گیا ہے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

آریان سبک قدموں سے چلتا ہوا پارکنگ لاٹ میں پہنچا۔ جیب سے چابی نکال کر وہ گاڑی ان لاک کر رہا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے موبائل نکالا اور کار میں بیٹھا۔ اسکرین پر نظر ڈالی۔

ایچ زی کالنگ۔

وہ ہلکا سا مسکرایا۔ ائیر پوڈز کانوں میں لگائے اور سبز نشان کو دبا کال پک کی۔

"نان فارغ ہو؟"

اور آریان ابراہیم کا سارا موڈ غارت ہو گیا۔

"آپ کون؟"

دبے دبے غصے سے کہتے ہوئے اگنیشن میں چابی گھمائی۔ دوسری طرف حازم ہنس دیا۔

"آپ کی لائف لائن۔"

اس کے شریر لہجے پر آریان نے بدقت مسکراہٹ روکی۔ سائیڈ مرر میں دیکھتے ہوئے اس نے اسٹیرنگ گھمایا۔ گاڑی لاٹ سے نکال کر اس نے سڑک پر ڈالی۔

"اللہ بس کسی کو خوش فہمی نہ دے۔ زہر سے بدتر ہوتی ہے۔"

"اسی لئے میں حقیقت بیان کر رہا تھا۔ خیر میں نے پوچھا تھا فری ہو؟"

"ہاں۔ ابھی انٹرویو دے کر آیا ہوں۔ کال نے تک فارغ ہوں۔"

کیسا رہا انٹرویو؟""

ٹھیک رہا۔ خوو کو کلمسی (غیر متوازن) شو کر دیا تھا۔""

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

""گڈ۔ شام کو کالام جانا ہے۔ تم بھی چلو۔ اور نہیں، میں تم سے پوچھ نہیں رہا، تمہیں بتا رہا ہوں۔

اس کا لہجہ تحکمیہ تھا۔ آریان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اور اگر میں انکار کر دوں تو؟"

"اٹس سمپل۔ میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔" وہ بے نیازی سے بولا۔

آریان ہنس پڑا۔

"اوکے باس۔ جیسا آپ چاہیں۔"

"گڈ۔اپنا خیال رکھنا۔"

حازم نے کہہ کر کال کاٹ دی۔ آریان نے فون ڈیش بورڈ پر ڈال دیا۔ گہری سانس لے کر اس نے ونڈ اسکرین کو دیکھا۔ ایک حادثے میں والدین کو کھو کر وہ اکلوتا ہونے کی وجہ سے اکیلا رہ گیا تھا۔ اور یہ تب ہوا تھا جب وہ اور حازم ایک ساتھ بیس سال کی عمر میں آرمی کے لئے ٹریننگ کر رہے تھے۔ اس حادثے نے اسے اندر تک ختم کر دیا تھا۔ یہ حازم ہی تھا جو اسے واپس زندگی تک لایا تھا۔ احمر اکثر آریان سے چڑ جاتا جب حازم اسے آریان نامہ سنا رہا ہوتا۔ کبھی وہ ان دونوں کی دوستی سے تنگ آجاتا تو کبھی ان پر رشک کرتا تھا۔ آریان تھا تو حازم تھا اور حازم کے بغیر تو آریان کا تصور ہی نہیں تھا۔ وہ گزرے وقت یاد کرتے ہوئے مدھم سا مسکرا دیا۔

****

عالم اپنے آفس میں بیٹھا سر جھکائے کچھ پیپرز دیکھ رہا تھا جب دروازے کی مخصوص گھنٹی بجی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ التمش اندر داخل ہو رہا تھا۔ عالم نے پیپرز سائیڈ پر ڈال دیئے۔ التمش اس کے مقابل کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ عالم نے سوالیہ ابرو چکائے۔

"کیسے آنا ہوا؟"

"دو خبریں لایا ہوں۔"

عالم نے ساتھ رکھا کافی کا کپ اٹھایا اور لبوں سے لگایا۔ وہ بغور اسے سن رہا تھا۔

"مینجر مل گیا ہے۔ اس پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ ملتان سے تعلق رکھتا ہے۔ ادھر اکیلا ہی رہتا ہے۔""

عالم نے سر کو خم دیا اور کپ ٹیبل پر رکھ دیا۔

دوسری خبر؟""

بچوں کو بازیاب کروا لیا گیا۔""

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

عالم کی آنکھوں میں حیرت ابھر کر معدوم ہوئی۔ چہرے پر بدستور سپاٹ تاثر چھایا تھا۔

اور تم مجھے آج بتا رہے ہو؟ "اس کا لہجہ جذبات سے بالکل عاری تھا۔ گویا کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔"

"مجھے بھی کچھ دیر قبل خبر ملی ہے۔ ولی شاہ سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا تو مجھے مجبوراً وہاں بندے بھجوانے پڑے تو پتہ چلا کہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ان لوگوں نے آپریشن کر کے خبر پبلک نہیں کی۔ اس لئے ہمارے علم میں نہیں آیا۔"

عالم چند لمحے سوچتا رہا پھر التمش کو دیکھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ایکان انصاری نے غداری کی ہے یا پھر وہ خود ان مارخوروں کی سازش کا شکار ہو گیا ہے۔ فوٹیجز لائے ہو؟"

التمش نے اثبات میں سر ہلایا۔ جیب سے کاغذ میں لپٹی سی ڈی اس کی طرف بڑھائی۔

"انصاری سے بات کی ہے، وہ خود لاعلم ہے۔"

عالم نے سی ڈی تھام کر لیپ ٹاپ میں ڈالی اور چند کیز دبائیں۔ التمش گھوم کر اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ ٹیبل پر ہتھیلیاں جما کر اس نے جھک کر لیپ ٹاپ کو دیکھا۔

وہاں تاریک رات میں وہی منظر نظر آ رہا تھا۔ بارود کا دھواں، رائفلز کے آگے چمکتی روشنیاں۔ خاموش چلتی فلم۔

عالم نے ایک جگہ ویڈیو روکی۔ ولی شاہ کے سامنے یونیفارم میں ملبوس چہرے پر سیاہ ماسک لگائے دراز قد نوجوان کھڑا تھا۔

"اس کی باڈی لینگویج سے پتہ چل رہا ہے کہ یہی ہیڈ ہے۔ پوری ویڈیو دیکھو اور اس کے جتنے بھی پوز نظر آتے ہیں، انھیں پرنٹ آؤٹ کرو۔ کوئی نہ کوئی آئیڈنٹیفائینگ سائن (شناختی نشان) مل ہی جائے گا۔ اگر یہ ہمارے آس پاس کہیں دکھا تو ٹھیک ورنہ دیکھیں گے۔"

اس نے سی ڈی نکالی اور التمش کو تھمائی۔ وہ سر کو خم دیتا اٹھا۔

"ایکان انصاری کا قصہ ختم کر دو۔ ضرغام مجتبیٰ سے کہو کہ تیار رہے۔"

"آل رائٹ سر۔"

التمش باہر نکل گیا۔ عالم کی پتھر جیسی آنکھوں میں نفرت کی چنگاری سلگی۔

"اگر تم جنگ کرنا چاہتے ہو تو جنگ ہی سہی۔ لیکن انجام تم لوگوں کی بربادی ہی ہو گا۔ کیونکہ عالم نقوی کو ڈبونا تم لوگوں کے بس میں نہیں ہے۔"

****

ابرش نے کھلے بال کان کے پیچھے اڑستے ہوئے ای میل سینڈ کر دی۔ لب کاٹے وہ چند پل اسکرین کو دیکھتی رہی پھر گہری سانس بھر کر لیپ ٹاپ بند کیا اور اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"میں نے اسلام آباد کی یونیورسٹی میں اپلائی کر دیا ہے۔" جھک کر فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے زہرہ کو اطلاع دی۔ انھوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اسلام آباد بذات خود یہاں سے ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے پر ہے۔ یونیورسٹی کے فاصلے کو ملا کر دو گھنٹے ہو گئے۔ تم روز اتنا سفر کرو گی؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابھی کون سا مجھے سلیکٹ کر لیا ہے؟ جو آپ پریشان ہو رہی ہیں۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔ "دو ہفتوں بعد اعلان ہو گا۔ جاب ملنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ فی الحال گردونواح میں صرف یہیں پوسٹ خالی تھی۔"

زہرہ نے ملامتی نگاہوں سے اسے گھورا۔

"کبھی مثبت بات بھی کر لیا کرو۔ تمہارے پاس پڑھانے کا تجربہ بھی ہے سو لازمی ایکسپٹ کر لیں گے۔"

ان کے پر یقین لہجے پر وہ ہلکا سا ہنسی۔ قسمت پر۔ خود پر۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اس سفر میں اسے بہت کچھ کھویا ہوا واپس مل جائے گا۔ لیکن ہر چیز کی قیمت ہوتی ہے سو اس نئی منزل کا بھی خراج تھا جو ابرش عبید کو بھاری پڑنے والا تھا۔

****

آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ یوں کے نیلی چادر پر سفید روئی کے گالے بچھائے ہوں۔ وہ لوگ اس وقت کالام کی ایک بل کھاتی سڑک پر چل رہے تھے۔ ان کی منزل پہاڑ کی چوٹی سے گزرتی آبشار تھی۔ جو اوپر سے بہہ کر دریا میں جا گرتی تھی۔ پانی کا شور قدرے تیز تھا اور بہاؤ بھی کافی تھا۔ وہ تینوں پتھروں پر چڑھے اوپر آبشار کے منبع تک بڑھ رہے تھے۔ سڑک کے کنارے بنے کولڈ ڈرنک کارنر پر مظہر، ماہ گل، اور میرال بیٹھے تھے۔ وہاں خاصی گہما گہمی تھی۔

"ویسے میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں یہاں سے گرا تو تم لوگوں کا کیا بنے گا؟" آریان نے ڈرامائی انداز میں اپنے پیچھے آتے حازم اور احمر سے پوچھا۔

"گر تم رہے ہو یا ہم؟ جو ہمارا کیا بنے گا؟" احمر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ تینوں ایک ساتھ چلتے ہوئے نظر لگ جانے کی حد تک شاندار لگتے تھے۔ وہ مڑ کر دیکھے جانے کے لائق تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان نے گردن موڑ کر ناراضگی سے اسے دیکھا۔

"میں سیریئس ہوں۔"

"پتہ نہیں لوگوں کو یہ وہم کیوں ہوتا ہے کہ وہ اہم ہیں۔ خیر اگر یہ معجزہ ہو گیا تو زندگی سکون میں آجائے گی۔ پیس فل۔" حازم اطمینان سے کہتا اس کی سائیڈ سے ہو کر آگے چلا گیا۔

آریان نے تلملا کر اسے جاتے دیکھا۔ احمر نے بدقت مسکراہٹ روکی۔

"میں حازم سے متفق ہوں۔" اس نے آریان کو دیکھ کر ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

آریان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ویسے تم جیسے دوست سے میں توقع بھی کیا کر سکتا ہوں؟" اس نے مسکرا کر ذرا اونچی آواز میں کہا۔

حازم نے بغیر کوئی جواب دیئے کندھے اچکا دیئے۔ گویا اس کی بلا سے۔ آریان نے احمر کو اشارہ کیا۔

" آریان۔۔"

احمر کی آواز بلند ہوئی۔ دہشت سے۔ خوف سے۔ حازم، جو دو قدم آگے چل رہا تھا، کرنٹ کھا کر مڑا۔ اس کا رنگ بری طرح اڑا تھا۔ پتھروں پر احمر اکیلا کھڑا افق رنگت کے ساتھ نیچے بہتے طوفانی نالے کو دیکھ رہا تھا۔ حازم تیزی سے اس تک آیا۔ ہاتھ لرز رہے تھے۔ ٹانگوں سے گویا جان نکل رہی تھی۔

"احمر کیا ہوا ہے؟ "اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"تم بول کیوں نہیں رہے؟ کہاں ہے آریان؟ "وہ چیخا۔

کئی لوگوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔ اس لمحے اسے احساس ہوا۔ اگر کوئی حادثہ ہوا تھا تو اب تک افراتفری کیوں نہیں پھیلی؟

تبھی سڑک کے کنارے لگے درخت کے پیچھے سے قہقہہ بلند ہوا۔ احمر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ساتھ ہی آریان ہنستا ہوا درخت کے پیچھے سے نکلا۔

"تم۔۔ "حازم نے بے یقینی سے اسے دیکھا پھر احمر کو۔

"دیکھ رہا تھا کہ میجر صاحب کی زندگی میرے بغیر کتنے سکون میں ہے؟" وہ پھر ہنس دیا۔

"تم گھٹیا انسان۔۔"

اس کو غصے کے عالم میں آگے آتا دیکھ کر آریان تیزی سے بھاگا۔

"رک جا،نان پراٹھے "!وہ طیش کے عالم میں اس کی طرف لپکا۔

احمر کے قہقہے نے دور تک ان کا پیچھا کیا۔

****

چند دن ایسے ہی خاموشی سے گزر گئے۔ حسن کی نگاہیں شاہ میر زیدی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔وہ ارد گرد دیکھتا آگے بڑھ رہا تھا جب اکنامکس کے ڈپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھے شاہ میر اور اس کے گینگ پر نظر پڑی۔اس نے گہری سانس لی اور جیب سے ٹشو میں لپٹا ٹریسر نکالا۔وہ کافی طاقتور ٹریسر تھا۔اس ٹریسر کی لوکیشن کنٹرول روم میں بیٹھے زین کو موصول ہو رہی تھی۔ حسن چند منٹ وہاں کھڑا انتظار کرتا رہا۔کچھ دیر بعد شاہ میر اپنے دوستوں کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ حسن تیزی سے آگے بڑھا اور اندھا دھند قہقہہ لگاتے شاہ میر سے ٹکرا گیا۔دونوں اکھٹے زمین پر گرے۔

"سوری یار۔میں نے دیکھا نہیں۔ "حسن نے معذرت سے خوانہ لہجے میں کہتے ہوئے اس کا گرا ہوا موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

"اندھے ہو کیا؟ آنکھیں ہیں یا بٹن؟ "شاہ میر غصے سے اپنا فون جھپٹتے ہوئے غرایا۔دونوں اٹھ چکے تھے۔

"کہا نا سوری۔"

"جاؤ جاؤ۔دماغ خراب نہ کرو۔"اس نے ہاتھ جھلا کر نخوت سے کہا۔

حسن وہاں سے کھسک گیا۔سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے بلیوٹوتھ کا بٹن دبایا۔

"Progress"?

"Accomplished"!

زین کی بات کا جواب دے کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔فون نکالا اور ایک نمبر ملا کر کان سے لگایا۔چند لمحے گھنٹی جاتی رہی پھر فون اٹھا لیا گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کون سی آفت ٹوٹ پڑی تم؟"

احتشام کی جھنجھلائی ہوئی آواز کانوں سے ٹکرائی تو اس نے غصے سے فون کو گھورا اور پھر کان سے لگایا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہاری سریلی آواز سننے کا۔ پوچھنا یہ تھا کہ ٹریسر لگا دیا۔ "

"جی لگا دیا ہے۔ وہ واش روم گیا تھا فون میز پر چھوڑ کر۔ بس میں نے لگا دیا۔ اب مجھے پڑھانے دو۔ "

"سر کلاس ٹائمنگ کے بعد کال کر لیجئے گا۔ ابھی راستے سے ہٹیں۔"

کسی لڑکی کی آواز آئی۔ حسن نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔ احتشام کرنٹ کھا کر مڑا۔ ساتھ ہی کال کاٹ دی۔ وہ لڑکی شاید نئی آئی تھی۔ سیاہ گہری آنکھیں اور گندمی چمکتی رنگت۔ ان آنکھوں میں بلا کی سنجیدگی تھی۔ ستواں ناک اور باریک لب۔ عبایے کے اوپر پہنے حجاب سے وہ پروقار لگ رہی تھی۔

"پروفیسر موحد "!اب کی بار اس کے لہجے میں سختی تھی۔ احتشام چونکا اور خفیف سا سر جھٹکتا سائیڈ پر ہوا۔ وہ تیز قدموں سے اس کے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔ سیڑھیاں اتر کر اس نے مڑ کر کاریڈور کو دیکھا جو اب خالی تھا۔ وہ غصے سے سر جھٹکتی کلاس میں داخل ہوئی۔ آج اس کا پہلا دن تھا۔ سو یہ پیریڈ تعارف میں ہی گزر جائے گا۔ یہ بی ایس بائیولوجی فرسٹ ایئر کی کلاس تھی۔ کلاس روم کافی کشادہ تھا۔ دو طویل قطاریں لگی تھیں جہاں ایک طرف لڑکیاں تو دوسری طرف لڑکے تھے۔ اس نے کہنی پر لٹکتا پرس میز پر رکھا اور کتاب اٹھا کر ڈائس کی طرف آئی۔

"آئی ایم یورنیو پروفیسر۔ ابرش عبید۔ "اس کا چہرہ کسی بھی مسکراہٹ سے عاری تھا۔ البتہ آنکھوں میں نرمی تھی۔

آپ لوگ اپنا تعارف کرا دیں۔ "اس نے فرنٹ رو میں بیٹھی پہلی لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔"

"عزہ مزمل۔"

"حلیمہ ذوالفقار۔"

"ارم ندیم۔"

"میرال علی۔"

چوتھے نام پر وہ بری طرح چونکی۔ بے اختیار اس لڑکی کو دیکھا۔ وہ عبایے کے ساتھ چہرے پر نقاب کئے ہوئے تھی۔ سو اس کا چہرہ وہ نہ دیکھ سکی۔ لیکن نقاب سے جھلکتی آنکھوں میں شفاف سا تاثر تھا۔

کہیں یہ میرال تو نہیں؟ اس کی میرال۔ ذہن میں عجیب خیال آیا۔ لیکن اتنا اتفاق؟ کیا وہ اسے جانتی ہو گی؟ لیکن جب وہ الگ ہوئے تھے تو میرال تقریباً ڈھائی سال کی تھی۔ اسے وہ یاد نہیں ہو گی۔ اس نے مایوسی سے سوچا۔ ذہن عجیب تانے بانے بن رہا تھا۔

"میم۔۔"

پکارنے پر وہ بے اختیار چونکی۔ غالباً تعارف ہو چکا تھا۔ اس نے سنبھل کر ذرا سر جھٹکا۔

"گڈ! ہم اپنا لیسن شروع کرتے ہیں۔" اس نے ایک نظر میرال پر ڈالی جو سر جھکائے کتاب کے صفحے الٹ رہی تھی اور پھر وہ بورڈ کی طرف مڑ گئی۔ پریڈ کے بعد وہ اس لڑکی سے ضرور بات کرے گی۔ اس نے تہیہ کر لیا۔ لیکن پیریڈ ختم ہونے میں دس منٹ رہ گئے تھے جب اسے پرنسپل کیبن کچھ ہدایات دینے کے لیے بلا لیا گیا۔ اسے سخت مایوسی ہوئی۔ اگلا دن اتوار تھا سو وہ اس سے نہیں مل سکتی تھی۔ خیر اب اسے پیر کے دن کا انتظار کرنا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

سورج ڈھلتا گیا اور چاروں طرف رات چھا گئی۔ گرمیوں کی پر حبس رات۔

اسی بنگلے کے اندھیرے تہہ خانے میں وہ چاروں موجود تھے۔ تہہ خانے میں خاموشی تھی۔ اوپر صرف بلب جل رہا تھا یا پھر لیپ ٹاپ کی روشنی تھی جو کرنل عاصم کے چہرے کو چمکا رہی تھی۔ انھوں نے چند کیز دبائیں اور لیپ ٹاپ حازم اور آریان کی طرف موڑ دیا۔ ایک آواز تہہ خانے میں گونجنے لگی۔

"سر اگلا حکم کیا ہے؟"

"کل رات یہ ساری ڈرگز تم گرلز ہاسٹل پہنچاؤ گے۔ وہاں کی کک تمہاری مدد کرے گی اور ان ڈرگز کو کھانے میں تھوڑی مقدار میں ملادے گی۔ آہستہ آہستہ مقدار بڑھانے پر لڑکیاں پوری طرح نشے کی عادی ہو جائیں گی۔ سمجھ گئے؟"

"جی سر! ایسا ہی ہو گا۔"

ریکارڈنگ ختم کرتے ہی کرنل زوہیب نے دونوں کی طرف دیکھا۔

"یہ شاہ میر زیدی تھا۔ آج حسن نے اس کے موبائل میں ٹریسر لگایا تھا۔ وہ ہر روز اپنا فون چیک کرواتا ہے لیکن یہ ٹریسر وہ لوگ نہیں پکڑ سکے۔"

حازم نے پر سوچ انداز میں انہیں دیکھا۔

اور پروفیسر حنان بخاری؟ جس پر احتشام کو شک ہے؟" "

"اس کے موبائل پر بھی ٹریسر لگا دیا ہے لیکن اس نے آج ریزائن کر دیا تھا۔"

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ دشمن چوکنا ہو چکا ہے۔"

"بالکل آریان! لیکن آج احتشام نے وہ کمرہ دیکھا تھا جہاں حنان بخاری بریک ٹائم پر جاتا تھا؟ وہاں کچھ نہیں تھا لیکن اتنا ضرور پتہ چلا ہے کہ اس کمرے میں حنان لڑکوں کو ڈرگز دے کر وصولی کرتا تھا۔ "کرنل عاصم نے تفصیلی انداز میں بتایا۔ حازم نے کچھ الجھ کر انہیں دیکھا۔

"اگر حنان بخاری کو الرٹ کر دیا ہے تو شاہ میر کو کیوں نہیں محتاط رہنے کو کہا؟"

"وہ اسٹوڈنٹ ہے۔ اتنی آسانی سے نہیں اپنا سمیسٹر فریز کروا سکتا۔ البتہ اس نے چند دن کی چھٹیاں لے لی ہیں۔ "

حازم سر ہلا کر آگے ہوا۔

"سر آپ ان تینوں کیپٹنز پر نظر رکھیں۔اور آریان۔۔ " اس نے آریان کو دیکھا۔ " تمہیں تمہارا کال لیٹر مل گیا ہے نا؟ "

آریان نے اثبات میں سر ہلایا۔کرنل عاصم بغور حازم کو دیکھ رہے تھے۔ان کی آنکھوں میں ایک خفیف سا تاثر تھا جو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہیں آرہا تھا۔

"تم کل سے جوائن کروگے اور پتہ لگاؤ کہ عالم کا رائٹ ہینڈ کون ہے کیونکہ اگر ہم نے ہامان کو ختم کر دیا تو فرعون اپنے آپ ختم ہو جائے گا۔ "

"راجر دیٹ۔ "آریان نے سر کو خم دیا۔

" سر مجھے ہاسٹل پر ریڈ کرنے کے لئے دس سپاہیوں کا گروپ چاہئے۔ہم رات کے اندھیرے میں خفیہ طور پر ریڈ کریں گے۔"

" اوکے میجر حمزہ! تمہیں گروپ مل جائے گا۔"کرنل زوہیب نے سمجھ کر ساتھ ڈائری پر چند الفاظ گھسیٹے پھر سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

" آج نہیں تو کل عالم جان جائے گا کہ یہ مشن کون لیڈ کر رہا ہے۔تب تک ہمیں یونی سے اس فساد کی جڑ کو ختم کرنا ہو گا۔شاہ میر زیدی اور حنان بخاری کے واضح ثبوت ملنے کے بعد ہم انہیں گرفتار کر لیں گے۔ "کرنل زوہیب کی بات پر انہوں نے اثبات میں سر لائے۔

" اوکے سر۔"

کرنل عاصم نے لیپ ٹاپ پر چند کیز دبائیں تو پیچھے دیوار پر لگا پراجیکٹر آن ہو گیا اور دیوار روشن ہو گئی۔وہ اٹھ کر دیوار کی طرف بڑھ گئے۔وہ چند تصاویر روش تھیں۔

" حنان بخاری، شاہ میر زیدی، ولی شاہ اور ایکان انصاری۔ ابھی تک یہ عالم کے ان کارندوں کی خبر ملی ہے۔ حنان اور شاہ میر کو ہم گرفتار کر لیں گے اور ولی شاہ مارا جا چکا ہے۔ پیچھے بچا ایکان انصاری۔ تو وہ اپنے علاقے کا ناظم ہے۔ بظاہر وہ اپنے علاقے کے لئے بہت کام کرتا ہے اس لئے اس پر ہاتھ ڈالنا مشکل ہو گا۔ وہ انتہائی خفیہ طریقے سے بچوں کو ہیومن ٹریفکنگ کے لئے سمگل کرواتا ہے۔ "

" تو پھر سر اسے کیسے گرفتار کیا جا سکے گا؟ "آریان نے سوال کیا۔

" یہ مجھ پر اور عاصم پر چھوڑ دو۔ حمزہ نے جو بچوں کو بازیاب کروایا ہے اس کہ بعد ایکان انصاری روپوش ہو چکا ہے۔ بظاہر اس نے بیرونِ ملک کا بہانہ بنایا ہے لیکن وہ ابھی پاکستان میں ہی ہے۔ اسے ہم دیکھ لیں گے۔ آریان تم عالم کے رائٹ ہینڈ کا پتا کرواؤ اور حمزہ گرلز ہاسٹل میں اپنا کام کرے گا۔"

"اوکے سر۔ "ان دونوں نے بیک وقت کہا۔

"مزید یہ کہ سر مجھ پر نظر رکھوائی جا رہی ہے۔ ہمہ وقت تعاقب بھی ہوتا ہے۔ " آریان کے کہنے پر وہ سب چونکے۔

"تو تم اب کیسے آئے؟ "کرنل عاصم نے تشویش سے پوچھا۔

"سر! میں نے اور حازم نے میرے اپارٹمنٹ کے نیچے ایک سرنگ بنوائی تھی جو ساتھ پرانے اور بند پڑے گیراج میں کھلتی ہے۔ تو ان لوگوں کے نزدیک میں گھر میں ہی ہوں۔"

"عالم ہماری توقع سے زیادہ شاطر ہے۔ خیر، تمہارا انٹرویو کس نے لیا تھا؟" حازم کو یکدم یاد آیا۔

التمش قمر۔ وہ چیف آف سٹاف ہے۔ ""

آریان کا جواب سنتے عاصم نے بغور حازم کو دیکھا۔ جو توجہ سے سن رہا تھا۔ اس کے تاثرات میں کوئی تغیر نہ آیا۔ ان کی آنکھوں میں جھلکتا تاثر یاسیت میں ڈھل گیا۔

"کیا پتہ وہی رائٹ ہینڈ ہو؟ "

"اوکے سر میں اسے چیک میں رکھوں گا۔"

"گڈ لک۔ گیٹ بیک ٹو ورک۔"

حازم اور آریان سر ہلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہ سلیوٹ کر کے آگے بڑھ گئے۔ ان کا رخ سیڑھیوں کی طرف تھا۔ کرنل عاصم کی نظروں نے دور تک ان کا پیچھا کیا۔

****

التمش اپنے کنٹرول روم میں کھڑا تھا۔ یہ کمرہ کافی کشادہ اور مختلف کمپیوٹرز اور مشینوں سے لیس تھا۔ انہی میں سے ایک کمپیوٹر کے آگے ضرغام بیٹھا تھا۔ وہ ٹیکنو جینئس تھا اور عالم کی مدد ٹیکنالوجی کے حوالے سے کرتا تھا۔ وہ بیس اکیس سال کا مخنی سا لڑکا تھا جو کہ ایول جینئس تھا۔

دو دیواریں کاغذات سے بھری تھیں۔ درمیان میں طویل میز کے گرد کرسیاں بچھی تھیں۔ میز پر کئی کاغذات بکھرے تھے۔ یہ کمرہ بیسمنٹ میں، ویران پڑی ایک بلڈنگ کے نیچے بنا تھا۔ یہ بلڈنگ زیرِ تعمیر تھی اور اس کی تعمیر کافی عرصے سے بند تھی۔ خالی عمارت میں کتوں نے بسیرا کر رکھا تھا سو عموماً لوگوں کا یہاں سے گزر نہیں ہوتا تھا۔ اس عمارت کی تعمیر عالم نے جان بوجھ کر رکوا دی تھی تاکہ لوگوں کو شک نہ گزرے کہ غیر تعمیر شدہ عمارت عالم نقوی کی تھی جس کے لئے اس عمارت کو تعمیر کروانا بہت آسان تھا۔

سیڑھیوں کے اوپر لگے الیکٹرک ڈور کے پیچھے کوئی آ کھڑا ہوا۔ آئی سکینر سے اس کی آنکھیں سکین ہوئیں اور پھر کمپیوٹر پہ بیٹھے ضرغام کو ' آئی ڈنٹیفائیڈ ' کا اشارہ ملا۔ چند لمحوں بعد سس کی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔ عالم سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا۔ ضرغام احتراماً کھڑا ہو گیا۔ عالم نے سر کے خم سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور التمش کی طرف بڑھ گیا جو اس کا منتظر دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا تم نے تصاویر نکلوالیں؟ "وہ میز کے گرد رکھی ایک کرسی پر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔رات کے اس پہر بھی اس کہے چہرے پر تھکن نہ تھی۔وہی سرد سا تاثر جھلک رہا تھا جو ان پتھر سی آنکھوں میں اکثر نظر آتا تھا۔انگلی لگاتار گال کے نشان پہ پھیر رہا تھا۔

التمش سر ہلا کر بائیں جانب کی دیوار کی طرف بڑھ گیا۔دیوار کے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا تو کمرے کا وہ حصہ روشن ہو گیا۔ اس دیوار پر کئی کاغذات لگے تھے اور بہت سی تصاویر بھی تھیں جن پر بڑا سا سرخ کانٹے کا نشان لگا تھا۔دیوار کے وسط میں چند تصاویر لگی تھیں۔

"فوٹیج میں یہ چار مختلف پوز تھے جن کے میں نے پرنٹ آؤٹ نکلوائے ہیں۔ "التمش کی سپاٹ آواز کمرے میں گونجنے لگی۔البتہ دور بیٹھا ضرغام ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔

"یہ مختلف جگہ پر لی گئیں مختلف تصویریں ہیں۔لیکن اگر آپ غور کریں تو ان میں آپ کو ایک چیز مشترک نظر آئے گی۔ "

عالم نے آگے ہو کر آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔چند لمحے غور کرنے کے بعد اس نے التمش کو دیکھا۔

یہ اندھیرے میں لی گئی تصویریں ہیں۔سو کچھ واضح نہیں ہے۔ ""

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

التمش مسکرایا۔ٹیبل پر رکھے لیپ ٹاپ کی طرف آیا۔چند منٹ بعد اس نے لیپ ٹاپ عالم کی طرف گھمایا۔لیپ ٹاپ کی پوری سکرین پر صرف ایک تصویر تھی جو زوم کر لی گئی تھی۔

"یہ اسی شخص کی تصویر ہے جو ولی شاہ کے سامنے کھڑا تھا۔اب آپ غور کریں۔"

عالم سکرین پر جھکا۔وہ تصویر گو کہ اوپر سے لی گئی تھی لیکن زوم کرنے سے نقاب میں چھپے چہرے کا نچلا حصہ اور گردن واضح نظر آ رہی تھی۔

یہ نشان۔۔۔؟ "عالم نے بے اختیار اپنے گال پر ہاتھ پھیرا۔التمش نے سر کو خم دیا۔ "

گردن کی دائیں طرف شہ رگ کو کاٹتا لمبا سا نشان تھا۔ جو گردن کی دائیں طرف سے شروع ہو کر سر کے پچھلے حصے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ بھورا سا نشان ہو بہو عالم کے گال پر لگے نشان جیسا تھا۔

"بہت خوب، التمش! تم نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ تم فرسٹ چوائس ہو۔ "عالم نے ستائشی انداز میں کہا۔ التمش نے مسکرا کر تعریف وصول کی۔

"اور باقی تصاویر؟ "

"ایک تصویر اس کی آنکھوں کی ہے۔ لیکن۔۔ "وہ الجھن آمیز لہجے میں بولا۔

"لیکن؟ "عالم نے ابرو چکایا۔

" یہ آنکھیں میں نے کہیں دیکھی ہیں۔ کہاں؟ اب یہ یاد نہیں آ رہا۔ "اس نے جھک کر ' نیکسٹ ' کا بٹن دبایا تو اگلی تصویر اسکرین پر ابھری۔ یہ تب کی تصویر تھی جب حازم نے جیتنے کے بعد مسکرا کر آسمان کو دیکھا تھا۔ آنکھوں کا زوم آؤٹ لیا گیا تھا۔ اسکرین پر ابھری آنکھوں کی چمک اندھیرے میں بھی نظر آ رہی تھی۔ ہوڈڈ آنکھیں۔ جن کا رنگ چمکدار براؤن تھا۔ اسکرین پر بھی عالم کو ان آنکھوں میں اداسی کا عجیب سا سحر نظر آیا تھا جن میں بے چینی کی رمق بھی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

عالم نے گہری سانس لے کر التمش کو دیکھا جو پھر ان آنکھوں کو دیکھ کر الجھ چکا تھا۔

"تم پریشان نہ ہو۔ یاد آ جائے گا۔ ضرغام "!اس نے اونچی آواز میں اس کو پکارا۔ ضرغام ہیڈ فون اتار کر تیزی سے اس کی طرف آیا، عالم نے دونوں کو دیکھا۔

"شاہ میر جب ہوٹل کا کام مکمل کرے تو اسے ڈرگز میں مبتلا سب لڑکوں کو لیکر ' سی ون ' پہنچنے کو کہہ دو۔ اور وہاں ان کی خودکشی کے حوالے سے برین واشنگ شروع کرو۔ ضرغام یہ کام تم کرو گے۔ اوکے؟ "

"یس سر "!اس نے مضبوطی سے کہا۔۔

"التمش! تم اس ہیڈ کا پتہ کرو اور ہمارے تمام ٹھکانوں پر نظر رکھو۔"

"آل رائٹ سر! میں ہیڈ کو ڈھونڈ کر آپ کے قدموں میں ضرور لاؤں گا۔"

عالم نے سر کو خم دیا۔ التمش نہیں جانتا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کو تباہ کرنے کا سودا کر لیا تھا۔

****

گہرا اندھیرا ہر سو چھایا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ اسی گھپ اور دبیز اندھیرے میں دور کہیں ایک آواز ابھری۔

"نہیں ایسا مت کرو۔ خدا کے لئے۔ تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ، ایسا نہ کرو۔"

وہ کسی عورت کی روتی ہوئی آواز تھی۔ تڑپ میں لپٹی اور پر اذیت۔

"ایسے مت کرو پلیز۔ میری بیٹی کو چھوڑ دو۔ خدا کے لئے۔" وہ سسکتے ہوئے بار بار خدا کا نام لے رہی تھی۔ اس کی کرب میں ڈوبی آہ دل کو چیر رہی تھی۔

"امی کے بعد میں نے سب سے محبت تم سے کی ہے۔ میرے لئے اپنا خیال رکھنا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اب کی بار کسی لڑکی کی آواز آئی تھی۔ اندھیرے میں کچھ نہیں تھا۔ صرف آوازیں تھیں۔

"وہ بننا جو میں تمھیں بنانا چاہتی تھی۔"

اس کی آواز میں کرب تھا۔ شائد وہ رو رہی تھی۔ یکایک آوازیں خاموش ہو گئیں اور خاموشی چھا گئی۔

چند لمحوں بعد دور کہیں چیخیں گونجی تھیں۔ ان چیخوں کی وحشت اور کرب۔

وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ وہ گہرے گہرے سانس لیتا ارد گرد سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کمرہ نیم اندھیر تھا۔ پردوں سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی۔

اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ وہ چیخیں؟ اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ کون تھی آخر وہ عورت جو اس قدر تڑپ رہی تھی؟

"خدا کے لئے ایسا نہ کرو۔"

"وہ بننا جو میں تمہیں بنانا چاہتی تھی۔"

وہ جملے اس کے ذہن میں گونجے۔ حازم نے وحشت سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی بھوری آنکھوں میں عجیب سا خوف تھا۔ کمبل ہٹا کر اس نے زمین پر پاؤں اتارے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ باتھ روم میں داخل ہو کر وہ بیسن پر جھکا اور چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔ گیلا چہرہ اٹھا کر آئینے میں دیکھا۔ بال سامنے گیلے ہو کر ماتھے پر چپکے تھے۔ اب آنکھوں میں خوف مفقود تھا۔ صرف ویرانی تھی۔ اس نے ایک بے بس نگاہ اپنے عکس پر ڈالی اور اسٹینڈ سے تولیہ اٹھا کر چہرہ رگڑتے ہوئے باہر آیا۔

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونکا اور دروازے کی طرف آیا۔ لاک گھمایا اور دروازہ کھول دیا۔ چوکھٹ پر ماہ گل کھڑی تھیں۔ وہ زبردستی مسکرایا۔

"ماں خیریت؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"خیریت؟ بیٹا ذرا کلاک پر نظر ڈالیں۔ دو بج چکے ہیں۔ میں نے کھانا لگا دیا ہے۔ فٹافٹ نیچے آجاؤ۔"

وہ ان سے نظریں چراتا وارڈروب تک آیا اور کپڑے کنگھالنے لگا۔ رات ڈسکشن کے بعد وہ فجر پڑھ کر سو گیا تھا۔ اب کھڑکیوں کے پار دوپہر چڑھتی دکھائی دے رہی تھی۔

"بس پانچ منٹ میں آیا۔"

"جلدی آؤ۔"

ماہ گل ڈپٹ کر کہتیں باہر کی طرف بڑھ گئیں۔اس نے ایک نظر خالی چوکھٹ کو دیکھا اور پھر سر جھٹک دیا۔دل کے ایک موہوم سے کونے میں یہ خواہش ہوئی تھی کہ وہ اس سے پوچھیں کہ وہ پریشان کیوں ہے لیکن شاید وہ جلدی میں تھیں۔

شاور لے کر وہ ڈائننگ روم میں آیا تو میرال بیٹھی تھی۔ماہ گل کچن میں تھیں اور مظہر اور احمر دوپہر کا کھانا آفس میں ہی کھاتے تھے۔

میرال نے اس کے آنے کا نوٹس نہیں لیا۔ وہ مسکراہٹ دبائے آگے بڑھا۔میرال کو دیکھ کر ہی عجیب سی کھجلی ہونے لگتی تھی۔بس اسے تنگ کرنے کا ہی دل کرتا تھا۔اس سے بڑا کوئی سرور نہیں تھا۔وہ انہماک سے پلاؤ پر رائتہ ڈال رہی تھی۔پانی کا گلاس بھر کر رکھا اور چمچ اٹھایا ہی تھا کہ اس کی تیار شدہ پلیٹ حازم نے اچک لی اور گھوم کر اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

"تھینک یو ڈیئر سسٹر۔میں ہمیشہ تمہارا قرض دار رہوں گا۔"وہ متانت سے کہتا پلیٹ پر جھک گیا۔

میرال ہکا بکا سا اسے دیکھ رہی تھی۔

"نہیں بھائی۔پلاؤ کے معاملے میں مذاق نہیں۔بھائی۔۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اور اس کا بھائی گویا قوت سماعت سے محروم ہو کر بہت توجہ سے کھا رہا تھا۔گویا پہلی دفعہ کھا رہا ہو۔

"بھائی میں اب آپ سے بات ہی نہیں کروں گی۔"اس نے چمچ ٹیبل پر پٹخا۔

حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔انگلیوں پر کچھ گنا اور تاسف سے سر ہلایا۔

"تم اس مہینے میں سات سو پچھتر دفعہ یہ بات کر چکی ہو۔کبھی قائم بھی رہ لیا کرو۔"اس نے جیسے اسے چڑایا۔

"تم دونوں پھر لڑ رہے ہو؟"ماہ گل نے سلاد ٹیبل پر رکھا اور کرسی کھینچ کر بیٹھیں۔

"ماما جان آپ کے دونوں نکمے سپوتوں کو بس میں ہی ملتی ہوں؟"وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔

"لایوجد شیء مثل مضائیقتک" اس نے تپانے والی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔

"مطلب کیا ہے اس کا؟ "وہ اس کے عربی جملوں سے تنگ آچکی تھی سو پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

"تمہیں تنگ کرنے جیسا کچھ بھی نہیں۔"

میرال نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں۔

"بھائی آپ مجھے بہت۔۔ "اس نے دانت پیسے۔ "اچھے لگتے ہیں۔"

"یعنی زہر لگتا ہوں۔ "وہ اس کا جملہ ڈی کوڈ کرتا مسکرایا۔

"اب کیا ہو گیا ہے؟ "ماہ گل ان کی چخ چخ کی عادی تھیں۔

حازم نے پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے کندھے اچکائے۔

"میں بس ذرا سا کچھ کہہ دیتا ہوں اور یہ چڑ جاتی ہے۔ "وہ اب رائتہ ڈال رہا تھا۔

"ذرا سا؟ کچھ؟ تھوڑی سی ڈھٹائی مجھے بھی دے دیں۔ "وہ طنز سے بولی۔

حازم نے اس کے آگے پلیٹ رکھی اور مسکرایا۔

"وہ تو تمہارے پاس وافر مقدار میں موجود ہے۔ آخر میں نے بھی تم سے ہی لی ہے۔"

میرال نے سر جھٹکا اور پلیٹ پورے استحقاق سے اپنی طرف کر لی۔

"تم لگتا ہے آج کل کچھ زیادہ ہی آریان کی صحبت میں رہ رہے ہو۔ "ماہ گل نے مسکرا کر استفسار کیا۔

"سوائے دوسروں کا دماغ ابالنے کے دونوں کو کوئی کام ہوتا نہیں ہے۔ "میرال ہلکا سا بڑبڑائی۔

"آہاں۔ "حازم نے جتاتی نظروں سے اسے دیکھا۔ "ابھی اپنے کام سناؤں تو بیہوش ہو جاؤ گی۔ "پھر ماہ گل کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں نہیں وہ میری صحبت میں رہتا ہے۔ اسی لئے اتنا سیدھا ہے۔"

میرال نے آنکھیں کھول کر اس کی بے نیازی دیکھی۔

"سیدھے ہونے کے سپیلنگز بھی آتے ہیں آپ کو؟"

"کوئی جل رہا ہے۔" حازم نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔

میرال نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔ پھر کچھ خیال آنے پر آنکھیں چمکیں۔ مسکراہٹ دبائے حازم کو دیکھا۔

"بھائی بس اتنا سوچیں کہ کسی دن آریان آپ کو دھوکا دے جائے۔" ٹھوڑی تلے مٹھی رکھتے وہ آنکھیں پٹپٹا کر بولی۔

حازم کے ہاتھ بس ایک لمحے کے لئے رکے پھر اس نے کندھے اچکائے۔

"مطلقاً۔ وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔"

"واہ اتنا یقین ہے؟ ضرورت سے زیادہ بھروسہ انسان کو کہیں کا نہیں رہنے دیتا بھائی۔"

"خود پر انسان کو اندھا دھند یقین ہوتا ہے۔"

"میں آپ کی بات نہیں کر رہی۔" اس نے جیسے ٹوکا۔

"تو جس کی تم بات کر رہی ہو، وہ مجھ سے الگ نہیں ہے۔ دو قالب یک جاں۔" اس کا لہجہ جتاتا ہوا تھا۔ میرال اسے دیکھتی رہ گئی۔

"خدا کی پناہ۔ ویسے انہیں تو کبھی نہیں بتایا ہو گا اپنے جذبات کا۔ ہے نا؟"

"میرا دماغ خراب ہے؟ سر پر چڑھ جائے گا۔" اس نے ٹشو سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا۔

میرال نے ملامتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تمہاری یونی کیسی جا رہی ہے؟" یکدم سنجیدگی سے پوچھتا میرال کو وہ ابنارمل لگ رہا تھا۔ اس کا بھائی اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

"صحیح ہے۔ ویسے بائیو کے پروفیسر حنان سے جان چھوٹ گئی الحمد اللہ۔ ان کی جگہ نئی پروفیسر آئی ہیں۔"

حازم نے بدقت مسکراہٹ روکی اور سر ہلایا۔

"گڈ۔"

اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے حازم نے سر اٹھا کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ بھوری آنکھوں کی تھکن پھر سے عود آئی تھی۔ یہ خواب اسے اندر تک ہلا دیتے تھے۔ اپنی فیملی کے سامنے وہ خود پر ایک مختلف خول چڑھا لیتا تھا۔

گاڑی سڑک پر ڈالتے ہوئے اس کا ذہن پانی کی رو پر بھٹکنے لگا۔

وہ ایک سفید اور رائل بلیو کلر سے سجا کمرہ تھا۔ فضا میں عجیب سا سکون تھا جو اعصاب کو ڈھیلا کر دیتا تھا۔

کاؤچ پر بیٹھا حازم بیزاری سے ارد گرد دیکھ رہا تھا۔ سامنے لگے دیوار گیر شیشے میں اس کا عکس چمک رہا تھا۔

وہ واضح کمزور دکھ رہا تھا۔ زرد چہرہ اور بے ترتیبی سے بکھرے بال۔ بھوری آنکھیں ویران تھیں۔ وجود پر انجانی تھکن چھائی ہوئی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے ایچ۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے گردن موڑ کر دیکھا۔ ڈاکٹر یوسف ٹیبل پر چھوٹا سا کیک رکھ رہے تھے۔ پھر کرسی کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھے اور ہلکا سا مسکرائے۔

"آج تم تیرہ سال کے ہو گئے ہو لڑکے۔ یاد ہے جب دس سال کی عمر میں میرے پاس آئے تھے؟ تین سال گزر بھی گئے۔"

"لیکن میں آج بھی وہیں کھڑا ہوں۔" وہ بیزار لگ رہا تھا۔

ڈاکٹر یوسف نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"نہیں ینگ مین۔ تم بدل گئے ہو لیکن تمہیں احساس نہیں ہے۔ لیکن ایک نہ ایک دن ہو جائے گا۔ خیر یہ لو۔ کیک کاٹو۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

وہ اس سے بے تکلفی سے بات کر رہے تھے۔ حازم نے چھری اٹھائی۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے کہ تم نہیں بدلے؟"

"کیونکہ مجھے کچھ یاد نہیں آیا۔ مجھے اتنا ہی غصہ آتا ہے۔ ٹینٹرمز بھی ویسے ہی ہیں اور وہ دہشت ناک خواب اور فلیش بیکس بھی اسی تعداد میں ہیں۔"

وہ سر جھکائے تلخی سے کہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر یوسف بغور اسے دیکھ رہے تھے۔

"تم کسی فلمی دنیا میں نہیں ہو بچے جو ایمنیزیا کے دو تین سالوں بعد تمہیں سب یاد آجائے۔ ٹائم لگے گا اور بہت لگے گا۔ انتظار کرنا سیکھو۔"

انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس سے پلیٹ لی۔ وہ اب ٹیک لگائے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اور رہی بات خوابوں کی۔ تو وہ آئیں گے جب تک تمہیں سب یاد نہیں آئے گا۔"

"اور مجھے کبھی نہ یاد آیا تو؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ڈاکٹر یوسف اس کے سفاک لہجے پر اسے دیکھتے رہ گئے۔ وہ حد سے زیادہ تلخ ہو رہا تھا۔

"تو تمہارے لئے وہی سب بہتر ہو گا اور تم یاد کرنا ہی کیوں چاہتے ہو؟ تمہاری فیملی تمہارے پاس ہے۔ بچپن کے دس سالوں میں بھلا تمہارے پاس کیا ہو گا؟"

حازم نے نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"میں نہیں جانتا۔ بس ایک وائب ہے ایک وجدان کہ کچھ ہے جو میرا انتظار کر رہا ہے۔ کوئی انسان، کوئی معجزہ مگر کچھ ہے۔ "اس نے بے بسی سے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ وہ چند لمحے اسے یاسیت سے دیکھتے رہے۔ کچھ تھا اس لڑکے میں جو انہیں اس کی طرف کھینچتا تھا۔

"اب میری بات غور سے سننا ایچ۔ کیونکہ تم آخری دفعہ یہاں آئے ہو۔ "وہ آگے ہوئے اور مضبوط مگر سرد آواز میں بولے۔

"تمہارے اوپر میں نے تین سال لگائے ہیں اور جانتے ہو کہ میں نے اس سے کیا اخذ کیا ہے؟ تمہارے اندر ایک ہیرو ئک انسٹنکٹ ہے۔ سب کچھ بچا لینے کی چاہ۔ سب ٹھیک کر دینے کا عزم۔ اور سوچو کہ ہماری کہانیوں میں ہیرو کون ہوتا ہے؟ ایک اونچا لمبا مرد جو اپنے دائرے میں آنے والے ہر انسان کو بچا لیتا ہے۔ بچپن سے ہمیں یہی سکھایا جاتا ہے۔"

ان کی ٹھنڈی آواز گونج رہی تھی۔ حازم ویسے ہی سر ہاتھوں میں گرائے سن رہا تھا۔

"مگر تم ڈیمج ہوئے ہو۔ اس حادثے نے تمہیں اندر تک ختم کیا۔ تم نے خود کو کھویا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تم ارد گرد سے نظر ہٹا کر خود کو ڈھونڈ پاتے ہو یا نہیں۔ یہ انٹرسٹنگ ہو گا۔ ایک اور بات۔۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اب کہ ان کا لہجہ تنبیہ کرتا ہوا تھا۔ حازم نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"تم میں ڈھٹائی کا عنصر ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم کیا کرو گے۔ تم اپنے سارے مسائل دبا کر خود پر خول چڑھا لو گے۔ کیونکہ یہ آسان ہے اور خود کو فیس کر کے لڑنا بہت مشکل ہے۔ لیکن یاد رکھنا ایچ اس طرح کا خول ٹوٹنے میں ایک پل لگتا ہے۔"

حازم خاموشی سے انہیں سن رہا تھا۔ بیزاری عنقا ہو چکی تھی۔

"تم ایک عام سے لڑکے ہو۔ کسی فکشن ورلڈ کے ہیرو نہیں ہو۔ تمہاری ذات کے ساتھ ان گنت مسائل ہیں۔ ڈپریشن، خوف، انگزائٹی، ٹینٹیرمز، اینٹی سوشل ہونا۔ تم اپنا کانفیڈنس لوز کر چکے ہو۔ آنکھوں کی چمک جو تمہارا خاصہ تھی اسے کھو چکے ہو۔ گیٹ اٹ بیک حمزہ۔"

وہ آگے ہوئے اور نرمی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"ایک دن آئے گا جب تم وہیں سے ابتدا کرو گے جہاں سے تم نے اختتام کیا تھا۔ چند دن بعد یا شائد دس سالوں بعد۔ لیکن وہ دن آئے گا۔ تب تک خود کو تیار کر لو۔"

ہارن کی آواز پر وہ ماضی کے بھنور سے نکلا۔ گہری سانس لے کر پیشانی رگڑی۔

ڈاکٹر یوسف نے ٹھیک کہا تھا۔ اس نے خود پر خول چڑھا لیا تھا۔

ایسے ہے تو پھر ایسے ہی سہی۔

****

زہرہ کمرے میں داخل ہوئیں تو ابرش اپنے بیڈ کے ساتھ سائیڈ ٹیبل کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی چیزیں الٹ پلٹ کرتی نظر آئی۔ ان کے ہاتھ میں استری شدہ کپڑے تھے۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہو ابرش؟" انھوں نے کپڑے الماری میں لٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں امی! ادھر البم رکھا تھا، وہی دیکھ رہی ہوں۔" نچلا لب دانتوں سے دبائے وہ بولی۔

وہ سیاہ بال آدھے کیچر میں باندھے ہوئے تھی۔ باقی کمر پر بکھرے تھے۔ لٹوں کو پن سے پیچھے کر رکھا تھا۔

"آرام کر لو ابرش۔ صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے یونی کے لئے۔" زہرہ فکرمندی سے بولیں۔ وہ صبح چھ بجے گھر سے نکل جاتی تھی۔ بس میں سوار ہو کر بمشکل آٹھ بجے تک پہنچتی تھی اور گھر آتے آتے اسے عصر ہو جاتی تھی۔ زہرہ کو ہر ٹائم ہول اٹھتے رہتے تھے۔

"امی، میرال اب کتنے سال کی ہو گی؟"

زہرہ نے اس بے وقت سوال پر چونک کر اس دیکھا۔

"اٹھارہ انیس کی ہو گی۔ خیریت ہے نا؟ "وہ الجھ کر بولیں۔

"یعنی بی ایس میں ہو گی؟ گریٹ "!لبوں سے بے اختیار نکلا۔ سیاہ کور والا البم آخری دراز میں رکھا تھا۔ اس نے احتیاط سے باہر نکالا۔

"کیوں ہو چھ رہی ہو، ابرش؟ "زہرہ نے اپنا سوال دہرایا۔

"اوہو امی! ویسے ہی ذہن میں آیا تو پوچھ لیا۔ پریشان نہ ہوئیں۔ "وہ البم اٹھا کر بیڈ پر بیٹھی۔ زہرہ سر جھٹک کر باہر چلی گئیں۔ ابرش نے دھیرے سے البم کھولا۔

پہلی تصویر گروپ فوٹو تھی۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکان پھیل گئی۔

احمر اور حازم کے چہرے مٹی سے لتھڑے ہوئے تھے۔ ابرش منہ پر ہاتھ رکھے ہنس رہی تھی۔ ننھی سی میرال عروش کی گود میں تھی۔ ہیزل آنکھوں والی بارہ سالہ عروش جو حازم سے تین سال بڑی تھی۔ اس نے چہرے کے گرد سکارف لپیٹ رکھا تھا۔ لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ تھی۔

ابرش نے اگلا صفحہ پلٹایا۔ آنکھوں میں یاسیت اتری۔

وہ احمر اور میرال کی اس کے ساتھ تصویر تھی۔ یہ تصویر تب لی گئی تھی جب وہ آخری دفعہ مظہر سے ملنے گئے تھے۔ میرال کی بڑی بڑی آنکھیں احمر جیسی تھیں۔

اس نے لمحے بھر کے لئے آنکھیں بند کر کے سوچا۔ کل وہ اس سے ضرور بات کرے گی۔ اس نے اتنی دفعہ دہرائی گئی بات دوبارہ دہرائی۔

چند منٹ وہ تصویریں دیکھتی رہی پھر البم بند کر دیا۔ ایک آنسو ٹوٹ کر البم پر گرا اور سیاہ کور پہ بہتا گیا۔ گہری سانس لے کر اس نے البم دراز میں ڈال دیا۔ پرانے وقتوں کے گھاؤ ہمیشہ ایسے ہی تکلیف دیتے ہیں۔

****

جیسے ہی رات اتری ہاسٹل کی راہداریوں کی بتیاں جلنے لگیں۔ لڑکیاں سونے کے لئے جا چکی تھیں۔ وارڈن راہداریوں میں چلتے ہوئے سب کو چیک کر رہی تھی۔ ہاسٹل کی عمارتوں کے دائیں طرف درختوں کی باڑ لگی تھی جن میں سے ایک درخت کے پیچھے حازم ریوالور تھامے کھڑا تھا۔ بلیک جینز پر بلیک ہوڈی پہنے وہ چہرے کو سیاہ ماسک سے چھپائے ہوئے تھا۔ ہڈ سر پر گرا رکھی تھی۔ دفعتاً ایک وین ہاسٹل کے آگے آ رکی۔ ڈرائیونگ سیٹ سے ایک شخص نکل کر گارڈ کی طرف بڑھا۔ حازم نے بلوٹوتھ آن کیا۔

"ذکا، گو آہیڈ۔ "

چند لمحوں بعد ایک شخص چھپتے چھپاتے وین کی طرف آیا۔ جیب سے اس نے ایک ٹریسر نکال کر وین کے پچھلے حصے پر لگا دیا اور واپس پلٹ گیا۔ چند منٹ تک گارڈ اور ڈرائیور کے درمیان باز پرس ہوتی رہی پھر ڈرائیور نے مڑ کر دو انگلیوں سے 'وی' کا نشان بنایا۔ اسی پل وین کے دروازے کھلے اور چار لوگ باہر نکلے۔ ان سب نے بوریاں اٹھا رکھی تھیں۔ ڈرائیور نے عمارت کا دروازہ کھول دیا۔ وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ حازم اور اس کے ساتھی باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔ تقریباً پچیس منٹ بعد وہ سب باہر نکلے اور وین کی طرف بڑھ گئے۔ اسی ڈرائیور نے گارڈ کے کندھے پر تھپکی دی اور چند الفاظ بول کر وین میں آ بیٹھا۔ ان کی وین کے آگے بڑھتے ہی تھوڑے فاصلے پر کھڑی جیپ کا انجن حرکت میں آیا اور جیپ اس وین کے تعاقب میں آگے بڑھ گئی۔ ان کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی حازم اوٹ سے نکلا اور گارڈ کی جانب بنا چاپ کے بڑھا۔ گارڈ مطمئن سا اپنے فون پر جھکا ہوا تھا۔ حازم نے برق رفتاری سے اس کی گردن دبوچی اور اسے مہلت دیئے بغیر مخصوص نس دباتا گیا۔ گارڈ کٹی پتنگ کی طرح گرا۔ اس کے گرتے ہی دو فوجی حازم کی طرف بھاگتے ہوئے آئے۔

"چابی نکال لو جلدی۔"

اس کے حکم دیتے ہی ایک سپاہی نیچے جھکا اور گارڈ کی جیبیں ٹٹولیں۔

"او کے اندر جاؤ۔ بالکل خاموشی سے باری باری۔"

وہ دونوں سر ہلاتے اندر بڑھ گئے۔ حازم نے سر اٹھا کر جام ہوئے سی سی ٹی وی پر ڈالی اور سر جھٹکتا عمارت میں داخل ہوا اور دائیں طرف موجود سیڑھیاں اترنے لگا۔ ابھی وہ آخری زینے پر تھا جب ذکاء گن پوائنٹ پر دو عورتوں کو لے کر آیا۔ ان دونوں کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔

"سر، ان دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔"

ان میں سے ایک وارڈن تھی اور دوسری کک۔ دونوں دہشت زدہ تھیں۔

"گڈ ان دونوں پر نظر رکھنا۔ ہم پولیس کو نہیں بلا سکتے کسی کمرے میں باندھ دو۔"

ذکاء سر کو خم دیتا ان دونوں کو لئے آگے بڑھ گیا۔ حازم تیزی سے آخری زینے اترا اور سامنے موجود سٹور کے دروازے کو لات مار کر کھولا۔ اندر جا بجا بوریاں رکھی تھیں۔ ایک شخص انھی بوریوں پر جھکا ہوا تھا۔ دروازے کی آواز پر وہ برق رفتاری سے گھوما۔ اسی پل ساری روشنیاں گل ہوتی گئیں۔ کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ حازم تیزی سے دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ سامنے اندھیرے میں کھڑے شخص کے سائیلنسر لگے پستول سے روشنی چمکی اور حازم کی سابقہ جگہ سے گولیاں گزرتے ہوئے دروازے میں پیوست ہو گئیں۔ حازم نے ایک لمحے کے لئے بھی اپنی نظر اس شخص کی جگہ سے نہیں ہٹائی تھیں۔ وہ بنا چاپ کے آگے بڑھا اور اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اس سے پہلے وہ مڑتا، حازم نے پستول اس کے سر پر دے مارا۔ وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔

"ابرار بجلی کا کنکشن چیک کرو جلدی۔" ہدایت دیتے ہوئے اس نے موبائل کی فلیش لائٹ آن کی۔

اگلے ہی لمحے لائٹ آگئی اور سپاہی اندر داخل ہوئے۔

"سر۔ یہ سب تو سامنے ہی رکھا تھا۔ "ذکا نے متذبذب ہو کر پوچھا۔

"کیونکہ یہ سب ابھی یہاں پہنچایا گیا ہے۔ سیٹ کرنے میں ٹائم لگنا تھا۔ اب پولیس کو کال کرو۔ یہاں سے نکلتے ہیں۔"

آرڈر دیتے ہوئے وہ بلیوٹوتھ کا بٹن دباتا مڑ گیا۔

"Mission accomplished, sir!"

"Excellent, Major Hamza! Keep Going!"

وہ تشکر سے مسکرا دیا۔ دل مطمئن تھا کہ اپنی دھرتی کی بیٹیوں کو اس عذاب سے چھٹکارا دلا دیا۔

"پھانسی کا پھندا دن بہ دن تم پر تنگ ہوتا جا رہا ہے، عالم"!

****

اس ہو کے عالم میں کھڑی سنسان سی عمارت کے تہ خانے میں وہی خونی منصوبے بنائے جا رہے تھے۔ ضرغام کمپیوٹر کے آگے بیٹھا تیزی سے ٹائپ کر رہا تھا۔ اس کی چشمے میں چھپی آنکھوں میں پریشانی ہلکورے لے رہی تھی۔ اس کے تاثرات سے انجان میز کے گرد بیٹھا عالم سپاٹ انداز میں بول رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پرسوں تم نورآباد کے لوگوں کو اٹھاؤ گے۔ کن کن کو اٹھوانا ہے، اس کی لسٹ تمہیں مل جائے گی۔" اس کا انداز برف تھا اور لہجہ سرد۔ التمش نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"لیکن سر، نورآباد والے ہی کیوں؟"

عالم نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے سپاٹ پن میں دراڑ پڑی تھی۔ گال پر لگا نشان سلگنے لگا۔

"یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے میرے باپ کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ اکیلا اور تنہا۔ اب یہ لوگ تڑپیں گے جیسے میں تڑپا تھا سولہ سال پہلے۔ "اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ التمش آگے ہوا۔

"لیکن مجھے نہیں لگتا کے وہ لوگ اب زندہ بھی ہونگے۔"

"ان کے خاندان والے ہونگے التمش۔مجھے انہیں تڑپانا ہے۔ان کی آہیں سننی ہیں۔ "

اس وقت وہ ذہنی مریض لگ رہا تھا۔یا کوئی جانور جسے شکار کی تڑپ تھی۔التمش نے گہری سانس لی۔

"اوکے سر۔میں۔۔۔ "اس کے الفاظ لبوں میں رہ گئے۔

ضرغام بجلی کی تیزی سے ان کی طرف لپکا تھا۔

" سر۔۔ "اس کے ماتھے پر پسینہ چمک رہا تھا۔اس نے کھٹ سے ٹیب ان دونوں کے سامنے رکھا۔وہ چونک کر آگے ہوئے۔

ٹیب کی چمکتی سکرین پر ایک نیوز چینل چل رہا تھا۔اسے دیکھتے ہی ان دونوں کے چہرے فق ہو گئے۔

"یہ کیسے ؟۔۔"

وہ کسی نیوز چینل کی خبر تھی جس میں نیوز اینکر ہاسٹل سے ڈرگز برآمد ہوئے جانے کا اعلان کر رہی تھی۔

"یہ۔۔تم لوگ سو رہے تھے کیا؟ "عالم طیش سے غرایا۔چہرہ لال بھبھوکا ہو چکا تھا۔التمش تشویش سے سکرین دیکھ رہا تھا۔

"سر ہم نہیں جانتے کے ہمارا پلان کیسے بلو ہوا؟ "ضرغام گھبرا کر بولا۔

"میری بات کان کھول کر سن لو۔اگر ایک اور غلطی ہوئی تو کتوں کو کھانے کے لئے تمہاری لاش بھی نہیں ملے گی۔ سمجھے ؟الرٹ کر دو سب کو۔ "

ضرغام اڑی رنگت کے ساتھ سر ہلا کر پلٹ گیا۔التمش نے الجھ کر عالم کو دیکھا۔

"لیکن سر،انہیں ہمارے پلان کے بارے میں کیسے علم ہوا؟ "

"التمش وہ تین ہفتوں سے کام کر رہے ہیں۔ ہمارے ہر ڈپارٹمنٹ میں انہوں نے کالی بھیڑیں داخل کی ہیں۔ لیکن خیر، اب اصل دھچکا ملے گا انہیں۔ تم نورآباد والا کام کل ہی کرو۔ کل دس بجے۔ " یہ کہہ کر وہ جھکا اور دراز سے ایک فائل نکال کر التمش کی طرف بڑھائی۔

"یہ لوگ ہیں۔ انہیں اٹھا کر ہمارے اڈے پر بجھوا دو۔ اور گرلز ہاسٹل والے مشن میں جتنے لوگوں کو علم تھا انہیں سروس روم پہنچنے کا کہہ دو۔ شائد ان میں سے کسی کو سروسنگ کی ضرورت ہے۔ "

التمش نے بے تاثر چہرے کے ساتھ فائل تھام لی جبکہ دور بیٹھے ضرغام کی ہتھیلیوں پر پسینہ آگیا۔ عالم کے سروس روم سے کوئی ٹانگوں پر واپس نہیں آیا۔ سوائے اپاہج ہو کر یا مردہ۔ تھرڈ ڈگری کے آلات تک وہاں موجود تھے۔ اس نے جھرجھری لے کر سر جھٹکا۔

التمش کی انگلیاں تیزی سے فائل کے صفحے پلٹا رہی تھیں۔ یکایک ایک صفحے پر وہ ٹھٹھکا۔ بے یقینی سے سر اٹھا کر عالم کو دیکھا جو اس سے بے نیاز ریڈنگ گلاسز لگائے لیپ ٹاپ پر جھکا تھا۔ اس نے نگاہیں صفحے پر چمکتی تصویروں کی طرف موڑ لیں۔

"زہرہ عبید۔ "اس نے بنا آواز کے ہونٹوں کو جنبش دی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بابا آئی جسٹ لو زہرہ خالہ۔ وہ ہم سے اتنا پیار کرتی ہیں۔ "

کئی سال پہلے کی ایک معصوم آواز کانوں میں گونجی۔ اس کے سپاٹ تاثرات کا خول لمحے بھر کے لئے چٹخا۔ آنکھوں میں تکلیف ابھر کر معدوم ہوئی۔

"مجھے مت یاد آیا کرو، خدا کے لئے۔ میں رضا نہیں رہا، حازم۔ میں تمہارا باپ نہیں رہا۔ میں التمش بن چکا ہوں۔ " اس نے تکلیف سے آنکھیں موند لیں۔

التمش رضا قمر نے زندگی میں کچھ نہیں حاصل کیا تھا سوائے اپنے بیٹے کے۔ مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ دوسروں کو تڑپانے والا خود زیاں کی آگ میں نہ تڑپے؟ اس کے اندر کی آگ اب سیاہ پڑ چکی تھی۔

"التمش، آر یو فائن؟"

عالم کی آواز پر وہ آنکھیں کھول کر بے اختیار سیدھا ہوا۔

"یس سر۔ میں نے فائل دیکھ لی ہے۔ کل تک آپ کا کام ہو جائے گا۔" وہ اپنی گیلی آنکھوں کو چھپاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

عالم نے سر ہلا دیا۔

تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے التمش نے لمحے بھر کے لئے اپنا دل ٹٹولا۔

کیا اسے پچھتاوا تھا؟ اس کے لئے جو اس نے سولہ سال پہلے کیا تھا؟ نہیں بالکل نہیں۔ وہ عورت اور اس کی بیٹی اسی قابل تھی۔ ٹھیک کیا تھا اس نے۔ بالکل ٹھیک۔

وہ بار بار آستین سے آنکھوں میں آئی نمی صاف کر رہا تھا۔ دل میں عجیب ویرانی تھی۔

****

ماہ گل لاؤنج میں بیٹھیں میگزین کے صفحے پلٹ رہی تھیں۔ سارا گھر خاموشی میں ڈوبا تھا۔ وہ لمبے بالوں کو کیچر میں باندھے ہوئے تھیں۔ دوپٹہ شانوں پر پھیلا رکھا تھا۔ ان کے چہرے پر ہمہ وقت ایک پر سکون اور نرم تاثر چھایا رہتا تھا۔ دفعتاً انگلی سے صفحہ پلٹاتے ہوئے انہوں نے ایک نظر کلاک پر ڈالی۔ گیارہ بج رہے تھے۔ وہ میگزین ٹیبل پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ مظہر آج آفس نہیں گئے تھے سو ان کی کافی اسٹڈی میں بھجوانی تھی۔ وہ کچن کی طرف بڑھ گئیں۔ ایک خفیف سی نظر انہوں نے راہداری کے آخری کمرے پر ڈالی۔ چہرے پر نرم سی خفگی ابھری۔

"السلام علیکم، مومی"!

وہ کافی پھینٹ رہی تھیں جب ہشاش بشاش لہجے میں کہتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔ ماہ گل بے اختیار مڑیں۔ سفید شرٹ پر نیوی بلو کارڈیگان پہنے وہ کافی وجیہہ دکھ رہا تھا۔ کچن میں اس کے مخصوص کلون کی خوشبو پھیل چکی تھی۔ وہ انہیں دیکھتا نرمی سے مسکرا رہا تھا۔

ماہ گل سنبھل کر پلٹ گئیں۔ چہرے پر خفگی طاری کر لی۔ حازم زیرِ لب ہنس دیا۔ وہ مسکراہٹ دبائے ان کے قریب آیا۔ بازو ان کے گرد لپیٹے اور پھر ٹھوڑی ان کے کندھے پر رکھتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

"ایم سوری ماں۔ "وہ لاڈ سے بولا۔

ماہ گل کے ہاتھ رکے۔ انہوں نے تکلیف سے آنکھیں بند کیں۔ اندھیرے میں ایک منظر روشن ہوا۔

ناجیہ نے ہاتھ میں تھاما فون انہیں دکھایا۔

"میرے خیال میں یہ آرڈر کر دیتے ہیں۔"

ماہ گل نے آگے ہو کر دیکھا۔ وہ گرے سلک کی گھٹنوں تک آتی قمیص تھی جس پر سلور موتیوں کا کام تھا۔ ساتھ سی گرین دوپٹہ تھا۔ ماہ گل کی آنکھوں میں ستائش ابھری۔

"ڈن کر دو۔ "

وہ دونوں بھابھی اور نند ہونے کے علاوہ بہت اچھی کزنز اور دوستیں بھی تھیں۔ فی الحال وہ دونوں سر جوڑے زہرہ کی شادی کی پلاننگ کر رہی تھیں۔ یکدم دھاڑ سے دروازہ کھلا۔ ان دونوں نے چونک کر دیکھا۔ دروازے میں ایستادہ حازم کے جوگرز کیچڑ سے لتھڑے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم۔۔ "ماہ گل کی بے اختیار چیخ نکلی۔ ابھی تو فرش صاف کیا تھا۔ وہ روہانسی ہو گئیں۔ حازم ان کی چیخ یکسر نظر انداز کرتا ماں کی طرف آیا جو ابرو اکٹھے کئے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے آئس کریم چاہیئے۔ " وہ نروٹھے لہجے میں بولا۔

"حازم، جاتے ہو یا ایک لگاؤں؟ "ناجیہ نے برہمی سے کہا۔ حازم لپک کر آگے آیا، بازو ان کے گرد لپیٹ کر چہرہ ان کے گال سے لگایا۔

"اپنے بے بی کی بات نہیں مانیں گیں؟ "

ناجیہ نے بدقت اپنی مسکراہٹ روکی۔ماہ گل ہنس پڑیں۔منظر تحلیل ہو گیا۔

ماہ گل نے سرخ پڑتی آنکھیں کھولیں۔وہ سب بھول گیا تھا مگر اس کے انداز نہیں بدلے تھے۔

"کیا فائدہ؟تمہارا روز کا یہی کام ہے۔ "ان کی آواز گیلی سی تھی۔

"جب آپ جانتی ہیں تو کیوں خفا ہوتی ہیں؟ "وہ ان کی بھیگی آواز محسوس کر کے تھک کے بولا۔ماہ گل نے کافی سائیڈ پر کی اور اس کے بازوؤں کا حصار کھولتے ہوئے اس کی طرف مڑیں۔وہ یاسیت سے مسکرایا۔

"بس کسی بھی انہونی کے احساس سے دل ڈرتا ہے۔ "

"کم آن ماں۔جو ہونا ہے اسے آپ کی فکر ٹال نہیں سکتی۔۔"

اس کی بات فون کی مخصوص گھنٹی نے کاٹ دی۔اس نے موبائل نکالتے ہوئے ماہ گل کو دیکھا۔

"چلیں۔ٹینشن مت لیں اور بابا کو کافی دے آئیں۔ "وہ تیزی سے کہتے ہوئے فون کان سے لگاتا باہر نکل گیا۔ ماہ گل نے تھکے تھکے انداز میں مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا پھر سر جھٹک کر کافی کا مگ لئے اسٹڈی کی طرف بڑھ گئیں۔

اپنے کمرے میں کھڑے حازم نے دروازہ لاک کرتے ہوئے کل پک کر کے فون کان سے لگایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میجر حمزہ اسپیکنگ۔ "

"حمزہ دس از کرنل عاصم۔دشمن ایکشن میں آ چکا ہے۔اس نے دو طرف سے حملہ کر دیا ہے۔ "کرنل عاصم کی آواز میں تشویش تھی۔حازم کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔بھوری آنکھوں میں فکر مندی ابھری۔

"یونی میں دو گروپس کے درمیان تصادم کروا دیا ہے۔دونوں گروپ اسلحے سے لیس ہیں۔ "

حازم کا رنگ بری طرح اڑا۔

"میرال۔ "اس کے لبوں سے بے آواز نکلا۔

"مزید نور آباد میں سے چودہ لوگوں کو اغوا کروالیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہیں۔ "

حازم نے آنکھیں بند کر کے چند گہرے سانس لئے۔ اس کے چہرے پر سپاٹ تاثر آ چکا تھا۔

"سر آپ حسن اور احتشام کو وہاں نفری کے ساتھ بھیج دیں۔ وہ وہاں کنٹرول کر لیں گے۔ شہر کے باہر جاتے راستوں پر ناکہ بندی کروا دیجئے۔ باقی میں دیکھتا ہوں۔ " اس کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔ پریشانی عنقا ہو چکی تھی۔

"او کے حمزہ۔ بی کیئر فل۔ ہم دونوں طرف سے گواپ نہیں کر سکتے۔ گڈ لک "!

"راجر سر "! یہ کہہ کر اس نے کال کاٹ دی اور فون کان سے ہٹا کر تیزی سے ایک نمبر ڈائل کیا۔ چند لمحے گھنٹی جاتی رہی۔

"ہیلو۔ احمر، میرال کو یونی سے پک کر لو۔ جلدی جاؤ اور دھیان سے جانا۔ " وہ تیزی سے ہدایت دے رہا تھا۔ دوسری طرف رک کر کچھ سنا پھر نفی میں سر ہلایا۔

"میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ ابھی جاؤ۔ "کال کاٹ کر جینز کی جیب سے ماسک نکال کر چہرے پر لگایا۔ سائیڈ ٹیبل سے پی کیپ اٹھا کر سر پر جماتا تیزی سے باہر نکلا۔

"ذکاء، میں دس منٹ تک پہنچ رہا ہوں۔ شہر کے باہر جاتے راستوں کو نگاہ میں رکھو۔ کوئی بھی مشکوک چیز نظر آئے تو اس کا پیچھا کرو۔"

****

التمش اپنے کمرے میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہاتھ میں پکڑی تصویر دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں یاسیت تھی۔ ذہن کہیں بہت پیچھے الجھا ہوا تھا۔

وہ اس بستی میں بنے گھر میں داخل ہوا تو بھوری آنکھوں والا خوبصورت سا بچہ اس کی طرف قلقاری مارتے ہوئے لپکا تھا۔

"بابا۔"

اس کو بانہوں میں بھرتے ہوئے اس کے خالی وجود میں ہمیشہ کی طرح سکون اترا تھا۔

خود پر نظروں کا ارتکاز محسوس کر کے اس نے چونک کر کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اب وہاں صرف سرسراتا ہوا پردہ تھا۔ لیکن ان بھیگی ہیزل آنکھوں کی تڑپ اپنی جھلک دکھا گئی تھی۔

وقت تھوڑا سا مزید سرکا۔

"آپ نے ماں پر شاؤٹ کیوں کیا؟"

بھوری آنکھوں والا وہ لڑکا اب بڑا ہو رہا تھا۔ باتیں سمجھنے لگا تھا، رویے پرکھنے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

نہیں بیٹے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میں صرف انھیں سمجھا رہا تھا۔""

"کیا سمجھانے کے لئے چیخنا ضروری ہے؟ "نو سال کے بچے کی دلیل کے آگے وہ لاجواب ہوا تھا۔

التمش کے اندر کوئی جوار بھاٹا پکنے لگا۔ وہ عورت اب اس کی کل متاع حیات کو بھی اس کے خلاف کر رہی تھی۔ وہ اور اس سے کیا کیا چھینے گی؟

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم حازم کو میرے خلاف بھڑکا رہی ہو؟"

رات کے کھانے کے بعد جب ناجیہ بچوں کو سلا کر آئیں تو اس نے پاٹ دار آواز میں پوچھا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر چیزیں جوڑتے ہوئے انہوں نے حیرانی سے اس کا عکس دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں نفرت تھی۔ اشتعال تھا۔

"آپ کو ایسا کیوں لگا؟ "وہ اس کی طرف مڑیں۔

"زیادہ حیران مت ہو۔ کیا میں نہیں جانتا کہ تم اس کو کیا الٹی سیدھی پٹیاں پڑھاتی رہتی ہو۔ میں اگر خاموش ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم جو مرضی کرتی رہو۔ تمہیں اور تمہاری بیٹی کو میں صرف حازم کی وجہ سے برداشت کر رہا ہوں۔ یہ بات اپنی عقل میں بٹھالو۔"

وہ نفرت زدہ انداز میں بولتا گیا۔ناجیہ نے تحمل سے ساری بات سنی۔

"میری بیٹی آپ کی بھی بیٹی ہے اور رہی بات حازم کی تو اس نے وہی کہا جو اس نے محسوس کیا۔میں نے اسے کوئی پٹی پڑھائی ہے اور نہ ہی آپ کے خلاف اکسایا ہے۔بیٹے کی محبت سے نکل کر دنیا دیکھیں تو شائد آپ کو زیادہ کلئیر نظر آئے۔"

ٹھنڈے انداز میں کہتے ہوئے وہ ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔ان کا یہی انداز التمش کو آگ لگا دیتا تھا۔اس نے غصے سے چائے کے کپ کو ہاتھ مار کر گرا دیا۔یہ کون سا اس کا پیسہ تھا؟

ناجیہ جیسے ہی باہر نکلیں،ٹھٹک کر رکیں۔عروش صحن کے کنارے لگی کیاری کے پاس بیٹھی تھی۔شائد وہ سب سن چکی تھی۔

"عرشی یہاں کیا کر رہی ہو؟"

عروش نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔اس کی ہیزل آنکھوں میں جھلکتا تاثر ناجیہ کو ہلا گیا۔

"امی۔بابا مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟" مدھم سی آواز میں اس نے پودینے کے پتوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ناجیہ کا دل کٹ گیا۔وہ تھکے تھکے انداز میں اس کے ساتھ بیٹھیں۔

"تم ان کے رویئے کو نظر انداز کر دیا کرو بیٹا۔"

"کیا یہ اتنا آسان ہوتا ہے؟میں بارہ سالوں سے باپ کی نفرت جھیل رہی ہوں لیکن پھر بھی اس کی عادی نہیں ہوئی۔میں کیا کروں امی۔میں نے کیا کیا تھا؟"اس کی گیلی سی آواز زخمی تھی۔

ناجیہ نے گہری سانس لے کر سیاہ آسمان کو دیکھا۔چہرے پر کرب بکھرا تھا۔خود کو سمجھا لیا تھا۔بیٹی کو کیسے سمجھاتیں؟

"ہمیں ہماری محبوب چیزوں سے ہی آزمایا جاتا ہے بیٹا۔ زندگی میں سب کچھ نہیں ملتا اور اگر مل جائے تو یہ دنیا نہ ہوتی، یہ جنت ہوتی۔ پھر جنت جہنم کی دوڑ نہ ہوتی۔ زندگی میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی کسک رہتی ہے۔ کوئی نہ کوئی خالی کونا رہتا ہے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اسی چیز کا غم مناتے ہیں جو ہمارے پاس نہیں ہے یا پھر ان سینکڑوں چیزوں کا شکر ادا کرتے ہیں جو ہمارے پاس ہیں۔ فیصلہ ہمارا ہوتا ہے۔"

انہوں نے محبت سے اسے خود سے لگالیا۔ عروش کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ دبی دبی سسکیوں کے ساتھ رونے لگی۔

"میں ہوں نا اپنی بیٹی کے پاس۔ بابا کی باتوں پر دل چھوٹا نہ کیا کرو۔ انہیں ایک نہ ایک دن احساس ہو جائے گا۔"

کمرے کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھتے التمش نے نفرت سے سر جھٹکا۔

وقت کی سوئیاں سالوں آگے چلتی گئیں۔

وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند تھا۔ بکھرے بال، چہرے پر وحشت اور آنکھوں میں کرب۔

دو ماہ بعد وہ آج رہا ہونے والا تھا مگر پھر بھی جیل کی یہ مٹیالی دیواریں سارے احساسات چوس لیتی ہیں۔

چند گھنٹوں بعد وہ تپتے سورج کے نیچے پارکنگ لاٹ میں کھڑا تھا۔ یکا یک اس کی پاس ایک چمکتی سیاہ اوڈی رکی۔ سیاہ شیشے نیچے ہوئے۔

"التمش قمر؟" یک لفظی استفسار کیا گیا۔

اس کے اثبات میں سر ہلانے پر ایک کارڈ اس کے سامنے کر دیا گیا۔ اس کے تنے کندھے ڈھیلے پڑے۔ چہرے پر رضامندی ابھری۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔ دیواریں، فرنیچر، چھت سے لٹکتا فانوس سب سرمئی تھا۔

"غائم قصر میں خوش آمدید قمر۔"

بھاری آواز کمرے میں گونجی۔ التمش کے سامنے شاہانہ صوفے پر بیٹھا شخص کافی لحیم شحیم تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں سرخ تھیں۔ کندھوں پر سرمئی شال تھی۔ اس کی عمر پنتیس سینتیس سال ہو گی مگر پھر بھی اس کی شخصیت کا رعب التمش کو اپنے اوپر طاری ہوتا محسوس ہوا۔

"تم نے ہم سے ڈیل کی تھی۔ رائٹ؟"

التمش نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میرے بندے وہاں گئے تھے۔ سب سیٹ تھا۔ لڑکی ہمارے ہاتھ لگ گئی تھی لیکن پھر جانتے ہو کیا ہوا؟ وہ بھاگ گئی۔ اس۔ لڑکی نے۔ ہمیں۔ ڈاج دیا۔ قمر۔"

وہ چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔ التمش سن رہ گیا۔ چہرے پر شاک ابھرا۔

"ایسا پہلی دفعہ ہوا ہے کہ کسی نے سلطان پیرزادہ کو چکما دیا ہو۔"

"وہ کیسے بھاگ گئی؟" اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"اسے سیلف ڈیفنس آتا تھا۔ اس نے خود کو بچانے کے لئے کھائی میں چھلانگ لگا دی تھی۔"

التمش پر جیسے کسی نے کھولتا تیل ڈال دیا۔ وہ شل رہ گیا تھا۔

میں جو اکیڈمی سے سیلف ڈیفنس سیکھتا ہوں وہی آپ کو سکھاؤں گا۔""

میں کیا کروں گی سیکھ کر حیدر۔ تم سیکھ لیا کرو کافی ہے۔""

جی نہیں آپ اور ابرش دونوں سیکھیں گی۔""

وہ کیسے یہ بھول گیا تھا۔ اس نے کرب سے آنکھیں میچیں۔

"اس لئے تم بھرپائی کے لئے میری اور گنائیزیشن میں کام کرو گے اور۔۔۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

سلطان آگے ہوا اور اپنی سرخ بے رحم آنکھیں اس پر گاڑ دیں۔

"فار گیٹ یور بوائے۔"

التمش کی گویا کسی نے جان نکال دی تھی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"دیکھو میں سب کروں گا بغیر کسی معاوضے کے لیکن پلیز اسے کچھ مت کہنا۔ پلیز۔"

سلطان دھیرے سے ہنسا۔ بے رحم اور یخ کر دینے والی ہنسی۔

"اتنا ڈر گئے قمر۔ مجھے تو لگا تھا کہ تم اولاد کے لئے پتھر سے بھی بدترین ہو لیکن نہیں۔ خیر۔۔ "اس نے سر جھٹکا۔ "مجھے تمھارے بیٹے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ محفوظ ہاتھوں میں ہے۔ میں اسے اپنی اور گنایزیشن کا لیڈر بنانا چاہتا تھا، اس کی ماں سے وعدہ کیا تھا۔ لیکن کیا کروں؟ اس کا ماموں بہت ضدی ہے۔ اس لئے میں نے اس لڑکے کو جانے دیا۔"

وہ یوں کہہ رہا تھا جیسے کسی شیر کے پنجوں کے درمیان سے شکار کو نکال لیا ہو۔

التمش نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ اعصاب پر سکون ہوئے تھے۔

"میں تیار ہوں۔ "لہجہ بھاری تھا۔ دل میں ہیزل آنکھوں کے لئے نفرت مزید بڑھ گئی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

سلطان شاطرانہ انداز میں مسکرایا۔

"تمھارے ہر موو پر ہماری نظر ہو گی قمر۔ تمہاری ذرہ سی غلطی تمہارے بیٹے کے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ تم نے پہلے بھی میرا نقصان کیا تھا مگر پرانے گاہک ہونے کے ناطے تمھیں معاف کر دیا ورنہ تم سلطان کو جانتے ہو۔ "اس کی آواز سرد تھی۔

ایک سنسنی سی التمش کو خود میں گزرتی محسوس ہوئی۔ اس نے سر ہلا دیا۔

آپ کو اب شکایت نہیں ہو گی۔""

گڈ۔ جلالی تمھیں کام بتادے گا۔ ایک چودہ سال کے لڑکے کو تیار کرنا ہے۔""

التمش اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کے جانے کے بعد سلطان نے مسکرا کر پیچھے کو ٹیک لگائی۔ اس کا انگوٹھیوں سے مزین ہاتھ سرمئی صوفے پر نرمی سے چل رہا تھا۔

"اولاد بھی عجیب ہی شے ہے۔ بے چارہ قمر۔"

اس نے افسوس سے دروازے کو دیکھا جس کے پار التمش رضا قمر گم ہوا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ سلطان پیرزادہ کو اس کے بیٹے کے بارے میں زرہ برابر معلومات نہیں تھیں۔ کیونکہ مدمقابل مظہر علی حمزہ تھے جو رشتوں پر گواپ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جیسا کہ اس نے کہا کہ اولاد عجیب شے ہوتی ہے۔ انسان کی کبھی مجبوری تو کبھی ڈھال، کبھی خیر کبھی شر۔

کیا میں تمھیں بتاؤں کہ التمش کس کو تیار کرنے والا تھا؟

عالم نقوی۔

ماں باپ کے ٹکڑے اپنے سامنے دیکھنے والے عالم نقوی کو۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

میرال نے دھپ سے کتابیں میز پر رکھیں اور گرنے والے انداز میں کرسی پر بیٹھی۔ اسائنمنٹ لکھتی شمع نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور مسکرا دی۔ کیفے میں اس وقت خاموشی تھی۔ اکا دکا اسٹوڈنٹس بیٹھے کام کر رہے تھے۔

"تھک گئی ہو؟" اس نے نرمی سے پوچھا۔ شولڈر کٹ بال اس کے چہرے کے اطراف میں گر رہے تھے۔ کانوں میں مستقل سلور رنگ موتیوں کے ٹاپس پہنے رکھتی۔ ہلکا سا میک اپ کئے وہ کافی جاذب نظر دکھتی تھی۔

"ہاں بھئی! صبح سے دو پیریئڈز لگاتار سر گھما دینے والے نام پڑھ پڑھ کر دماغ الٹ گیا ہے۔" نقاب سے جھلکتی سرمئی آنکھوں میں بے زاری تھی۔ شمع نرمی سے ہنس دی۔

"پہلا سال ہی اتنا تھکاوٹ بھرا ہے۔ آگے پتا نہیں کیا ہو گا۔ "میرال نے ہاتھ کے اشارے سے بیرے کو بلایا۔

"ایک مینگو سلش لا دیں پلیز۔"

بیرا سر ہلا کر پلٹ گیا۔ میرال شمع کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم بتاؤ پیریڈز فری تھے؟ "

"ہاں بس اسائنمنٹس کر رہی ہوں۔ "

شمع سے اس کی دوستی کچھ عرصہ پہلے ہی ہوئی تھی۔ وہ کافی ہنس مکھ اور دوستانہ مزاج کی لڑکی تھی۔ بیرے نے اس کے سامنے ٹھنڈا سلش لا کر رکھا تو اس کی بیزاری اڑن چھو ہو گئی۔ ابھی اس نے گلاس اٹھایا ہی تھا کہ ٹھک ٹھک کرتی عالیہ اندر داخل ہوئی اور اس کے سر پر آن پہنچی۔ میرال نے کوفت سے گلاس نیچے رکھا۔

"میرال، ابرش میم نے تمہیں روم نمبر ۳۵ میں بلایا ہے۔ "

میرال نے بیزاری سے اسے دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تب تک یہ میرا ہوا۔ "عالیہ نے اسٹرا لبوں میں ڈالتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر کہا۔ وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دی اور سر جھٹکتے ہوئے باہر نکل آئی۔ ناجانے کیوں آج پورے وجود پر بیزاری چھائی ہوئی تھی۔

کمرہ نمبر ۳۵ خالی سا تھا۔ کچھ کرسیاں رکھی تھیں اور ایک بوسیدہ شیلف تھی۔ دیوار گیر کھڑکی کے آگے ابرش کھڑی تھی۔

"میم، آپ نے بلایا؟"

ابرش آہستگی سے مڑی۔ سیاہ عبایے میں وہ چہرے کے گرد سیاہ اسکارف لپیٹے ہوئی تھی۔ چہرے پر سنجیدگی تھی اور سیاہ آنکھوں میں ہلکا سا خوف تھا۔ جیسے آس ٹوٹنے کا ڈر ہو۔ انگلی میں کوئی ربڑ بینڈ تھا جسے وہ گھما رہی تھی۔

"جی میرال۔ بیٹھئے۔ "اس کی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

میرال متذبذب سی بیٹھی۔ابرش نے دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے اس دیکھا۔

"مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔"

"میں سن رہی ہوں۔"

"کیا آپ کا نام میرال علی حمزہ ہے؟اور آپ کے والد ڈبل اسٹار کمپنی کے ایم ڈی ہیں؟"اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ایم ڈی وہ کئی سال پہلے تھے اب تو سی ای او ہیں۔ کمپنی کے ایم ڈی تو اب بھائی ہیں۔لیکن آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" اسے الجھن ہوئی۔

ابرش کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔بدقت اس نے چہرے پر نرم تاثر رکھا۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"اور آپ کے بھائی کا نام احمر علی حمزہ ہے؟"

"آپ بھائی کو کیسے جانتی ہیں؟"

ایک شفاف آنسو ابرش کی آنکھ سے ٹوٹ کر گرا۔تکان کے احساس سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم نے مجھے نہیں پہچانا آل"!اس کی آواز میں کرب تھا۔میرال شل رہ گئی۔

"آپ کو میرا یہ نام کیسے پتہ؟"

ابرش نے بھیگی اور زخمی آنکھوں سے اسے دیکھا۔میرال یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ نام میں نے ہی تو تمہیں دیا تھا۔"

میرال پر گویا بجلی گری۔وہ ساکت سی اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھتی رہ گئی جس کی سیاہ آنکھوں میں زمانوں کی اذیت تھی۔

"کیا تم نہیں جانتی کہ تمہاری کوئی زہرہ پھوپھو بھی ہیں؟"

"آبی؟ "میرال کی آواز کسی کھائی سے آئی تھی۔ نقاب تلے اس کے چہرے کا رنگ سفید پڑ چکا تھا۔

ابرش نے ہاتھ کی پشت سے گال رگڑا اور یاسیت سے مسکرائی۔ مگر آنکھیں پھر بھیگ گئیں۔ کیسے خوش ہونا ہے؟ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ قدرت کا بھی عجیب ہی نظام ہے۔ سالوں کی تڑپ یکدم کسی کٹے ہوئے پھل کی طرح گود میں گرتی ہے جب وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔

"ہاں۔ ابرش عبید۔ "

میرال بے یقینی سے نفی میں سر ہلاتی پیچھے ہوئی۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں ششدر پن تھا۔

"نہیں۔ آپ کیسے؟ آبی کہاں تھیں آپ اتنا عرصہ؟ "اس کی آواز آخر میں ہلکی سی کانپی تھی۔

ابرش نے کرب سے آنکھیں موند کر کھولیں۔

"قسمت نے عجیب کھیل کھیلا تھا ہمارے ساتھ، میرال۔"

"آپ۔۔ آپ گھر چلیں۔ اف آبی سب اتنا خوش ہو جائیں گے آپ کو دیکھ کر۔ "میرال کا چہرہ فرطِ جذبات سے سرخ پڑ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہ ابرش ہے جس کا ذکر مظہر کرتے تھے۔ وہ جسے اس نے ڈھائی سال کی عمر میں آخری دفعہ دیکھا تھا مگر ذہن نے ہمیشہ کے لئے حفظ کر لیا تھا۔

وہ آہستگی سے اٹھی۔ ابرش کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور نرمی سے اس کے گلے لگ گئی۔

ابرش سن رہ گئی۔ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر رخساروں پر بہنے لگے۔

سالوں بعد کوئی اپنا ملا تھا جس نے اتنی محبت سے گلے لگایا تھا۔

برسوں بعد رشتوں کی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔

میرال مسکرا کر اس سے علیحدہ ہوئی اور اس کے ہاتھ تھامے۔

"بابا آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ ہر موقعے پر۔ آپ کو اور پھپھو کو کبھی نہیں بھولے اور نہ ہی ہمیں بھولنے دیا۔ ان سے زیادہ خوش آج کوئی نہیں ہو گا۔ "میرال گیلی آنکھوں سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں۔ ماموں رشتوں پر گواپ نہیں کرتے۔"

ابرش نے گہری، مطمئن سانس خارج کی۔ ابھی زہرہ کو جب پتہ چلے گا تب اصلی مزہ آئے گا۔ وہ زیرِ لب مسکرادی۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ ویسے خوش نہیں ہوئی جیسے اسے ہونا چاہئے تھا۔ اس نے بے اختیار دل ٹٹولا۔ دل کے ایک آخری حصے میں ویرانی تھی۔ سناٹا تھا۔

"آبی کہاں کھو گئیں؟ چلیں نا۔ "

ابرش نے چونک کر اسے دیکھا جس کی شفاف آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ مسکرائی۔

"میرال۔ "اس نے بدقت گلا تر کیا۔" ناجیہ خالہ کہاں ہوتی ہیں آج کل؟ "

میرال کی چمکتی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

"کون ناجیہ خالہ؟ "

ابرش کا سانس رک گیا۔ اس نے بے یقینی سے میرال کو دیکھا۔ تبھی دور کہیں فائر ہوا اور چیخ و پکار مچ گئی۔ وہ دونوں کرنٹ کھا کر اٹھیں۔

"یہ۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے آبی؟ "میرال گھبرا کر بولی۔ ابرش تشویش سے دروازے کی طرف بڑھی۔ ابھی دروازہ کھول نہیں پائی تھی کہ باہر سے آواز ابھری۔

"سر۔ دو گروپس کے درمیان مذہب کے نام پر تصادم ہوا ہے۔ وہ سب اسلحے سے لیس ہیں۔"

کسی لڑکی کی گھبراہٹ سے لرزتی آواز ابھری۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم پولیس کو کال کرو۔"

میرال نے فق ہوتی رنگت کے ساتھ ابرش کو دیکھا جو پریشان سی دروازے کے پاس کھڑی تھی۔

"یہ مذہب کا نام ہوئے تصادم میں بہت شدت ہوتی ہے۔"

"میں دیکھتی ہوں۔"

ابرش لاک کھولنے لگی جب میرال نے کہنی دبوچی۔

"نہیں آبی پلیز۔ یہ لوگ بہت خطرناک اور الٹے دماغ کے ہوتے ہیں۔ آپ پلیز حالات کنٹرول ہونے تک ادھر ہی رہیں۔۔۔"

وہ کہہ رہی تھی جب اس کا موبائل بجا۔

احمر بھائی کالنگ۔

"میرال۔"

"بھائی کی کال ہے۔ پلیز آبی۔ میری بات مان لیں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے ملتجیانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور فون کال پک کی۔ چیخ وپکار میں تیزی آگئی۔ ابرش نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"جی بھائی۔ "میرال کی آواز اب سنبھلی ہوئی تھی۔

"اوکے۔ میں روم نمبر ۳۵ میں ہوں۔ " میرال نے فون نیچے کیا اور ابرش کو دیکھا۔ اس نے سوالیہ ابرو چکائی۔

"بھائی آرہے ہیں۔ "

ابرش نے تعجب سے اسے دیکھا جو کرسی پر گر سی گئی تھی۔

"احمر بھائی کو کیسے پتا اس تصادم کا؟"

میرال نے کندھے اچکا دیئے۔ وہ اب کمپوزڈ لگ رہی تھی۔ چند لمحے خاموشی سے سرکے۔ ابرش میز کے ساتھ ٹیک لگائے مسلسل سوچتی نظروں سے میرال کو دیکھ رہی تھی۔

آخر میرال کو ناجیہ خالہ کے بارے میں علم کیوں نہیں ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ مظہر ماموں اپنی بہن کے بارے میں کچھ نہ بتایا ہو۔ آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

ابرش چونکی۔ وہیں میرال سیدھی ہوئی۔

"میرال، کیا تم اندر ہو؟" احمر کی آواز نے میرال کے تنے اعصاب پر سکون کیے۔ وہ گہری سانس لے کر اٹھی۔ ابرش اپنے ہاتھوں کی لرزش چھپانے کے لئے دیوار میں لگی شیلف کی طرف مڑ گئی۔ وہ تیار نہیں تھی۔ سولہ سال سے اسی لمحے کے لئے وہ خود کو تیار کرتی آئی تھی لیکن وہ تیار نہیں تھی۔

"میرال تم ٹھیک ہو؟"

احمر کی پر تشویش آواز پر ابرش کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔

"بھائی وہ میری ٹیچر ہیں۔ وہ بھی ساتھ جائیں گی۔" میرال نے گلا تر کرتے ہوئے ابرش کی طرف اشارہ کیا جو ان کی طرف پشت کئے کھڑی تھی۔ احمر نے الجھن سے اسے دیکھا۔ ابرش ساکت کھڑی کانوں میں دھڑکتے دل کی آواز سن رہی تھی۔ شائد یہ پہلی دفعہ ہوا تھا جب کوئی مڑے بغیر ہی نمک کا مجسمہ بن چکا تھا۔

"اوکے۔ ویسے بھی حالات کنٹرول میں ہیں۔ آرمی کے جوان آ گئے ہیں۔"

"رئیلی؟ گریٹ! وہ بھائی۔۔۔"

"نہیں، وہ نہیں آیا۔" احمر میرال کی بات کاٹ کر تیزی سے بولا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی خفیف سا اشارہ کیا۔ میرال نے سمجھ کر سر ہلا دیا۔ پھر وہ ابرش کی طرف مڑی۔

"میم، چلیں؟"

ابرش نے گالوں پر لڑھکتے آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑا اور ہاتھ میں پکڑی کتابیں سینے کے ساتھ لگاتے ہوئے مڑی۔

"السلام علیکم، احمر بھائی"! کانپتی آواز میں، جھکی پلکوں کے ساتھ وہ صرف اتنا ہی بول پائی۔

اور احمر علی حمزہ پر گویا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سولہ سال کا عرصہ تھا لیکن اسے ایک پل نہ لگا، یہ آواز اور انداز پہچاننے میں۔ وہ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم دونوں نے جان بوجھ کر میری رسٹ واچ چھپائی تھی نا؟ تاکہ اپنے کنویں جیسے پیٹ بھر سکو؟" دور کہیں وہ دس سالہ احمر بولا تھا اور اس کے آگے ابرش اور حازم کھڑے تھے۔

"بھائی، وہ تو اس گھامڑ نے۔۔۔" ابرش نے منمناتے ہوئے سارا ملبہ حازم پر ڈالنا چاہا۔ حازم نے گردن موڑ کر بے یقینی سے اسے دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"چپ کرو تم۔ تمیز سے بات کیا کرو۔ بڑا ہے تم سے۔" احمر نے اسے جھڑکا تو اس نے گڑبڑا کر پلکیں جھکا لیں۔ حازم نے فاتحانہ انداز میں اسی دیکھا۔

"اور تم، گدھے، شیطان کے سب سے بڑے چیلے، تمہارا جو خرافات سے بھرا دماغ ہے نا، اسے میں ابھی جوتے مار مار کر خالی کرتا ہوں تاکہ۔۔۔"

کئی سال پہلے کی آوازیں خاموش ہوئیں۔

"ابرش تم۔۔ تم یہاں؟ "وہ سو بار مر کر بھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ ابرش عبید اس کے سامنے تھی۔ وہی ابرش جس نے حازم کے ساتھ مل کر اس زندگی حرام کر رکھی تھی۔

ابرش نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں پانیوں سے لدی تھیں۔ سر کو خم دیا۔

"بھائی۔ ابھی چلیں۔ گھر چل کر بات کرتے ہیں۔ "میرال نے تیزی سے کہا۔

احمر نے جیسے سنا ہی نہیں۔ اس کے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے۔ سولہ سال کا حساب، سب الٹنے والا تھا۔ ابرش نہیں جانتی تھی کہ ناجیہ اور عروش سولہ سال سے لاپتہ ہیں۔ میرال یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی کوئی ناجیہ پھپھو بھی ہیں۔ وہ خود اس بات سے لاعلم تھا کہ زہرہ پھپھو اور ابرش کے ساتھ کیا ہوا تھا کہ وہ سولہ سال پہلے منظرِ عام سے غائب ہو گئے تھے۔ اور حازم تو کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔

سارا کھیل اس جاننے اور ناجاننے کا ہی تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ زہرہ پھپھو کے ملنے کی خوشی منائے یا سولہ سال پہلے کے زیاں کا غم۔

"بھائی۔ "میرال کے پکارنے پر وہ چونکا اور ابرش کو دیکھا۔ وہ سرخ چہرے کے ساتھ نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ احمر نے گہری سانس لی اور پلٹ گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ایک عدالت تھی جو آج لگنی تھی۔

****

ہیلی کاپٹر ہوا میں پرواز کر رہا تھا۔ اندر حازم اور کرنل عاصم آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ بیچ میں میز حائل تھی۔

"سر، جس ٹرک میں لوگ ہیں، وہ چاروں طرف سے گھرا ہوا ہے۔ اس ٹرک کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں بلٹ پروف ٹرکس ہیں۔ ہم انہیں ہٹ نہیں کر سکتے۔ " میز پر نور آباد کے گرد و نواح کا نقشہ پھیلائے، حازم کرنل عاصم کو بریف کر رہا تھا۔

"ہٹ دی ٹائرز؟ "کرنل عاصم نے سوالیہ لہجے میں کہتے ہوئے اس دیکھا۔ حازم نے نفی میں سر ہلایا۔

"Can't hit them either." ۔ ٹائرز بلٹ پروف ہیں۔

"تو؟ کوئی پلان ہے؟ "کرنل عاصم کی آنکھوں میں تشویش تھی۔ حازم چند لمحے نچلا لب دانتوں سے دبائے کچھ سوچتا رہا۔

"پہلے ابرار سے ٹرک کی پوزیشن معلوم کرلوں۔ "یہ کہتے ہوئے وہ کان میں لگے آلے کا بٹن دباتا مڑ گیا۔ کرنل عاصم اسے دیکھتے رہے۔

"ابرار، آر یو دیئر؟ "

"یس سر۔"

"اسٹیٹس؟"

"سر، ٹرک اس وقت نور آباد سے تھوڑا آگے ہے۔ ہم صرف محتاط تعاقب کر رہے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ میں آپ کو لوکیشن سینڈ کر رہا ہوں۔ "

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے۔ کچھ پتہ چلا کتنے لوگ اغوا کئے گئے ہیں؟ "

"جی سر۔ چودہ لوگ ہیں جن میں چھ عورتیں اور آٹھ مرد ہیں۔ اچھنبے کی بات یہ ہے سر کہ ان میں کوئی بچہ یا جوان نہیں ہے۔ مزید یہ کہ ان سب لوگوں کے گھر ایک دوسرے سے قریب تھے۔ یوں لگتا ہے جیسے دشمن کو نور آباد کا ایک مخصوص حصہ چاہئے تھا۔"

حازم کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ آنکھوں میں چوکنا سا تاثر ابھرا۔

"ایک گاؤں نما ضلعے سے صرف چودہ لوگوں کو اٹھایا گیا ہے جن میں سب ادھیڑ عمر ہیں اور وہ بھی ایک سرٹیفائیڈ پورشن سے۔ "وہ آنکھیں سکیڑے، ان معلومات کو جیسے دہرا رہا تھا۔ اس سب میں کوئی لنک تھا۔ جسے وہ تلاش نہیں کر پا رہا تھا۔

"جی سر۔ "

"اسے ہم بعد میں دیکھتے ہیں۔ ٹرک کو اپنی رینج میں ہی رکھنا۔ میرے پاس ایک پلان ہے۔ دھیان سے سنو۔۔۔"

کئی لمحے خاموش پانیوں کی طرح بہتے رہے۔

"سر، اس میں رسک ہے۔ اگر آپ کا کور بلو ہو گیا، تو؟ "

"واٹس لائف ود آؤٹ لٹل رسک؟ میں تمہیں شارٹ کٹ بھیج رہا ہوں۔ سب کو کمانڈ کرو۔ میں بس پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔ کرنل عاصم میرے ساتھ ہیں۔ میں آکر چارج سنبھالتا ہوں تب تک اس پلان پر کام شروع کرو اور رابطے میں رہنا۔ کلئیر؟ "

"راجر سر "!اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ حازم نے موبائل نکالا اور ایک نمبر ملا کر کان سے لگایا۔ کچھ گھنٹیوں بعد اٹھا لیا گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم، میں تمہاری محبوبہ نہیں ہوں جسے تم ہر دس منٹ بعد فون کھڑکا دیتے ہو۔ اب کیا تکلیف ہے؟ "آریان کی جلی کٹی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر کرنل عاصم کی موجودگی کا سوچ کر فوراً منہ سیدھا کیا۔

"ایم آن ڈیوٹی میجر آریان۔ تمہاری ضرورت ہے۔ لوکیشن بھیج رہا ہوں۔ فوراً پہنچو۔ " اس نے تحکمیہ لہجے میں کرخت آواز کے ساتھ کہا۔ دوسری طرف آریان گڑبڑا گیا۔

"کاپیڈ۔"

حازم نے کال کاٹ دی اور کرنل عاصم کی طرف مڑا۔

"تمہارا پلان قابلِ عمل ہے لیکن مسئلہ یہ ہے۔۔۔"

****

گاڑی میں پھیلی خاموشی وقت گزرنے کے ساتھ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میرال ابرش کے ساتھ پیچھے بیٹھی تھی۔ ابرش گردن موڑے پیچھے بھاگتے درختوں کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں سرخ اور بھیگی ہوئی تھیں۔ دل بار بار بھر آ رہا تھا۔ سالوں وہ اپنوں کے لئے تڑپی تھی اور آج اچانک اس کی حسرت کسی کٹے ہوئے پھل کے گرنے کی طرح پوری ہوئی تھی۔ پھر وہ خوش کیوں نہیں تھی؟ وہ متعجب سی اپنے آپ سے سوال کر رہی تھی۔

"کیا تم واقعی نہیں جانتی؟" دل نے جتانے والے انداز میں سوال کیا۔ وہ بے اختیار نگاہیں چرا گئی۔

"ابرش، تم کہاں رہتی ہو؟" اس دبیز خاموشی کو احمر کی سنجیدہ آواز نے توڑا۔

"نور آباد میں۔"

اس کے جواب پر احمر نے بے اختیار فرنٹ مرر میں دیکھا۔ وہ اسی طرح شیشے کے پار دیکھ رہی تھی۔

"وہ یہاں سے ڈیڑھ گھنٹہ دور ہے۔" اس نے جیسے اسے یاد دلایا۔ ابرش تلخی سے مسکرائی۔

"جی، ڈیڑھ گھنٹے کا فاصلہ ہے۔"

"لیکن اتنا دور کیوں؟"

"جب قسمت آپکو ایسے در پر لا پٹخے جہاں واپسی کی کوئی راہ نہ ہو، تو ایسے کڑوے گھونٹ بھرنے پڑتے ہیں۔"

گاڑی میں خاموشی چھا گئی۔ میرال نے ابرش کا چہرہ دیکھا اور کھنکھاری۔

"آپ کس ناجیہ خالہ کی بات کر رہی تھیں؟"

احمر کے حلق میں کچھ اٹکا۔ بے اختیار اس نے بات سنبھالنی چاہی۔

"باقی باتیں بعد میں کریں گے میرال۔ میں ابھی بابا کو انفارم کر دوں۔"

ابرش نے چونک کر احمر کو دیکھا۔ اس نے بات کیوں بدلی تھی؟ دل ڈوبنے لگا۔ ضرور کوئی بات تھی جس کی وجہ سے میرال ناجیہ کو جانتی نہیں تھی اور احمر اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گہری سانس لے کر اس نے اندر پنپتے خوف کو دبانے کی کوشش کی۔

"بابا، میرے پاس آپکے لئے ایسا سرپرائز ہے جسے سننے کے بعد آپ میری سیلری بڑھائیں گے۔ "احمر کی شوخ آواز گاڑی میں گونجی۔ ابرش نے جھنجھلا کر اپنے فون کو دیکھا۔ زہرہ فون نہیں اٹھا رہی تھیں۔ لازمی کسی دوست کی طرف ہونگی۔ اس نے خفگی سے گردن موڑلی۔

"ایسے کیسے بتادوں؟ پہلے میری سیلری بڑھائیں، پھر سوچتا ہوں۔"

****

سڑک کے اطراف کے سنسان علاقے میں ہر طرف خاردار جھاڑیاں تھیں۔ سڑک پر تین ٹرک ایک ہی لین میں آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کے آگے پیچھے بھی ایک ایک ٹرک تھا۔ ان سے تھوڑی دور، جھاڑیوں میں حازم اور آریان چھپے تھے۔ ساتھ تین فوجی تھے جو فاصلوں پر جھاڑیوں کی آڑ لئے ہوئے تھے۔

"بات سنو، ذرا نیچے ہو جاؤ۔ یہ جو تمہاری دو من کی کھوپڑی جھاڑیوں سے باہر نکل رہی ہے نا، انہیں نظر آگئی تو اوپر پہنچانے میں ایک سیکنڈ نہیں لگائیں گے۔ "حازم نے ڈپٹنے والے انداز میں آریان کو گھرکا جو ذرا سا سر نکالے دیکھ رہا تھا۔ آریان برا سا منہ بنا کر جھکا۔

"زیادہ حکم نہ چلاؤ۔ میں بھی میجر ہوں۔ " اس نے مصنوعی کالر کھڑے کئے۔

"انچارج، لیڈر اور ہیڈ میں ہی ہوں۔ " حازم نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"اچھا۔ پتہ کرو ابرار سے کیا پوزیشن ہے؟"

حازم نے سر ہلا کر بٹن دبایا۔

"ابرار، اسٹیٹس اپڈیٹ؟"

"سر، قریباً پانچ منٹ بعد وہ آپ تک پہنچ جائیں گے۔"

"گڈ۔ تم نے جو نقلی پان کا کھوکھا لگایا تھا، ان پانچ میں سے کتنے ڈرائیورز نے لیا تھا؟"

"تین نے۔"

"ہوں اوکے۔ اوور اینڈ آؤٹ۔ "اس نے رابطہ منقطع کیا تو آریان مشکوک نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"کیا؟ "اس نے کندھے اچکائے اور جھک کر پستول کا میگزین لوڈ کرنے لگا۔

"کیا تھا اس نقلی پان میں؟"

"کچھ خاص نہیں۔ ایک محلول تھا جو انسان کو یہ محسوس کرواتا ہے کہ اسے قے آنے والی ہے لیکن ہوتا کچھ نہیں ہے۔ اسی بہانے وہ تینوں اتریں گے اور ہم انہیں دبوچ لیں گے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ دونوں اپنے یکسر حلیوں سے مختلف، میلی شلوار قمیص میں موجود تھے۔ سر پر رومال باندھ رکھے تھے اور چہروں پر نقلی داڑھی تھی۔

"اللہ تم سے حساب لے گا جو تم نے مجھے یہ خیمہ پہنا دیا ہے نا۔ " آریان نے ایک نظر اپنی کھلی اور گدلی قمیص پر ڈالی۔ اس کی داڑھی کافی لمبی تھی۔ گردن میں ایک دو مالائیں بھی تھیں۔ آنکھوں کے گرد سرمہ پھیلا تھا جو حازم نے زبردستی اس سے دلوایا تھا۔

"ان ڈرائیورز نے سرمہ ڈالا ہوا تھا اس لئے تم بھی ڈالو۔ کیونکہ ہمیں ان کی جگہ لینی ہے۔"

یکدم آریان کو کچھ یاد آیا۔

"حازم، تم نے سرمہ نہیں ڈالا۔ "

حازم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور بے اختیار امڈتی مسکراہٹ دبالی۔ آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"کیونکہ تم زیادہ ہینڈسم ہو اس لئے میں نے تمہیں سرمہ لگوایا تھا تاکہ تمہیں نظر نہ لگے۔ میرا کیا ہے؟ مجھے تو کوئی دوسری دفعہ بھی نہیں دیکھے گا۔ "

آریان نے تعجب سے اسے دیکھا۔ یکدم اسے بات سمجھ آئی تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"بدتمیز انسان۔۔۔"

"وہ کالام والی اپنی حرکت یاد ہے؟"

آریان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اسی پل ٹرک ان سے تھوڑا گے جا کر رک گئے۔

"تیار ہو؟"

"ہمیشہ۔ "آریان نے مضبوطی سے کہا اور وہ جھاڑیوں کی آڑ لیتے آگے بڑھنے لگے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

یکے دیگرے بعد تین ڈرائیور اترے۔ ان کے چہرے زرد پڑ رہے تھے۔ درمیان والا ٹرک، جس میں مغوی لوگ تھے، اس کا ڈرائیور نہیں اترا تھا۔ حازم جانتا تھا کہ اسے سخت آرڈرز دئے گئے ہیں۔ وہ کسی صورت ٹرک سے نہیں اترے گا۔ وہ تینوں ڈرائیور جھاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔ ایک ڈرائیور حازم سے ذرا دور رکا۔ وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے جھکا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ محلول کا اثر ختم ہونے والا تھا۔ وہ تیزی سے آگے جھپٹا اور ڈرائیور کو دبوچ لیا۔ بنا آواز نکالنے کی مہلت دیئے، اس کی مخصوص نس دبادی۔ وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر گر گیا۔ حازم نے گہری سانس لی اور جھک کر ڈرائیور کا موبائل نکالا۔ اللہ کا نام لے کر وہ ٹرک کی طرف بڑھ گیا۔ اسی وقت جھاڑیوں سے آریان نکلتا دکھائی دیا۔

"سو تم بتاؤ ابرار کے ڈرائیور کے ساتھ کوئی اور شخص ہے؟"

"نو سر۔ کوئی نہیں ہے۔"

"گڈ۔ یہ ہمارے پلان کو مزید آسان کرے گا۔" وہ ہلکا سا مسکرایا۔

حازم دائیں ٹرک میں آ بیٹھا۔ سائیڈ مرر سے اسے نظر آتا پچھلے ٹرک آریان چلا رہا تھا۔ اب دیکھنا تھا کہ ان کا تیسرا ساتھی کس ٹرک میں تھا۔

"ذکا، کون سے ٹرک میں ہو؟" لبوں کو کم سے کم جنبش دیئے، وہ آہستہ سے بولا۔

"آگے والا سر۔" ایک فاتحانہ تاثر اس کے چہرے پر پھیلتا گیا۔

"گریٹ۔"

سب کے بیٹھنے کے بعد ٹرک چل پڑے۔

"سر ہم ڈرائیورز کو وہیں قابو کر کے ٹرکوں کو اپنی تحویل میں کیوں نہیں لے سکتے؟"

"وہ اس لئے ابرار کے ہمارے کلائمکس پوائنٹ سے تھوڑا سے آگے سڑک ایک پہاڑی پر چڑھ جاتی ہے۔ دشمن کسی کو اپنی ڈھال بنا کر وہاں پھینک سکتا ہے۔ اس لئے ہم وہ ڈھلان پار کر کے ان پر حملہ کریں گے۔"

ٹرک اب اونچائی پر چڑھنے لگے تھے۔ حازم محتاط انداز میں ڈرائیونگ کرتے ہوئے ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کیا اب تم لوگوں کی طبیعت ٹھیک ہے؟" ٹرک کے ساؤنڈ سسٹم سے آواز ابھری تو حازم چونکا۔ اس نے ذرا سنبھل کر کہا۔

"جی صاحب۔"

اتنے مختصر جملے میں کوئی اس کی آواز کا پتہ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ مطمئن تھا۔

"ڈھلان ختم ہوتے ہی ہمارا ٹرک ٹارگٹ ٹرک کو اوورٹیک کریں گے اور اس کا راستہ بلاک کر دیں گے۔ٹرک بلٹ پروف ہیں سو فائر نہیں کر سکتے۔ان کی چال انہی پر الٹ جائے گی۔ "

"ذکا،ڈواٹ"!

حازم نے دھیرے سے کہا۔کچھ پلوں بعد سب سے آگے والے ٹرک نے ٹرن لیا اور یوں سڑک کے درمیان میں رکا کہ راستہ بلاک ہو گیا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟ "ٹارگٹ ٹرک کے ڈرائیور نے شیشے سے سر نکال کر اونچی آواز میں کہا۔اسی وقت آریان کا ہاتھ حرکت میں آیا۔اس کے پستول میں سے گولی نکلی اور ڈرائیور کی گردن میں پیوست ہو گئی۔خون کا فوارہ ابلا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔بائیں ٹرک،جو ان کی دسترس میں نہیں تھا،اس کا آگے اور پیچھے سے فائرنگ ہوئی۔لیکن کوئی نقصان نہ ہوا۔

"ہم تم لوگوں کو آخری وارننگ دے رہے ہیں۔ٹرکوں کو خالی کر دو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔ "اسپیکر پر آواز گونجی۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"وہ ٹرک جو ہماری دسترس میں نہیں ہو گا،وہاں سے مزاحمت ہو گی۔لیکن ان کی آخری چال یہی ہو گی کہ وہ کسی معصوم کو اپنی ڈھال بنالیں گے۔ "

آریان نے اپنا ٹرک نامحسوس انداز میں پیچھے کر لیا اور ذکا بھی ٹرک کو آگے لے گیا۔تاکہ اگر ان پر کوئی بم وغیرہ اچھالا جائے تو ان کی رینج میں آنے سے قبل ہی وہ انہیں فضا میں ختم کر دیں۔

"اوکے۔اب بھگتو۔ "

اس کے ساتھ ہی بائیں ٹرک کے دروازے سے کچھ اچھالا گیا جو حازم کے ٹرک سے آ ٹکرایا۔ٹرک نے دیکھتے ہی دیکھتے آگ پکڑ لی اور دھڑا دھڑ جلنے لگا۔

آریان کا دل جیسے کسی نے مٹی میں لے کر اتنی زور سے بھینچا کہ اس کا سانس اندر ہی اندر رکنے لگا۔ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ موت کی سی سفیدی۔

"باااس "!

ایک آواز پھر گونجی۔ آریان نے سرخ پڑتی آنکھون سے سامنے دیکھا۔ سب دھندلا رہا تھا۔

ٹرک کا پچھلا دروازہ کھلا تھا اور ایک شخص نمودار ہوا۔ اس نے ایک بوڑھے آدمی کی کنپٹی پر پستول رکھی تھی۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"ٹرک خالی کر کے تم لوگ سائیڈ پر ہٹ جاؤ۔ ورنہ میں بوڑھے کو بھون دوں گا اور اس کا خون تمہارے سر پر ہو گا۔ "

آریان نے گہری سانس لی اور ٹرک سے نکل آیا۔ اس نے ہاتھ سر سے بلند کر رکھے تھے۔ ذکا بھی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

"اپنے ارد گرد چھپے سب ساتھیوں کو باہر نکلنے کا کہہ دو۔ جلدی۔ "مسلح شخص پھر غرایا۔ آریان نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"کوئی نہیں ہے ہمارے ساتھ۔" وہ سپاٹ انداز میں بولا۔

"اوہ ہاں۔ تیسرا تو مارا جا چکا ہے نا۔ "وہ طنزیہ مسکرایا۔ آریان اسے گھورتا رہا۔

"جب انہیں لگے گا کہ وہ بازی جیت چکے ہیں کسی بے گناہ کو ہتھیار بنا کر، تبھی جاڑیوں میں چھپا ہمارا ساتھی اس پر گولی چلا دے گا۔ خلاص" !

اچانک اس جلتے ٹرک کے پیچھے سے مسلح شخص پر گولی چلی۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی پھیلی اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح گرا۔ بوڑھا آدمی سرعت سے پیچھے ہٹا۔ دو تین آدمی ٹرک کے اندر سے بوکھلا کر نکلے۔ اسی وقت پھر

گولیاں چلیں اور وہ تینوں بھی لقمہ اجل بن گئے۔ٹرک میں بیٹھے سبھی مغوی زرد چہروں کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ لوگ پلیز اندر ہی رہیے۔ذکا،کنٹرول دا سچوئشن۔"

ذکا سر ہلاتے ہوئے انہیں ہدایتیں دینے لگا۔آریان تیزی سے ٹرک کے پیچھے آیا۔

"اوکے سر۔آپ ہیلی کاپٹر بھیجیں۔"

حازم اسکی طرف پشت کئے،کرنل عاصم کو بریفنگ دے رہا تھا۔وہ ان کپڑوں اور نقلی داڑھی سے چھٹکارا حاصل کر چکا تھا اور اپنے ازلی حلیے میں واپس آ گیا تھا۔سیاہ جینز پہ سیاہ ہوڈی۔آریان کا دل لمحے بھر کے لئے رکا تھا۔اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"گدھے،پورا پلان نہیں بتا سکتے تھے؟"اس کے قریب جا کر کندھے پر مکا مارتے ہوئے،وہ بولا۔حازم چونکا پھر خفگی سے کندھا سہلاتے ہوئے مڑا۔

"تمہارے پاس عقل نہیں تھی؟"

"اچھا چھوڑو۔اب کیا کرنا ہے؟"

"کرنل صاحب ہیلی کاپٹر بھیج رہے ہیں۔وہیں سے بیس پر اتریں گے پھر ان لوگوں کو ان کے گھر پہنچا دیں گے۔" حازم نے تفصیلی انداز میں بتایا۔

"ان کے گھروں میں اب خطرہ نہیں ہو گا؟ "آریان نے پوچھا۔

"اسی لئے ان کو ان کے رشتہ داروں کے گھر بھیج دیں گے۔اب تم صورتحال کنٹرول کرو۔میں احمر کو کال بیک کر لوں۔دس کالز کر چکا ہے۔"

"اوکے۔" آریان سر ہلائے پلٹ گیا۔

حازم نے جیب سے فون نکالا۔ اس سے پہلے وہ ڈائل کرتا، احمر کی کال آنے لگی۔

"کیا ہو گیا ہے احمر؟"

"حازم۔۔ تم۔۔ تم نور آباد والوں کو ریسکیو کر رہے ہو؟" احمر گھبرایا ہو لگ رہا تھا۔

"میں ریسکیو کر چکا ہوں لیکن تم۔۔ تمہیں کیا ہوا؟" حازم نے اچھنبے سے پوچھا۔

چند لمحوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"تم ریسکیو کر چکے ہو؟" احمر نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں بھئی، کیا ہو گیا ہے؟"

"اف۔۔ خدا تیرا شکر ہے۔" احمر نے مطمئن گہری سانس خارج کی۔

"احمر کچھ بتاؤ گے بھی یا پہیلیاں بجھواؤ گے؟" اب کہ حازم برہمی سے بولا۔

"وہ بابا کی۔۔" احمر کھنکھارا۔ "کزن ہیں زہرہ عبید۔ وہ بھی انہی میں ہیں۔"

"مجھے تو کسی کزن کا نہیں پتہ جو نور آباد میں رہتی ہوں۔" اس نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"ہیں نا ایک۔ تمہیں نہیں پتہ۔ انہیں ہمارے گھر پہنچا دینا اور ان سے کچھ کہنا مت۔"

"اوکے۔" حازم نے مزید بحث کے ارادے کو ملتوی کر دیا۔ بعد میں پوچھ لے گا۔

وہ فون بند کر تا ٹرکوں کی طرف آیا۔ آریان نے مردوں اور عورتوں کو الگ الگ ٹرکوں میں منتقل کر دیا تھا۔ وہ عورتوں کے ٹرک کے سامنے رکا۔

"آپ لوگ بے فکر رہیے۔ اب کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔" وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ وہ سب خواتین خوفزدہ لگ رہی تھیں۔

"آپ میں سے زہرہ عبید کون ہیں؟"

سر گھٹنوں میں دیئے بیٹھی زہرہ نے چونک کر سر اٹھایا۔ان کا چہرہ زرد تھا اور آنکھیں سرخ پڑ رہی تھیں۔ انہوں نے بھیگی آنکھوں سے ٹرک کے آگے کھڑے دراز قد نوجوان کو دیکھا جس نے چہرہ سیاہ ماسک سے چھپا رکھا تھا۔وہ سورج کے آگے یوں کھڑا تھا کے اس کے ارد گرد سے روشنی پھوٹ رہی تھی جو اس کا چہرہ اور آنکھیں مزید غیر مبہم بنا رہی تھی۔اسے دیکھ کر زہرہ کا دل بری طرح دھڑکا۔نجانے کیوں ان کی سرخ اور بھیگی آنکھیں دیکھ کر حازم کو جھٹکا لگا۔ دماغ میں ایک دھندلی اور مبہم تصویر بن رہی تھی۔کسی۔۔کسی عورت کی۔۔شائد۔اس نے لمحے بھر کے لئے آنکھیں بند کیں اور سر جھٹکا۔آنکھیں کھول کر اس نے زہرہ کو دیکھا۔

"آپ ہیں زہرہ عبید؟"اس نے نرمی سے پوچھا۔

انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔وہ سر کو خم دے کر پلٹ گیا۔

"سنو آر۔"

وہ جو کسی سپاہی کو حکم دے رہا تھا،اس کی آواز سن کر مڑا۔

"بیس پر اترنے کے بعد تم زہرہ عبید کو میرے گھر چھوڑ دو گے۔اوکے؟"

آریان چونکا۔

"کیوں؟وہ کون ہیں۔"

"بعد میں بتاؤں گا۔بس تم چھوڑ کر آجانا۔گھر پہنچنے پر احمر کو کال کر دینا۔وہ انہیں ریسیو کر لے گا۔" حازم اس کو سمجھاتے ہوئے مڑا۔

"تم خود کہاں جا رہے ہو؟"

"کسی کا پردہ فاش کرنے۔"آواز سرد تھی۔لہجہ ٹھنڈا تھا۔

اس کا ذہن عجیب الجھا ہوا تھا۔ اس خاتون کو دیکھ کر اس کو عجیب سا احساس کیوں ہوا تھا؟ شناسائی کا احساس۔ اپنائیت کی رمق۔ یوں جیسے وہ انہیں جانتا ہو۔ عجیب مخمصہ تھا۔

****

پوش علاقے میں کھڑے اس بنگلے میں جیسے عید اتر آئی تھی۔ فضا میں ہی سکون کا احساس پھیلا تھا۔ میرال اور ماہ گل کچن میں کھڑیں کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ باہر لاؤنج میں مظہر صوفے پر بیٹھے تھے، ابرش ان کے کندھے سے سر لگائے بیٹھی تھی۔ اس کے گالوں پر خشک آنسوؤں کے نشان تھے۔

"ماموں یہ سب سچ ہے؟ کوئی خواب تو نہیں ہے نا؟ "ابرش کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔ اسے یہ سب ایک ست رنگی بلبلے کی مانند لگ رہا تھا جو اوپر ہی اوپر اڑتا جا رہا تھا اور کسی بھی وقت پھٹ سکتا تھا۔

مظہر نے جھک کر اس کا سر چوما۔

"نہیں بیٹا۔ یہ سب سچ ہے۔ بس کچھ دیر میں احمر آپکی امی کو لیکر آجائے، پھر میں آپکو کہیں نہیں جانے دوں گا۔ "

ابرش چند لمحے خاموش رہی۔ پھر دھیرے سے بولی۔

" ماموں۔ خالہ کہاں ہیں؟"

مظہر چپ ہو گئے۔ گویا مناسب الفاظ تلاش کر رہے ہوں۔ ابرش کا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔

"ماموں؟ "اس نے دہرایا۔

"ابرش۔ آپ کی امی آجائیں، پھر میں آپکو سب بتاؤں گا۔ "

ابرش کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔ کچھ غلط تھا۔ شائد سب غلط تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آبی، اگر آپ نے میرے ہاتھ کے چکن اسٹیکس کھائے نا، تو آپ انگلیاں چاٹتی رہ جائیں گی۔" میرال پر جوش انداز میں بولتی، ٹشو سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کچن سے نکلی۔ ابرش نے بدقت چہرے پر مسکراہٹ طاری کرتے ہوئے اس دیکھا۔

"چلو میرال، ابرش کو کمپنی دو۔ میں احمر سے رابطہ کروں۔ ڈھائی گھنٹے ہو گئے ہیں، نجانے کہاں رہ گیا ہے؟" مظہر ہاتھ میں فون لئے، اٹھتے ہوئے بولے۔

"بس بابا کچن کا کام ختم ہونے والا ہے۔ میں دس منٹ میں آئی۔"

"اٹس اوکے میرال۔ تم کام کرلو میں ٹھیک ہوں۔" ابرش نے نرمی سے کہا۔ میرال مسکرا کے کچن میں چلی گئی۔ مظہر اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ ابرش نے صوفے سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

"بابا، حازم بھائی کو بھی کال کر لیں۔ خود سے تو وہ آئیں گے نہیں۔" میرال کی خفا سی آواز کچن میں گونجی۔

جہاں انٹرنس کی طرف بڑھتے ہوئے مظہر کے قدم زنجیر ہوئے، وہیں ابرش کا دل بھی دھڑکنا بھول گیا۔

"میرال، کام پر دھیان دو۔" ماہ گل نے بے اختیار اسے ڈپٹا۔ مظہر تیزی سے باہر نکل گئے۔

ابرش کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ کیا تھا آخر یہ سب؟ کیا چھپایا جا رہا تھا؟ اس نے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ خالہ کو اگر میرال نہیں جانتی تھی تو حازم یہاں کیا کر رہا تھا؟ اف اللہ! وہ کیا کرے؟

"ابرش بیٹا"!

ماہ گل کی شفیق آواز پر اس نے سر اٹھایا۔ برسوں بعد بھی وہ اتنی نرم اور پر سکون تھیں۔ وہ آہستہ سے اس کے پاس آ بیٹھیں۔ اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے، انہوں نے نرمی سے اسے دیکھا۔

"بیٹا، کچھ رازوں کی قیمت بہت بھاری ہوتی ہے۔ اتنی بھاری جتنا کہ کوئی تاج پہننے والا سر ہوتا ہے۔ ہمیں صرف صبر سے ان رازوں کے کھلنے کا انتظار کرنا چاہیے۔"

ابرش کے چہرے پر آنسو لڑھکنے لگے۔

"مامی جان حازم یہاں کیوں ہے؟ اور اگر وہ یہاں ہے تو خالہ کہاں ہیں؟ اگر وہ یہاں تھا تو اتنے برس ہمیں تلاش کرنے کیوں نہیں آیا؟ "اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔ ماہ گل نے اسے ساتھ لگا لیا اور نرمی سے اس کے بالوں کو چوما۔

"میں نے کہا نا ابرش، ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ "

"میرے پاس بہت سوال ہیں۔ بہت شکوے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ " اس کے لڑھکتے آنسوؤں میں تیزی آگئی۔ ماہ گل کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ وہ مظہر کے سامنے بھڑاس نہیں نکال سکی۔ اس کے دل کا غبار اب نکل رہا تھا۔ سولہ سال کا کرب پھر عود آیا تھا۔

"اسے آنا چاہیے تھا۔ سالوں پہلے اسے ہی آنا چاہیے تھا۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔ میرے لئے نہیں تو امی کے لئے تو آجاتا۔ میں نے سالوں اس کا انتظار کیا۔ مگر وہ نہیں آیا۔ "وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ وہ ابرش جس کو سولہ سال کے دکھوں نے اتنا مضبوط کر دیا تھا کہ مسکرا کر ہر زخم سہہ لیتی تھی، اب بکھر گئی تھی۔

"ابرش، ایسے مت روؤ بیٹا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "

وہ پھر بھی روئے جا رہی تھی۔ نجانے کون سا غم زیادہ بڑا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

کچھ گھنٹوں قبل

"میرال تم ابرش کو اندر لیکر جاؤ، میں خالہ کو لیکر آتا ہوں۔ " احمر نے گاڑی گھر کے سامنے روکتے ہوئے کہا تھا۔

"آپکو کافی ٹائم لگے گا بھائی۔ کم از کم تین سے چار گھنٹے۔ " ابرش نے فکر مندی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ اتنا تو کر ہی سکتا ہوں۔ " وہ نرمی سے مسکرایا۔

اب وہ نور آباد جانے والی سڑک پر گاڑی ڈالی کچھ سوچ رہا تھا۔ جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔ اس نے سر جھٹکا اور سامنے دیکھا۔ نور آباد کی حدود میں داخل ہوتے ہی اسے جگہ جگہ پولیس اہلکار نظر آ رہے تھے۔ اس نے متعجب نگاہوں سے ارد گرد دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ سے پرچی اٹھائی اور اس پر لکھے ایڈرس پر نظر ڈالی۔ چند لمحوں بعد اس نے گاڑی مطلوبہ پتے پر روک دی۔ سر اٹھا کر گھر کا جائزہ لینا چاہا تو اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ دروازہ چوپٹ کھلا تھا اور دروازے پر دو تین اہلکار کھڑے تھے۔

وہ باہر نکلا اور ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ سپاہی نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"یہاں کے مکین کو اغوا کر لیا گیا ہے۔" سپاہی نے سپاٹ انداز میں اسے اطلاع دی۔

وہ سن رہ گیا۔ بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کب؟"

"تین گھنٹوں قبل۔ آرمی آپریشن کر رہی ہے۔"

احمر بمشکل پیچھے ہٹا۔ لرزتے ہاتھوں سے فون نکالا۔

"نہیں اللہ پلیز یہ مت کیجئے گا۔ سب شروع ہونے سے پہلے ہی ختم نہ کریں۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے فون کان سے لگایا مگر دوسری طرف کال نہیں پک کی گئی۔ اس نے بے بسی سے موبائل کو دیکھا اور کار میں آ بیٹھا۔ دل مسلسل کسی انہونی کے احساس سے ڈوب رہا تھا۔ میسج ٹون بجی۔

"تمہارا بھائی انہیں چھڑا لے گا۔ پریشان مت ہونا اور نہ ہی کسی سے تذکرہ کرنا۔ بس ایک گھنٹہ مزید۔"

احمر نے بے یقینی سے موبائل دیکھا۔ کوئی انجان نمبر تھا۔ آخر یہ کون تھا جو اس سے اتنا باخبر تھا۔ کچھ سوچ کر اس نے آریان کا نمبر ملایا مگر وہ بھی بند تھا۔ اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

****

آریان نے گاڑی بنگلے کے سامنے روکی تو زہرہ نے چونک کر اسے دیکھا جو اب ذرا مہذب حلیے میں تھا۔

"بیٹا یہ میرا گھر تو نہیں ہے۔" انہوں نے پریشانی سے کہا۔ان کی آواز زکام زدہ سی تھی۔

"آنٹی میرے سر پھرے دوست نے آپ کے لئے یہی ایڈرس دیا تھا۔ آپ اندر چلی جائیں۔کچھ نہیں ہو گا۔" اس نے نرمی سے ذرا 'تمیز' سے کہا۔لیکن زہرہ مطمئن نہ ہوئیں۔

"بیٹا میں ایسے کیسے کسی کے گھر میں چلی جاؤں؟ میں تمہیں ایڈرس بتاتی ہوں تم۔۔"

"آنٹی، پریشان نہ ہوں۔ آپ اطمینان سے اندر جائیں۔ میں باہر ہی ہوں۔ کوئی مسئلہ ہوا تم مجھے بتا دیجئے گا۔" اس کے نرم لہجے میں کی گئی یقین دہانی پر وہ متذبذب سی باہر نکلیں۔ گیٹ تک پہنچ کر انہوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔ آریان نے مسکرا کر اندر جانے کا اشارہ کیا۔زہرہ نے گہری سانس لے کر دروازہ دھکیلا جو کھلتا گیا۔سامنے ڈرائیووے کے اطراف میں کھلا اور دیدزیب لان تھا۔شام آہستہ آہستہ گہری ہو رہی تھی۔

احمر، جو پلر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا، انہیں اندر آتا دیکھ کر بے اختیار ان کی طرف بھاگا۔

"پھپھو"!

زہرہ عبید کی ساری دنیا اس آواز پر برف ہوئی تھی۔احمر ان کے قریب آیا۔زہرہ نے چند لمحے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا اور پھر ان کی آنکھوں میں بے یقینی پھیلی۔وہ لڑکھڑا گئیں۔احمر نے تیزی سے انہیں سنبھالا۔

"پھپھو، آپ ٹھیک ہیں؟ میں احمر۔"

"احمر۔" ان کے لب پھڑپھڑائے۔

"تم۔۔تم احمر ہو؟" وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھیں۔احمر نے بھیگی آنکھوں سے اثبات میں سر ہلایا۔

"نہیں۔۔تم۔۔کیسے؟" وہ بے ربط جملے بول رہی تھیں۔احمر نے ان کے گرد بازو لپیٹ کر انہیں ساتھ لگا لیا۔

"میں احمر ہوں، پھوپھو۔ آپ کا احمر "!وہ گیلی آواز میں بولا۔ زہرہ ایک جھٹکے سے اس سے علیحدہ ہوئیں۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں۔ چہرے پر آنسو لڑھک رہے تھے۔ انہوں نے بے یقینی سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ احمر نے ان کا ہاتھ تھام کر چوما۔

"احمر۔ " انہوں نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔

"احمر۔۔۔ میرا بچہ۔ کہاں تھے تم؟ "وہ روتے ہوئے یہی فقرے دہرا رہی تھیں۔ احمر نرمی سے ان کے بال سہلا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

باہر آتے مظہر کے قدم زنجیر ہو گئے۔ دل لمحے کے لئے رکا۔ وہ ان کے سامنے تھی، ان کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بہن، جو قسمت نے چھین لی تھی۔ انہوں نے جلتی آنکھوں کو پل کے لئے بند کیا۔ کچھ گرم آنسو چہرے پر لڑھک گئے۔ آج پھر ناجیہ بے حساب یاد آئی تھیں۔ وہ قدم قدم چلتے ان دونوں تک آئے۔

"زارا۔ "

صدیوں بعد جیسے انہوں نے اپنی بہن کو اس نام سے پکارا تھا جو بچپن میں انہوں نے اسے دیا تھا۔

"بھائی۔۔ "زہرہ کرنٹ کھا کر مڑیں۔ ان کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

مظہر نے نرمی سے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔ زہرہ پھر رو پڑیں۔ ہچکیوں کے ساتھ۔ کرب کے ساتھ۔ سولہ سال کا طویل عرصہ کہیں فضا میں تحلیل ہو گیا تھا۔

دور اینٹرنس پر کھڑی ابرش نے بھیگی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔

اس کی ماں نے ہمیشہ یہی تو چاہا تھا۔ آج انہیں مل گیا تھا۔ شائد۔۔

****

تہہ خانے میں موت سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آج وہاں تیز روشنی تھی جو سب کے چہروں کو عیاں کر رہی تھی۔ طویل میز پر وہ تینوں سانس روکے اپنے سامنے کھڑے دراز قد شخص کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنے مخصوص سیاہ حلیے میں تھا۔ چہرے پر لگا بلیک ماسک اور بھوری آنکھوں کا سپاٹ تاثر ان پر رعب طاری کر رہا تھا۔ وہ ہاتھ میں پکڑی فائل کے صفحے پلٹا رہا تھا۔

حسن بے چینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے یکدم اس بلاوے کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ زین مطمئن سا بیٹھا تھا۔ سیدھا راستہ ایسے ہی بے فکر رکھتا ہے۔ جبکہ احتشام آنکھیں سکیڑے اس کو بغور دیکھ رہا تھا۔

حازم نے فائل بند کی اور جھک کر میز پر رکھی اور سیدھے ہوتے ہوئے ان تینوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔

"I'm Major Hazim Ali Hamza. Incharge of this secret mission."

اس کی سنجیدہ آواز گونجی تو تینوں بے اختیار سیدھے ہوئے۔ تو یہ تھا وہ شخص جو سب لیڈ کر رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں دلچسپی ابھری۔

"آپ تینوں کو یونیورسٹی اپائنٹ کیا گیا تھا۔ در گزڈیلر کے خلاف۔ ایک کے علاوہ باقی دو نے احسن طریقے سے اپنا کام کیا۔ ان کے سرغنہ کو انڈر گراؤنڈ ہونا پڑا۔ نئے لیڈر کو اپنے قدم جمانے کے لئے وقت درکار ہو گا اور وہ وقت ہمارے لئے کافی ہو گا۔ آج بھی تصادم کے دوران اس نے عالم کے کارندوں کو بھاگ جانے کا موقع دیا۔"

وہ سانس لینے کو رکا۔ تینوں حیرانی سے اسے سن رہے تھے۔

"کام دیتے ہوئے میں نے پہلے دن ہی کرنل عاصم کو کہا تھا کہ ہم میں غدار موجود ہے اور صحیح وقت آنے پر میں اسے دبوچ لوں گا۔ صحیح وقت آ گیا ہے۔"

اس کا لہجہ سرد سے سرد تر ہوتا گیا۔ کمرے میں واضح تناؤ پھیل گیا۔ مخبر کا چہرہ فق پڑ گیا۔

"میں سوچتا رہا کہ کیا وجہ تھی کہ اتنا ٹیلنٹڈ اور محب وطن کیپٹن ملک سے غداری کر رہا ہے؟ پھر میں نے اس کا بیک گراؤنڈ چیک کروایا۔"

وہ سینے پر بازو لپیٹے ان کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا۔ مخبر کے علاوہ دونوں غور سے سن رہے تھے۔

"پھر مجھے پتہ چلا کہ اس کیپٹن کے والد ایک جاسوس تھے۔ جن کا کور بلو ہو جانے پر ان کا کورٹ مارشل کر دیا گیا۔ دل برداشتہ ہو کر والد صاحب جو کہ باعزت ریٹائیر منٹ چاہتے تھے اپنی تیرہ سال کی محنت کو ضائع ہوتا نہ دیکھ سکے اور انھوں نے خودکشی کر لی۔ وہ لڑکا تب سے لے کر آج تک اس فوج اور ملک سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ یہی سوچ کر وہ فوج میں بھرتی ہوا۔ وہ مقام بنانا چاہتا تھا۔ سو جب یہ اہم مشن اسے سونپا گیا تو وہ دشمن سے مل گیا۔"

مخبر تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ نفرت سے حازم کو دیکھ رہا تھا۔

"سو ہر وقت تم لوگوں پر نظر رکھی جاتی۔ جس رات کو غدار جسے مخبر بھی کہا جاتا ہے عالم سے ملنے گیا اس رات اس سے کوئی ٹکرایا تھا۔ تب اس نے اچھی طرح اپنی جیبیں ٹٹولیں کہ کہیں ٹکرانے والا شخص دشمنوں کا نہ ہو۔ اس سے صرف ایک غلطی ہوئی کہ اس نے ٹائی چیک نہیں کی تھی جہاں ٹکرانے والے شخص نے پن کیمرہ اٹیچ کر دیا تھا۔ اس کیمرے نے وہ سارا منظر، سارا سنیریو ریکارڈ کر لیا تھا۔ پھر کچھ عرصے بعد اس کا موبائل میں نے ایک دوسرے موبائل سے بدل دیا تھا۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

مخبر شل رہ گیا۔ باقی دونوں بری طرح چونکے۔ انہوں نے بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ حازم کہہ رہا تھا۔

"موبائل سے میں نے سارا ڈیٹا نکلوا لیا۔ عالم کو کی جانے والی کالز، ای میلز اور بنک کی ٹرانزیکشنز کا ریکارڈ حاصل کر کے پختہ ثبوت حاصل کر لئے۔"

وہ خاموش ہوا تو تہہ خانے میں خاموشی چھا گئی۔ پھر حسن بے یقینی سے بولا۔

"تو اس کا مطلب ہے۔۔"

"احتشام خان ہی غدار اور مخبر ہے۔ "بلند آواز میں بولتے ہوئے اس نے ایک کاٹ دار نظر احتشام پر ڈالی جو خاموش اور سپاٹ بیٹھا تھا۔ حسن نے صدمے سے اسے دیکھا۔

"کیوں کیا تم نے ایسا احتشام؟"

"بدلے کی آگ تھی اور انتقام کا جنون۔ کوئی حرکت مت کرنا۔ تم سنائپر گن کے نشانے پر ہو۔ "اس نے یکدم تنبیہ کی۔ احتشام نے تنفر سے اسے دیکھا۔ دروازے کھلے اور سپاہی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے آتے ہی احتشام کو دبوچا اور اس کے ہاتھ پیچھے کر کے ہتھکڑی لگا دی۔

"تمہارا مقدمہ فوجی عدالت میں چلے گا اور انجام تم جانتے ہو۔"

احتشام لب بھینچے اسے گھورتا رہا پھر وہ اسے لے گئے۔ حازم نے گہری سانس لی اور ہوڈی کی آستینیں چڑھاتا ان کی طرف پلٹا۔

"تم دونوں اپنے سیکٹر واپس جا سکتے ہو۔"

ان دونوں نے سر ہلایا اور سیلیوٹ کرتے پیچھے ہوئے۔ تہہ خانے میں خاموشی چھا گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

رات اپنے اندر بہت سے راز سموئے گزر رہی تھی۔ اندھیرا گہرا ہو رہا تھا۔ کچن میں ماہ گل کھانے کے بعد برتن دھو رہی تھیں۔ میرال دھلے ہوئے برتنوں کو اسٹینڈ میں لگا رہی تھی۔ ابرو خفگی سے بھینچ رکھے تھے۔

"بھائی کو دیکھیں ذرا۔ میں نے کہا کہ بابا کی کزن آئی ہیں، آ کر مل لیں۔ کہتے ہیں، میں گیارہ بجے آؤں گا۔ "میرال نے حازم کی نقل اتارتے ہوئے سر جھٹکا۔

ماہ گل کے ہاتھ رکے۔ ان کی آنکھوں میں زخمی تاثر ابھرا۔

"آئیں نا، ماما جان۔ پھپھو کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ " میرال کو یکدم خیال آیا۔

"میرال، میں۔۔"

"چھوڑیں بھی! آئیں۔ وہاں باتیں ہو رہی ہیں۔ چلیں۔ " میرال نے زبردستی آگے بڑھ کر نل بند کیا اور کچن ٹاول انہیں تھمایا۔ ماہ گل نے آنکھیں میچ کر گہری سانس لی۔ وہ دونوں لاؤنج کی طرف بڑھ گئیں۔

"زہرہ، ہم اس بارے میں کل بات کریں گے۔ " مظہر مدافعانہ انداز میں بولے۔ زہرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں بھائی۔ آپ ابھی بتائیں۔ کہاں ہیں ناجیہ ؟ "

ان کی دائیں طرف بیٹھی ابرش خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے آس پاس سرخ گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ بائیں صوفے پر بیٹھا احمر بھی سر جھکائے، اپنے پیروں کو گھور رہا تھا۔

مظہر نے بے بسی سے کاؤچ پر بیٹھی ماہ گل کو دیکھا جن کی آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ چند لمحے خاموش رہے پھر سر اٹھا کر گہری سانس لی۔

عدالت شروع ہو گئی تھی۔

"سولہ سال ہو گئے ہیں، زہرہ۔ لیکن مجھے کسی پل صبر نہ آیا۔ اپنوں کی موت پر صبر آجاتا ہے لیکن گمشدگی پر دل ہر لمحہ سلگتا ہے۔ ہر لمحہ ایک آگ ہوتی ہے۔ ایک عذاب ہوتا ہے۔"

زہرہ اور ابرش سانس روکے انہیں سن رہی تھیں۔ موت کی سی خاموشی۔ سرد سا سناٹا۔

"زہرہ۔ سولہ سال پہلے۔ "ان کی آواز کانپی تھی۔ " سولہ سال پہلے ۱۲ اگست کے دن ناجیہ اور عروش لاپتہ ہو گئی تھیں۔ "

وہ صور تھا جو زہرہ کے کانوں میں پھونکا گیا تھا۔ ان کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ ابرش نے گدی زور سے مٹھی میں بھینچ لی۔ اس کا سانس رکنے لگا تھا۔

"میں نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن۔۔۔"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں، بھائی۔ " زہرہ یکدم اونچی آواز میں ان کی بات کاٹ کر بولیں۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ پلیز ایسا نہ کریں۔ مجھے بتادیں، بھائی۔ "انہوں نے منت سے کہا۔ ابرش شل سی مظہر کو دیکھ رہی تھی۔ احمر ہنوز سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مظہر نے بے بسی سے انہیں دیکھا۔

"زہرہ، ہمت کرو۔ دیکھو۔۔۔ "

"بھائی، پلیز۔ "زہرہ کی آواز لرز رہی تھی۔ مظہر نے تکان سے پیشانی مسلی۔

"زہرہ، یہی سچ ہے۔ تمہارے غائب ہونے سے ایک دن قبل مجھے کال ملی تھی۔۔۔۔"

لمحے پگھلتے رہے۔ وقت ان دونوں ماں بیٹی کے کانوں میں سیسہ انڈیلتا رہا۔

مظہر خاموش ہوئے تو موت سا سناٹا چھا گیا۔

ابرش سرخ پڑتی آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔ ان کا سالوں کا خواب اتنی بری طرح چکنا چور ہوا تھا کہ ان کا پورا وجود لہولہان ہو گیا تھا۔

زہرہ خاموش تھیں۔ احمر کو لگا، وہ حقیقت کو قبول کر رہی ہیں۔ لیکن وہ یکدم اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ سب ایک بکواس کہانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ " وہ دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔

ابرش نے تیزی سے ان کا ہاتھ پکڑا۔ مظہر نے بہتے آنسوؤں سے انہیں دیکھا۔

"امی، پلیز "!

زہرہ نے اپنے ہاتھ چھڑائے اور اس کی طرف مڑیں۔

"ابرش، وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ میری بہن یہیں کہیں ہے۔ بھائی جھوٹ بول رہے ہیں۔ سنا تم نے؟ مجھے اپنی بہن کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ اس لئے تم۔۔۔ "وہ بولتی بولتی رکیں جیسے کچھ یاد آیا ہو۔ کچھ ایسا جس کو بھولنا نہیں چاہیے تھا۔

انہوں نے نگاہیں دھیرے سے مظہر کی طرف موڑیں۔ احمر بے بسی سے انہیں دیکھ رہا تھا اور میرال تعجب سے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"بھائی آپ نے کہا کہ ناجیہ اور عروش۔ "حلق میں کچھ اٹکا۔ " لاپتہ ہوئی ہیں۔ تو پھر حازم؟ وہ کہاں ہے؟ "

ابرش کا دل رکا۔ ماہ گل نے آنکھیں میچ لیں۔ وہ سوال قیامت تھا۔ جو احمر کا سر پھر جھکا گیا۔ میرال نے اچھنبے سے زہرہ کو دیکھا۔ وہ بھائی کا کیوں پوچھ رہی تھیں؟

"بھائی، حازم کہاں ہے؟ "زہرہ اب اونچی آواز میں بولیں۔ مظہر نے شکستگی سے انہیں دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں دل میں کاٹ دینے والا درد تھا۔

"اس نے اس حادثے کے بعد اپنی یادداشت کھو دی تھی۔ وہ سب بھول گیا ہے۔ "

ابرش کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے حلق میں ہاتھ ڈال کر اس کی جان نکال دی تھی۔ سارے آسمان اس کے سر پر ٹوٹے تھے۔ وہ بے یقینی سے مظہر کو دیکھتی رہ گئی۔ ذات فنا ہونے لگی۔ وجود مبہم ہونے لگا۔ ست رنگی بلبلہ پھٹ گیا تھا۔

زہرہ بے دم ہو کر گھٹنوں کے بل گر گئیں۔ احمر بے اختیار ان کے ساتھ بیٹھا اور انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔ ایک بے نام سا آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹ کر چہرے پر بہتا گیا۔

میرال کے اوپر گویا کسی نے کھولتا ہوا تیل پھینک دیا۔ وہ شل رہ گئی تھی۔

مظہر دھیرے سے اٹھے اور زہرہ کے ساتھ پنجوں کے بل بیٹھے۔

"بھائی، اس سب کے لئے تو میں نے اتنے سال انتظار نہیں کیا تھا۔ " زہرہ کی آواز کرچی کرچی تھی۔ اس میں خوابوں کے ٹوٹنے کا عکس تھا۔ وہ رو رہی تھیں۔

"میری بہن مجھ سے کھو گئی۔ میرا بیٹا مجھے بھول گیا۔ میں تو تہی داماں رہ گئی بھائی۔ میرا کیا قصور تھا۔ " وہ مظہر کے ساتھ لگیں، آنکھیں بند کئے، بکھری سی کہہ رہی تھیں۔

"ناجیہ کو لے آئیں، بھائی۔ اس سے کہیں کہ آ جائے۔ ایک دفعہ مجھ سے مل لے۔ "

ابرش شل کھڑی تھی۔ ایک جھٹکے سے وہ مڑی اور بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کس کا کمرہ ہے۔ فی الحال جاننے کی پروا نہیں تھی۔ اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور دروازے کے ساتھ لگ کر فرش پر بیٹھتی گئی۔ اس کے اعصاب ابھی تک مفلوج تھے۔

اس نے کلائی سامنے کی۔ ہاتھ میں چمکتے موتیوں کا بریسلیٹ تھا۔ اس نے نوچ کر بریسلیٹ اتارا۔ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ پھر یکایک اس کی خشک سیاہ آنکھوں میں پانی ابھرا۔ اس نے زور سے بر سیلیٹ دیوار پر دے مارا اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

یہ کیا ہو گیا تھا؟ کیا اس دن کے لئے وہ تڑپ رہی تھی کہ اسے احساس ہو کہ وہ سب کھو چکی تھی۔

"یہ کیا کیا آپ نے میرے ساتھ، اللہ؟ میں یہ ڈیزرو نہیں کرتی تھی۔ " وہ گھٹنے سینے سے لگائے رو رہی تھی۔ کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔ شیشے کی کھڑکی سے چاند کی روشنی اندر گر رہی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابو بھی چلے گئے، اللہ۔ میں نے صبر کر لیا۔ قطرہ قطرہ اپنی ذات سمیٹی۔ یہ سوچ کر کہ ایک دن مجھے سب مل جائے گا۔ اپنی فیملی۔ اپنی ماں جیسی خالہ مجھے واپس مل جائیں گی۔ لیکن آج، اللہ۔۔۔ " اس نے شکوہ کناں نظروں سے اوپر دیکھا۔ " آج مجھے پتہ چلا کہ میں تو زندگی کی دوڑ میں سب ہار گئی ہوں، اللہ۔ میری خالہ مجھے چھوڑ گئیں۔ میں کہاں سے اتنا صبر لاؤں؟ "اس کا دل الٹی برچھی سے زخمی ہو رہا تھا۔ خون اندر ہی اندر گر رہا تھا۔

"وہ کیسے چلی گئیں؟ انہوں نے ہمارا انتظار کیوں نہیں کیا۔ میں کیا کروں اللہ؟ کہاں سے اپنے غموں کا ازالہ کروں؟ "چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ بکھرے سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"وہ۔۔ وہ سب بھول گیا، اللہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حازم ابرش کو بھول جائے؟ وہ کیسے بھول گیا؟ "

وہ سر دروزے سے لگائے روئے جا رہی تھی۔ آنسو تیزی سے اس کے چہرے پر پھسل رہے تھے۔ اس کے پاس رونے کے لئے بہت غم تھے۔

"میں کیا کروں، اللہ؟ کیسے واپس لاؤں سب؟ اسے اس کی یادداشت، اس کی یادیں دے دیں۔ اللہ، میرے ساتھ ایسا نہ کریں۔ اسے تو یہ بھی نہیں پتہ کہ میں اس کے نکاح میں ہوں۔ پلیز، اللہ۔ ہیلپ می۔"

اس لمحے ابرش عبید کو ادراک ہوا کہ وہ خوش کیوں نہیں تھی؟ سب پا کر بھی ویرانی تھی کیونکہ وہ نہیں ملا تھا جو اب شائد کبھی نہیں ملنا تھا۔ اس لمحے اسے احساس ہوا تھا کے ابرش عبید کو حازم حیدر رضا سے محبت تھی۔ وہ محبت جس سے وہ کئی سالوں سے نگاہیں چرا رہی تھی۔ وہ اسے بھول گیا تھا تو ابرش کو لگا کہ دنیا راکھ ہو گئی تھی۔ سب ویران، سب ختم ہو گیا۔

سیاہ آسمان پر جگمگاتا چاند اداسی سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اندھیرے کمرے میں روتے ہوئے صرف دو جملے دہرا رہی تھی۔ جو سب پا کر بھی سب ہار گئی تھی۔

"پلیز ہیلپ می، اللہ۔ میرے ساتھ یہ نہ کریں۔"

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کرنل عاصم نے فون کان سے لگایا۔

"سر خط پہنچا دیا گیا ہے۔"

انہوں نے بنا کچھ کہے کال کاٹ دی۔ وہ جانتے تھے کہ مظہر علی حمزہ کے گھر کیا چل رہا ہو گا۔ انہوں نے تکان سے سر بیڈ کراؤن سے ٹکا لیا۔

سولہ سال قبل:

۱۹ اگست۔

سیاہ سفری بیگ دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے عاصم نے سرمئی دروازے پر دستک دی۔ چند پلوں بعد دروازہ کھلا۔ وہ ہلکا سا مسکرائے۔ بھوری آنکھوں والا لڑکا انہیں دیکھ کر ساکت ہوا تھا۔

"چاچو۔۔ "بے یقینی لہجے سے جھلک رہی تھی۔

"اندر نہیں بلاؤ گے ؟ "

وہ گڑبڑا کر سائیڈ پر ہوا۔ عاصم ایک شریر مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"السلام علیکم چاچو۔ اتنے عرصے بعد کیسے خیال آگیا؟"

عروش مسکرا کر کہتی ان سے مل رہی تھی۔ دوپٹہ سر پر حجاب کی طرح لپیٹے وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ حجاب ہر کسی کو خوبصورت بنا ہی دیتا ہے۔

"وعلیکم السلام۔ لیکن لگتا ہے کسی کو صدمہ ہو گیا ہے۔ "انہوں گردن موڑ کر پیچھے کھڑے حازم کو دیکھا جس نے خفگی سے رخ موڑ لیا۔

"اوہ۔ لگتا ہے کوئی ناراض بھی ہے۔ "ان کے لبوں پر مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ناجیہ مسکرا کر ان کے سامنے بیٹھیں۔

"لگتا ہے ایک سال بعد چھٹی ملی ہے تبھی گھر کا خیال آیا ہے۔"

عاصم نے پانی کا گلاس سائیڈ پر رکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"مت پوچھیں بھابھی۔ حال خراب ہو گیا ہے۔ "

"چلو۔ آرام کر لو۔ میں کھانے کی تیاری کرتی ہوں۔ "وہ اٹھ گئیں۔

"چاچو کمرہ تیار ہے۔ "عروش نے جھک کر ان کا بیگ اٹھایا۔

"ارے رہنے دو بیٹا۔ میں اٹھالیتا ہوں۔ "انہوں نے اس سے بیگ لیا اور حازم کو دیکھا جو گردن موڑے دیوار پر بیٹھے چڑیوں کے جوڑے کو دیکھ رہا تھا۔

"ان کی ازدواجی زندگی کو نظر لگانے کا ارادہ ہے لڑکے ؟ "

حازم نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"فکر نہ کریں۔ طلاق نہیں ہو جائے گی ۔ "وہ چڑ کر بولا۔

عاصم ہلکا سا ہنس دیئے۔

"چلو میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ جلدی آؤ۔ "لہجے میں تحکم تھا۔

وہ کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ حازم کو نا چاہتے ہوئے بھی اٹھنا پڑا۔ وہ ان کی بات نہیں ٹال سکتا تھا۔

"اب بتاؤ کیوں ناراض ہو؟ "

بالوں میں برش پھیرتے ہوئے انہوں نے اس کا عکس دیکھا۔ وہ خفا سا بیٹھا تھا۔ سوال پر نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں گلہ تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں نے پورا سال آپ کا انتظار کیا۔ آپ مجھ سے ملے بغیر گئے تھے۔ میری بات بھی نہیں سنی تھی۔ کیا مجھے ناراض نہیں ہونا چاہئے ؟ "بازو سینے پر لپیٹے اس نے دھیرے سے پوچھا۔

عاصم برش رکھ کر مڑے اور آہستگی سے اس کے پاس بیٹھے۔

"بالکل ہونا چاہیے۔ مجھے منانا بھی چاہیے لیکن تمہیں بھی تو میری سائیڈ سمجھنی چاہیے نا۔ مجھے اس رات ارجنٹ کال آئی تھی۔ اس لئے میں بغیر بتائے اور ملے چلا گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ ٹائم اتنا لمبا ہو جائے گا ورنہ میں اپنے بیٹے کو بتا کر جاتا۔ "ان کے لہجے میں اس کے لئے محبت بھری چاشنی تھی۔

حازم چند لمحے خاموش رہا۔

"رشتوں کو پائیدار جو چیز بناتی ہے وہ ایک دوسرے کو سمجھنا ہے۔ ایک دوسرے کو اسپیس دینا ہے۔ جہاں زمانوں کا ساتھ ہو وہاں ایک دوسرے کے خلاف دل میں بغض رکھ کر نہیں جینا چاہئے۔ اوکے؟" وہ نرمی سے سمجھا رہے تھے۔ حازم نے اثبات میں سر ہلایا۔ عاصم نے محبت سے اسے خود سے لگا لیا۔

"آئندہ ناراض مت ہونا۔ لڑ کر غصہ اتار لینا۔"

"سوچ لیں۔"

"سوچ لیا۔"

وہ عاصم قمر کی حازم حیدر رضا سے آخری ملاقات تھی۔ آخری نظر تھی۔ آخری الوداع تھا۔

اس کے بعد سات سالوں بعد آرمی کی ٹریننگ کرتے ہوئے جو انہیں ملا وہ حازم علی حمزہ تھا۔ ایک بے نیاز اجنبی۔ ایک بہت اپنا لیکن بہت غیر ہوتا انجان۔ وہ قسمت کی ستم ظریفی پر خاموش رہ گئے۔

اور انسان کر بھی کیا سکتا ہے؟

کرنل عاصم نے گہری سانس لے کر آنکھیں رگڑیں۔

یادِ ماضی واقعی عذاب ہے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

گھڑی نے رات کے بارہ بجا دیئے تھے لیکن اس بنگلے کے مکینوں کی جیسے نیندیں ہی اڑ گئی تھیں۔ لاؤنج میں وہ سب بیٹھے تھے۔ گزرے وقت کی باتیں، بیتے لمحوں کا تذکرہ ہو رہا تھا۔

دوپٹے کے ہالے میں زہرہ کا چہرہ زرد لگ رہا تھا۔ لیکن اب وہ سنبھلی ہوئی لگ رہی تھیں۔

"آپ کو اسے بتانا چاہیے تھا، بھائی۔" زہرہ نے گیلی آواز میں کہا۔ مظہر نے شکستگی سے نفی میں سر ہلایا۔

"کیسے بتاتا، زہرہ؟ وہ اپنی زندگی ضائع کر دیتا جو ناجیہ کبھی نہیں چاہے گی۔"

زہرہ نے ماہ گل کی طرف نظریں موڑیں جو خاموش بیٹھی تھیں۔

"گل! آپ فون کریں نا اسے۔ وہ آجائے تو شائد مجھے سکون مل جائے۔ "وہ تھکے تھکے انداز میں بولیں۔

"تم فکر مت کرو، زہرہ۔ بس دس بارہ منٹ میں آجائے گا۔ " ان کے لہجے میں نرمی تھی۔

مظہر چونکے۔ جیسے کچھ یاد آیا ہو۔ انہوں نے ماہ گل کو دیکھا۔

"گل! میرال اور ابرش کہاں ہیں؟ "

"میرال ابھی نہیں آئے گی۔ وہ دروازہ لاک کر چکی تھی۔ ابرش کو میں لے آتی ہوں۔ " ماہ گل اٹھتے ہوئے بولیں اور اس کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"کیوں؟ میرال کو کیا ہوا؟ "زہرہ نے اچھنبے سے انہیں دیکھا۔ مظہر نے گہری سانس لی۔ ان کی آنکھوں میں ملال تھا۔

"ہم نے اس نہیں بتایا تھا کہ حازم اس کا بھائی نہیں ہے۔ اسے یہ قبول کرنے کے لئے وقت چاہیے۔ "

زہرہ نے گلہ آمیز نظروں سے انہیں دیکھا اور سر جھٹک دیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔ پھر ماہ گل ابرش کو لئے اندر داخل ہوئیں۔ اس کا چہرہ دھلا ہوا اور سنجیدہ لگ رہا تھا۔ البتہ سیاہ آنکھوں میں ویرانی تھی۔ ناک سرخ تھی۔ اس کے دوپٹے سے دو لٹیں نکل رہی تھیں جو چہرے کے گرد ٹھہر گئی تھیں۔

وہ خاموشی سے زہرہ کے قریب بیٹھ گئی۔ زہرہ نے بے اختیار اسے ساتھ لگا لیا اور اس کا ماتھا چوما۔ اپنے غم میں انہیں بھول گیا تھا کہ وہ بھی اتنی ہی اذیت سے گزر رہی تھی۔ ابرش نے سر ان کے کندھے سے لگا کر آنکھیں موند لیں۔ دل میں سلگتی آگ تو شائد اب کبھی نہ بجھے۔

"ابرش! ٹھیک ہو؟ "

"جی، ماموں۔ " اس نے آنکھیں موندیں ویسے ہی دھیرے سے جواب دیا تھا۔

یکایک پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ ماہ گل بے اختیار کھڑی ہو گئیں۔

"حازم آگیا ہے۔ "وہ اضطرابی لہجے میں کہتی ہوئی دراوزے کی طرف بڑھیں۔ پھر مڑ کر زہرہ کو دیکھا جو سانس روکے اسے دیکھ رہی تھیں۔ ابرش کرنٹ کھا کر زہرہ سے علیحدہ ہوئی تھی۔ اسے ابھی آنا تھا؟

"اسے کچھ مت بتانا، زہرہ۔ پلیز "!انہوں نے ملتجیانہ لہجے میں گویا منت کیا۔ زہرہ نے بمشکل اثبات میں سر ہلایا۔

ابرش بظاہر لاتعلق بیٹھی تھی۔ ' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ مجھے بھول چکا ہے۔ ' وہ بار بار اپنے آپ کو سمجھا رہی تھی لیکن دل بری طرح دھڑک رہا تھا کیونکہ وہ صرف اپنی ہی سنتا ہے۔

"السلام علیکم "!

اس کی نرم اور سنجیدہ آواز پر ابرش کا دل رکا۔ اس نے دھیرے سے نظریں اٹھائیں تو جیسے ساکت ہوئی۔

وہ سیاہ جینز پر سیاہ ہوڈی پہنے کھڑا تھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں ایک سحر انگیز تاثر تھا۔ تیکھے نقوش اور ڈارک براؤن بال جو بغیر کسی جیل کے پیچھے جمے ہوئے تھے۔

ابرش کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ آج بھی ویسا ہی تھا جیسے بچپن میں لگتا تھا۔ اس کے چہرے کی سنجیدگی اور آنکھوں کا ملال اسے مزید وجیہہ بنا رہا تھا۔

"حازم ' '!زہرہ بے اختیار اس کی طرف بڑھیں۔ حازم نرمی سے مسکرایا۔ زہرہ چند لمحے اسے دیکھتی رہیں۔ اس کے نقوش حفظ کرتی رہیں۔ اس کی آنکھوں کی نرمی بتا رہی تھی کہ وہ ناجیہ کا بیٹا ہے۔ سولہ سال بعد اسے دیکھنا زہرہ کو لگ رہا تھا کہ ان کے زخموں پر کوئی پاہا رکھ رہا تھا۔

زہرہ نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور اپنے رکے ہوئے آنسوؤں کو بہنے دیا۔ وہ ان کا بیٹا تھا۔ ان کی زندگی کے ستونوں میں سے ایک ستون۔ آہ! اس کے وجود سے ناجیہ کی خوشبو آتی تھی۔

زہرہ نے اس سے الگ ہو کر اس کی پیشانی چومی اور نم آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"میرا بیٹا کسی شہزادے سے کم نہیں ہے۔ "

کئی سال پہلے ناجیہ نے کہا تھا۔ وہ فقرہ انہیں آج یاد آرہا تھا۔

"آپ کا بیٹا واقعی شہزادہ ہے، ناجیہ۔ مگر آپ نے اسے تنہا کر دیا۔ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ "

"کیسے ہو، بیٹا؟ "انہوں نے بھیگے لہجے میں پوچھا۔ انہیں احساس ہی نہ ہوا کہ یہ وہی ہے جس نے صبح انہیں بچایا تھا۔

"ٹھیک ہوں، آنٹی "!

یہ کہتے ہوئے اس کی نظر پیچھے بیٹھی لڑکی پر پڑی۔ چند لمحوں کے لئے جیسے وقت تھم گیا۔ اس کے دیکھنے پر ابرش نے نگاہیں موڑ لیں۔ اس ایک نظر میں کیا نہ تھا؟ شکوہ، گلہ، بے بسی۔ اس کو مجھ سے کیا شکوہ ہو سکتا تھا؟ حازم کو حیرت ہوئی۔

"حازم! کھانا لگاؤں؟ "

اس نے مڑ کر ماہ گل کو دیکھا جو اس سے چند قدم پیچھے کھڑی، یاسیت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نہیں، ماں۔ میں کھا آیا ہوں۔ "

یہ کہتے ہوئے اس نے مظہر کو دیکھا جو آنکھیں موندے، صوفے سے سر ٹکائے بیٹھے تھے۔ فضا میں ایک تناؤ تھا جسے وہ محسوس کر رہا تھا۔

"بابا! آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ "

مظہر نے بے اختیار آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو تشویش سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں، بیٹا۔ تم فریش ہو جاؤ۔ "

وہ سر ہلاتا مڑ گیا لیکن ایک نظر اس لڑکی پر ڈالنا نہ بھولا۔ وہ عجیب تھی۔ شائد سحر انگیز بھی۔ اس کے دوپٹے سے نکلتے اسٹیپ کٹنگ میں کٹے بال چہرے کے اطراف میں گرتے ہوئے اسے مزید دلکش بنا رہے تھے۔ لیکن فی الحال اسے جو چیز حیران کر رہی تھی، وہ اس کی سیاہ آنکھوں میں پھیلی ویرانی اور بے بسی تھی۔ ایسا بھی کیا ہو گیا تھا کہ سب اپنی اپنی جگہ مضمحل لگ رہے تھے۔ وہ الجھتا ہوا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ چونکا۔ احمر سر ٹکائے جوگرز کے ساتھ بیڈ پہ نیم دراز تھا۔ وہ بے چین لگ رہا تھا۔

"خیریت؟ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ "اچھنبے سے کہتے ہوئے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑا ہوا اور گھڑی اتارنے لگا۔

"تم نے آج دیر کیوں کر دی؟ "احمر اس کے عکس پر نظریں ٹکائے آہستہ سے بولا۔

"بیس میں رپورٹ کرنی تھی اور آگے کا مرحلہ طے کرنا تھا۔ خیریت؟ "اس نے گھڑی ٹیبل پر رکھ دی۔

"بات کرنی تھی تم سے۔ "اس کے لہجے میں اداسی تھی۔ حازم نے بے اختیار شیشے میں اس کا عکس دیکھا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں سن رہا ہوں۔ "

"نہیں، اب تم لیٹ ہو گئے ہو آرام کرو۔ صبح کروں گا۔ "

حازم چند لمحے خاموش رہا پھر اس کی طرف مڑا۔ احمر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟ سب ڈسٹرب لگ رہے ہیں۔ میرال بھی نظر نہیں آئی۔ "

احمر نے بے اختیار نگاہیں چرائیں۔ سب کچھ تو ہو گیا تھا۔ اب وہ اسے کیا بتاتا؟

"نہیں وہ پھپھو کافی عرصے بعد آئی ہیں نا، اس لئے سب ذرا ایموشنل تھے۔ باقی سب ٹھیک ہے۔ "

حازم اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لی اور کندھے اچکائے۔

"تمہارے لہجے کی لڑکھڑاہٹ بتا رہی ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ لیکن میں پوچھوں گا نہیں کیونکہ اگر تم چھپانا چاہتے ہو تو میں خود اس کی وجہ ڈھونڈ لوں گا۔"

احمر چند لمحے لب پیوست کئے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اٹھا اور اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔

"تم مجھ پر بھروسہ کرو گے نا؟ ہمیشہ؟" اسے دونوں کندھوں سے تھام کر اس نے نجانے کس خوف کے تحت پوچھا تھا۔ حازم نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"ایسا ہو سکتا ہے کہ میں احمر علی حمزہ پر یقین نہ کروں؟ سیریئسلی؟" اس نے سر جھٹک دیا۔ اسے دیکھتے ہوا احمر کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا جسے اس نے نگل لیا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر تمہیں کوئی جو بھی کہے، تم آخری وضاحت مجھ سے مانگنے آؤ گے۔ اوکے؟"

حازم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوکے! اب تم آرام کرو۔"

احمر اس کا شانہ تھپتھپا کر آگے بڑھا تھا جب حازم کے سوال نے اس کے قدم زنجیر کئے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ لڑکی، اس کا نام کیا ہے؟"

احمر کے حلق میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ وہ دھیرے سے مڑا اور اسے دیکھا۔ حازم سوچتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

حازم نے کندھے اچکائے۔ احمر نے گہری سانس لی۔

"ابرش عبید۔"

حازم نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔ پھر بیڈ پہ بیٹھا اور جھک کر جوگرز کے تسمے کھولنے لگا۔

"کچھ کہا ہے اس نے تمہیں؟ "احمر نے دھیرے سے اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ کیا کہے گی مجھ سے؟ "جوگرز اتار کر اس نے شوریک میں رکھے اور مڑ کر اسے دیکھا۔ احمر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیوں؟ کچھ کہنا تھا؟ "

احمر نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ تم اب آرام کرو۔ کل بات کرتے ہیں۔ " یہ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ حازم نے گہری سانس لی اور کندھے اچکاتے ہوئے الماری کے پٹ کھولے۔ ٹی شرٹ نکالتے ہوئے وہ مڑا تو جیسے ٹھٹھک کر رکا۔ دیوار کے پاس، اس کے بیڈ سائیڈ ٹیبل کی پیچھے کچھ چمکا تھا۔ وہ محتاط انداز میں آگے بڑھا اور جھک کر وہ چیز اٹھائی۔

وہ موتیوں کا ایک بریسلیٹ تھا۔ سلور چمکتے موتی۔ جو ایک دائرے میں بندھے تھے۔

یہ میرال کا ہے؟ اس نے الجھ کر اس بریسلیٹ کو دیکھا۔ میرال کو بریسلیٹس کا اتنا شوق نہیں تھا اور نہ وہ اس کے کمرے میں اتنا آتی تھی۔ پھر یہ؟

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے جھک کر بریسلیٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اور ٹی شرٹ کندھے پر ڈالتا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ صبح پوچھ لے گا!

****

میرال کھڑکی کے ساتھ سر ٹکائے پورے چاند کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں گیلی تھیں اور آنسو چہرے پر لڑھک رہے تھے۔

"میں کسی کو معاف نہیں کروں گی۔ سب میرے جذبات کے ساتھ کھیلتے رہے۔ اگر وہ میرا بھائی نہیں تھا تو کیوں مجھے یہ حق استعمال کرنے دیا؟ میں کیسے اسے قبول کروں؟ آپ نے اچھا نہیں کیا، حازم بھائی۔ آپ کو کچھ نہیں بھولنا چاہیے تھا۔ آئی ہیٹ یو بھائی۔ " وہ دھیمی، زخمی آواز میں بڑبڑا رہی تھی۔ اس کا دل بری طرح زخمی ہوا تھا۔

****

ذہرہ سجدے میں جھکی ہوئی تھیں۔ ان کی ہچکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔ اندھیرے کمرے میں پڑی ہر چیز خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"مجھے میری بہن سے ملا دیں، اللہ۔ مجھے نہ آزمائیں۔ مجھ میں ہمت نہیں ہے، یارب۔ ناجیہ کو صحیح سلامت مجھے واپس کر دیں۔ پلیز، اللہ "!وہ روتے ہوئے یہی کہی جا رہی تھیں۔ ان کا وجود لہولہان ہوا تھا۔

****

" وہ خالہ ہے اس کی، گل۔"" مظہر تھکے تھکے انداز میں کہہ رہے تھے۔ جواباً بیڈ پر بیٹھی گل نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ کو یاد کرواؤں، مظہر؟ کہ جب زہرہ نہیں تھی، تب حازم کے پاس ماہ گل تھی۔ میں نے اسے سنبھالا تھا۔ اپنے خون سے سینچ کر اسے بڑا کیا تھا۔ اسے اس حادثے کے بعد زندگی تک لانے کے لئے میں نے اپنا آپ لٹا دیا تھا۔ اور ابھی بھی میرا اس پہ کوئی حق نہیں ہے؟ "وہ پھٹ پڑیں۔ آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے۔ مظہر نے بے بسی سے انہیں دیکھا۔

"خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے اور میں؟ میری کوئی اہمیت نہیں؟ دنیا جو بھی کہے، میں ماں ہوں اس کی۔ بس "!انہوں نے سختی سے گال رگڑا۔

"وہ میرا بیٹا ہے، مظہر۔ " ان کی آواز کانپی تھی۔ وہ خوفزدہ تھیں۔ بہت زیادہ۔

****

احمر نے جھک کر بیڈ پر پڑا لفافہ اٹھایا۔ وہ خالی تھا۔ اس نے آہستہ سے کھولا اور دو انگلیاں اندر ڈال کر کاغذ باہر نکالا۔ تحریر پر ایک نظر ڈالتے ہی اس کی آنکھوں پر ویرانی پھیل گئی۔ وہ دھیرے سے بیڈ پر بیٹھا۔

'یہ ٹریلر تھا، ابنِ حمزہ۔ اصل عدالت زیادہ تکلیف دہ ہو گی۔'

اس نے آہستہ سے لفافہ اور کاغذ بیڈ پر ڈال دیا۔

"میرے لئے راہیں آسان کر دیں، اللہ! مجھے اس الجھن، اس مخمصے سے نکال لیں۔"

اس نے زخمی نظروں سے گردن موڑ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی فیملی فوٹو کو دیکھا۔

ایک خوشحال اور آئیڈیل فیملی۔

"یہ سب ختم کر دیں، اللہ۔ پلیز۔ سب پہلے جیسا کر دیں۔"

اس نے جلتی آنکھوں کو بند کیا اور ہلکا سا گنگنایا۔

"Without you, there's a missing piece!"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ وہ پریشان تھا۔ تھکا ہوا تھا۔

****

کمرے میں اندھیرا تھا۔ فقط چاند کی روشنی تھی جو کھڑکی سے اندر گر رہی تھی۔ چاند اپنے اندر بہت سے راز چھپائے، خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ گردن تک کمبل ڈالے، ایک بازو ماتھے پر رکھے، پنکھے کے گھومتے پروں کو دیکھ رہا تھا۔ ہر رات کی طرح، وہ آج بھی الجھن میں تھا۔ لیکن آج کی الجھن مختلف تھی۔

احمر کیا بتانا چاہتا تھا؟ وہ اداس کیوں لگ رہا تھا؟ آخر کیا وجہ تھی؟ اس نے بے بسی سے سوچا۔

اچانک ذہن کے پردے پر وہ سیاہ، اداس آنکھیں ابھریں۔ اس نے بے اختیار آنکھیں میچیں۔ اب لڑکی کیوں اسے پر شکوہ نظروں سے دیکھ رہی تھی؟ اگر دیکھ بھی رہی تھی تو اتنا سوچ کیوں رہے ہو؟ اس نے خفگی سے اپنے آپ کو کوسا۔

وہ لڑکی الگ تھی۔ حازم کو اس سے ایک مختلف وائب، ایک منفرد احساس ہوا تھا۔ اف، خدایا! وہ کیا کرے؟ وہ الجھا ہوا تھا۔

****

کمرے میں مدھم لیمپ روشن تھا جو بیڈ پر بیٹھی ابرش کے دائیں رخ کو چمکا رہا تھا۔ گھٹنے سینے سے ٹکائے، بازو ان کے گرد لپیٹے، وہ چہرہ گھٹنوں پر رکھ کر کھڑکی کے آگے گرے پردوں کو دیکھے رہی تھی۔ خاموش اور ویران۔

کوئی اتنا بدنصیب ہو سکتا ہے جتنی ابرش عبید تھی؟ جس نے سالوں سے ایک ہی تڑپ رکھی تھی اور پھر بھی سب ہار گئی تھی۔ وہ تلخی سے سوچ رہی تھی۔

افسوس کہ اس کی کہانی میں کوئی ولن نہیں تھا۔ اس کو تہی داماں کرنے والی تو اس کی قسمت تھی۔ ایک بے اختیار سا آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹا جسے اس نے سختی سے رگڑ دیا۔

"میرے پاس اب جو بچا ہے، میں اس سے کسی کو نہیں چھیننے دوں گی۔ ہر دفعہ میں ہی کیوں کھونے کی اذیت سے گزروں؟ حازم حیدر رضا، تمہیں سب یاد کرنا ہو گا کیونکہ صرف تم جانتے ہو کہ خالہ کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ شائد وہ کہیں تمہارا انتظار کر رہی ہوں جیسے میں نے کیا تھا۔ تمہیں سب یاد کرنا ہی ہو گا۔ بے شک اس کے لئے مجھے جو بھی کرنا پڑے، میں کروں گی۔ "

وہ شاک کے فیز سے گزر چکی تھی۔ اس نے سب قبول کر لیا تھا۔ وہ میرال نہیں تھی جو دوسروں کو الزام دے نہ ہی وہ زہرہ کی طرح ہمت ہارنے والی تھی۔ وہ ابرش عبید تھی۔ وہ ڈھے گئی تھی لیکن پھر بھی کھڑی ہوئی تھی۔

”ضروری نہیں کہ ہر مغوی مار دیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ خالہ زندہ ہوں۔ میں آپ کو ڈھونڈوں گی، خالہ۔ آپ کے بیٹے کے ذریعے ہی میں آپ کو ڈھونڈوں گی۔ “ وہ دھیمی سرد آواز میں بڑبڑا رہی تھی۔ آنکھیں بار بار گیلی ہوتی تھیں جنہیں وہ رگڑ دیتی تھی۔

روح میں کرچیاں اتری تھیں۔ دل ریزہ ریزہ ہوا تھا۔

****

اس لمبے اور تھکا دینے والے دن سے سب الٹ دیا تھا۔ کل ایک نئے انداز میں نیا سورج طلوع ہونا تھا۔ کیونکہ جہاں لگے کہ کہانی کا اختتام ہو گیا ہے، اکثر وہیں سے کہانی شروع ہوتی ہے۔ ان کی کہانی بھی ابھی شروع ہوئی تھی۔

ہم کو ہر دور کی گردش نے سلامی دی ہے

ہم وہ پتھر ہیں، جو ہر دور میں بھاری نکلے

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بابِ دوم

”جور کے تو کوہِ گراں تھے ہم“

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

تہہ خانے میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔

ضرغام بوکھلایا ہوا کاغذ سمیٹ رہا تھا۔ التمش پریشان سا کمپیوٹر کے آگے بیٹھا تھا۔

"سوئے ہوئے تھے تم لوگ ہاں؟ تمہاری ناک کے نیچے سے سب کو چھڑا کر لے گئے اور تم (گالی) سوتے رہے؟

عالم سرخ چہرہ لئے ان پر چلا رہا تھا۔ اس کا انتقام ٹھنڈا رہ گیا تھا۔ کیا چیز تھے وہ لوگ؟

"سر ہم۔۔

"بکواس بند کرو اپنی۔ ہر لمحہ تم لوگوں کو ٹرکس کی لوکیشن مل رہی تھی۔ ڈرون کیمرے کے زریعے سب اسکرینز پر مر رہو رہا تھا۔ پھر بھی تم لوگ ناکام رہ گئے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے طیش سے کرسی کو ٹھوکر ماری۔ کرسی الٹ کر گر گئی۔ ضرغام کا دل کانپا۔ اسے اس دلدل میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ اب واپسی کی کوئی راہ نہیں تھی۔

عالم دونوں کی طرف گھوما۔

"سب آپریشنز روک دو۔ سب فریز کر دو۔ اس ٹاسک گروپ کے لیڈر کی پہچان کرو۔ ہم جب تک اس تک نہیں پہنچیں گے، ہم اس کا کوئی پلان نہیں جان سکتے۔ اس کی ماسک والی تصاویر سب کو بھیج دو۔ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ ہمارے ٹھکانوں کے آس پاس نہ آئے۔ کسی نہ کسی وقت، کبھی نہ کبھی آئے گا۔ اپنی جیت کے نشے میں اور میری ہار دیکھنے وہ

آئے گا۔اس کو وہیں پکڑنا ہے۔ایک ماہ تم لوگوں کے پاس۔اکتیسویں دن اس کا نام،رینک،تصویر میرے ٹیبل پر نہ ہوئی تو تم لوگوں کو میرے قہر سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

وہ تن فن کرتا کمرے سے نکل گیا۔

التمش نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ضرغام نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

" سر۔اب ہم کیا کریں گے ؟

" فی الحال تو وہ کرو جو عالم نے کہا ہے پھر دیکھتے ہیں۔

التمش نے گہری سانس لی۔فرعون کا ہامان ہونا اور سلطان ساز ہونا اتنا آسان نہیں تھا۔

****

رات آہستہ آہستہ دم توڑ رہی تھی۔آخری پہر کا مقدس سا سناٹا اپنے اندر سکینت لئے چھایا ہوا تھا۔

ہلکی ہلکی ہوا کے دوش پر پتے سرسرا رہے تھے۔بہتی ہوا جب اس کھلی کھڑکی کے پاس سے گزری تو آگے لگا پردہ پھڑ پھڑایا تھا۔کمرے میں صرف ایک سائیڈ لیمپ جل رہا تھا۔قبلہ رو بیٹھی ابرش نے سلام پھیر کر گہری سانس لی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی سیاہ آنکھوں میں اذیت پنہاں تھی۔دھیرے سے اس نے ہاتھ اٹھائے۔

"اللہ۔۔آواز کانپی اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ایک وہی تو تھا جو دل کا درد سمجھتا تھا اور پھر بغیر کچھ کہے روح پر ایسی سکینت اتارتا تھا جس کا کوئی مول نہیں ہوتا۔

"اللہ میں آپ کی تقسیم پر راضی ہوں۔بس مجھے اور میری ماں کو حوصلہ دینا۔پلیز اللہ میرے ساتھ رہیے گا۔"

چند لمحے وہ دعا مانگتی رہی پھر چہرے پر ہاتھ پھیرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔جائے نماز ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے یکدم کچھ احساس ہوا۔اس نے کلائی گھمائی۔سلور چمکتا بریسلٹ وہاں نہیں تھا۔

اف۔اس نے آنکھیں میچیں۔اس کے Quick reaction ۔

نجانے وہ کس کا کمرہ تھا۔ خفگی سے خود کو کوستی وہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف مڑ گئی۔دل ایک عجیب سے ملال میں گھر گیا تھا۔

ایک عام سا بریسلٹ ہی تو تھا۔دل نے جیسے جتایا تھا۔

وہ یاسیت سے اپنے عکس کو دیکھے گئی۔

" وہ عام نہیں تھا۔دینے والا بھی عام نہیں تھا۔"

وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔

****

ڈرائننگ روم میں معمول کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔صرف چمچ اور کانٹوں کے ٹکرانے کی آواز تھی۔رات کی بہ نسبت سب سنبھلے ہوئے تھے۔میرال غائب تھی۔

حازم کے پوچھنے پر ماہ گل نے صرف اتنا کہا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

" اس کے سر میں درد تھا۔فجر پڑھ کر سوئی ہے۔"

حازم نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔

مظہر ابرش کی طرف متوجہ ہوئے جو سست روی سے کانٹے پر آملیٹ چڑھا رہی تھی۔

" ابرش بیٹا۔اب آپ یونیورسٹی جاؤ گی؟"

سب نے بے اختیار اسے دیکھا۔اس نے سر اٹھایا۔لائٹ پرپل دوپٹہ حجاب کی طرح سر پر لپیٹے وہ پر سکون لگ رہی تھی۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

" جی ماموں۔"

زہرہ نے گہری سانس لی اور تکان سے مسکرائیں۔ جیسے انھیں اپنی بیٹی سے یہی امید تھی۔

احمر نے چونک کر مظہر کو دیکھا پھر حازم کو۔ جو ایک نظر ابرش کو دیکھ کر پھر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

" لیکن بابا۔ اب ابرش کو جاب کی کیا ضرورت ہے؟"

" بھائی۔ میں انڈیپنڈنٹ ہونا چاہتی ہوں"۔ وہ نرمی سے بولی۔

" یہ ابرش کی چوائس ہے اور ہم اس کا احترام کریں گے۔ ہے نا حازم؟"

انھوں نے یکدم اس سے پوچھا۔ وہ جوس کا گلاس رکھتے ہوئے چونکا پھر ابرش کو دیکھا۔ جس نے گلاس لبوں سے لگا لیا۔

"آف کورس۔ وہ جو کرنا چاہتی ہیں انہیں کرنا چاہئے۔ ہمیں روکنے کا حق نہیں ہے احمر۔"

" گڈ۔ اسی لئے تم ابرش کو یونیورسٹی ڈراپ کرو گے۔"

مظہر کرسی دھکیلتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابرش نے چونک کر اور حازم نے حیرت سے انھیں دیکھا۔

احمر نے بے اختیار مسکراہٹ دبائی۔ مظہر ان دونوں میں اعتماد کی فضا قائم کرنا چاہ رہے تھے۔

گڈ .A scenerio to enjoy ۔ وہ ساری کلفت بھلا کر ہلکا سا مسکرایا۔

حازم نے منع کرنا چاہا لیکن وہ رک گیا۔ نجانے کیوں۔

" ماموں میں چلی جاؤں گی۔"

" ابرش آپ اس کے ساتھ ہی جاؤ گی۔ کم از کم میں آپ کو رکشے پر جانے نہیں دے سکتا۔ "ان کے لہجے میں نرم سا تحکم تھا۔

"میں مینج کر سکتی ہوں۔۔۔"

"آپ نے سن لیا؟ اور تم۔۔ "انھوں نے تند ہی سے حازم کو گھورا۔" یونیورسٹی دس منٹ کے فاصلے پر ہے۔ڈراپ ہر۔"

وہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔

حازم نے کندھے اچکا دیے پھر ابرش کو دیکھا۔

" اٹس اوکے۔اگر آپ کو کام ہے تو میں چلی جاؤں گی۔ "اس کا لہجہ بالکل نارمل تھا۔

وہ جانتی تھی کہ وہ اس پر مسلط کی جا رہی ہے۔اگر یہی وہ پرانا حازم ہوتا تو وہ زبردستی کام ہونے کے باوجود اس کے ساتھ ہی جاتی اور رستے میں جان بوجھ کر اسے لیٹ بھی کروا دیتی۔ مگر وہ نہیں تھا۔وہ اس کے لئے اجنبی تھی اور اسے اپنی عزت نفس پر کوئی سمجھوتہ نہیں تھا۔

"نہیں۔میں لے جاؤں گا۔آپ ناشتہ کر لیں۔میں کچھ کالز کر لوں پھر آجایئے گا۔ "وہ ٹیبل سے فون اور والٹ اٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا اور انھیں جیب میں اڑستا ماہ گل کی طرف آیا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے ماں۔اپنا خیال رکھئے گا۔"

ماہ گل نے اس کی پیشانی چومی۔

" اپنا خیال رکھنا۔ "ان کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

" ارے ماں جہاد پر نہیں جا رہا۔شام تک آجاؤں گا۔پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟ "اس نے نرمی سے ان کے گرد بازو حمائل کر کے انھیں خود سے لگایا۔ماہ گل کے آنسو ابلنے کے لئے بے تاب تھے۔

ابرش کی آنکھوں میں کرچیاں ابھریں۔دل بری طرح زخمی ہوا تھا۔

اسکی آج بھی یہی عادت تھی۔ جاتے ہوئے ماں سے مل کر جانا۔ وہ گلی کی نکڑ تک بھی جاتا تھا تو ناجیہ سے مل کر جاتا تھا۔ وہ اسے تنگ کرنے کے لئے مامازبوائے کہا کرتی تھی اور وہ چڑ جاتا تھا۔ وہ ناجیہ کے لئے حد سے زیادہ پوزیسو تھا۔ وہ آج بھی ویسا تھا۔ بس اب ماں مختلف تھی۔

زہرہ نے آنکھیں بند کر کے کئی آنسو اندر اتارے تھے۔ بند آنکھوں کے پار ایک منظر چمکا تھا۔

سرمئی دروازے والے گھر میں افراتفری مچی تھی۔ دروازے کے آگے کھڑی وین ہارن پر ہارن دے رہی تھی۔

پانچ سالہ حازم ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑا جلدی جلدی بالوں میں برش پھیر رہا تھا۔ بیڈ پر لیٹی ناجیہ تکان سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ ان کا چہرہ زرد تھا۔ آنکھوں تلے سیاہ حلقے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھی ابرش منہ میں فیڈر لئے اسے گھور رہی تھی۔

"حازم بیٹے۔ جلدی کرو۔ وین آگئی ہے۔" ان کی آواز میں نقاہت تھی۔

" میں ڈرائیور سے کہہ دیا ہے۔ پانچ منٹ انتظار کرلے گا۔ "زہرہ ہاتھ میں لنچ باکس لئے اندر داخل ہوئیں۔

"پھر بھی غلط بات ہے۔ باقی بچوں کا ٹائم بھی ضائع ہو رہا ہے۔ حازم۔۔ "آخر میں انھوں نے برہمی سے پکارا۔ جس کے بال ہی سیٹ نہیں ہو رہے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بس ہو گیا نا۔ "اس نے برش رکھا اور لپک کر بیڈ پر چڑھا۔ ناجیہ کے گرد بازو حمائل کئے اور دونوں گال چومے۔ کوئی سکون تھا جو ناجیہ کے بخار میں پھنکتے وجود میں اترا تھا۔

"حیاک اللہ وابک اللہ۔ "وہ دھیرے سے بولیں۔

حازم چھلانگ لگا کر بیڈ سے اترا۔ زہرہ نے اسے بیگ پہنایا اور جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

" جزاک اللہ خالہ۔"

" چلو اب جاؤ۔ اس سے پہلے کہ ڈرائیور تمہیں یہیں چھوڑ جائے۔"

وہ پل کے لئے رکا۔ پھر تیزی سے مڑا۔ جھک کر ابرش کے کمبل سے نکلتے گلابی پیروں پر گدگدی کی اور باہر بھاگ گیا۔

پیچھے سے ابرش زور سے چیخی تھی اور بڑا سا بھالو اس کی طرف پھینکا تھا۔

" چلو جاؤ۔ دیر ہو رہی ہے۔"

ماہ گل کی آواز پر چھناکے سے منظر غائب ہوا تھا۔ زہرہ نے دھندلی آنکھوں سے دیکھا۔

" اوکے پھپھو۔ خدا حافظ۔ "وہ مسکرا کر کہتا مڑ گیا۔

ایک اذیت سی ان کے دل کو سلگا گئی۔ وہ خالہ تھیں۔ وہ اس کی خالہ رہنا چاہتی تھیں۔ انھوں نے زخمی آنکھوں سے اسے جاتے دیکھا۔

"حیاک اللہ واباک اللہ۔ "ان کے لب کپکپائے۔

اس کے جاتے ہی احمر اٹھا اور باہر کی طرف لپکا۔

" کہاں جا رہے ہو احمر؟ ناشتہ تو کر لو۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

پیچھے سے ماہ گل نے پکارا تھا۔

" بس ابھی آیا۔"

لان میں حازم ڈرائیو وے پر چلتا ہوا سر جھکائے فون پر لگا تھا۔

" سنو۔"

وہ بے اختیار مڑا۔ احمر تیر کی طرح اس تک آیا۔

"حوصلہ کرو بھائی۔ اغوا کرنے کا ارادہ ہے کیا؟"

احمر نے اسے گھورا پھر جلدی سے بولا۔

" ابرش کو ڈراپ کر کے آر کے اپر ٹمنٹ میں آجانا۔ کچھ بتانا ہے۔"

" وہ وہاں نہیں ہو گا۔ اسے جاب پر جانا ہے۔" حازم نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

" جانتا ہوں۔ "احمر نے ماتھے پر بکھرے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کیا۔ حازم نے مشکوک انداز میں اسے گھورا۔

"تمہاری حرکتیں مجھے یہ کیوں کہہ رہی ہیں کہ تم مجھے اغوا کرنا چاہ رہے ہو؟"

احمر نے برا مان کر اسے دیکھا۔

" کیا فضول بکواس ہے؟ میں کیوں تمہیں اغوا کرنا چاہوں گا؟"

" کیوں بھئی؟ رائٹ پروفائل سے اچھا خاصا ہینڈسم ہوں اور لیفٹ پروفائل سے ڈیشنگ بھی ہوں۔ اوپر سے آرمی مین بھی ہوں۔ "اس نے کندھے اچکا کر بے نیازی سے کہا۔ اس نے نیلی جینز پر گرے ہوڈی پہن رکھی تھی۔ براؤن بال سلیقے سے جمے تھے۔ اس کی بھوری آنکھوں سے ویرانی اور خالی پن مفقود تھا۔ اپنی فیملی کے سامنے وہ خود پر ایک مختلف خول چڑھا لیتا تھا۔ اس کے مسائل اسی کے تھے!

BEING THE STRING OF YOUR KITE

احمر نے پوری آنکھیں کھول کر اس ہینڈسم اور ڈیشنگ کو سر سے پیر تک دیکھا تھا۔

"اگر تم ہینڈسم ہو تو میں ہینڈسم الٹرا پرو میکس ہوں۔ دیٹس اٹ "!اس نے حتمی لہجے میں کہا۔ حازم ہنس دیا۔

باہر آتی ابرش نے لمحے بھر کے لئے رک کر یہ منظر دیکھا۔

حازم تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کچھ کہہ رہا تھا۔ احمر ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ اس مکمل سے منظر میں بہت کچھ نامکمل تھا۔ ابرش گہری سانس لے کر ان کی طرف آئی۔ سیاہ عبایہ پیروں میں گر رہا تھا۔ گرے اسٹالر میں دمکتا چہرہ سنجیدہ تھا۔ اسے دیکھ کر دونوں سیدھے ہوئے۔ حازم نے سر کو خم دیا۔

"میں آجاؤں گا۔"

احمر نے سر ہلایا اور اندر جانے کے لئے مڑ گیا۔ حازم جیب سے چابیاں نکالتے ہوئے گیراج کی طرف بڑھ گیا۔ ابرش گہری سانس لے کر اس کے پیچھے ہولی۔

****

آریان نے دروازے پر دستک دی۔ کم ان کی آواز پر وہ ہاتھ میں فائل تھامے اندر داخل ہوا۔

طویل میز کے پیچھے بیٹھا التمش پیشانی رگڑ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں گویا راتوں کا جاگا ہو۔

"کہو۔" نظریں اٹھائے بغیر اس نے تمکنت سے کہا۔

"لغاری کمپنی نے ڈیل طے کر دی ہے۔ منافع کا تیس فیصد لینے کے لئے تیار ہیں۔ آپ سائن کر دیں۔"

اس نے فائل میز پر رکھی اور ادب سے اطلاع دیتے ہوئے پیچھے ہوا۔ التمش نے سست روی سے ہولڈر سے پین نکالا اور سائن کرنے لگا۔ کچھ یاد آنے پر اس نے سر اٹھا کر سامنے کھڑے آریان کو دیکھا۔ جو شریفانہ انداز میں نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

"تمہاری جاب ٹھیک جاری ہے؟ آج غالباً دوسرا دن ہے تمہارا؟"

"تیسرا سر۔ تیسرا دن ہے میرا۔" اس نے متانت سے تصیح کی۔ "اور الحمد اللہ سب ٹھیک جا رہا ہے۔"

التمش نے سر ہلاتے ہوئے فائل پرے کی۔ آریان نے جھک کر فائل اٹھائی اور جانے کے لئے مڑ گیا۔ یکا یک ٹھہرا اور اس کی طرف پلٹا۔ التمش لبوں میں پین دبائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"سر اس وال پر یم پر گرد جمی ہے۔" اس نے سامنے لگی کیلی گرافی کی طرف اشارہ کیا۔ "میں سویپر کو بھیج کر صفائی کرواتا ہوں۔"

التمش سر ہلا کر فائلز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا دماغ صرف ٹاسک گروپ کے لیڈر کو ڈھونڈنے میں الجھا تھا۔

****

آریان نے اپارٹمنٹ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔لونگ روم کے صوفے پر بیٹھا احمر فون پر جھکا ہوا تھا۔چند لمحوں بعد لونگ روم کے کونے پر لگی ٹائلز سرک کر سائڈ پر ہو گئیں جیسے کوئی سلایڈنگ ڈور کھلتا ہے۔حازم نے دونوں ہاتھ دہانے پر جما کر باہر کی طرف چھلانگ لگائی۔

" اتنا کوئی واہیات راستہ ہے نا۔" احمر فون سائڈ پر رکھ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"بھائی ہماری سینکڑوں دشمن ہیں جو ہماری تاک میں رہتے ہیں۔سو اس طرح کے کام مجبوری ہیں۔ "وہ کپڑے جھاڑتا اس کے مقابل صوفے پر آ بیٹھا۔

"وہی تو میں سوچتا ہوں کہ آج تک ہم کیسے بچے ہوئے ہیں؟ آئی مین عموماً دشمن کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے اس کی فیملی کا سہارا لیتے ہیں۔"

اس کی بات پر حازم نے کندھے اچکائے۔

"میں لائم لائیٹ میں نہیں آتا اور دوسرا آج کل کے مشن کے لئے تو میں ویسے بھی انڈر کور ہوں۔اسی نقصان سے بچنے کے لئے تو میں نے بابا سے کہا تھا کہ ہر ایک کو مت بتا دیا کریں کہ میں آرمی میں ہوں۔جسٹ یہ کہ میں ہماری پنڈی والی برانچ میں کام کرتا ہوں۔"

"اچھا خیر یہ بتاؤ ابرش کو چھوڑ آئے؟"

"نہیں ساتھ لایا ہوں۔" وہ جل کر بولا۔احمر زیر لب ہنس دیا۔

" بتاؤ نا کوئی بات ہوئی؟"

" نہیں بھئی کیا بات ہونی تھی؟جب ہم ایک دوسرے کو جانتے ہی نہیں ہیں۔وہ کافی عجیب ہے۔عام لڑکیوں سے کافی مختلف۔۔"

"تمہیں بڑا لڑکیوں کا تجربہ ہے؟" احمر نے بے اختیار اسے ٹوکا۔ حازم نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر اسے گھورا۔ احمر نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

"just asking for general knowledge."

حازم نے سر جھٹک دیا۔

" تمہیں وہ اچھی لگی؟ "

احمر کے سوال پر اس نے صدمے سے اسے دیکھا۔

"یار احمر تم نے صبح کوئی بھنگ ونگ تو نہیں پی لی تھی؟ کیا ہو گیا ہے؟"

"اگر میں پوچھ رہا ہوں تو کوئی وجہ ہو گی نا۔ اب بتاؤ۔؟ "وہ ڈپٹ کر بولا۔

"اب میں پندرہ منٹ کے سفر سے کیسے جان لوں کہ وہ کس طرح کی ہے۔ لیکن عجیب ہے۔ نہ اس نے مجھ سے کوئی بات کی اور نہ ہی کوئی سوال۔"

وہ کہہ رہا تھا جب فون کی گھنٹی نے اس کی بات کاٹی۔ اس نے رک کر موبائل دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

نان پر اٹھا کالنگ۔

اف۔ اس نے کلس کر فون اٹھایا۔

" ہاں جی۔ فرمائیں؟"

"گدھے میں بگ انسٹال کر دیا ہے التمش کے کمرے میں۔ "آریاں اس سے بھی زیادہ بھنا ہوا تھا۔

"اچھا بھائی۔ تو مجھے کیوں گالیاں دے رہا ہے؟"

وہ دونوں غصے میں 'تم' سے 'تو' پر آجاتے تھے۔

" تو ہمیشہ میرے ساتھ ایسا کرتا ہے۔ بگ میں نے انسٹال کیا ہے۔"

"کیسے ؟" حازم بے اختیار سیدھا ہوا۔ "اس نے تجھے پہچانا نہیں ؟ تو نے کیسے کیا۔"

" چپڑاسی بن کر کیا۔ بے غیرت" آریان نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی پھر حازم گردن پیچھے پھینک کر ہنستا چلا گیا۔ دل کھول کر۔ احمر نے تعجب سے اسے دیکھا۔

" میں نے فون بند کر دینا ہے۔" آریان بگڑ کر بولا۔

" اچھا اچھا رک۔" حازم نے بمشکل ہنسی روکی۔ "تو چپڑاسی بنا تھا؟" وہ پھر ہنس دیا۔ احمر ہلکا سا مسکرایا۔

" جہنم میں جا۔" آریان نے کھٹاک سے فون بند کر دیا۔ حازم نے ہنستے ہوئے آنکھیں رگڑیں اور موبائل ٹیبل پر ڈال دیا۔

"تم نے ڈیوٹی پر نہیں جانا؟" احمر نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"نہیں آج فری ہوں۔ تم کہو۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

احمر نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ وہ صوفے سے ٹیک لگائے سینے پہ بازو لپیٹے منتظر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

" بابا نہیں چاہتے تھے کہ تمہیں پتہ لگے۔ لیکن میں اب تم سے مزید کچھ نہیں چھپانا چاہتا۔" اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"مزید؟" حازم نے ابرو چکایا۔ "یعنی پہلے بھی کچھ چھپایا ہے تم نے؟"

احمر گڑبڑا گیا۔

" نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ آئی ایم جسٹ۔۔"

"ایک اور جھوٹ۔" حازم نے سر ہلایا۔"کیا تم جانتے ہو کہ تم آج کل تم مجھ سے جھوٹ بولنے لگے ہو؟"

احمر پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔اس نے لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھا۔اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

" میں سمجھ سکتا ہوں احمر۔تم کہو۔" وہ نرمی سے بولا۔

" پلیز حازم تم میرے بات، میرا پوائنٹ آف ویو سمجھنا۔اوکے؟ "اس کے انداز پر حازم نے الجھ کر اسے دیکھا لیکن بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلا دیا۔احمر نے گہری سانس لے کر جیسے ہمت مجتمع کی۔

" حازم۔ابرش تمھاری۔۔بیوی ہے۔ "بمشکل کہتے ہوئے اس نے ایک پل کے لئے بھی حازم کی آنکھوں سے نظریں نہیں ہٹائی۔جن میں واضح ناسمجھی ابھری۔

" واٹ نان سینس؟" اس نے ناگواری سے اسے دیکھا۔" احمر اگر یہ مذاق تھا تو نہایت گھٹیا تھا۔"

احمر نے بے بسی سے اسے دیکھا۔وہ اسے کیسے سمجھائے۔

" حازم ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔تمھارا اور ابرش کا نکاح بچپن میں ہوا تھا۔"

" واؤ۔" اس نے استہزائیہ انداز میں سر جھٹکا۔" میرا نکاح ہوا ہے اور مجھے ہی نہیں پتہ۔براوو۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

" یہ ہی سچ ہے۔تم نہیں جانتے کیونکہ کسی نے تمھیں نہیں بتایا تھا۔اس لئے۔۔"

"کیوں نہیں بتایا تھا؟ کیا یہ اتنی چھوٹی بات تھی؟" اس نے بات کاٹ کر پوچھا۔

احمر خاموش ہو گیا۔

"کیونکہ ابرش کے والد عبید انکل ایک قتل کے عینی شاہد بن گئے تھے۔انھیں جان بچانے کے لئے سب چھوڑ کر شہر سے جانا پڑا۔انھوں نے سارے رابطے توڑ دیئے۔ہمیں لگا تھا کہ وہ لوگ کبھی نہیں آئیں گے کیونکہ بابا نے انھیں بہت ڈھونڈا تھا اور وہ نہیں ملے۔حازم پلیز بات سمجھو۔"

اس کی آنکھوں میں ابھرتی بے یقینی دیکھ کر احمر منت سے بولا۔

" یہ مذاق ہے احمر؟ دو لوگوں کی زندگی کا معاملہ تھا۔ چلو ٹھیک ہے نہیں ملے تھے وہ لوگ، مگر مجھے تو بتا سکتے تھے نا میں ڈھونڈنے کی کوشش کرتا۔ میرا مسئلہ نہیں تھا مگر وہ لڑکی کیا کرتی اگر ہم نہ ملتے تو؟ اس کی زندگی کا سودا ہو گیا تھا نا؟ اس کے لہجے میں برہمی تھی۔

احمر خاموش رہا۔ وہ کیا کہہ سکتا تھا۔ چند لمحے خاموشی میں گزر گئے۔

" وہ۔۔ ابرش۔۔ وہ جانتی ہے؟"

احمر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ حازم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

" واٹ دا ہیل۔ وہ جانتی ہے اور۔۔ اور میں نہیں جانتا۔ اف۔۔۔ "اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کچھ کر ڈالے۔ "کیا سوچ کر اتنی بڑی بات چھپائی تھی احمر؟ ہاں؟ میں کیا کروں اب؟ مجھے اپنا آپ اتنا ڈمب محسوس ہو رہا ہے جیسے کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔ اور کیا کیا چھپایا ہے مجھ سے؟ "

اس نے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ احمر کی آنکھوں میں پیشمانی تھی۔ آخری سوال پر بے ساختہ نظریں چرائیں۔

" حازم پلیز۔ اس وقت یہ ضروری تھا۔ مجھے لگا تھا تم سمجھ جاؤ گے۔"

"سمجھوں گا۔ بالکل سمجھوں گا۔ کیونکہ میں ایک طرف کی بات سن کر پورا نتیجہ اخذ نہیں کرتا۔ سب نے اتنی بڑی بات چھپائی تو کوئی نہ کوئی وجہ ہو گی سب کے پاس، جو تم بتانا نہیں چاہتے اور میں پوچھوں گا بھی نہیں۔ لیکن مجھے یہ سب قبول کرنے کے لئے وقت چاہئے اور مجھے یہ قبول کرنا بھی پڑے گا کیونکہ میں باقیوں کی غلطی کی سزا ایک لڑکی کو نہیں دے سکتا۔"

وہ کرسی دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا۔ احمر نے یاسیت سے سر اٹھا کر دیکھا۔

"آئی ایم سوری حازم۔"

وہ پل کے لئے رکا۔

"یو شُڈ بی۔"

یہ کہہ کر وہ واپس سرنگ کی طرف بڑھ گیا۔ سناٹے کے ساتھ احمر تنہا رہ گیا۔

****

"میرال۔"

زہرہ نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے دھکیلا۔ اندر نیم اندھیرا تھا۔ پردے گرے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی روشنی ان میں سے پھوٹ رہی تھی۔

میرال انھیں اندر آتے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔ دونوں ہاتھوں سے بال سمیٹتے ہوئے اس نے زبردستی مسکرا کر انھیں دیکھا۔ زہرہ بیڈ کی پائینتی پر بیٹھ گئیں۔

"اٹھ گئی میری بیٹی؟ "انھوں نے محبت سے اس کے بال کان کے پیچھے اڑستے ہوئے پوچھا۔ میرال نے لب باہم پیوست کئے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھیں سرخ اور متورم تھیں۔

"ناشتے پر کیوں نہیں آئی؟"

"دل نہیں تھا۔ "سارے زخم پھر تازہ ہوگئے۔ وہ آنسو پیتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگی۔ زہرہ چند لمحے خاموشی سے اس کی سرمئی آنکھوں میں پنہاں درد دیکھتی رہیں۔

"حادثات تو زندگی کا حصہ ہیں بیٹا۔ قسمت ایسے ہی آپ کی محبوب چیزیں لے کر آزماتی رہتی ہے۔ یہ دیکھے بغیر کہ وہ چیز یا شخص ہمارے لئے کیا اہمیت رکھتا تھا۔"

میرال نے تڑپ کر انھیں دیکھا۔

"یہ صرف حادثہ نہیں ہے پھپھو۔ جسے ساری زندگی اپنا بھائی سمجھتی رہی، وہ تو میرا کچھ تھا ہی نہیں۔ یہ صرف حادثہ نہیں ہے۔ "آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ روح زخم زخم ہوئی تھی۔

"وہ تمھارا بھائی ہے بیٹا۔ "زہرہ کے دھیرے سے کہنے پر اس نے زخمی انداز میں نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں پھپھو۔ وہ میرا بھائی نہیں ہے۔ "سانس رکی تھی۔ دل کٹا تھا۔ "کزن بھائی نہیں ہوتا۔ میں نے اس سے ٹوٹ کر محبت کی تھی، اپنے بہن ہونے کے سارے حق وصول کئے تھے۔ اب میں کیا کروں؟"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ زہرہ نے اسے ساتھ لگا لیا اور ہولے ہولے اس کا سر تھپکنے لگیں۔

" بیٹا وہ تمھارے سامنے ہے، تمھیں اپنی بہن مانتا ہے۔ اس سے بڑی کیا نعمت ہو گی۔ مجھ سے پوچھو اگر ساری زندگی کے بدلے مجھے ناجیہ کا ساتھ مل جائے بھلے ہی صرف پانچ منٹ کے لئے تو میں اس سودے کے لئے تیار ہوں۔ "ان کی آواز اذیت سے کانپی تھی۔ ایک آنسو ٹوٹ کر چہرے پر بہتا گیا۔

" سب ہے پھپھو بس وہ میرا بھائی نہیں ہے۔ "میرال سسکتے ہوئے بولی۔ زہرہ نے گہری سانس لی اور اسے خود سے علیحدہ کیا۔

"میں کہہ رہی ہوں نا میرال کہ وہ تمھارا بھائی ہے۔ "اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے وہ نرمی سے بولیں۔ میرال نے الجھ کر انھیں دیکھا۔ وہ بار بار ایک ہی بات کیوں دہرا رہی تھیں۔

"وہ تمھارا خون کا بھائی نہ سہی، رضاعی بھائی تو ہے نا۔"

وہ تھکے تھکے انداز میں مسکرائیں۔ میرال سانس روکے انھیں دیکھے گئی۔ آنکھیں پانی سے لد گئیں۔ تاروں بھری رات جیسا سکون اسے خود پر اترتا محسوس ہوا۔ وہ پھر رو پڑی۔ اسے آخری حدوں تک نواز دیا گیا تھا۔ اسے اس کا بھائی عطا کر دیا گیا تھا۔

****

اس نے گہری سانس لے کر دروازے پر دستک دی اور دروازہ کھولا۔

بیڈ پر بیٹھی ماہ گل نے سر نہیں اٹھایا۔ وہ ویسے ہی سر جھکائے قران پڑھتی رہیں۔ کمرے میں اتو تک کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ یہ سعودیہ عرب کی مخصوص خوشبو تھی۔ دہکتے کوئلے پر بکھری راکھ جیسی بخور خلیجی سے اٹھتا خوشبودار دھواں فضا کو معطر بنا رہا تھا۔ حازم نے جھک کر پائیدان پر جو گرز اتارے۔

"واصبح فواد ام موسیٰ فرغاان کادت لتبدی بہ۔ لولاان ربطنا علی قلبہ لتکون من المومنین۔"

(اور ام موسیٰؑ کا دل بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا کہ اس واقعہ کو بالکل ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو ڈھارس نہ دیتے۔ یہ اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں رہے۔)

وہ قدم قدم چلتا ان کے قریب آیا۔ ماہ گل نے قرآن بند کیا اور چند لمحے آنکھیں موند کر دعا مانگتی رہیں۔ حازم خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا۔ بھوری آنکھوں میں نرمی اور چہرے پر عقیدت تھی۔

انھوں نے دعا ختم کر کے سر اٹھایا اور اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

" لائیں۔ میں رکھ دیتا ہوں۔ "اس نے جھک کر نرمی سے ان سے قرآن لیا اور صوفوں کے پیچھے بنی شیلف میں رکھ دیا۔ وہ آہستگی سے ان کے سامنے بیٹھا۔

"آج مجھے کیسے شرف بخش دیا حضور نے؟ "انھوں نے شرارت سے پوچھا اور حسب توقع وہ چڑ گیا۔

"اب میں اتنا بھی بزی نہیں ہوتا۔ اچھا چھوڑیں۔ ایک بات بتائیں۔ "وہ وہیں بازوؤں کا تکیہ بنائے نیم دراز ہو گیا۔ ماہ گل مسکرا کر اسے دیکھے گئیں۔

"آپ کو دعا مانگنا اچھا لگتا ہے؟" اس کے لہجے میں کسی بچے جیسا اشتیاق تھا۔ انھوں نے مسکرا کر سر ہلایا۔

" اس سے مانگنا، اپنی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اس سے شئیر کرنا بہت اچھا لگتا ہے حازم۔ اس جیسا سامع تو کوئی بھی نہیں ہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اسے ہمارا مانگنا اچھا لگتا ہے۔ وہ ہمارا انتظار کرتا ہے۔ پلٹنے کا اور پلٹ کر مانگنے کا۔ ایک ٹپ دوں؟"

محویت سے انھیں دیکھتے ہوئے اس نے سر ہلایا۔

"قرآن کے بعد اللہ سے ضرور دعا مانگا کرو۔ کیونکہ تب ہم اللہ سے بات کرتے ہیں۔ وہ ہمیں سن رہا ہوتا ہے۔ جنت کی آیت ہے تو اس کا حصول مانگو۔ جہنم کا ذکر آئے تو اس سے پناہ مانگو اور اگر کسی پر اللہ کے فضل کے بارے میں پڑھو تو اپنے لئے بھی فضل مانگو۔ "وہ بہت نرم بولتی تھیں۔ سکون اور حلاوت سے بھرپور۔ حازم چند لمحے انھیں دیکھتا رہا۔

"you are the prettiest woman I have ever come across"

(آپ سب سے خوبصورت خاتون ہیں۔)

اس کے اعتراف پر ماہ گل ہنس دیں۔

"you think so?"

(تمہیں ایسا لگتا ہے؟)

"You are."

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کا لہجہ پر اعتماد تھا۔ ماہ گل کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ نجانے ان کی کس نیکی کا صلہ تھا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔ "وہ اٹھ بیٹھا۔ ماہ گل نے مستفسر نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ابرش اور میرا نکاح ہوا تھا؟"

ماہ گل پل کے لئے لاجواب ہو گئیں۔ پھر گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

" ابرش نے بتایا ہے؟"

" نہیں۔ اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ آپ اس بات کو چھوڑیں۔"

"احمر نے بتایا ہو گا۔ میں جانتی ہوں۔" انھوں نے سر جھٹکا۔

" آپ لوگوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ یہ چھوٹی بات تو نہیں تھی۔" اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"تمھیں یاد نہیں تھا حازم۔ تمھارا دماغ کسی قسم کا پریشر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے میں تمھیں کیا بتاتے؟ "تیزی سے دھڑکتے دل کو نظر انداز کرتی وہ نارمل سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"بعد میں تو بتا سکتے تھے نا؟"

" ہاں یہ ہماری غلطی تھی۔ بتانا چاہیے تھا۔" انھوں نے اعتراف کیا۔" لیکن اس وقت کرائسسز ہی اتنے تھے کہ کسی چیز کی طرف دھیان نہیں تھا۔ جن دنوں تمھارا ایکسیڈنٹ ہوا انھی دنوں زہرہ بھی چلی گئی تھیں۔ پھر ان کا کبھی پتہ نہ لگ سکا۔"

حازم کچھ لمحے انھیں دیکھتا کچھ سوچتا رہا۔

" اس سب میں سب سے زیادہ نقصان ابرش کا ہی ہونا تھا نا؟"

" لیکن ہوا نہیں۔ سوجو نہیں ہوا اس کے بارے میں ٹینشن نہ لو۔ ریلیکس رہو اور اپنے رشتے پر فوکس کرو۔ تمھیں وہ اچھی لگی؟ "انھوں نے آخر میں مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔ اپنی سوچوں میں غلطاں حازم نے چونک کر انھیں دیکھا۔ پھر کندھے اچکائے۔

"اچھی ہے۔ لیکن اسے سمجھنے کے لئے ٹائم چاہئے۔" اس کے چہرے پر سادگی تھی۔

"کیوٹ لگ رہے ہو۔" وہ شرارت سے بولیں۔

" ماں ں ں۔۔"

ماہ گل ہنس دیں۔

"کیا سوچ رہے ہو؟ تم ٹائم لے لو۔ نو پرابلم۔"

حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کی بھوری آنکھوں میں اداسی تھی۔

" ایک آرمی مین کو فیملی مین نہیں بننا چاہیئے ماں۔بیچ راستے چھوڑ جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ "اس نے دھیرے سے کہا۔ماہ گل کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر زور سے بھینچا۔

"حازم فضول مت بولو۔" انھوں نے سختی سے ڈپٹا۔اس نے تکان سے انھیں دیکھا۔

"ماں آپ کیوں نہیں یہ قبول کرتیں؟ آپ کسی کو نہیں روک سکتیں۔"

ماہ گل نے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

" تم ایک ماں کے درد کو نہیں سمجھ سکتے حازم۔اولاد کے حوالے سے بدترین غم اس کا مر جانا ہے پھر اس غم کا کوئی کنارہ بھی نہیں ہوتا۔جن کو اپنے خون سے سینچ کر بڑھا کیا جائے،ان کو کانٹا چبھنے پر بھی روح تڑپ اٹھتی ہے۔اسی اولاد کا پھر مر جانا ایک ماں کو موت سے پہلے ہی مار دیتا ہے۔یہ غم کی سب سے بدترین قسم ہے حازم۔ "ان کے آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔حازم نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"میں بچپن سے بہت بزدل تھی۔میری کزن کہا کرتی تھی کہ جن کو رب پر یقین ہو وہ ڈرتے نہیں ہیں۔مگر میں ڈرتی تھی۔اپنی اولاد کو کھونے سے میں اب بھی ڈرتی ہوں۔میں نے اپنا آپ وار دیا ہے تم تینوں پر،اب میں کیسے پیچھے ہٹ جاؤں؟ "وہ بکھری سی آواز میں کہہ رہی تھیں۔حازم نے نرمی سے انھیں ساتھ لگا لیا۔

"آئی ایم سوری ماں۔میں آپ کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"میں آج بھی ڈرتی ہوں۔احمر کی اگر آفس سے بے وقت کال آجائے تو میرا سانس بند ہونے لگتا ہے۔میرا ل اگر یونی ورسٹی سے لیٹ ہو جائے تو مجھے شدید خوف ستاتا ہے۔اور تم پر سجا یونیفارم دیکھ کر میرا خوف میرے فخر پر حاوی ہونے لگتا ہے۔میں ایک بہادر ماں نہیں ہوں حازم۔"

"ام موسیٰ نے اپنا بیٹا اپنے ہاتھوں سے دریا کی ظالم لہروں کے حوالے کر دیا تھا۔ "ان کے بالوں کو ہولے ہولے تھپکتے ہوئے وہ دھیرے سے بولا۔ ماہ گل سن رہ گئیں۔

"خدا کا یہ حکم سنتے ہی ان کا قلب فواد (فو۔ا۔د) بن گیا۔ عربی میں فواد آگ میں بھنے گئے گوشت کو کہتے ہیں۔ باربی کیو۔ دل کو فواد خاص حالات میں کہا جاتا ہے، جب جذبات سے دل لبریز ہو۔ عام سچوئیشنز کے لئے دل کو قلب کہا جاتا ہے۔ مصر کے دریاؤں کا بہاؤ بہت تیز ہوتا ہے اور مگر مچھوں کی کثرت بھی۔ اسی دریا کے حوالے اپنے کم سن بیٹے ہو حوالے کرنے کا حکم سنتے ہی ان کا قلب فواد بن گیا۔ آگ میں جلتے ہوئے گوشت کی طرح۔ ان کے لئے یہ آسان نہیں تھا۔ وہ رسول نہیں تھیں۔ ان کے دل میں شدید جذبات بھڑک رہے تھے کہ اللہ نے ان پر سکینت اتار کر ان کے فواد کو قلب کے درجے پر لے آیا۔ ماں۔۔ "اس نے نرمی سے انہیں خود سے علیحدہ کیا۔ وہ سرخ بھیگی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"اللہ سے ام موسیٰ جیسی سکینت مانگا کریں۔ پھر ہماری طرف سے وہ آپ کا فواد قلب کر دے گا۔ ٹرسٹ می۔"

اس نے ان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا۔ ماہ گل نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس کا جھکا سر دیکھا۔

" میرا وقت آ گیا ناماں تو آپ مجھے نہیں روک پائیں گی۔ بھلے ہی میں فوج میں ہوں یا نہ ہوں۔ یہ وردی ہو یا نہ ہو۔ آپ کسی کو نہیں روک سکتیں۔ خود کو اس خوف سے آزاد کر دیں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ماہ گل آنکھوں میں کرب لئے اسے دیکھتی رہیں۔ وہ ناجیہ کا بیٹا تھا۔ وہ ناجیہ ہی کی طرح بولتا تھا۔ نرم، چاشنی لئے گھمبیر لہجہ۔

"تم بھی تو ابرش کے لئے پریشان ہو۔"

اس نے گہری سانس لی۔

" شائد مجھے بھی نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن۔۔"

"کچھ مت سوچو حازم۔خود سے کچھ بھی مت قائم کرو۔تم اسے نہیں جانتے۔اس کے دل میں اپنا مقام نہیں جانتے۔ جب اسے جان لو پھر مجھے بتانا۔ "انھوں نے بے اختیار اسے ٹوکا۔حازم ہلکا سا مسکرایا۔

"ابھی سے بہو کی سائیڈ لے رہی ہیں؟"

ماہ گل آنکھیں رگڑتے ہوئے مسکرائیں۔

" بیٹی ہے میری۔سمجھے۔"

" ایک تو ہر کوئی آپ کی اولاد ہی ہوتا ہے۔ " وہ جل کر بڑبڑایا۔

" تم میری بیٹی سے جیلس ہو رہے ہو؟"

"کیا نہیں ہونا چاہئے؟"

" اگر ماں بیٹے کی سیاستیں ختم ہو گئی ہوں تو مجھ جیسا غریب سو سکتا ہے؟"

مظہر ناک کر کے اندر داخل ہوئے۔ان دونوں نے بے اختیار مڑ کر دیکھا۔ حازم مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

" ویسے کیا باتیں ہو رہی تھیں؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر فائل سینٹرل ٹیبل سے اٹھاتے ہوئے ان کی طرف پلٹے۔

" اپنے ولیمے کا مینیو ڈسکس کر رہا تھا۔آفٹر آل میری بیوی تو آ ہی گئی ہے۔ "سادگی سے کچھ جتاتے ہوئے وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ماہ گل نے بے اختیار مسکراہٹ روکی۔مظہر کے ہاتھ سے فائل چھوٹتے چھوٹتے بچی۔

"گڈ نائٹ۔ "سکون سے ان پر بم پھوڑ کر وہ باہر نکل گیا۔آریان کا دوست تھا۔نیندیں تو اڑانی تھیں۔

"یہ۔۔یہ جانتا تھا؟"

مظہر نے ششدر ہو کر ماہ گل کو دیکھا۔ انھوں نے کندھے اچکا دیئے۔ دل ہلکا تھا۔ کندھے بوجھ سے آزاد تھے۔ وہ واقعی ان کی کسی نیکی کا صلہ تھا۔

****

رات جیسے ہی آخری پہر میں داخل ہوئی وہ خاموشی سے بنا چاپ کے گھر سے نکل آیا۔ وہی سیاہ جینز پر سیاہ ہوڈی اور سیاہ ماسک۔

معمول کا حبس فضا کو مزید ساکن بنا رہا تھا۔ منہدم ہوتی عمارت کو تہہ خانے میں وہ چاروں ایک طویل میز کے گرد بیٹھے تھے۔

"اس آپریشن کو شروع کئے تقریباً ایک ماہ ہو گیا ہے اور ہم نے عالم کے تین پلانز فیل کئے ہیں۔ بچوں کو بازیاب کروا لیا، گرلز ہاسٹل سے ڈرگز برآمد کر لیں اور نور آباد والوں کو ریسکیو کر لیا۔ میجر آریان ہمارے ایجنٹ کے طور پر عالم کی کمپنی میں داخل ہو چکے ہیں۔ مزید پلس پوائنٹ یہ ہے کہ اس غدار سے ہمیں کوئی خاطر خواہ نقصان نہیں پہنچا سوائے اس کے کہ شاہ میر زیدی اور حنان بخاری انڈر گراؤنڈ ہو چکے ہیں۔"

حازم سنجیدگی سے بریفنف دے رہا تھا۔ کرنل ذوہیب سر جھکائے کاغذ پر پوائنٹس لکھ رہے تھے۔ کرنل عاصم کی حازم پر جمی آنکھوں میں جھلکتا وہ خفیف سا تاثر اب بھی واضح نہیں تھا۔

"تم بتاؤ آریان۔ تمھارے لگائے گئے بگ سے کوئی انفارمیشن ملی؟"

"سر عالم اور چند اعلی عہدیداروں کو کمرے روز ڈی بگ ہوتے ہیں جن میں التمش بھی شامل ہے۔ ہمارا بگ اتنی آسانی سے ٹریس ایبل نہیں ہے۔ التمش پچھلے چند دنوں سے جلدی آف لے جاتا ہے۔ ابھی تک جو گفتگو ملی ہے وہ سنا دیتا ہوں۔"

وہ آگے رکھے لیپ ٹاپ پر جھکا اور پھر ایک آواز گونجنے لگی۔

"کیا تم نے اس کی تصویر بھیجی ہے سب کو؟"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر التمش کی برہم آواز ابھری۔

" اس نشان کی تصویر بھیجو سب کو ایڈیٹ۔ ورنہ عالم سے پہلے میں تمھیں اگلے جہان پہنچادوں گا۔"

آڈیو ختم ہوئی تو سب نے الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ کس نشان اور تصویر کی بات کر رہے ہیں؟"

عاصم کے پوچھنے پر آریان نے کندھے اچکائے۔

"پتہ نہیں۔ التمش کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ کافی پریشان ہے۔ غالباً عالم نے کوئی کمپلیکس ٹاسک دیا ہے۔"

"تم نے التمش کا بیک گراؤنڈ چیک کروایا؟"

آریان نے سر ہلایا۔

" یس سر۔ وہ اتنا وائٹ کالر نہیں ہے۔ جیل بھی جا چکا ہے۔ اپنی بیوی اور بیٹی کو اغوا کروانے کے جرم میں۔ سم تھنگ لائک دیٹ۔ لیکن پولیس کو اس کے خلاف کچھ نہیں ملا سو وہ بظاہر کلئیر ہے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کرنل عاصم کی آنکھوں میں ابھرنے والے کرب کو وہ دیکھ نہ سکے۔ انھوں نے سر جھٹک کر حازم کو دیکھا جو کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

" حمزہ واٹ اریو تھنکنگ؟"

حازم نے چونک کر انھیں دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔

"کچھ خاص نہیں سر بس یہ حالات کے اعتبار سے التمش کو رائٹ ہینڈ ہونا چاہئے۔"

"آریان تم اس کو چیک میں رکھنا۔ ناؤ تم دونوں کو کوئی آئیڈیا ہے کہ عالم کا نیکسٹ موو کیا ہو گا؟"

****

فجر کے بعد آسمان کے کناروں سے سفیدی ابھر رہی تھی۔لان میں نیم اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ہلکی ہلکی ہوا اعصاب کو پر سکون کر رہی تھی۔حازم نے دروازہ دھکیلا ۔لان چیئر زپر میرال بیٹھی تھی۔دوپٹہ سر پر لپیٹے کرسی کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندر کھیں تھیں۔زیر لب کچھ پڑھ رہی تھی۔حازم ہڈ سے سر سے اتارتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھا۔میرال نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور سیدھی ہوئی۔

"آپ کب آئے؟"

"جب آپ مجھے یاد کر رہی تھیں۔ "کرسی پر پیچھے کو ٹیک لگاتے ہوئے وہ مسکرا کر بولا۔

خلاف توقع میرال اسے کاٹ کھانے کو نہیں دوڑی۔وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

وہ اس کا سگا بھائی نہیں تھا یا اس کی اپنی ماں اور بہن کھو چکی تھیں اور وہ انجان تھا۔کیا زیادہ برا ہے؟

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ صبح صبح نظر لگانی ہے کیا؟"اس نے انگلیاں چلاتے ہوئے بال پیچھے کئے۔

"آپ کو میری نظر لگ ہی نہ جائے۔"وہ سر جھٹک کر مسکرائی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پریشان کیوں لگ رہی ہو؟"

میرال نے یاسیت سے اسے دیکھا۔

"وہ وقت یاد ہے جب میں اور آپ احمر بھائی کے خلاف شرارتیں کرتے تھے۔ہم دونوں کی ٹیم تھی۔میں آپ سے زیادہ قریب تھی۔"

"تھی؟ "اس نے ابرو چکایا۔ "یہ سب تمہیں اب کیوں یاد آرہا ہے؟"

میرال نے گیلی سانس اندر کو کھینچی۔

"کیونکہ مجھے اب احساس ہوا کہ اللہ نے مجھے کتنا نواز دیا ہے۔"

"میری صورت میں؟ "اس نے اپنے مخصوص چھیڑنے والے انداز میں کہا۔میرال ہلکا سا مسکرائی۔

"صحیح کہہ رہے ہیں۔"

حازم اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تم رات کو بیڈ سے گری تھیں؟ "اس نے آگے ہو کر رازدارنہ انداز میں تشویش سے پوچھا۔وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے ہنس دی۔

"کیا میں نارمل بات نہیں کر سکتی؟"

"تم واقعی گری تھیں۔ "اس نے جیسے فیصلہ سنا دیا۔

اپنے کمرے کی کھڑکی سے دونوں کو دیکھتی ماہ گل یاسیت سے مسکرائیں۔اس بات سے مکمل انجان کہ زندگی کا یہ نیا باب ان کے لئے کس قدر اندوہناک ہونے والا تھا۔

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش نے دوپٹہ کھولتے ہوئے مڑ کر میرال کو دیکھا جو ہاتھ میں کپ تھامے اندر داخل ہوئی۔

"آپ کی کافی آبی۔"

وہ کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہیں بیٹھ گئی۔ابرش ہلکا سا مسکرائی۔

" یہ کس نے منگوائی ہے؟"

میرال نے کندھے اچکائے۔شفاف سے چہرے پر سکون تھا۔

" مجھے پتہ ہے کہ آپ فجر کے بعد کافی پیتی ہیں۔یہ بھی پتہ تھا کہ اب آپ تکلف میں نہیں پیئں گی۔"

آئینے میں اس کا عکس دیکھتے ابرش ہنس دی۔ وہ سیاہ بالوں کو آگے ڈالے ان میں برش پھیر رہی تھی۔

" تم بتاؤ۔ ٹھیک ہو؟"

میرال نے گہری سانس لی۔ سرمئی آنکھوں میں چمک ابھری۔

" جو مجھے مل گیا ہے نا آبی اس کی کوئی ریپلیسمنٹ نہیں ہے۔ میں اتنی پر سکون ہوں کہ بتا نہیں سکتی۔"

مسکرا کر اس کی بات سنتے ہوئے ابرش نے بالوں کو اونچی پونی میں جکڑا۔ پھر لوشن اٹھاتے ہوئے اس کی طرف پلٹی۔

" آپ خوش ہیں؟"

ابرش اداسی سے مسکرائی۔

" اگر میں ہاں کہوں تو جھوٹ ہو گا۔ نہیں کہوں تو ناشکری ہو گی۔"

" آپ خوفزدہ ہیں۔ "میرال کی بات پر اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ سب کچھ پھر کھو جائے گا۔ اسی لئے آپ خوش نہیں ہو پا رہیں۔"

ہاتھوں کو ملتے ہوئے وہ دوپٹہ اٹھائے اس کے ساتھ آ بیٹھی۔

"شائد۔ لیکن مجھے اس صرف اس بات کی اذیت ہے کہ نجانے خالہ کہاں ہو نگی۔ انھوں نے کیا برداشت کیا ہو گا؟ "
سیاہ آنکھوں میں کرب تھا۔

میرال خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

" وہ اتنی اچھی تھیں میرال۔ میں تب بہت چھوٹی تھی مگر رویئے سمجھتی تھی۔ وہ ہم سب سے بے انتہا پیار کرتی تھیں۔ مجھ سے، تم سے، احمر بھائی سے۔ کیوں دنیا اچھے لوگوں کو جینے نہیں دیتی؟"

"کیونکہ اللہ اپنے بندوں کو دوسروں سے ممتاز کرنا چاہتا ہے۔ وہ انھیں اس بھیڑ کا حصہ نہیں بنانا چاہتا۔ کھانا، پینا، انجوائے کرنا، سو جانا۔ وہ انھیں کیچڑ میں چمکنے والے ایک الگ سے موتی جیسی پہچان دیتا ہے۔ اس کے لئے انھیں آزمائشوں میں جلاتا ہے تاکہ وہ کندن بن جائیں۔ میں پھپھو کو نہیں جانتی کیونکہ تب میں چھوٹی تھی۔ لیکن سب کے دل میں ان کی محبت دیکھ کر میں جان گئی ہوں کہ اللہ کی بھی دوست ہونگی کیونکہ اللہ جن سے محبت کرتا ہے، اپنی مخلوق کو بھی ان سے محبت کروادیتا ہے۔ مجھے زہرہ پھپھو نے ان کے بارے میں، عروش آپی کے بارے میں اور حازم بھائی کے بارے کافی کچھ بتایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بہترین جگہ پر ہوں گی۔"

"ان شاءاللہ۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"آج یونی جائیں گی۔ بھابی؟" اس نے آخر میں شرارت سے پوچھا۔

ابرش ہنس دی۔ اداسی سے، یاسیت سے۔

"تمھارے بھائی کو خود بھی نہیں پتہ کہ تمھاری ایک عدد بھابھی وجود رکھتی ہے۔" اس کے ہلکے پھلکے لہجے میں دور کہیں تلخی بسی تھی۔

"آپ بھائی کو انڈر اسٹیمیٹ کر رہی ہیں۔ اگر نہیں پتہ تو آپ بتادیں۔" میرال نے مسکرا کر کہا۔ ابرش نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"اب یہ بھی میں بتاؤں؟"

"چلیں میں بتادوں گی۔ خیر بتائیں یونی جائیں گی؟"

"آف کورس۔ اور تم بھی چلو گی۔" ابرش کے کہنے پر وہ بدمزہ سی پیچھے ہوئی۔

"آج نہیں، کل جاؤں گی۔ آج تو زہرہ پھپھو کے ساتھ ٹائم گزاروں گی۔ کچھ لوگوں کے راز معلوم کرنے ہیں۔" وہ شریر لہجے میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ابرش نے حیرت سے اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کون سے راز؟"

"بچپن کے لوبرڈز کے راز۔"

"میرااااال۔" اس نے اسے سرزش کرتے ہوئے گھورا۔

میرال ہنستے ہوئے باہر نکل گئی۔

لوبرڈز؟سیریئسلی؟اسے خود بھی نہیں پتہ تھا کہ وہ کیوں مسکرا رہی ہے۔

****

ریسٹورنٹ کے اوپن ایریے میں سفید گول میز کے گرد وہ تینوں بیٹھے تھے۔یہ لنچ کا ٹائم نہیں تھا۔اس لئے رش نہیں تھا۔موسم بھی کافی خوشگوار ہو رہا تھا۔

" مطلب تمہارا نکاح ہو چکا ہے؟" آریان شدید صدمے میں دکھائی دے رہا تھا۔خالی پلاسٹک کی بوتل میز پر گھماتے ہوئے حازم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"پچھتر دفعہ تو بتا چکا ہوں کہ مجھے نہیں پتہ تھا۔اب کیا لکھ کر دوں؟" وہ بار بار اس کی تکرار سے تنگ آ گیا تھا۔احمر ان دونوں سے بے نیاز موبائل پر جھکا ہوا تھا۔

"اور تم۔ ۔"توپوں کا رخ احمر کی طرف ہو گیا۔" مسٹر اومنی سینٹ(جسے سب پتہ ہوتا ہے)تم کیا کسی فلم کی شوٹنگ کر رہے تھے؟جو تم نے مجھے بتانا بھی مناسب نہ سمجھا؟"

" ایک سیکنڈ ایک سیکنڈ تمھیں کیوں بتاتا؟تمھارا نکاح ہوا تھا؟ "احمر نے نظریں فون سے اٹھا کر اسے لتاڑا۔آریان نے کینہ توز نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

"تم دونوں کو میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔یاد رکھنا اور حازم میری طرف سے تجھے سلامی کا ایک روپیہ بھی نہیں ملے گا۔" سینے پر بازو لپیٹے وہ کرسی پر پیچھے ہوا۔حازم نے بے اختیار مسکراہٹ روکی تھی۔

"ہو گیا؟ اب کچھ منگوالیں؟"

حازم نے اشارے سے ویٹر کو بلایا۔ تینوں نے مختلف فلیورز کے ڈرنکس آرڈر کر دیئے۔ آریان پھر احمر کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم بھی شادی کر لو۔ بڈھے تو ہو ہی گئے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ حازم کے بچوں کا تایا تو ہو مگر تائی وجود ہی نہ رکھتی ہو۔ "وہ سنجیدگی سے مشورہ دے رہا تھا۔ حازم بے ساختہ ہنس دیا۔ احمر پر تو گویا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

"میں اٹھائیس سال کا ہینڈسم ینگ مین تمھیں بڈھا لگتا ہوں؟ "اس نے میز کے وسط میں رکھا کرسٹل باؤل اٹھایا اور آریان کے سر کا نشانہ لیا۔

" سر آپ کیا کر رہے ہیں؟"

ویٹر بے چارہ تو حواس باختہ ہی ہو گیا۔ حازم نے اس کی ٹرے سے گلاس اٹھا کر میز پر رکھے۔

" دھرتی کا بوجھ کم کر رہا تھا۔" اس نے ضبط سے باؤل واپس رکھ دیا۔

" تمھیں منع کیا تھا نا کہ اس سے دوستی مت کرو۔" ویٹر کے جانے کے بعد احمر حازم سے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"باالضبط۔ کیا تھا۔" اس نے سعادت مندی سے سر ہلایا۔

" میں نے بھی تمھیں کہا تھا نا کہ اپنے بھائی کی مت سنا کرو؟ "آریان نے مسکرا کر دونوں کہنیاں میز پر ٹکا کر پوچھا۔ احمر نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں۔

"بالکل۔" اس نے بھی معصومیت سے مسکرا کر احمر کو دیکھا۔

"تم نے میرے مقابلے میں اس کی سنی؟" اس کی کتھئی آنکھوں میں صدمہ تھا۔

" نہیں تو۔ میں نے تمھاری ہی سنی ہے۔ میں نے کون سا اس سے دوستی کی ہے؟ "اس نے مسکرا کر اسٹرا لبوں میں دبایا۔ آہ کو کونٹ مار گریٹا۔ آریان کی آنکھوں چمک تھی۔ احمر زچ ہو کر اسے گھور رہا تھا۔

"میں نے تو اسے بھائی بنایا ہے۔ "اس کے لہجے کا مان۔ آریان نے گردن کڑا کر احمر کو دیکھا جس کے تنے کندھے ڈھیلے پر گئے۔

"میں نے تم دونوں کی ہی نہیں سنی۔ "وہ فخر سے کہہ رہا تھا۔

احمر نے سر جھٹک کر رہ گیا۔ جبکہ آریان نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا شاگرد کتنی جلدی بڑا ہو گیا تھا۔ ہاؤ سوئیٹ۔

" میرا ہی دماغ خراب ہے جو اپنی صبح خراب کرنے کے لئے تم دونوں کے ساتھ آبیٹھتا ہوں۔"

" ایک دن تم مجھے مس کرو گے احمر علی حمزہ۔" آریان کے جتا کر کہنے پر احمر نے سر جھٹکا۔

"تم پچھلے دس سالوں سے یہی ڈائیلاگ بولتے آرہے ہو۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ آج بھی سر پر ہی سوار ہو۔"

حازم ہنس دیا۔ آریان نے چڑ کر اسے دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

" تم کس کی سائیڈ پر ہو؟"

" نیوٹرل برو نیوٹرل۔"

آریان نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔

دور پھیلے آسمان نے اداسی سے ان تینوں کو دیکھا تھا۔ جن کے رشتے کی خوشبو دور تک پھیل رہی تھی۔ زندگیاں ان کے ہونے سے معطر تھیں۔

****

وہ یونی ورسٹی کے گیٹ سے ذرا پیچھے گاڑی کھڑی کئے اندر بیٹھا تھا۔ ایک ہاتھ اسٹیرنگ پر رکھے دوسرا بازو دونوں سیٹوں کے درمیان ٹکائے ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔ بھوری آنکھوں میں پر سوچ لکیریں تھیں۔

دو دن سوچ بچار کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پہ پہنچا تھا کہ پہلے ابرش سے بات کر کے اس کی ترجیحات اور اس کا موقف جان لینا چاہیے۔ تاکہ جو بھی فیصلہ ہو مشترکہ ہو۔

کچھ دیر بعد وہ یونی کے گیٹ سے نکلتی دکھائی دی۔ وہ متلاشی نگاہوں سے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔ حازم نے زور سے ہارن دیا۔ وہ باہر نکلنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ یہ یونیورسٹی ویسے بھی عالم کی ٹارگٹ تھی۔ اس کے کارنے کہیں بھی کہیں بھی ہو سکتے ہیں۔ اسے اپنے کور کو آخری لمحے تک بچا کر رکھنا تھا۔

حازم نے شیشہ نیچے کیا۔ ابرش کا ارادہ ہمیشہ کی طرح پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا تھا۔ وہ پاس سے گزری۔

" آپ آگے بیٹھ جائیں۔"

اس کے کہنے پر وہ ٹھٹک کر رکی لیکن پھر بنا کچھ کہے گھوم کر دوسری طرف آ بیٹھی۔ حازم نے گاڑی سٹارٹ کی اور زن سے بھگا لے گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش بے تاثر چہرے کے ساتھ گردن موڑے دیکھ رہی تھی۔ حازم نے ایک نظر اس کے ہاتھوں پر ڈالی۔ دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی میں نازک سی انگوٹھی تھی۔ اس کے ہاتھ عام سے تھے۔ لیکن ان کے ناخن بہت خوبصورت تھے۔ شیپڈ، گلابی اور اوپری حصہ سفید تھا۔ ہاتھوں کی رنگت سفید نہ ہونے کے باوجود بہت سافٹ سی لک دیتی تھی۔ سنہری دمکتی ہوئی۔

جب اس نے گھر جانے والی سڑک کو بائی پاس کیا ابرش نے چونک اسے دیکھا۔ وہ سنجیدگی سے سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"ہم گھر نہیں جا رہے؟" اس نے ذرا تذبذب سے پوچھا۔

" مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔"

ابرش کو تعجب ہوا لیکن وہ خاموش رہی۔ چند پلوں بعد وہ آہستہ سے بولی۔

" آپ مجھے تم کہہ سکتے ہیں۔"

حازم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ نارمل تاثرات سے سامنے دیکھ رہی تھی۔

" تم بھی کہہ سکتی ہو۔" اس کا لہجہ نرم تھا۔ ابرش نے مسکراہٹ چھپانے کے لئے چہرہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔ حازم نے ذرا کی ذرا اسے دیکھا۔ اچانک جیسے دماغ پر دھند چھانے لگی۔ دور کہیں ایک نامانوس سی

آواز ابھری۔

"اگر تم نے دوبارہ آبی کو برش کہا نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

گاڑی لمحے بھر کو لہرائی۔ ابرش نے بے اختیار ڈیش بورڈ تھاما۔

" دھیان سے حازم۔ کیا کر رہے ہو؟"

دھند چھٹ گئی۔ حازم نے چونک کر ابرش کو دیکھا۔ جیسے نیند سے جاگا ہو پھر سر جھٹک کر سامنے دیکھنے لگا۔

" تم ٹھیک ہو؟" ابرش نے بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جب ۲۳ سال تکلف نہیں کیا تو اب کیوں کرے؟

" ہاں۔ ایم فائن۔"

اس نے سنجیدگی سے کہا البتہ اندر اضطراب پھیل گیا۔

چند منٹوں بعد ایک رسٹورنٹ کے آگے کار روکی۔ سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے دونوں باہر نکلے۔ حازم نے آگے بڑھ کر شیشے کا دروازہ دھکیلا اور سائیڈ پر ہو گیا۔ دماغ سے بہت ساری یادیں جھٹکتی ابرش اندر داخل ہوئی۔ ریزرو کی تختی لگے ٹیبل پر دونوں بیٹھے گئے۔ حازم نے اسے دیکھا جو پرس قدموں میں رکھ رہی تھی۔

"کیالو گی؟"

" بس کولڈ بسٹر سمو دی۔"

ابرش نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔ حازم نے آرڈر لکھوا دیا۔

" تم کچھ نہیں لو گے؟" اس نے ابرو چکائے۔

" نہیں۔ تم انجوائے کرو۔ میں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔"

ابرش نے سر کو خم دیا۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

" سو تم بی ایس کی پروفیسر ہو؟"

" بی ایس بائیولوجی کی۔"

بیرے نے آکر ابرش کے آگے گلاس رکھا اور مڑ گیا۔

" تم آج فری تھے؟ کمپنی کی پنڈی والی برانچ میں ہوتے ہو نا؟ "ابرش نے گلاس میں اسٹرا گھماتے ہوئے پوچھا۔

حازم چند لمحے اسے خاموش رہا پھر سر کو اثبات میں جنبش دی۔

" آج فری تھا۔ لیو پر ہوں۔"

ابرش نے اسٹرا لبوں میں دباتے ہوئے سر کو خم دیا۔ حازم چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ کون کہتا ہے کہ سانولی رنگت خوبصورت نہیں ہوتی۔ اسکارف میں لپٹا سنہرا سا چہرہ مسحور کر دینے کے لئے کافی تھا۔ وہ واقعی بہت خوبصورت تھی۔ وجہ نقوش نہیں تھے۔ وجہ اس کی رنگت کی چمک تھی۔

" تم پر یہ حجاب اچھا لگتا ہے۔ "وہ بے اختیار کھنکھارا۔

ابرش نے نظریں اٹھا کر اچھنبے سے اسے دیکھا۔

" آ۔۔ تھینکس۔ تم نے کیا بات کرنی تھی؟ "اسٹرا کو گول گول گھماتے اس نے پوچھا۔ حازم نے سر جھٹکا۔

"تم اپنے اور میرے تعلق کے بارے میں جانتی ہو؟" بغیر کسی تمہید کے اس نے پوچھا تھا۔

ابرش کا ہاتھ رکا۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

" تم۔ تم جانتے ہو؟"

وہ بے یقین تھی۔ وہ کیسے جانتا تھا؟

"میں جانتا ہوں۔" حازم نے سر کو خم دیا۔

ابرش کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ بے اختیار اس نے سسکی روکنے کے لئے لبوں پر مٹھی رکھی۔

" وہ تو یہ بھی نہیں جانتا ہو گا کہ میں اس کے نکاح میں ہوں۔"

اسے زخمی لہجے میں کراہتے ہوئے اپنا تڑپنا یاد آیا۔ وہ کہاں کہاں نوازی جا رہی تھی۔ کندھے بوجھ سے جھکنے لگے تھے۔

حازم نے بغور اس کے تاثرات دیکھے۔

"تمہیں لگتا تھا میں نہیں جانتا؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش نے آنسو پیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ سیاہ آنکھوں کے صرف کنارے بھیگے تھے۔ چہرے پر سنجیدگی تھی۔ وہ اس کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔ اگر وہ حازم حیدر رضا ہوتا تو رو لیتی۔ وہ اس کا بہترین دوست تھا۔ مگر سارا مسئلہ ہی یہی تھا کہ وہ نہیں تھا۔

" میں واقعی نہیں جانتا تھا۔"

ابرش چونکی۔ وہ چابی میز کے کنارے رگڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

" مجھے احمر نے دو دن پہلے بتایا تھا۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بھوری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

" آئی ایم سوری ابرش۔ مجھے آنا چاہیے تھا۔ بہت سالوں پہلے مجھے ہی آنا چاہیے تھا۔"

ابرش کا دل کسی الٹی برچھی سے زخمی ہوا تھا۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔

" اٹس اوکے۔ تمھاری غلطی نہیں ہے۔" اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"آئی نو۔ لیکن اگر مجھے تمھارے بارے میں پتہ ہوتا تو میں لازمی تمھیں ڈھونڈتا۔ تمھارے ساتھ گزارا گیا وقت مجھے یاد نہیں ہے ابرش۔ ہمارے درمیان کافی سال آ گئے ہیں۔۔"

" تم بھولے ہو حازم۔ مجھے یاد ہے اور مجھے سب یاد ہے۔ میں آج بھی وہی ہوں جو سولہ سال قبل تھی۔ بس تمھیں یاد نہیں۔ " وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔ لہجہ زخمی سا تھا۔ سیاہ آنکھوں میں کرچیاں تھیں۔

حازم چند پل خاموش رہا۔

" مجھے پتہ ہے کہ میں ان گزرے سالوں کا مداوا نہیں کر سکتا۔ اگر میں صرف کزن ہوتا تو اتنا مسئلہ نہیں تھا۔ مگر تم میری ذمہ داری تھیں۔ تم سے بے خبر رہنے کا گلٹ مجھے ہمیشہ رہے گا۔" اس کی آنکھوں میں اداسی تھی۔ تھکن تھی۔ وہی تکان جو ان خوابوں سے جڑی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہ قسمت تھی حازم۔ میں تمھیں الزام نہیں دے رہی۔ "وہ نرمی سے بولی۔

" اتنے عرصے بعد مجھے ایکسپٹ کرنا تمھارے لئے مشکل ہو گا۔ میں اس رشتے کے بارے میں تمھارا فیصلہ جاننا چاہتا ہوں۔ بھلے ہی یہ رشتہ ہمارے بڑوں نے کیا تھا لیکن میرے لئے تمھارے رضامندی اہم ہے۔ تم سوچنے کے لئے ٹائم لے سکتی ہو۔"

ابرش خاموش رہ گئی۔ کاش کہ وہ اس کے جذبات جانتا ہوتا۔ وہ اپنا ہو کر بھی اجنبی لگ رہا تھا۔

"حازم۔" وہ آگے ہوئی۔ "تمھارے ساتھ میں نے اکیلے دو دن سفر کیا ہے کیونکہ میں تمھیں جانتی ہوں۔ ہم نے زمانوں کا فاصلہ طے کیا ہے۔ اگر میرا یہ فیصلہ نہ ہوتا تو میں یہاں تمھارے ساتھ نہ ہوتی۔" اس کا مبہم لہجہ بہت کچھ باور کرا گیا تھا۔

حازم اسے دیکھ کر رہ گیا۔ اتنا اعتماد؟

"تم مجھے جانتی نہیں ہو۔" اس نے جیسے اسے جتایا۔

ابرش چیلنجنگ انداز میں مسکرائی۔

"میں تمھیں تم سے زیادہ جانتی ہوں حازم حیدر رضا۔" وہ بے نیازی سے بولی۔ حازم چونکا۔

"حازم علی حمزہ۔" اس نے تصیح کی۔

"کیا فرق پڑتا ہے؟" ابرش نے کندھے اچکائے۔

حازم نے سر جھٹکا۔ عجیب لڑکی ہے۔ وہ اپنے سابقہ بیانیے پر قائم تھا۔

"تمھیں لگ رہا ہے کہ سولہ سال میں سب بدل جاتا ہے۔ ہم دونوں کی شخصیت کافی بدل گئی ہو گی۔ اس لئے مجھے تمھیں قبول کرنا مشکل ہو گا۔ صحیح کہہ رہے ہو۔ تمھیں جاننا ایک چیلنج ہو گا۔ جیسے پچھلے سولہ سال کا عرصہ ایک چیلنج تھا۔ لیکن اگر میں نے اپنی زندگی کا وہ سیاہ ترین دور گزار لیا ہے۔ تو ڈونٹ وری میں تمھیں بھی پرکھ لوں گی۔ کیونکہ۔۔"

اس نے آگے ہو کر اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکا۔ وہ ٹیک لگائے بغور اسے سن رہا تھا۔

"کیونکہ مجھے تمھاری ماں پر اندھا دھند یقین ہے۔" اس کے لہجے میں اعتماد تھا۔

حازم اسے دیکھتا رہا۔ وہ اسے حیران کر رہی تھی۔ اس نے اعتراف کیا۔

" دیکھو ابرش۔ گو کہ مجھے میری جاب نے اتنا اسٹریٹ اسمارٹ بنا ہی دیا ہے کہ میں اگلے کو جان لوں۔ لیکن ہمیں ملے ابھی تین دن بھی نہیں ہوئے اس لئے میں تمھارے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کرنا چاہتا۔ تم مجھے جانتی ہو لیکن میں تمھیں واقعی نہیں جانتا سوائے اس کے کہ تمہارے سیاہ ترین دور نے اس قابل بنا دیا ہے کہ تمہیں اپنی تکمیل کے لئے میری کیا، کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے اپنی ذات تعمیر کر لی ہے۔"

وہ اسے سمجھاتا پیچھے ہوا۔ ابرش ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اتنی بڑی بات تو جان لی ہے اور کیا جاننا ہے؟ اس نے سر جھٹکا۔ بہت کچھ کہنا چاہا مگر جب بولی تو صرف اتنا۔

"تم تو کمپنی میں ایم ڈی نہیں ہو؟"

حازم نے پل کے لئے خاموش ہوا۔ ٹیک چھوڑ کر دونوں ہاتھ باہم ملائے وہ آگے ہوا۔

" میری اصل جاب صرف چند لوگوں کو پتہ ہے۔ لیکن تم فیملی ہو اس لئے میں تم سے نہیں چھپاؤں گا۔"
ابرش نے گہری سانس خارج کی۔ ایک پیش رفت تو ہوئی۔ وہ اسے فیملی سمجھنے لگا تھا۔

اس نے سوالیہ ابرو چکائے۔

" ایسی بھی کیا جاب کرتے ہو جو اتنی سیکرٹ ہے؟"

" میں آرمی میں ہوں۔ میجر حمزہ۔ "اس نے سکون سے کہا۔ ابرش کے سر پر گویا چھت آن گری۔ وہ حق دق سی اسے دیکھ رہی تھی جو سکون سے اس کے سر پر بم پھوڑ کر فرصت سے ٹیک لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔

وقت کا پہیہ الٹا گھوما۔ کچھ صفحے ماضی کے الٹے۔

وہ ایک ڈرائنگ روم کا منظر تھا۔

وہ دونوں اب بھی ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے آگے رکھی کلرنگ بکس میں سر جھکائے کلرز کر رہے تھے۔ شیشے کی طویل میز پر کلر پنسلز بکھری تھیں۔

دفعتاً ابرش نے سر اٹھایا۔ سیاہ کہنیوں تک آتے بالوں پر رنگ برنگی کوئی درجن بھر کلپس لگی تھیں۔ زہرہ اس کے آگے سے تھوڑے سے بال پیچھے کر کے دو فراک کے ساتھ میچنگ کلپس لگا دیتی تھیں۔ ان کے جانے کے بعد وہ اپنا ڈبہ کھول کر کئی کلپس لگا لیتی تھی۔

" حازم تم کیا بڑے ہو کر کیا بنو گے ؟" ایک ہاتھ ٹھوڑی تلے ٹکائے اس نے پوچھا۔ سنہری چہرے پر چمک تھی۔ حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے بھورے بال اب بھی پیچھے جمے تھے۔

"عروش چاہتی ہیں کہ میں آرمی میں جاؤں۔ "اس نے سر پھر کلرنگ بک پر جھکا لیا۔

"اور تم کیا چاہتے ہو؟" وہ مدبرانہ انداز میں سوال کر رہی تھی۔

" جو عروش چاہتی ہیں۔"

وہ ابرش کی آنکھوں میں امڈنے والا تذبذب نہ دیکھ سکا۔

" آرمی میں دور جانا پڑتا ہے۔" اس نے جیسے اسے یاد دلایا۔

"تو؟" وہاں بے نیازی تھی۔

" تو تمہیں خالہ کے بغیر ڈر لگے گا۔ "اس کے چھ سالہ ذہن میں بس یہی بہانہ آیا تھا۔ حازم نے سر اٹھا کر خفگی سے اسے دیکھا۔

"میں بے بی نہیں ہوں۔ "اور سر جھٹک کر وہ دوبارہ مشغول ہو گیا تھا۔ ابرش بے چین ہوئی۔

"وہاں گولیاں چلتی ہیں۔"

حازم کا کلرنگ کرتا ہاتھ رکا۔ اسے جیسے ابرش کا مدعا سمجھ آنے لگا۔ بھوری آنکھوں میں شرارت جھلکی۔ اس نے سر اٹھا کر دلچسپی سے اسے دیکھا۔ وہ بھی خفگی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

" تو؟"

" تو۔۔" اس کی زبان لڑکھڑائی۔ "تو تمھاری بلیوں کا خیال کون رکھے گا؟"

" عروش رکھیں گی نا۔ "وہ مزے سے بولا۔

"لیکن وہاں خالہ نہیں ہوں گی۔ "ایک اور بڑا ڈراوا۔ حازم ہلکا سا مسکرایا۔

"تم مجھے مس کرو گی؟"

ابرش کا رنگ بدلا۔ وہ لمحے بھر کے لئے چپ ہوئی پھر گردن کڑا کر بولی۔

" میں تمھیں کیوں مس کروں گی؟ "شہزادی نے خفگی سے ناک سکوڑی اور ہونہہ کرتے ہوئے کلرز اٹھا لئے۔ حازم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر کلرنگ کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ میدان جنگ کے منظر میں رنگ بھر رہا تھا!

" کہاں کھو گئیں؟"

ابرش چونکی پھر گہری سانس لے کر سیدھی ہوئی۔

" کچھ نہیں۔ تم بتاؤ کتنا عرصہ ہو گیا ہے آرمی جوائن کیے؟"

" پانچ سال تو ہی گئے ہیں۔ "اس کے لہجے میں محبت کی ہلکی سی آنچ تھی۔ ابرش پھیکا سا مسکرائی۔ اس کا جنون سر د نہیں پڑا تھا۔

"اب بھی تم میرے ساتھ رہو گی؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں ایک آرمی مین ہوں جس کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ "وہ جیسے اسے چیلنج کر رہا تھا۔ اب کہ ابرش پورے دل سے مسکرائی۔ وہ آگے ہوئی اور اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکا۔

"For better, for worse, in sickness, in health until death tear us apart."

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

نرمی سے مگر ہر حرف پر زور دیتے ہوئے وہ آہستہ سے بولتی گئی۔ پھر مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور پرس تھام کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

حازم ساکت سا اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس پر اتنا اعتماد کیسے کر سکتی ہے؟ وہ جتنے استحقاق سے سب کہہ گئی تھی، وہ اپنے بارے میں بے یقین ہونے لگا۔

کیا اس لڑکی کی زندگی خراب ہونا وہ افورڈ کر سکتا تھا؟

اس کے یقین اور اعتماد کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔ دل نے پرزور نفی کی۔

ایک فیصلہ تھا جو اس کے بڑوں نے کیا تھا۔ وہ درست تھا یا غلط وہ ان کے کھاتے میں لکھا جانا تھا۔ نبھانا اس کا فرض تھا۔ یہ اس کے کھاتے میں لکھا جانا تھا۔ اور حازم کو بھلے ہی وہ حیدر رضا ہو یا علی حمزہ اسے اپنے کھاتے بے باک کرنے آتے تھے۔ ایک بوجھ اس کے کندھوں سے سرکا تھا۔ دل ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

وہ مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پیسے گلاس کے نیچے رکھے اور آگے بڑھ گیا۔

یہ رشتہ اسے کیسے آزمانے والا تھا، اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

عالم کے شاہانہ آفس میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ پاور چیئر پر بیٹھا سر کرسی کی پشت سے ٹکائے واٹر فال گولڈن فانوس کو گھور رہا تھا۔ سرد پتھر سی آنکھوں میں آج تکان تھی۔ گال کا نشان دہک رہا تھا۔

کمرے کا سلائیڈنگ ڈور کھلا۔ التمش کی مخصوص خوشبو پھیل گئی۔ وہ عالم کے مقابل کرسی دھکیل کر بیٹھا۔

"سر"۔ اس کے لہجے میں نرمی تھی۔ عالم نے نظریں پھیر کر اسے دیکھا۔

"سلطان نے آپ کو بلایا ہے۔"

عالم نے گہری سانس لی۔ اس کا قطعی موڈ نہیں تھا لیکن وہ سلطان پیرزادہ کو انکار نہیں کر سکتا تھا۔

"ٹاسک گروپ کا لیڈر؟"

" سر ہم کوشش کر رہے ہیں۔ ابھی بھی ہمارے پاس دن ہیں۔ مجھ پر بھروسہ رکھیں۔ میں اسے آپ کے قدموں میں ضرور لاؤں گا۔ "اس کے لہجے میں یقین تھا۔

عالم نے نظریں دوبارہ فانوس پر ٹکا دیں۔

" جیٹ تیار ہے سر۔"

وہ اطلاع دیتا اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ عالم کی خاموشی کا راز جانتا تھا۔ ہر سال وہ اس دن ایسے ہی پژمردہ ہو جاتا تھا۔

اور کون جانے کہ التمش کا دل بھی ہر سال اسی دن بری طرح کرلاتا تھا۔

مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔ ہر دفعہ وہ خود کو یقین دلاتا تھا۔

****

غائم قصر آج بھی ویسے ہی کھڑا تھا۔ اسی سرمئی رنگ میں ڈوبے، وہی سازشیں اپنے اندر سموئے اور ویسی ہی کئی زندگیوں کے راز چھپائے۔ ہر فرعون کے لئے موسیٰ جلدی نہیں آیا کرتے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عالم نے آہستہ سے بھاری سرمئی دروازہ دھکیلا۔

کمرہ بہت کشادہ تھا۔ جہازی سائز بیڈ پر گرے اور گولڈن کشنز رکھے تھے۔ باقی قصر کی طرح کمرے کا تھیم بھی گرے تھی۔ لیکن گرے کا شیڈ زیادہ ڈارک تھا۔

راکنگ چیئر پر جھولتے سلطان نے سر اٹھایا۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کر چہرے پر خوشگوار تاثرات پھیل گئے۔ مسکرا کر سر کو خم دیا۔ عالم خاموشی سے اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

" بہت دن بعد چکر لگایا ہے؟" اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا میں یہ مان لوں کہ آپ میرے بارے میں لاعلم تھے؟"

سلطان زیر لب مسکرایا۔

"نہیں۔ میں تم سے سننا چاہتا ہوں۔"

عالم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ آج بھی ویسا تھا جیسا کہ عالم کی پہلی ملاقات میں تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جن پر بڑھاپا اثر نہیں کرتا تھا۔

"آج ۱۲ اگست ہے۔" اس کا لہجہ دھیما تھا۔

"تو؟"

عالم کی آنکھوں میں کچھ زخمی ہوا۔ وہ خاموش رہا۔

"سولہ سال گزر گئے ہیں عالم۔ نکل آؤ اس سب سے باہر۔" اس کا لہجہ سپاٹ سا تھا۔ "تم پر میں نے بہت محنت کی ہے عالم رمیز نقوی۔"

وہ راکنگ چیئر سے اٹھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جب تم میرے پاس آئے تھے تو تم صرف ایک سہمے ہوئے، ڈرپوک اور غریب لڑکے تھے۔ اور میں نے تمھیں کیا سے کیا بنا دیا۔ تم پر اپنا پیسہ پانی کی طرح بہایا ہے۔"

اس کی بھاری آواز سرد تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ٹہل رہا تھا۔ عالم کی نظریں اس پر جمی تھیں۔

"تمہیں اس قابل بنایا ہے کہ تم بدلہ لے سکو۔ میری اور گنایزیشن میں اس وقت ہر عمر کے ۷۸ لڑکے تھے۔ میں نے ۱۸ لڑکوں کو چنا تھا۔ ان میں سے ایک تم بھی تھے۔ میری تنظیم کے بہت درجے ہیں عالم۔ پانچواں درجہ مفلوک الحال اور غریب مردوں کو اپنی تنظیم میں شامل کرنا۔ چوتھا درجہ بچوں کو اغوا کر کے ان سے بھیک منگوانے کا ہے۔ تیسرا درجہ لڑکیوں کو اغوا کر کے ان کی سمگلنگ کا ہے۔ دوسرا درجہ عورتوں کے اعضا بیچنے کا ہے۔ اور پہلا درجہ

میری تنظیم کے نوجوانوں کو ملک کے ڈیپارٹمنٹس میں داخل کر کے انہیں قابو کرنا ہے۔ یہ سب سے مشکل اور پیچیدہ کام ہے۔"

کمرے میں سناٹا تھا۔ عالم محویت سے اسے سن رہا تھا۔

" تم عالم۔ تمھاری اندر کی بھڑکتی آگ کو دیکھ کر میں نے تمھیں پہلے درجے کے لئے چنا تھا۔ میں کسی کو ذاتی طور پر کبھی سپر وائز نہیں کیا۔ لیکن میں نے تمھیں کیا۔"

وہ اس کی طرف پلٹا۔

" تمھارے اندر بدلہ لینے کی آگ بہت شدید تھی۔ کسی کے دل پر پاؤں رکھ کر جینے کی انسٹکٹ تمھارے اندر تھی۔ اس لئے میں تم پر بہت محنت کی ہے۔ اور تم ہار مان رہے ہو؟"

اس کے لہجے میں تپش تھی۔ عالم نے بے اختیار سر نفی میں ہلایا۔

" میں ہار نہیں مان رہا۔ میں بس۔۔۔"

" تم بس ان چند ناکامیوں سے خوفزدہ ہو گئے ہو۔ کیونکہ اتنے عرصے بعد تمھیں کوئی ٹکر دے رہا ہے اور یہ بات تم سے برداشت نہیں ہو رہی۔ کیونکہ تم نے کبھی ہارنا سیکھا ہی نہیں۔"

BEING THE STRUGGLE OUR KIT

سلطان قدم قدم چلتا ریک کی طرف آیا۔ جس پر کئی ڈیکوریشن پیسز سجے تھے۔

" میری محنت تم پر قرض ہے۔ تمہارے والدین کا قتل تم پر قرض ہے۔ یہ سب تم نے چکانا ہے۔ تمہارے پاس ہارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ یا پھر۔ وہ سرد آواز میں کہتا پلٹا۔ تم پلٹنا چاہ رہے ہو؟"

عالم کی سرد آنکھوں میں چنگاری سلگی۔ پیشانی کی رگ تن گئی۔

"اور یہ وہ آخری کام ہو گا جو میں کرنا چاہوں گا۔"

سلطان محظوظ سا مسکرایا۔

"گڈ۔اب تم بتاؤ۔" وہ اس کے مقابل ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھا۔ "کیا کر رہے ہو؟"

"فی الحال ساری توجہ صرف اس لیڈر پر ہے۔" عالم نے نفرت سے سر جھٹکا۔

سلطان لب کاٹے چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔

" پرسوں سمگل شدہ مال آجائے گا۔سی فور میں آئے گا۔التمش کو نگرانی کے لئے بھیج دینا۔"

عالم نے چونک کر اسے دیکھا۔آنکھوں میں ناگواری در آئی۔

" سی فور کیوں؟وہ پبلک پلیس ہے۔میں نے منع بھی کیا تھا۔"

" ڈیل میں یہی طے ہوا تھا اور وہ جگہ سب سے کم رسکی ہے۔ "سلطان نے کندھے اچکائے۔" اور یاد رکھنا۔اس دفعہ بہت پیمنٹ ہوئی ہے۔باقی کیسز کی طرح اس کو بھی برباد نہ کر دینا۔"

"آپ کچھ دن کے لئے یہ سب روک نہیں سکتے تھے؟" اس نے تنک کر کہا۔" آپ جانتے بھی ہیں کہ ابھی ہم مارخوروں کے ریڈار پر ہیں۔"

سلطان نے استہزائیہ نگاہ اس پر ڈالی۔

" ہم نہیں صرف تم۔میں نے یہ کام سترہ سال کی عمر میں شروع کیا تھا عالم۔بتیس سال ہو گئے ہیں اور کسی کو بھنک بھی نہیں پڑی تھی اور تمہیں صرف سات سال ہوئے اور تمہاری پول کھلنے لگی ہے۔سو مجھ پر حکم مت چلاؤ۔تمہارے لئے میں اپنے کام نہیں روک سکتا۔"

عالم کے تنے کندھے ڈھیلے پڑے۔

"اب جاؤ اور سی فور پر بھی نگاہ رکھنا۔اور اس شخص کو جلد از جلد ڈھونڈو۔"

عالم سر ہلا کر اٹھا۔کوٹ کا بٹن بند کرتے اس نے ایک نظر سلطان پر ڈالی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

" میں اگر پھنسا تو یاد رکھئے گا سلطان صاحب۔ آپ بھی میرے ساتھ ہی ڈوبیں گے کیونکہ آپ نے میرے علاوہ کسی کو پرسنلی سپروائز نہیں کیا۔ ٹیک کیئر۔"

سلطان نے اسے جاتے دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔ وہ اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ آخر بتیس سال کا تجربہ تھا مذاق نہیں۔ یہی اس کا زعم تھا۔

****

لاؤنج میں بے آواز ٹی وی چل رہا تھا۔ صوفے پر بیٹھی زہرہ ہاتھ میں ریموٹ تھامے بار بار ماہ گل کو دیکھتی تھیں۔ وہ کاؤچ پر بیٹھیں مٹر چھیل رہی تھیں۔ ان کے بال پورے کیچر میں بندھے تھے۔ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے وہ کافی جاذب نظر دکھتی تھیں۔

"گل۔" زہرہ نے نرمی سے پکارا۔

"ہوں؟" وہ ویسے ہی سر جھکائے مٹر چھیل رہی تھیں۔

"آپ خفا ہیں مجھ سے؟" وہ اداسی سے پوچھ رہی تھیں۔ ماہ گل نے گہری سانس لے کر انھیں دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں تم سے خفا ہو سکتی ہوں؟"

" میں جانتی ہوں مگر۔۔"

" جب جانتی ہو تو کیوں پوچھ رہی ہو؟" وہ ان کی بات کاٹ کر نرمی سے بولیں۔

'کچھ باتیں انسان صرف اس لئے پیش کرتا ہے کہ وہ رد ہو جائیں تو دل سے بوجھ اتر جاتا ہے۔"

ماہ گل چند لمحے خاموش رہیں پھر اٹھ کر زہرہ کے ساتھ صوفے پر آ بیٹھیں۔ وہ زخمی نگاہوں سے انھیں دیکھ رہی تھیں۔

" میں صرف خوفزدہ ہوں زہرہ۔" ان کے لہجے میں درد کی کاٹ تھی۔ زہرہ زخمی سا مسکرائیں۔

"وہ آپ کا بیٹا ہے گل۔ آپ کو جانتا ہے۔ مجھے نہیں جانتا۔ یہ کافی ہونا چاہیے آپ کے لئے۔"

ماہ گل بے بسی سے لب کاٹتے ہوئے ان کی پلکوں پر لدے آنسو دیکھ رہی تھیں۔

" آپ کو میں اتنی خود غرض لگتی ہوں؟ کہ جس کو پال پوس کر آپ نے بڑا کیا۔ اب اتنے عرصے بعد آکر میں اس اپنا حق جماؤں گی؟ نہیں آپ نے مجھے سمجھا ہی نہیں۔"

انھوں نے تکلیف سے سر جھٹکا۔ ماہ گل نے ان کا ہاتھ تھاما اور نرمی سے انھیں دیکھا۔

"زہرہ۔ ناجیہ کے بارے میں پریشان نہ ہو۔ ان شاءاللہ وہ محفوظ ہو گی۔"

زہرہ نے زخمی نگاہوں سے انھیں دیکھا۔

" یہ صرف تسلیاں ہیں گل۔ جو خون مظہر بھائی نے وہاں دیکھا تھا وہ ساری کہانی بدل دیتا ہے۔ میرا دل اس قدر پھٹتا ہے نا کہ میں بتا نہیں سکتی۔ اتنا درد ہوتا ہے کہ سمجھ نہیں آتا کہاں جاؤں۔ کہاں سے اپنی بہن کو ڈھونڈ کر لاؤں۔ واللہ اگر حازم یہاں نہ ہوتا تو شائد اتنی فکر نہ ہوتی مگر وہ بھول گیا ہے گل وہ اپنی ماں کو بھول گیا ہے۔ جس کا ہر لمحہ اس کے گرد گھومتا تھا وہی اسے بھول گیا۔ میں کیسے اس اذیت کو برداشت کروں؟"

وہ بکھری سی آواز میں کہہ رہی تھیں۔ ماہ گل نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ نرمی سے انھیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا زہرہ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

زہرہ نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ چند لمحوں بعد وہ ان سے الگ ہوئیں اور ماہ گل سے دونوں ہاتھ تھامے۔

" آپ ایک وعدہ کریں گی مجھ سے؟" ان کے لہجے میں آس تھی۔

" ان شاءاللہ۔"

" آپ ابرش کا ویسے ہی خیال رکھیں گی جیسے حازم کا رکھا تھا۔ اسے اپنی بیٹی سمجھ کر۔ رکھیں گی نا؟"

ماہ گل انھیں دیکھتی رہ گئیں۔

" آپ نے حازم کا خیال رکھ کر مجھ پر ایسا احسان کیا ہے کہ میں وہ چکا نہیں سکتی۔ پلیز ابرش کے بھی ساتھ رہیے گا۔"

ماہ گل کی آنکھوں میں اذیت ابھری۔

" وہ میرا بیٹا ہے زہرہ۔ میری ذمہ داری ہے۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا اور تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو ہاں؟"
زہرہ نے تکان سے نفی میں سر ہلایا اور سر صوفی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

" میں بہت تھک گئی ہوں گل۔ بہت زیادہ۔ عبید کے جانے کے بعد میں ڈھے گئی تھی لیکن مجھے اٹھنا پڑا۔ ابرش کے لئے۔ مجھے ہی اسے سنبھالنا تھا۔ لیکن اب۔۔ "بند آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرتا چلا گیا۔" اب ناجیہ اور حازم کے ساتھ ہوئے حادثے نے مجھے توڑ کر رکھ دیا۔ اب برداشت نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی لاعلمی بھی عذاب بن جاتی ہے۔"

" زہرہ ایسے تو ہمت مت ہارو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میں جانتی ہوں کہ اب ابرش محفوظ ہے۔ اس کے پاس مضبوط سائبان ہے۔ میری فکر تمام ہوئی۔"

" زہرہ۔۔" ماہ گل نے جیسے انھیں ڈپٹا۔ "بس کرو اب میں کھانا لگاتی ہوں۔ آجاؤ۔"

وہ کہہ کر اٹھ گئیں۔ زہرہ نے آنکھیں کھول کر انھیں جاتے دیکھا۔ سارا منظر دھندلا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

دل سے رستا خون اندر ہی اندر گر رہا تھا۔

****

آریان بیڈ سے ٹیک لگائے خاموشی سے سامنے دیوار پر لگے بڑے سے فوٹو فریم کو دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں یاسیت تھی۔ تصویر ایک گڈ لکنگ سے کپل کی تھی۔ ان کے درمیان میں کم عمر آریان کھڑا تھا۔ ایک خوشحال آئیڈیل فیملی۔

تصویر کو دیکھتے ہوئے اس کا ذہن پیچھے چلنے لگا۔

چھ سال پہلے:۔

حازم اسٹڈی میں کھڑا ایک شیلف کی کتابیں کنگھال رہا تھا۔ احمر ہاتھ میں دو مگ پکڑے اندر داخل ہوا۔

کیا ڈھونڈ رہے ہو؟

"Atomic habits."

احمر نے اسے ایک مگ تھمایا اور دیوار گیر کھڑکی کے ساتھ رکھے کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

" آر کو دی تھی اور ابھی تک واپس نہیں ملی۔"

اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کپ لبوں سے لگالیا۔ حازم بھی مگ اٹھائے وسط میں رکھی ٹیبل کے گرد بیٹھا اور جیب سے موبائل نکالا۔

" یار حازم دو مہینوں بعد آئے ہو۔ کتابوں کی جان چھوڑ دو۔ "وہ چڑ گیا۔

" میں بک ریڈنگ رات کے وقت کرتا ہوں۔ سب کے ساتھ ٹائم سپینڈ کر کے ہی پڑھتا ہوں۔ "وہ نمبر ڈائل کر کے فون کان سے لگاتا ہوا بولا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نواب صاحب نے کیسے یاد کر لیا مجھے؟" آریان کی شوخ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے بھری جوانی میں بہرہ ہونے کی اور اپنا دماغی توازن بگاڑنے کی۔ اسی لئے تم سے ذرا دور ہی رہتا ہوں۔"

"Bull's eye.." احمر ہنس دیا۔

دوسری جانب احمر کی آواز سن کر آریان نے دانت کچکچائے۔

" تم اس گھامڑ کے ساتھ صبح صبح کیا کر رہے ہو؟"

" اے تمیز سے۔بڑا ہوں تم سے۔"

" ایسا کرو تم دونوں آپس میں کر لو۔میں رہنے دیتا ہوں۔" حازم نے تحمل سے کہا۔

"نہیں تم مجھ پر یہ ظلم نہ کرنا۔تمھاری آواز سن کر میں تیزاب سے اپنے کان دھو لیتا ہوں لیکن احمر کی آواز سے تو مکمل بہرہ ہو جاتا ہوں۔تم کہو کیا کہنا ہے؟"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔احمر نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔

"اٹومک ہیبٹس کی بک تمہارے پاس ہے؟"

"ہاں ہے۔"

" اوکے پھر کل ریسٹورنٹ میں ملتے ہیں۔وہیں لے آنا۔"

" نو نو۔تم میرے گھر آؤ۔پھر ہی دوں گا ورنہ بھول جاؤ۔"اس کا لہجہ قطعی تھا۔

"آر۔۔"

"حازم تم پی ایم اے جانے سے پہلے آخری دفعہ آئے تھے۔اب دو ماہ بعد آنے میں کیا حرج ہے اور ممی بھی تمھارا پوچھ رہی تھیں۔"

" اوکے۔شام کو آؤں گا۔"مسز ابراہیم یعنی کہ صاعقہ کا سن کر اس نے ذرا تذبذب سے حامی بھر لی تھی۔

"پاس آؤٹ نیکسٹ منتھ ہو گے؟"وہ فون بند کر کے پلٹا تو احمر نے پوچھا۔

"او نہوں۔دو ماہ بعد۔"

"کچھ لے کر جانا ایسے ہی مت منہ اٹھا کر چلے جانا۔"

بڑا بھائی تھا۔بے وقت نصیحت تو جھاڑنی تھی۔حازم نے مشکور نگاہوں سے اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تھینک یو ویری مچ بھائی۔ آپ نہ ہوتے تو میں کہیں کا نہ رہتا۔ اب مجھ جیسے جاہل کو کیا پتہ تھا کہ کسی کے گھر جاتے ہیں تو کچھ لے کر جاتے ہیں۔ تھینک یو۔"

وہ بظاہر مشکور لہجے میں جلے کٹے انداز میں کہہ رہا تھا۔

" مینشن ناٹ۔ "احمر نے شان بے نیازی سے گردن کڑائی۔

شام کے سائے آہستہ آہستہ گہرے ہو رہے تھے۔ اس نے آریان کے گھر کے سامنے کار روکی اور سیٹ بیلٹ اتارتا باہر نکلا۔ جینز پر گرے ہوڈی پہنے، بال پیچھے کو جمائے کافی وجیہہ لگ رہا تھا۔ وجہ؟ نقوش نہیں اور نہ ہی رنگت۔ وجہ چہرے کی سنجیدگی اور بھوری آنکھوں میں ملال اور تھکن کا عجیب سا امتزاج تھا۔ اس کے حادثے کو گیارہ سال گزر چکے تھے۔ امنیژیا کے بعد کافی حد تک نارمل ہو گیا تھا لیکن یادوں کے حملے آج بھی اتنے ہی شدید تھے جتنے گیارہ سال پہلے تھے۔ یہ فلیش بیکس اور خواب اسے پژمردہ کر دیتے تھے۔

سفید آہنی دروازے کے ساتھ بنے کیبن میں سے گارڈ نے اٹھ کر اس کے لئے دروازہ کھولا۔ غالباً اسے اطلاع مل چکی تھی۔

اندر ڈرائی وے کے اطراف میں لش گرین لان چمک رہا تھا۔ سفید اونچا سا قصر نما بنگلہ پوری شان سے کھڑا تھا۔ آریان اسے لینے باہر نہیں آیا تھا۔ وہ وہ پر اعتماد انداز میں چلتے ہوئے دل ہی دل میں اسے کوس رہا تھا۔ چال کہیں نہ کہیں جھجھک تھی۔ اسے ہر نئی جگہ اور نئے لوگ ان کمفرٹیبل کرتے تھے۔ آہ یہ امنیژیا!

' ارے حازم ڈیئر۔ آج کیسے رستہ بھول پڑے؟"

لاؤنج کے کونے میں لگی گولائی میں بنی سیڑھیوں سے اترتیں صائقہ اسے دیکھ کر خوشگوار حیرت میں گھر گئیں۔

وہ خجالت سے ہلکا سا مسکریا۔ عجیب آکورڈ سیچوئشن میں ڈال دیا تھا اس گدھے نے۔

" کیسے ہو؟ اور ٹریننگ کیسی چل رہی ہے؟ پہلے سے کافی سلم ہو گئے ہو۔"

وہ محبت سے اس کی کہنی تھامے بولیں۔بلیو جینز اور گھٹنوں تک آتا نیوی بلیو ٹاپ پہنے کافی سٹائلش لگ رہی تھیں۔کاپر شمرباب کٹ میں کٹے بالوں میں سن گلاسز اٹکا رکھے تھے۔بازو میں برانڈڈ ہینڈ بیگ لٹکا تھا۔

" آئی ایم فائن آنٹی۔ٹریننگ بھی اے ون چل رہی ہے۔" وہ شائستگی سے کہہ رہا تھا۔پھر کچھ خیال آیا۔

" اور یہ آپ کے لئے۔ "اس نے ہاتھ میں پکڑا بکے اور کیک ان کے آگے کیا۔ایک دلکش سی مسکراہٹ صائقہ کے لبوں پر پھیل گئی۔

"ارے۔تمھیں آج بھی یاد ہے کہ مجھے یہ پسند ہیں۔سو سوئیٹ آف یو۔" انھوں نے نرمی سے سوسنز پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

وہ مسکرا کر رہ گیا۔

" آئی ایم سوری بیٹا۔میری این جی او کی ایک ایمپورٹنٹ میٹنگ ہے ورنہ میں تمھیں ضرور کمپنی دیتی۔ابھی۔۔"

" حازم۔"

اور حازم علی حمزہ کو آج سے قبل آریان ابراہیم کی منحوس آواز کبھی اچھی نہیں لگی تھی۔اس نے سر اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف دیکھا۔آریان ادھا جھکا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔آنکھوں میں شرارت تھی۔

" ایان تم حازم کو کمپنی دو۔میں نکلتی ہوں۔"

" شیور ممی۔آپ مطمئن رہیں۔"

" خیر تمھارے حوالے کسی کو کر کے جاؤں تو مطمئن تو ہرگز نہیں رہ سکتی۔"

وہ اسے لتاڑتے باہر جا چکی تھیں۔آریان اس عزت افزائی پر ہنس دیا پھر حازم کو دیکھا جو اسے یوں گھور رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا۔آریان نے جبڑا سیدھا کیا۔

"برو۔اگر یہاں آ ہی گئے ہو تو میرے کمرے کو بھی شرف بخش دو۔"

"تم جیسا دوست ہونے سے اچھا ہے کہ انسان سانپ پال لے۔"

آریان کا کمرہ کافی کشادہ اور ویل اور گنائزڈ سا تھا۔

" آرمی نے ایک احسان کیا ہے کہ تمھارا کباڑ خانے جیسا روم اب صاف ہوتا ہے۔ "حازم فلور کشن پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ آریان نے ملامت سے اس دیکھا۔

"ویسے تمھیں اپنی ممی کو خوش رکھنا چاہیے۔ نہیں؟ "اس کا اشارہ ان کی کی گئی بے عزتی کی طرف تھا۔ آریان نے کندھے اچکائے۔

"دیکھو بھائی۔ جب چھوٹا تھا تب ڈیڈ ڈانٹتے تھے۔ سکول گیا تو ٹیچرز ڈانٹتے تھے۔ پھر تمھارا مارا گیا تھپڑ بھی نہیں بھولا (حازم نے ڈھٹائی سے شانے اچکائے) اوپر سے تمھارا پروفیسر سنیپ جیسا بھائی ہر وقت سر پر سوار رہتا ہے۔ اب آرمی میں گیا ہوں تو سینئرز کو بھی بس بے عزتی کرنے کے لئے میں ہی دکھتا ہوں۔ اب تو ممی بھی سائیڈ نہیں لیتیں۔ میں نے تو ساری زندگی ایسے ہی گزار دی۔"

وہ مسکین سی شکل بنائے دکھی روح کی طرح کہہ رہا تھا۔

"خیر۔ وہ تھپڑ تم ڈیزرو کرتے تھے اور باقی ساری بے عزتی بھی۔ ڈیزرو ہی کرتے ہو۔" حازم ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر بولا۔ پھر اچانک جیسے اسے یاد آیا۔ " تم۔۔ تم سے کہا تھا نا کہ اپنا وجود لے کر باہر آجانا۔" اس کی آنکھوں سے گویا شرارے نکلنے لگے۔

آریان بھی ذرا متاثر نہ ہوا۔

"تم لوگوں سے اتنا بھاگتے کیوں ہو؟ اتنا انٹروورٹ ہونا اچھا نہیں ہوتا۔"

"آخری دفعہ جب میں نے چیک کیا تھا تو تم میرے سائیکاٹرسٹ نہیں تھے۔ سو نو ایڈوائز پلیز۔ خیر تم بتاؤ تم نے وہ بک پڑھ لی ہے؟ "اس نے بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے بات گول کر دی۔ اپنی ذات موضوع گفتگو بنانا اسے پسند نہیں تھا۔ آریان نے غور سے اسے دیکھا۔

"سائیکولوجی کے مطابق ہر انسان کی کوئی مخصوص ایکٹ ہوتا ہے جو تب وہ دہراتا ہے جب وہ جھوٹ بول رہا ہو، یا نروس ہو، یا ان کمفرٹیبل ہو۔ انسان کا وہ کام اس کا ' ٹیل 'ہوتا ہے اور۔۔"

اس نے آگے ہو کر اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکا۔ وہ غیر دلچسپی سے کرسٹل بال انگلیوں میں گھماتا سن رہا تھا۔

" تمھارا ٹیل بالوں میں انگلیاں چلانا ہے۔"

حازم کا ہاتھ رکا۔ اس نے خاموش نظر اس پر ڈالی۔

" اور یہ بات میں پچھلے نو سالوں سے جانتا ہوں۔"

حازم نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ جو اس پر تجزیہ کیے اب پیچھے ہو کر سینے پر بازو لپیٹے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

" میں جانتا ہوں کہ میں کافی ہینڈسم ہوں۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ تم صرف مجھے ہی اسٹڈی کرتے رہو۔"

آریان نے بے اختیار اس کے جبڑے تک جاتا مکارو کا تھا۔ پھر گہرا ای سانس لے کر ضبط سے اسے دیکھا۔

"مجھے دوستوں کی اس قسم سے شدید نفرت ہے جو ہر وقت نصیحتیں جھاڑتے رہیں۔ لیکن وہاں نصیحت کی جائے جب ضرورت ہو۔ کیونکہ ہر وہ چیز جو ہماری دسترس میں ہے اس پر ہم سے سوال کیا جائے گا۔ سو ایک دوست سے اس کے دوست کے بارے میں سوال ہو گا حازم کہ جب وہ تباہی کے دہانے پر کھڑا تھا تو تم نے اسے روکا کیوں نہیں۔ سو مجھے اس سو کالڈ ووک معاشرے کے اصول سے نفرت ہے کہ لیٹ ادر زلیو۔ (دوسروں کو جینے دو) یہ صرف اس کا معاملہ

نہیں ہے، یہ ہمارا بھی معاملہ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں پوچھ ہو گی۔ سو حازم تمھارا مسئلہ میرا بھی مسئلہ ہے۔"

حازم خاموشی سے بازو سینے پر لپیٹے سن رہا تھا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔ آریان کے خاموش ہونے پر اس نے کندھے اچکائے۔

" میں تم سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن مجھے کوئی پرابلم نہیں ہے۔ تمھارے سامنے ہوں۔ اور ویسے بھی تمھیں یہ سب آج ہی کیوں یاد آرہا ہے؟"

اس کے انداز میں ڈھٹائی تھی۔ آریان نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ وہ اس کا بھرم نہیں توڑنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ ضروری تھا۔

"کیونکہ میں نے تمھارے ساتھ کمرہ شئیر کیا تھا۔ پی ایم اے میں۔"

حازم پر جیسے کسی نے ٹھنڈا ٹھار پانی الٹ دیا تھا۔ وہ شل رہ گیا۔ سارے الفاظ بھک سے اڑے تھے۔

" تم جتنے ٹف بنتے ہو نا۔ تم اندر سے اتنے ہی خالی ہو حازم۔"

آریان کی آواز اس کی سماعتوں میں سیسے کی طرح انڈیلی گئی تھی۔ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

تنفس بھاری ہونے لگا۔ اپنی ذات کا وہ منسخ شدہ حصہ جس کا سامنا وہ خود بھی کبھی نہیں کر سکا، وہ آریان نے کیسے دیکھ لیا؟

" تمہارے اندر ایک ہیرو ٹک انسٹکٹ ہے لڑکے۔ اور ہماری کہانیوں میں ہیرو کون ہوتا ہے؟ ایک اونچا لمبا مرد جو اپنے دائرے میں آنے والے ہر انسان کے مسائل حل کرتا ہے۔ اسٹریٹ سمارٹ اور ذہین۔"

" تمھارے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے حازم۔ میں جانتا ہوں۔ تم کیوں چھپاتے ہو؟ نہیں جانتا۔"

"لیکن تم ڈیمج ہوئے ہو ینگ مین۔ سو دیکھتے ہیں کہ تم اپنی اس ہیرو ٹک انسٹکٹ پر قابو پا کر خود کو ریکور کر پاتے ہو یا نہیں۔ یہ انٹرسٹنگ ہو گا۔ اور ایک اور بات۔۔"

"کمزور ہونا غلط نہیں ہے۔ خود کو بہادر نہ بنا پانا اپنے ساتھ سب سے بڑا ظلم ہے۔ اور اپنے اوپر کیا سب سے بڑا احسان خود کو فیس کرنا ہے۔ فیس یور سیلف حازم۔"

"اپنے تمام مسئلے اندر دبا کر ایک مصنوعی خول خود پر چڑھا لینا آسان ہے۔ لیکن خود کو فیس کر کے لڑنا مشکل ہے۔ یاد رکھنا اپیج۔ اس طرح کے خول ٹوٹنے میں پل لگتا ہے۔"

اور خول ٹوٹ چکا تھا۔ آریان یاسیت سے اسے دیکھ رہا تھا جو سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔

"تم ایک عام سے لڑکے ہو۔ کسی فکشن ورلڈ کے ہیرو نہیں ہو۔ تمھاری ذات کے ساتھ ان گنت مسئلے ہیں۔ ڈیپریشن، انگزائٹی، خوف، ٹینٹرمز، اینٹی سوشل ہونا۔ تم اپنا کانفیڈینس لوز کر چکے ہو۔ اپنی آنکھوں کی وہ چمک کھو چکے ہو جو صرف تمھارا خاصہ تھی۔ گیٹ اٹ بیک حمزہ۔"

اس نے تھک کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ٹھنڈی برف سی آواز آخر کیوں کسی آسیب کی طرح چمٹی تھی۔

"ایک دن آئے گا۔ جب تم وہیں سے شروع کرو گے جہاں سے تم نے چھوڑا تھا۔ چند دن بعد یا شائد دس سال بعد لیکن تمھیں قسمت وہیں لے جائے گی۔ تب تک خود کو تیار کرو۔"

" حازم۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے سر اٹھایا۔ آریان تشویش سے اسے دیکھ رہا تھا۔

" مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم اتنے ان کمفرٹیبل ہو جاؤ گے۔ ایم۔۔"

"I am an amnesic patient."

چہرہ سپاٹ اور آواز سرد تھی۔ مگر بھوری آنکھیں شدید اذیت میں لگتی تھیں۔

آریان پر جیسے بجلی گری تھی۔ وہ سن سا اسے دیکھے گیا۔ آنکھوں میں بہت سے جذبات ابھرے۔

" دس سال کی عمر میں کوئی حادثہ ہوا تھا میرے ساتھ۔ کار ایکسیڈنٹ شائد اور سر پر کسی بلنٹ انجری کے تحت میری میموری لاسٹ ہو گئی۔ ڈرامیٹک نا؟ "اس کا انداز خالی اور اپنے لئے تلخی لئے ہوئے تھا۔

"بقول احمر کہ میری پرسنیلٹی ایسی نہیں تھی۔ اتنا سوشل نہیں تھا لیکن اتنا اینٹی سوشل بھی نہیں تھا۔ میری یادشت کے ابتدائی سال بہت تکلیف دہ ہیں۔ صرف خواب، عجیب سے انجان لوگوں سے بھرے فلیش بیکس، ڈیپریشن، پینک اٹیک اور ٹینٹرمز ہیں۔ یہ میرا بچپن ہے۔"

انداز اب بھی سرد تھا۔

خزاں میں بکھرے سوکھے پتوں سا۔

خالی رہ جانے کی نہ سمجھ آتی اذیت سا۔

آریان کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ یہ وہ لڑکا نہیں تھا جس کے ساتھ اس نے نو سال گزارے تھے۔

" سو اب تم نے ایسا کیا دیکھا تھا؟" اس نے بھوری آنکھوں کا رخ اس کی طرف موڑا۔

آریان نے گہری سانس لی۔

"تم نے رات کوئی برا خواب دیکھا تھا شائد اور تمھاری حالت کافی خراب تھی۔ میں تمھارا بھرم نہیں توڑنا چاہتا تھا حازم۔ آئی ایم سوری فار دیٹ۔ لیکن تم ٹھیک نہیں ہو۔"

ایک زخمی سی مسکراہٹ حازم کے لبوں پر بکھر گئی۔

" میں نے ٹھیک ہونے کی کوشش کی تھی۔ میں نے تین سال سائیکاٹرسٹ سے سیشنز بھی لئے ہیں۔ (ذہن میں برف سی آواز اور سفید بالوں والا چہرہ ابھرا تھا) لیکن ایک خواب اور میری ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے۔ دوائیوں کی ذریعے میں نے کافی حد تک خود کو کنٹرول کر لیا ہے لیکن۔۔۔۔"

کمرے میں سرد سی لہر دوڑی تھی۔

" لیکن مجھے پتہ ہے، ایک وجدان کہ میرے اندر سے اس منسخ شدہ لڑکے کو باہر آنے میں صرف کچھ پل لگیں گے۔ ایک دھکا اور میں پھر وہی بن کمزور اور بکھرا انسان بن جاؤں گا۔ سو جب تم کسی پر لگا خول دیکھو تو اسے لگے رہنے دو آریان ابراہیم۔ تم نہیں جانتے کہ وہ کس کرب سے گزرا ہے۔"

وہ آہستگی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ آریان نے گیلی آنکھیں اٹھا کر اسے کمرے کی دہلیز پار کرتے دیکھا۔

وہ اسے نہیں روک سکا۔

کون سی کتاب، کہاں کی کتاب دونوں بھول چکے تھے۔

کمرہ اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ البتہ پردوں سے پھوٹتی ہلکی ہلکی روشنی دوپہر کا پتہ دے رہی تھی۔ دیوار پر لگا کلاک دو بج کر انیس منٹ کا وقت دکھا رہی تھی۔ عجیب سا کرب تھا جو فضا میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ اے سی بلینکٹ گردن تک ڈالے چہرے پر تکیہ رکھے چت لیٹا تھا۔

آریان سے بات ہوئے اس کے چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ وہ سب کے ساتھ نارمل طریقے سے رہا۔ ہمیشہ کی طرح ! البتہ اندر توڑ پھوڑ مچی تھی۔ اس کی انا بری طرح مجروح ہوئی تھی۔ نو سال ایک مضبوط اور بے نیاز لڑکے کو وہ پورٹریٹ کرتا رہا اور آریان نے نو منٹوں میں جان لیا تھا۔ یہ چیز اس کی ذات پر بری طرح گراں گزر رہی تھی۔ سر بھی درد سے پھٹ رہا تھا۔

موبائل کی چنگھاڑتی بیل پر اس نے بے زاری سے تکیہ چہرے سے ہٹایا اور جلتی بجھتی سکرین دیکھی۔

احمر کالنگ۔

وہ چاہ کر بھی نظر انداز نہیں کر سکا۔ وہ احمر کو نظر انداز کر بھی نہیں سکتا تھا۔

"اسلام علیکم۔"

اس کی آواز میں کسلمندی تھی۔ ساتھ ہی کلاک دیکھا۔ احمر تو آج پنڈی گیا ہوا تھا۔ اس نے کیسے کال کر لی؟

" حازم فوراً ہاسپٹل جاؤ۔" احمر کی آواز میں گھبراہٹ نمایاں تھی۔

حازم کے ماتھے پر بل پڑے۔ وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔

"خیریت ہے؟" اس کے ساتھ ہی وہ بستر سے نکلا۔

"آریان کے پیرنٹس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

حازم شل رہ گیا۔ سائیڈ ٹیبل سے چابیاں اٹھاتے ہوئے اس کے ہاتھ کپکپائے۔

احمر کو کیسے پتہ چلا؟

آریان نے اسے کیوں نہیں بتایا؟

اسے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ بمشکل جوگرز پہنے، چہرے پر چھینٹے مارے اور باہر کی طرف بھاگا۔ سب اپنے اپنے کمروں تھے۔ شکر کہ اس سے کوئی نہیں ٹکرایا۔

انتہائی ریش ڈرائیونگ میں اس نے کار ہاسپٹل کے آگے روکی اور سرعت سے نکلا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ایک راہداری مڑتے ہی وہ جیسے پتھر ہوا تھا۔

وسط میں سفید چادر سے ڈھکا اسٹریچر تھا۔ جس پر جابجا خون کو دھبے لگے تھے۔ چند ڈاکٹرز اور نرسز آس پاس کھڑے تھے۔ انھی میں ایک آریان بھی تھا۔ حازم کا دل جیسے پل کے لئے رکا تھا۔ اس کا چہرہ سفید تھا۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ سرخ اور خشک۔

حازم تیر کی طرح اس کی طرف لپکا۔

" آر۔ تم۔۔ تم ٹھیک ہو؟"

اس نے اسے شانوں سے تھاما۔ آریان کی نظریں خالی سی تھیں۔ جذبات سے عاری۔

"تم ٹینشن نہ لو۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ "اس کا لہجہ بے ربط تھا۔ آریان کو چھوڑ کر وہ ڈاکٹر کی طرف مڑا۔

"ڈاکٹر کیا کنڈیشن ہے؟"

ڈاکٹر نے اسے اشارہ کیا۔ وہ مظہر کے حوالے سے اسے جانتے تھے۔

وہ اسے ذرا دور لے آئے تھے۔

" اس کے فادر موقعے پر ہی دم توڑ گئے تھے۔ "انھوں نے گہری سانس لے کر ملال سے کہا۔

حازم کے قدموں سے جان نکلنے لگی۔ اس نے بے یقین نگاہوں سے مڑ کر آریان کو دیکھا جو اس اسٹریچر کو تکے جا رہا تھا۔

" مدر کا علاج چل رہا ہے۔ بٹ ان کی کنڈیشن کافی سیریئس ہے۔ دعا کرو کہ بچ جائیں۔"

اسی پل آئی سی یو کا بند دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر سرجیکل ماسک اتارتا آریان کی طرف بڑھا۔ حازم تیزی سے آریان کے قریب آیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

" آپ کی مدر کو ہوش آیا ہے اور وہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ بٹ بی کیئر فل ان کی حالت ابھی بھی سیریئس ہے۔"

آریان نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ ایک نظر حازم پر ڈالی۔

" جاؤ آر۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گی ان شاءاللہ۔" اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

آریان ہارے ہوئے جواری کی طرح آئی سی یو کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے قدموں کی لرزش واضح تھی۔

" وہ ابھی تک شاک میں ہے۔ جب سے اسے اپنے فادر کے مرنے کا پتہ چلا ہے اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ ہی آنسو بہائے۔ "ایک نرس ملال سے تبصرہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

حازم کی بھوری آنکھوں میں کچھ زخمی ہوا تھا۔

آریان بیڈ کے قریب آیا۔ صائقہ کے چہرے کی رنگت زرد سفید سی تھی۔ جابجا خراشیں اور بائیں گال پر ایک لمبا سا نیل تھا۔ آکسیجن ماسک لگا تھا۔

"ممی۔"

آریان کی آواز بکھری سی تھی۔ صائقہ نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ اسے اپنے سامنے اس لٹے پٹے سے حال میں دیکھ کر ان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"ایان۔ "ان کی آواز بے حد دھیمی تھی۔ ماسک کی وجہ سے آریان بمشکل سن سکا۔ اس نے ان کا نالیوں میں جکڑا ہاتھ تھاما اور بیڈ کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتا چلا گیا۔

"ممی۔ ڈیڈ بھی چلے گئے۔ آپ مت جانا پلیز۔۔ ممی آپ کو پتہ ہے نا کہ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ پھر بھی یہ کر رہی ہیں۔ پلیز یہ نہ کریں۔ میں مر جاؤں گا ممی۔ مجھے چھوڑ کر مت جائیں۔"

مانیٹر میں زوردار بیپ ہوئی تھی۔ وہ ان کی ہتھیلی پر چہرہ گرائے کانچ سے زخمی کر دینے والی آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ ہاں لیکن آنسو کہیں نہیں تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

" آ۔ آیان۔ اپنی۔۔ اپنی ٹریننگ اچھے سے کرنا بیٹا۔ میں۔۔ میں تمھیں ایک مضبوط۔۔ انسان دیکھنا چاہتی ہوں۔۔ آئی۔۔ آئی لو یو میری جان۔ "وہ اکھڑتی سانسوں کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔ آریان کا چہرہ بے رنگ ہوتا گیا۔

"ممی نہیں پلیز۔ آئی بیگ یو۔۔" پلیز۔ وہ منت کر رہا تھا۔ آنسو اب بھی کہیں نہیں تھے۔

دروازے میں کھڑے حازم لب کاٹتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے بے اختیار ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔ اسی پل آریان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ حازم کو اپنا آپ جلتا محسوس ہوا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف آیا۔

"حازم پلیز۔ ممی سے کہو مجھے۔۔مجھے چھوڑ کر نہ جائیں۔انھیں سمجھاؤنا پلیز۔ "وہ بچوں کے انداز میں منت کر رہا تھا۔ حازم نے بے بسی سے صائقہ کو دیکھا۔اسے دیکھ کر ان کی بے جان ہوتی آنکھوں میں مسکراہٹ ابھری۔

"حازم۔۔بیٹے آیان کا دھیان رکھنا۔خدا کے بعد وہ تمھارے حوالے۔ "ان کی آواز دھیمی ہو رہی تھی۔ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔سانس پھولنے لگا۔مانیٹر کی گونجتی آواز تیز ہو رہی تھی۔

ڈاکٹر تیزی سے آگے آئے۔نرس نے بھی کئی طرح کی ٹیوبز ان سے اٹیچ کرنا شروع کیں۔ایک افراتفری سی مچ گئی تھی۔آریان فرش سے نہیں اٹھا۔بس وہ صائقہ کی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

حازم کچھ کہہ رہا تھا۔ڈاکٹرز کوئی ہدایات دے رہے تھے۔وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔اسی پل سائقہ کے جسم کو جھٹکے لگے۔ ان کا ہاتھ بھاری ہونے لگا اور آریان کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔

تیز ہوا چلی اور زندگی کی ٹمٹماتی مشعل بجھ گئی۔

موت کی سی خاموشی چھا گئی۔

برف سا سناٹا پھیل گیا۔

"ممی۔"

حازم تھکا ہارا صوفے پر بیٹھا تھا۔نظریں بیڈ پر نیم دراز آریان پر جمی تھیں۔جنازے اٹھ چکے تھے اور آریان ابراہیم کی زندگی اندھیر تھی۔آنسو اب بھی اس کی آنکھوں سے نہیں بہے تھے۔وہ ویسا ہی تھا۔

ساکت،صامت،سرد۔

احمر ہاتھوں میں ٹرے تھامے اندر داخل ہوا۔جھک کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور سیدھے ہوتے ہوئے حازم کو دیکھا۔

"تم نے کھانا کھا لیا ہے؟"

’ بھوک نہیں ہے۔ “اس نے بے دلی سے کہا۔

تعزیت کے لئے آنے والوں کو مظہر نے بھگتایا تھا۔ حازم دوپہر سے آریان کے ساتھ تھا اور احمر تھوڑی دیر پہلے آیا تھا۔

” آر۔ سر کا درد کم ہوا؟“ احمر نے دھیرے سے پوچھا۔ آریان نے خالی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر خاموشی سے آنکھیں موند لیں۔ احمر نے بے بسی سے حازم کو دیکھا۔ وہ اٹھ کر آریان کے پاس آیا اور آہستہ سے بیڈ پر بیٹھا۔

”آر۔ پلیز تھوڑا سا کھالو۔ تم نے میڈیسن بھی لینی ہے۔ ایسے نہیں لے سکتے۔ “اس نے بیڈ پر دھرا اس کا بخار میں تپتا ہاتھ تھاما اور لجاجت سے بولا۔

”مجھے کچھ نہیں چاہیے حازم۔ بس لیومی آلون فار آوائل۔“

اس کی آواز میں کچھ نہیں تھا۔ نہ اذیت، نہ تکان، نہ بے زاری۔ بس خالی اور ویران سی آواز تھی۔

” آر پلیز۔ ایسے مت کرو۔۔“

” حازم میری بات سننا۔“

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

احمر بلند آواز سے کہتا باہر نکل گیا۔ حازم نے اذیت سے آنکھیں موند کر کھولیں۔ پھر آریان کا ہاتھ چھوڑا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

لاؤنج میں احمر میں صوفے پر بیٹھا اس کا منتظر لگ رہا تھا۔ وہ ڈھیلا ڈھالا سا اس نے سامنے آ بیٹھا۔

” تم نے سر درد کی دوا لی تھی؟ “احمر نے بغیر کسی لگی لپٹی سے پوچھا۔ حازم نے نفی میں سر ہلایا۔

” جانتا تھا۔“ اس نے جیکٹ کی جیب سے گولیوں کا پتہ نکالا اور اس کی طرف اچھال دیا۔ حازم نے ایک ہاتھ بلند کر کے کیچ کیا اور بنا پانی کے گولی نگلتے ہوئے احمر کو دیکھا جس نے اپنے بھائی کا منہ توڑ دینے کی شدید خواہش کو بمشکل مٹھیاں بھینچ کر ضبط کیا۔

" اس نے تمھیں فون کیوں نہیں کیا تھا؟ کوئی بات ہوئی ہے تم لوگوں کے درمیان؟"

" فار گاڈ سیک احمر۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ خفگی سے بولا۔

احمر چند لمحے جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا پھر سر جھٹک دیا۔

"اینی ویز۔ اب میں چلتا ہوں۔ تم یہیں رہو گے؟" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

ظاہر ہے اسے ایسے چھوڑ کر تو نہیں آ سکتا۔

"حازم بیٹے آیان کا دھیان رکھنا۔ خدا کے بعد وہ تمھارے حوالے۔"

" ہوں۔ اس کا خیال رکھنا۔ اس کو تمھاری ضرورت ہے۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ حازم کی نظریں بار بار سیڑھیوں کی طرف اٹھتی تھیں۔

" کوئی کسی کو ہیل نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں۔ لیکن ہیل کرنے کا وسیلہ تو بن سکتا ہے نا۔ جیسے رزق اللہ دیتا ہے لیکن ہماری جاب اس کا وسیلہ ہے۔ شفا اللہ دیتا ہے مگر میڈیسن وسیلہ ہیں۔ اسی طرح کسی کے دل کو راحت پہنچانے کو لئے اللہ کسی نہ کسی کو وسیلہ بنا دیتا ہے۔ وہ خود زمین پر نہیں آتا لیکن اپنے بندے بھیج دیتا ہے۔ اور اس کے وسیلے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ کسی کا وسیلہ قرآن، کسی کا کوئی انسان، کسی کی کوئی کتاب اور کچھ کے اپنے دل ہوتے ہیں۔ مگر۔۔"

حازم سانس لینے کو رکا۔ گیلی آنکھیں ویسے ہی بند دروازے پر جمی تھیں۔ احمر خاموشی سے سن رہا تھا۔

" لیکن آریان نے پہلے کوئی تنگی نہیں دیکھی۔ اس نے کبھی کوئی اسٹرگل نہیں کی۔ اس کے لئے یہ سب نیا ہے۔ یاد ہے میں اور تم اسے پارس کہا کرتے تھے۔ وہ جس چیز کو چھوتا وہ سونا بن جاتی ۔ وہ پرویلجڈ تھا۔ لیکن یہ جھٹکا شدید ہے۔ اسے سنبھلنے کے لئے ٹائم چاہیے اور بہت زیادہ ٹائم چاہیے۔"

احمر نے گہری سانس لی۔ کتھئی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

"تمھیں اس کے ساتھ نہیں گرنا۔ اس کے لئے کرائے شولڈر بھی نہیں بننا۔ لیکن بس اتنا کہ جب اسے تمھاری ضرورت ہو تم وہاں موجود ہو۔ اس کے جاننے والے بہت ہیں۔ مگر دوست صرف تم ہو۔ اس کا آخری بچا رشتہ بھی تم ہو حازم۔"

"تم بھی اس کے دوست ہو۔" حازم نے جیسے اسے ٹوکا تھا۔

احمر تکان سے مسکرایا۔

" مجھ سے زیادہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ یہ وقت بتائے گا لیکن ابھی تم میری بات سمجھو۔ قرآن میں ہے نا کہ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کہیں گے کہ ہم ایمان لائے اور آزمائے نہیں جائیں گے۔ حازم یاد کرو کہ ہم نے اس آیت سے اخذ کیا تھا؟"

حازم کی بھوری آنکھیں پل کے لئے چمکیں۔

" ہر نیا رشتہ اپنی بنیاد کی مضبوطی دیکھنے کے لئے آزمایا جاتا ہے۔ ہر رشتے میں آزمائش ہے۔ کیونکہ کوئی بھی رشتہ فار گرانٹڈ نہیں ہوتا۔ اس کی پوچھ ہو گی، پکڑ ہو گی۔"

احمر نے نرمی سے مسکرا کر سر کو خم دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ حازم بھی ساتھ ہی اٹھا۔

" یہ تمھاری آزمائش ہے۔ دیکھتے ہیں تم کیا کرتے ہو؟"

اس کے لہجے میں اکساتا ہوا چیلنج تھا۔

"He is my brother from another mother and I'll never let him down"

حازم کے لہجے میں مضبوطی تھی۔ چٹانوں سی، پہاڑوں سی۔

احمر مسکرا کر جانے کے لئے پلٹ گیا۔ حازم اسے جاتے دیکھتا رہا۔

حازم نے اسے ایک بات نہیں بتائی تھی۔

جس طرح کسی بھی چیز کو جوڑنے کے لئے گلیو استعمال ہوتی ہے اسی طرح ٹوٹتے رشتوں کو جوڑنے کے لئے بھی کوئی نہ کوئی وجود ہوتا ہے اور جس گھر میں ایسا کوئی انسان نہ ہو وہ پھر تنہائیوں اور محرومیوں کا عذاب جھیلتے رہتے ہیں۔

احمر علی حمزہ حازم کی زندگی کا وہ ستون تھا جس کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔

ہر رشتہ ایک احمر ڈیزرو کرتا ہے۔

زہرہ نے کافی کا مگ سر جھکا کر لکھتی ابرش کے آگے رکھا تھا۔اس نے جھکے سر کے ساتھ مسکرا کر شکریہ کہا۔زہرہ اپنا چائے کا کپ تھامے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔یہاں سے رائیٹنگ ٹیبل کا نیم رخ نظر آتا تھا۔

" آبی۔"

ابرش نے گہری سانس لی اور گردن موڑ کر ایک ملامتی نگاہ ان پر ڈالی۔زہرہ نے سمجھتے ہوئے تکان سے پیشانی کو چھوا۔

" ابرش۔ "وہ زور دیتے ہوئے بولیں۔" کیوں خود کو اتنا کھپا رہی ہو؟بس اپنے ایم کیٹ کی تیاری کرو۔مت پڑھاؤ یہ ٹیوشنز وغیرہ۔" ان کے لہجے میں خفگی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش نے کتابیں سائیڈ پر کیں اور کافی کا مگ اٹھائے ان کے سامنے آ بیٹھی۔

اس کے کھلے بال کمر پر بکھرے تھے اور آگے سے آدھے کیچر میں مقید تھے۔سیاہ آنکھیں پر سکون

تھیں۔گندمی چہرہ آج بھی اتنا ہی جاذب نظر تھا۔

" امی جب ٹیسٹ میں ایک ہفتہ رہ جائے گا تم چھوڑ دوں گی۔ابھی پڑھانے دیں۔جب میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں اور ذہن بھی تو میں کیوں بے بسی کی زندگی گزاروں؟میں خود کے لئے جتنا افورڈ کر سکتی ہوں کروں گی۔میری واحد سکل پڑھانا ہی ہے اور میں یہی کروں گی۔"

وہ نرم سے لہجے میں انھیں سمجھاتی گئی۔زہرہ لب کاٹتے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"جب باپ مر جاتا ہے نا امی تو انسان کو اپنا باپ خود بننا پڑتا ہے۔ خود کو قابل بنانے کے لئے خود محنت کرنی پڑتی ہے۔ خود کو ٹریک پر رکھنے کے لئے پابندیاں لگانی پڑتی ہیں۔ اپنی جیت پر خود تالیاں بجانی پڑتی ہیں۔ زندگی ویسے نہیں رہتی۔"

اس نے آخر میں ہلکے سے کندھے اچکائے۔

" میں کسی ناول کی بے بس ہیروئین نہیں ہوں جو باپ کے مرنے کے بعد دربدر ٹھوکریں کھاتی رہوں۔ محرومی کی زندگی گزاروں۔ پھر ایک دن کوئی پرنس چارمنگ آکر میرے سارے مسائل حل کر دے گا۔ اونہوں۔"

اس نے کافی کا کپ لبوں سے لگالیا۔ زہرہ ہلکا سا مسکرائیں۔ فخر سے، مان سے۔

" مجھے خود کو کسی پر انحصار نہیں کروانا۔ مجھے اکیلے خوش رہنے کا آرٹ آنا چاہیے۔ اپنی جیت کو اکیلے سیلیبریٹ کرنے کا فن بھی آنا چاہیے۔ اپنے آنسو خود پونچھ کر اٹھنے کی ہمت بھی ہونی چاہئے۔ مجھے خود کے لئے خود کافی ہونا چاہئے۔ کیونکہ میں سیگمہ لیڈی ہوں۔"

زہرہ قائل ہوگئی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں نمی تھی۔ یہی لڑکی تھی جسے شرارتیں کرنے اور کھانے کو سوسا کوئی کام نہیں تھا۔ ایک باپ کا مر جانا ایک بیٹی کے ساتھ کیا کرتا ہے، یہ صرف وہی سمجھ سکتی ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ نے امی دس سال مجھے بہت اچھے سے پال لیا ہے۔ اب میری باری ہے سو مجھے نہ روکیں۔"

رسان سے کہتی وہ پھر اپنے ٹیبل پر جا بیٹھی۔ ہائی لائٹر کا کیپ اتارتے ہوئے اس نے زہرہ کو دیکھا۔

" آبی نام تمھیں پسند نہیں تو سگمہ کیسے اپنے اوپر لگالیا؟ دونوں نام دینے والا ایک ہی تھا بیٹا۔"

وہ اس کے سامنے سے کپ اٹھاتی وہاں سے جا چکی تھیں۔ ابرش نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں۔

ایک چور نظر اپنے سلور بریسلٹ پر ڈالی۔

" امی نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ بھولنے نہیں دیں گی۔ اونہہ۔"

بڑبڑاتے ہوئے سر جھٹک کر وہ پھر کتابوں میں کھو گئی۔ دس دن بعد اس کا ایم کیٹ کا ٹیسٹ تھا۔ اور نہیں! اسے میڈیکل کا جنون نہیں تھا۔ ضرورت تھی!

"آپی تم سگمہ لیڈی ہو جسے سروائیو کرنے کے لئے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

" اور تم؟" معصوم سے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"میں۔۔"بھوری آنکھیں چمکی تھیں۔

".rarest of all personalities -INFJ"

آوازیں دیواروں سے ٹکرا کر واپس پلٹ رہی تھیں۔ وہ کان لپیٹے کتاب پر جھکی ہوئی تھی۔

مگر دل وہیں تھا۔

اور کون کمبخت تھا جو بھولنا چاہتا تھا؟

" جی ماں۔ السلام علیکم۔"

حازم نے فون کان سے لگاتے ہوئے کلاک کو دیکھا۔ صبح کے سات بج رہے تھے۔

" وعلیکم السلام۔ کیسے ہو بیٹا؟"

ماہ گل کی نرم آواز کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے ایک نظر سیڑھیوں کے اوپر بند دروازے پر ڈالی۔

" میں ٹھیک ہوں۔ آپ نے آج کیسے یاد کر لیا؟"

" واہ۔ بے وقت فون نہیں کر سکتی؟ اس کے لئے بھی کیپٹن صاحب کی اجازت لوں؟ "انھوں خفگی سے کہا۔ حازم مسکراتے ہوئے صوفے پر بیٹھا۔ پاؤں لمبے کر کے ٹیبل پر قینچی کی صورت میں رکھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیپٹن ٹوبی۔ "اس نے جیسے انہیں ٹوکا۔

" میرے لئے ایک ہی ہے۔ تم بتاؤ آریان ٹھیک ہے؟"

حازم نے گہری سانس لی۔ آنکھوں میں یاسیت ابھری۔

" ویسا ہی ہے۔ ابھی تک نارمل نہیں ہوا۔"

"اتنی جلدی کیسے نارمل ہو سکتا ہے بیٹا؟ ٹائم تو لگے گا۔"

"ماں جو آنسو بہائے نہ جائیں، وہ اندر ہی اندر گر کر ناسور پیدا کر دیتے ہیں۔ آنسوؤں کو بہہ جانا چاہیے۔ اس نے پچھلے چھ دنوں سے ایک آنسو بھی نہیں بہایا۔ کوئی لفظ نہیں۔ اوپر سے ہمارے پاس صرف بارہ دن رہ گئے ہیں۔ واپس بھی جانا ہے۔ "وہ ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پریشان نہ ہو۔ ناشتہ کر لیا ہے؟"

" نہیں۔ کچھ دیر تک کروں گا۔"

" آج گھر آ جاتے تو اچھا لگتا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم خاموش رہ گیا۔ پی ایم اے کی ٹریننگ کے دو ماہ بعد وہ گھر آیا تھا اور ایک ہفتے بعد ہی یہ حادثہ ہو گیا۔ یعنی چھٹیوں کا دوسرا ہفتہ آریان کے ساتھ گزر رہا تھا۔ اس دفعہ فیملی کے ساتھ ٹائم گزارنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔

"ماں آر کو چھوڑ نہیں سکتا ابھی۔" اس نے دھیرے سے کہا تھا۔ دوسری جانب ماہ گل مسکرائیں۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں اب رکھتی ہوں۔ تم ناشتہ کرو۔"

" اپنا بہت خیال رکھئے گا۔"

اس نے کال کاٹ دی۔ کچھ سوچ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ دروازے کا ہینڈل گھما کر کھولنا چاہا۔ مگر دروازہ اندر سے لاک تھا۔ آنکھوں میں اچھنبا ابھرا۔

اس نے دو تین دفعہ ہنڈل گھمایا۔ رنگت زرد پڑنے لگی۔

" آریان۔۔۔" اس نے بلند آواز میں پکارا۔ جواب ندارد۔

" آر۔۔ دروازہ کھولو۔۔ آریان۔"

اس کے قدموں سے جان نکلنے لگی۔

" آریان۔۔ دروازہ کھولو ورنہ میں تمھارا سر پھاڑ دوں گا۔ آریان۔۔۔"

دروازہ بجا کر اس کے ہاتھ سرخ ہونے لگے۔ آریان نے دروازہ خود لاک کیا تھا۔ اف۔

وہ دروازے پر ٹھوکریں رسید کر رہا تھا۔ چہرے سفید پڑ رہا تھا۔

"آر پلیز۔۔"

وہ بار بار اسے پکار رہا تھا لیکن اندر خاموشی تھی۔

اس نے پوری قوت سے ٹھوکر رسید کی۔ لاک اکھڑا۔ دروازہ اڑ کر دوسری طرف جا لگا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے بمشکل گرنے سے بچا تھا۔ اس نے سر اٹھایا۔ کسی نے اس کی روح کانٹوں پر گھسیٹی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان فرش گرا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور سر سے نکلتا خون سفید مخملی کارپٹ کو داغدار کر رہا تھا۔

وہ بس پل کے لئے رکا پھر تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

گھٹنوں کا بل اس کا ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے آریان کا ہاتھ تھاما۔ یخ ہوتا سرد ہاتھ۔ چہرے کی رنگت بھی زرد پڑ رہی تھی۔

"آریان۔ آر آنکھیں کھولو یار۔۔"

اس کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے اس کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔ اس نے جیب سے رومال نکالا اور خون روکنے کے لئے اس کے سر پر باندھا۔

" حازم۔۔۔ ممی۔۔"

رومال کو گرہ لگاتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپے تھے۔ اس نے گیلی ہوتی آنکھوں سے آریان کو دیکھا۔ اس کی آدھ کھلی آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔ وہ دھیمی لرزتی آواز میں بار بار اپنی ماں کو پکار رہا تھا۔

" آر۔ کچھ نہیں ہو گا۔ آنکھیں مت بند کرنا۔ مجھے سن رہے ہو نا؟"

جو آخری آواز اس نے سنی تھی وہ حازم کی کانپتی آواز تھی اور پھر اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوب گیا۔

"چوٹ زیادہ گہری نہیں تھی۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوئی تھی باقی ہی از فائن۔ کچھ سپلیمنٹس لکھ رہا ہوں دے دیجئے گا۔"

ڈاکٹر کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ حازم نے سر کے خم کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے ہاتھوں اور شرٹ پر خون لگا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر آریان کو دیکھا جو سر پر پٹی باندھے آنکھیں موندیں بیٹھا تھا۔

"چلیں؟" اس کی آواز نارمل تھی۔

آریان نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لمحے بھر کو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا۔ اس نے سر جھٹکا۔

" ٹھیک ہو؟"

حازم نے جیکٹ اس کی طرف بڑھائی۔ آریان نے دھیرے سے اثبات میں سر کو خم دیا۔ وہ کم از کم وہیل چیئر پر باہر نہیں جا سکتا تھا۔

جیکٹ پہنتے ہوئے اس نے حازم کو دیکھا جو سینے پر بازو لپیٹے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے نارمل تاثرات دیکھ کر آریان پل کے لئے مضطرب ہوا۔ وہ تو اس کے چیخنے چلانے کا انتظار کر رہا تھا مگر یہاں تو سب نارمل تھا۔ وہ سر جھٹکتا اس کی معیت میں باہر نکل آیا۔

حازم نے کار فارمیسی کے سامنے روکی اور گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

" میں وہ سپلیمنٹس لے کر آتا ہوں۔ اگر میرے جانے کے بعد تم نے کسی گاڑی کے نیچے آ کر مرنا ہے تو ابھی بتا دو۔"

آریان نے بے اختیار آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر آریان نے گردن کھڑکی کی طرف موڑ لیں۔ حازم سر جھٹکتا باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد آریان نے کار لاک دیکھا۔ ناچاہتے ہوئے اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ دروازے لاک کر کے گیا تھا۔

کمرے کے کارپٹ پر جما خون ویسا ہی تھا۔ آریان اسے نظر انداز کرتا جیکٹ اتار کر صوفے پر رکھی اور بیڈ پر بیٹھا۔

حازم نے جھک کر ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔ آریان نے ایک نظر ٹرے پر ڈالی۔ کیک، جوس ٹیبلٹس اور پانی کا جگ۔ دوسری نظر حازم کو دیکھا جو اس کے سامنے ہی کھڑا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

" مجھے مجبور نہ کرنا کہ میں اپنی ساری آرمی ٹریننگ تم پر آزماؤں۔ اس لئے بغیر کسی بکواس کے یہ کھاؤ۔ میں کوئی نخرے نہیں اٹھاؤں گا۔"

آریان تکان سے مسکرایا۔ وہ اس سے زیادہ عزت افزائی کی توقع کر رہا تھا۔ مگر خیر۔۔

رات اس نے حازم کو صوفے پر لیٹتے دیکھا تو اس سے رہا نہیں گیا۔

" تم گیسٹ روم میں کیوں نہیں سو رہے؟"

کمبل درست کرتے حازم کے ہاتھ پل کے لئے رکے۔ وہ آٹھ دن بعد بولا تھا۔ اس نے سر جھٹکا۔

" تا کہ تم رات بالکنی سے چھلانگ لگا دو؟"

اس کے لہجے میں سادہ سا طنز تھا۔ آریان خاموش رہ گیا۔

کمرے میں اندھیرا تھا۔ وہ بیڈ پر اکڑوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی تھی۔ سیاہ آنکھیں کرب میں دکھتی تھیں۔

" ابرش۔" زہرہ نے کرب سے اسے دیکھا۔"ہار جیت تو زندگی کا حصہ ہوتی ہے بیٹا۔ ایسے دل چھوٹا نہیں کرتے۔"

"میں نے دن رات محنت کی تھی۔" اس کی آواز گیلی سی تھی۔

"کسی اور وقت شدید ضرورت میں تمہیں اس کا صلہ مل جائے گا۔"

" صرف دو پوائنٹس کے مارجن سے میں ہار گئی۔"

"یہی چھوٹی سی ہار بڑی جیت لائے گی۔ اگلے سال پھر ٹرائے کرنا۔"

"نہیں۔" ابرش نے گال رگڑتے ہوئے انہیں دیکھا۔" میں دوبارہ ایم کیٹ نہیں دوں گی۔"

زہرہ کی آنکھوں میں تشویش ابھری۔

" ابرش ایسے نہیں کرو۔ ایسے ہمت ہارنا۔۔"

'میں ہمت نہیں ہار رہی امی۔ میں بس دوبارہ یہ ٹیسٹ نہیں دوں گی۔" لہجے میں قطعیت تھی۔

زہرہ ناسمجھی سے اسے دیکھے گئیں۔

" میں بی ایس سی کروں گی۔"

"پاگل ہو گئی ہو آبی۔ تم اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہو؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"امی۔ڈاکٹر بننا میری ٹائپ نہیں ہے۔میں ایک ایسا کام کرنے جا رہی تھی جس میں نہ مجھے دلچسپی ہے اور نہ جنون۔میں نے آپ سے کہا تھا نا میری واحد اسکل پڑھانا ہے۔"

"تم کیا کرنا چاہ رہی ہو؟"

"میں آن لائن بی ایس سی کروں گی اور شام کو اکیڈمی میں پڑھاؤں گی۔"

نور آباد ایک عام سا ضلع تھا۔جہاں یونی ورسٹی کافی دور تھی اور اس فقدان کو کم کرنے کے لئے اکیڈمیز بنائی گئیں تھیں۔

"ابرش۔۔"

"امی پلیز۔آپ جانتی ہیں نا کیسے ابو کی کمپنی نے سب ضبط کر لیا تھا۔میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں سو میں محرومی کی زندگی نہیں گزاروں گی۔میں جانتی ہوں اکیڈمی میں پڑھانے سے میں اپنے لئے لگژریز افورڈ نہیں کر سکوں گی لیکن اپنی ضروریات ضرور پوری کروں گی۔"

زہرہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

" مجھے تمہیں کچھ بتانا تھا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

انھوں نے گہری سانس کھینچتے ہوئے کہا۔بالوں کو سمیٹتے ہوئے ابرش نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

" میری ایک کولیگ کا بھانجا پنڈی میں ہوتا ہے۔اس سے پتہ کروایا تھا مظہر بھائی کے بارے میں۔"

ابرش بے ساختہ آگے ہوئی۔

" وہ اب وہاں نہیں رہتے۔رہائش بدل لی ہو شائد۔ "زہرہ کی آواز زخمی تھی۔ابرش انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"چھوڑیں امی۔آپ مجھے بتائیں۔میں جوائن کر لوں؟"

زہرہ چند لمحے اسے دیکھتی رہیں پھر اس کی پیشانی چومی۔

" اللہ ہمیشہ کامیابیاں عطا کرے۔"

ابرش نے پل کے لئے جلتی آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

اس کی جدوجہد کا آغاز ہوا تھا۔

آریان تکیوں سے سر اونچا کئے ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑے حازم کو دیکھ رہا تھا جو انہاک سے بال سیٹ کرنے میں مصروف تھا۔ایک عجیب سی خاموشی تھی جو دونوں کے درمیان حائل تھی۔

"حازم۔" آریان نے ہمت کی۔

"ہوں؟"

"تم گھر چلے جاؤ۔ آنٹی تمہارا ویٹ کر رہی ہوں گی۔"

برش رکھ کر حازم فرصت سے اس کی طرف پلٹا۔

"کیوں؟تم نے خودکشی کی ایک اور کوشش کرنی ہے؟" سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے وہ طنز سے بولا۔

" میں نے خودکشی نہیں کی۔" آریان نے تحمل سے کہا۔

"خودکشی کی کوشش بھی خودکشی کے زمرے میں ہی آتی ہے۔"

اب وہ کاؤچ پر بیٹھا جھک کر تسمے باندھ رہا تھا۔ آریان خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"تم ناراض ہو؟"

حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ خالی اور ویران آنکھیں لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے کہ جب مجھے دروازہ بند ملا تھا تو میری کیا حالت ہوئی تھی؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کی شکوہ کناں نظروں پر آریان خاموش رہ گیا۔

"میں نے صرف۔۔"

"تم نے جان بوجھ کر دروازہ بند کیا تھا۔ تم جانتے تھے کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ سو تم نے دروازہ بند کر لیا تاکہ میں اندر نہ آسکوں۔ از دیٹ فیئر آر؟"

آریان خاموش رہا۔ وہ ویسے ہی گلاس ڈور کے پار ابھرتی صبح کو دیکھتا رہا۔

" آر۔ "وہ جھنجھلا گیا۔ "کوئی بات تو کرو۔"

آریان نے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

" مجھے اکیلا چھوڑ سکتے ہو؟" اس کی آواز ہنوز بے تاثر تھی۔

" نہیں۔ وہ بھی ڈھیٹ تھا۔ اس کے علاوہ کچھ؟"

آریان پھر سر جھٹک کر ٹیرس کے پار دیکھنے لگا۔

حازم نے جھٹکے سے اٹھا اور ٹیرس کے دروازے کے آگے پردے برابر کئے اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

" مجھے صرف ایک سوال کا جواب دو آر۔ کیا اس طرح رہنے سے وہ واپس آجائیں گے؟ کیا وقت پلٹ آئے گا؟"

آریان بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

" تم صرف خود کو برباد کر رہے ہو۔ وہ کبھی نہیں آئیں گے۔"

آریان کا تنفس تیز ہونے لگا۔ جسم کا سارا خون چہرے میں سمٹ آیا۔

"یہاں سے چلے جاؤ حازم۔ لیو می آلون۔" اب کہ اس کا لہجہ درشت تھا۔

حازم خاموشی سے اس کے سامنے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ آریان نے کمبل ہٹایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کہاں جا رہے ہو؟"

وہ حازم کے قریب سے گزرنے لگا تو اس نے بے اختیار اس کا بازو پکڑا۔ آریان خود کو چھڑاتا اس کی طرف پلٹا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"تم یہاں سے نہیں جاؤ گے تو ٹھیک ہے، یہیں رہو۔ میں چلا جاتا ہوں۔"

"تم پاگل ہو؟ یاد کرو تمہاری ماں نے آخری دفعہ تمہیں کیا کہا تھا؟ وہ حکم تھا، وہ وصیت تھی آر۔"

آریان اب بے تاثر نہیں رہ سکا۔ اس کی آنکھوں میں دل کاٹ دینے والا درد ابھرا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

"وہ بھی تو چلے گئے نا مجھے چھوڑ کر۔ میں کیوں پروا کروں؟" وہ چیخا تھا۔

"کیا تم وہی ہو جس پر تمہارے ماں باپ فخر کرتے تھے؟ واہ آریان ابراہیم تم تو ان کا فخر مٹی کر رہے ہو۔"

"حازم۔۔۔"

"تمہیں پتہ ہے آر۔ اگر آج وہ ہوتے تو ان سے زیادہ شکستہ کوئی نہ ہوتا کہ ان کا بیٹا ہمت ہار گیا۔"

آریان بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سینے پر بازو لپیٹے نرم آواز میں کہہ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم خدا سے لڑ رہے ہو آر۔ اس نے اپنی امانت واپس لے لی۔ کیا کوئی مالک سے اس بات پر بھی جھگڑتا ہے کہ اس نے اپنی امانت کیوں لی؟"

آریان بیڈ کے ساتھ بیٹھتا چلا گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"وہ تمہارا انتظار کریں گے آر۔ کسی اور جہاں میں وہ اپنے بیٹے کے کامیاب ہونے کا انتظار کریں گے۔ تم انھیں مایوس کر دو گے؟ ان کی زندگی کی ریاضت لٹنے دو گے؟"

آریان کے چہرے پر آنسو پھسلنے لگے۔ اس کی نرم گرم آواز جلتی روح پر پھوار گرا رہی تھی۔ قرار مل رہا تھا۔ حازم دھیرے سے پنجوں کے بل اس کے ساتھ بیٹھا۔

"تمہیں ہمیشہ ان کے بغیر نہیں رہنا پڑے گا۔بس کچھ عرصہ اور پھر تم ان سے ملو گے۔تیاری کر کے ملنا۔"

آریان کا دل عجیب طریقے سے دھڑکا۔اس نے سر اٹھا کر حازم کو دیکھا۔وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"تم جینا نہیں چاہتے مگر میں جینا چاہتا ہوں۔اور میں تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں تمہارے بغیر نہیں۔"

ٹیرس پر پردے برابر کرنے کی وجہ سے نیم اندھیرا پھیلا تھا۔حازم نے نرمی سے آریان کو خود سے لگا لیا۔

"میرے لئے جیو گے؟"

آریان پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔وہ بچوں کی طرح روتا گیا۔حازم نے بنا کچھ کہے اسے ساتھ لگائے رکھا۔وہ ماں باپ کے لئے آج رو رہا تھا۔حازم نے اسے رونے دیا۔

کھڑکی کے پٹ ٹکرانے کی آواز پر آریان حال میں لوٹا۔اس کا چہرہ بھیگ چکا تھا۔اس نے آستین سے آنکھیں رگڑیں۔ایک نظر فوٹو فریم پر ڈالی۔

اس رستے ناسور کی اذیت آج بھی اندر تھی۔

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر اسٹڈی میں راکنگ چیئر پر آنکھیں موندے بیٹھے تھے۔دیوار گیر کھڑکی کے پار شام گہری ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ان کے چہرے پر عجیب سا کرب ٹھہرا تھا۔

"بھائی۔"

زہرہ کی آواز پر انھوں نے بے اختیار آنکھیں کھولیں۔وہ دروازے میں کھڑی تھیں۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ تشویش سے کہتی آگے آئیں۔

مظہر کسلمندی سے سیدھے ہوئے اور پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ انھیں دیکھا۔

"ہاں۔بس تھک گیاہوں۔"

راکنگ چیئر کے سائیڈ ٹیبل پر کیلنڈر رکھا تھا۔جس پر ۱۲اگست کی تاریخ جگمگا رہی تھی۔

"خیریت ہے نا؟آپ ڈسٹرب لگ رہے ہیں۔"

وہ ان کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھیں۔مظہر کرسی سے سر ٹکائے خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے۔

"آج ۱۲اگست ہے۔"وہ ہلکی سی آواز میں بولے۔

زہرہ نے ناسمجھی سے انھیں دیکھا۔

"آج کے دن سولہ سال پہلے مجھے حازم کی کال آئی تھی جس نے سب ختم کر دیا تھا۔"وہ شکستہ لگ رہے تھے۔زہرہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبوچا تھا۔آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"آپ کو حازم کو بتانا چاہئے تھا۔"

"کیا بتاتا زارا۔تم اس کی حالت نہیں جانتیں۔میں نے دیکھا تھا اور میں جانتا ہوں کہ اس کے لئے یہی بہتر تھا۔"

چند لمحے خاموشیوں میں پگھل گئے۔

"آپ لوگوں نے رہائش کیوں بدل لی تھی؟"

مظہر نے گہری سانس لی۔آنکھوں میں ملال تھا۔

"میں جانتا تھا کہ تمہارا ہم تک پہنچنے کا وہ آخری راستہ تھا۔کیونکہ نمبرز تم لوگوں نے بدل لئے تھے۔میں وہ گھر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا ۔مجھے پتہ تھا کہ تم وہاں آؤ گی لیکن مجھے بچوں کی سیکیورٹی کی وجہ سے چھوڑنا پڑا۔"

"کیسی سیکورٹی؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"رضا اور کسی تنظیم کے لوگ حازم کے پیچھے تھے۔ پتہ نہیں کیوں لیکن مجھے محسوس ہوا تھا جیسے وہاں خطرہ تھا۔ میں چانس نہیں لے سکتا تھا اس لئے وہ گھر چھوڑ دیا۔"

زہرہ کی آنکھوں سے ٹوٹ کر گرا تھا جسے انھوں نے رگڑ دیا۔

وہ اپنے کمرے میں گئیں تو ابرش وارڈروب میں ان کے استری شدہ کپڑے لٹکا رہی تھی۔ ان کے آنے پر پلٹی اور ہلکا سا مسکرائی۔

زہرہ نے خاموشی سے اپنی بیٹی کے چمکتے چہرے کو دیکھا۔ دل سے اس کی ابدی خوشیوں کو دعا مانگی۔

"آپ تو بیٹی کو بھول ہی گئی ہیں۔ "مسکرا کر شکوہ کرتی وہ ڈریسنگ ٹیبل پر چیزیں جوڑنے لگی۔

"میں بھول گئی ہوں یا آپ کو دوست مل گئے ہیں۔ "زہرہ نے جیسے جتایا۔ ابرش نے مسکرا کر ان کا عکس دیکھا اور سر جھٹکا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"

"الحمد اللہ۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش جانتی تھی کہ وہ کبھی بھی ان سے شکوہ نہیں سنے گی۔

" تمہاری حازم سے بات ہوئی؟"

پل کے لئے ابرش کے ہاتھ رکے۔ لبوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ ابھری۔

"تم میرے اور اپنے تعلق کے بارے میں جانتی ہو؟"

"ہمارے درمیان کافی سال آ گئے ہیں۔"

"تم سے بے خبر رہنے کا گلٹ مجھے ہمیشہ رہے گا۔"

ابرش نے سر جھٹکا۔

"جی ہوئی تھی"۔وہ ان کی طرف پلٹی۔"پتہ ہے کیا امی۔میں چاہتی ہوں کہ اسے اتنے عرصے بعد کچھ یاد نہ آئے۔سب جیسا چل رہا ہے چلتا رہے۔"

بیڈ پر بیٹھی زہرہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"فضول مت بولو۔"

ابرش نے کندھے اچکائے۔چند لمحے لب کاٹتے وہ کچھ سوچتی رہی۔

"آپ نے ماموں سے بات کی تھی؟"

"صبح کی تھی اور اچھی خاصی ڈانٹ بھی کھالی۔"

ابرش نے حیرت سے انہیں دیکھا۔زہرہ سر جھٹکتے کہہ رہی تھیں۔

"انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں آئندہ اس بارے میں کوئی بات نہ کروں۔اگر زیادہ ہی الگ رہنے کا شوق ہے تو حازم سے پوچھ کر الگ ہو جاؤ اور اس کے بعد مجھ سے کوئی بات مت کرنا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش نے بے اختیار مسکراہٹ دبائی۔

"حازم سے کیوں؟"

"کیونکہ تم اس کی ذمہ داری ہو۔"

اس کے لبوں پر آسودہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔سر جھٹکتے وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"آج ڈنر میں اور میرال تیار کریں گے۔"

زہرہ نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ اسے جاتے دیکھا۔اسے اتنے عرصے کی اذیتوں اور جدوجہد کا صلہ مل گیا تھا۔

کیا واقعی؟

****

میرال نے چاولوں پر رائتہ ڈالتے ہوئے بغور مظہر کو دیکھا جو سست روی سے کھا رہے تھے۔دوسری نظر زہرہ اور ساتھ بیٹھی ابرش پر ڈالی۔آنکھوں میں چمک ابھری۔

"بھائی۔آج کل کافی گرمی نہیں ہے؟"

چند لمحوں بعد اس کی آواز ڈائننگ ہال میں گونجی۔اس کے دونوں بھائیوں نے سر اٹھائے۔انھیں دیکھ کر اس نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔احمر نے سوالیہ ابرو چکائی۔

"تو؟"

"تو کہیں گھومنے چلیں۔جیسے نیلم یا ناران کاغان کی سائیڈ۔"کہتے ہوئے اس نے کنکھیوں سے مظہر کو دیکھا جو خاموشی سے کھا رہے تھے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابھی کچھ ہفتوں پہلے تو کالام گئے تھے۔" احمر نے جیسے اسے یاد دلایا۔

"آبی اور پھپھو تو نہیں تھیں نا۔اب ان کے ساتھ بھی کہیں کا پلان بناتے ہیں۔"اس نے تائیدی انداز میں ابرش کو دیکھا۔اس کے دیکھنے پر اس نے کندھے اچکائے۔

"تم جب سے یونی ورسٹی گئی ہو۔کچھ زیادہ ہی سست نہیں ہو گئی؟"حازم نے سنجیدگی سے پوچھا۔میرال کے چہرے پر خفگی ابھری۔

"کوئی تو موقع جانے دیا کریں۔پلان کی بات کریں۔بابا آپ بتائیں۔"

اس کے پوچھنے پر مظہر نے سر اٹھایا اور ہلکا سا مسکرائے۔

"لڑکی آفس میں بہت کام ہے۔"

"احمر بھائی کو چھوڑ جاتے ہیں۔وہ کر لیں گے۔"

اس کے معصومیت سے کہنے پر احمر نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"میں انسان نہیں ہوں کیا؟روبوٹ ہی سمجھ لیا ہے سب نے۔"

" بابا چلتے ہیں نا۔سب فریش ہو جائیں گے۔پلیز۔"

" چلو دیکھتے ہیں۔" مظہر نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

" بابا دیکھنا نہیں ہے۔چلنا ہے اور سب نے چلنا ہے۔" وہ قطعیت سے بولی۔"آپ اپنا کام نپٹائیں۔تب تک میں اور آبی لوکیشن فائنل کریں گے اوکے؟"

"اچھا بھئی ٹھیک ہے۔"

میرال نے مسکرا کر حازم کو دیکھا۔

" اور آپ بھی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اگلے دو مہینوں تک بہت بزی ہوں۔سو آپ لوگ انجوائے کرو۔"

میرال کا چہرہ لمحے بھر کے لئے بجھ گیا۔ابرش نے اداسی سے اسے دیکھا اور پھر پلیٹ پر سر جھکا لیا۔باقی سب عادی تھے۔

"تم نے کھانا اس لئے بنایا تھا تاکہ بعد میں رشوت لے سکو؟ "احمر نے اس کا موڈ بھانپ لیا تھا سو ماحول بدلنے کے لئے اسے چھیڑا۔حسب معمول وہ تپ گئی۔

"جی نہیں۔ آپ اپنے مفروضے قائم مت کریں۔"

" احمر۔ مت تنگ کرو اسے۔"

ماہ گل کی مداخلت پر میر ال نے فاتحانہ انداز میں اسے دیکھا پھر ابرش کی طرف جھکی۔

"ڈونٹ وری پھر کبھی ان کے ساتھ بھی پروگرام بنالیں گے۔ اتنا اداس مت ہوں۔"

ابرش نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر بے اختیار اس کے پاؤں پر پاؤں مارا۔

"کیا ہے؟ سچ ہی تو بولا ہے۔"

وہ روہانسی ہو کر رخ پھیر گئی۔

****

لوشن ہاتھوں پر ملتے ابرش نے وال کلاک پر نظر ڈالی۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ بالوں کو کیچر میں باندھتے ہوئے وہ باہر نکل آئی۔ سر میں ہلکا ہلکا درد اٹھ رہا تھا۔ کچن کی طرف قدم اٹھاتے ہوئے اس نے مڑ کر سیڑھیوں کے اوپر بنی اسٹڈی کو دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

" ماموں نے کہا تھا کہ اسٹڈی میں ہر طرح کی کلیکشن موجود ہے۔ ٹرائے کریں گے۔ "وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی۔ جھک کر چولہا جلایا اور پین میں پانی ابلنے کے لئے رکھا۔

"میر ال۔ ذرا۔۔"

وہ چونک کر پلٹی۔ اسے دیکھ کر حازم پل کے لئے خاموش ہوا۔

"سوری۔ مجھے لگا میر ال ہے۔"

"اٹس فائن۔ کچھ چاہیے؟"

اس نے چولہے کی طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔سفید ٹراؤزر پر بلیک قمیض اور ہم رنگ دوپٹہ حجاب کی طرح اوڑھے اچھی لگ رہی تھی۔

"ہاں ایک کپ کافی۔"وہ وہیں ٹیبل پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

ابرش نے سر ہلایا۔چند لمحے خاموشی میں گزر گئے۔

"پھپھو بتا رہی تھیں کہ تمہاری ایم فل کرنے کی خواہش ہے؟"

کافی میکر کا بٹن دباتے ہوئے ابرش کے ہاتھ پل کے لئے رکے۔بے ساختہ اس نے آنکھیں میچیں۔اف!امی بھی نا۔مڑ کر اسے دیکھا۔وہ فون پر نظریں جمائے ٹائپنگ کر رہا تھا۔

"آہاں۔خواہش تو ہے لیکن۔۔"

"پھر تم جاب کیوں کر رہی ہو؟پہلے پڑھائی تو کمپلیٹ کر لو۔"

ابرش آنچ مدھم کر کے اس کی طرف پلٹی۔

"مجھے اپنی ذمہ داری خود نبھانی ہے حازم۔ماموں سے مانگنا مجھے گوارا نہیں۔"

"کسی الگ گھر میں رہنے کی شاندار تجویز بھی تمہاری ہو گی؟جو صبح بابا کو دی تھی۔"

ابرش نے بے اختیار لب کاٹا پھر گردن کڑا کر سر کو خم دیا۔حازم نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔فون بند کر کے سائیڈ پر ڈال دیا۔

"آئی کین انڈرسٹینڈ۔میں واقعی اس چیز کو سراہتا اگر تم میرے نکاح میں نہ ہوتی تو۔"ابرش نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔دل نے بے اختیار ایک بیٹ مس کی۔وہ سینے پر بازو لپیٹے سنجیدہ سا کہہ رہا تھا۔

"لیکن ابرش تم میری ذمہ داری ہو۔تمہارے حقوق پورے کرنا میرا فرض ہے۔یہ میرا تم پر احسان نہیں ہے۔"

"میں کزن یا بیسٹ فرینڈ سے ہٹ کر کچھ اور بھی تھی اور اسی ایک رشتے کی وجہ سے اسے آنا چاہئے تھا۔"

دور ذہن میں اسے اپنی خفا آواز سنائی دی۔ اگر اسے یاد ہوتا تو وہ اس کے لئے آتا۔ پاتال کے آخری کونے سے بھی اسے ڈھونڈ لیتا مگر سارا مسئلہ یہی تھا کہ اسے یاد نہیں تھا۔ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یونی ورسٹی میں جاب کرنا تمہارا خواب نہیں ہے۔ تمہارا خواب ایم فل کرنا ہے۔ اگر جاب کرنا تمہارا خواب ہوتا تو میں تمہیں نہ روکتا۔ لیکن تمہارا اپنے خواب کو پس پشت ڈال کر جاب کرنا غلط ہے۔ کم از کم میرے ہوتے ہوئے یہ غلط ہے۔"

وہ نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا۔ ابرش کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔ گزرے ماہ و سال کہیں تحلیل ہو گئے تھے۔ وہ آج بھی وہی دس سال کا حازم تھا جو خود سے جڑے رشتوں کی خود سے زیادہ کیئر کرتا تھا۔

"لیکن حازم۔ امی تمہاری ذمہ داری نہیں ہیں۔"

"حد ہے ابرش۔ وہ میری بھی ماں کی جگہ ہیں۔ آئندہ میں تم سے یہ نہ سنوں۔"

انگشت شہادت اٹھا کر اسے جیسے وارننگ دی۔ ابرش چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ اس کی بھوری آنکھوں میں نرم سی خفگی تھی اور دور کہیں اس کے لئے پرواہ بھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابرش؟"

"اوکے۔"

وہ سر کو خم دیتی پلٹ گئی۔ حازم کا مگ اسے تھمایا۔

"تھینکس۔"

اس نے مسکرا کر مگ لبوں سے لگایا۔ ابرش کاؤنٹر سے ٹیک لگائے مگ کے کنارے انگلی پھیرتی رہی۔

"تم بھی آجاتے تو اچھا لگتا۔"

حازم نے چونک کر اسے دیکھا پھر ہلکا سا مسکرایا۔

"کس کو؟"

ابرش لمحے کے لئے گڑبڑا گئی۔وہ مسکراہٹ دبائے اسے دیکھ رہا تھا۔

" آف کورس سب کو۔"

"پھر کبھی پلان بنائیں گے۔ آج کل ذرا بزی ہوں۔ تم انجوائے کرنا۔"

وہ مگ اٹھائے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر کچھ یاد آنے پر رکا۔ جینز کے جیب سے ٹشو میں لپٹا بریسلیٹ نکالا۔ ابرش مگ لبوں سے لگائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یہ غالباً تمہارا ہے۔ "اس نے بریسلٹ اس کی طرف بڑھایا۔

ابرش نے ناسمجھی سے اسے تھاما اور مگ رکھتے ہوئے اسے کھولا تو پل کے لئے سن ہوئی تھی۔

"یہ تمہیں کہاں سے ملا؟ "ٹشو پر سلور موتیوں کا بریسلٹ چمک رہا تھا۔

"میرے کمرے سے۔ "وہ مسکرا کر اسے دیکھتا پلٹ گیا۔

ابرش نے خفت سے آنکھیں میچ کر لب کاٹے۔ اس رات وہ اس کا کمرہ تھا۔ اف۔ بریسلیٹ کو دیکھتے ہوئے اس کے لب ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

وہ چند چمکتے موتی اس کی گزری زندگی کے گواہ تھے۔

****

عمارت کے تہہ خانے میں مدھم سی روشنی جل رہی تھی۔ آریان نے بازو اسٹریچ کرتے ہوئے حازم کو دیکھا جو پر سوچ انداز میں آنکھیں سکیڑے لیپ ٹاپ کو دیکھ رہا تھا۔ آریان نے ساتھ رکھا کافی کا مگ اٹھایا اور لبوں سے لگایا۔ اسی پل لیپ ٹاپ کے کونے میں سرخ نشان ابھرا۔ حازم نے تیزی سے اسے پریس کیا۔

"میری فلائٹ بک کروادی ہے؟" التمش کی بھاری آواز گونجی۔

"جی سر ویسے وہاں موسم کافی خراب ہے۔"

"دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے۔ خیر لوگ تو زیادہ نہیں ہیں نا؟"

"سوری سر مگر اس دفعہ کافی رش ہے وہاں۔ عالم صاحب کو تھوڑا انتظار کر لینا چاہئے تھا یہ کام سردیوں میں کر لیتے۔ تب اتنے لوگ نہ ہوتے۔"

"یہ ڈیل عالم کی نہیں ہے۔ کسی اور کی ہے اور عالم ماننے کا پابند ہے۔"

"لیکن سر سی فور کے علاہ ہم کسی اور ٹھکانے میں بھی تو جا سکتے تھے نا۔ اتنے لوگوں کی موجودگی میں کیا رسک ہو گا؟"

"سامان کون سا ہال میں اسمگل کیا جائے گا۔ چور راستے ہر جگہ ہوتے ہیں۔ اور ویسے بھی سی فور کا روٹ بارڈر سے قریب ہے۔ دھول جھونکنا آسان ہے۔ اب تم کام کرو۔ میں کچھ دیر تک یو سی میں پہنچ رہا ہوں۔"

"کچھ سمجھ آئی؟" آریان نے پوچھا۔

"اطلاقاً۔" (بالکل بھی نہیں)۔ حازم نے کندھے اچکائے۔ "وہ کلئیر کٹ بات نہیں کر رہے تھے۔ لیکن دو باتیں پتہ چلی ہیں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ آگے ہوا اور چند الفاظ کاغذ پر گھسیٹے۔

"ایک۔ کوئی نیا اسمگل شدہ مال آنے والا ہے اور دوسرا ٹھکانہ سی فور ہے۔"

آریان اسے بغور سنتا کی پیڈ پر انگلی پھیر رہا تھا۔

"مال کی نوعیت کیا ہے، کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ نہیں پتہ۔"

"اگر نہیں بھی پتہ پھر بھی ہمیں انھیں روکنا ہے۔ عالم کے تمام پلانز پر ہم سے پوچھا جائے گا۔"

آریان نے آگے ہو کر پھر آڈیو پلے کیا۔چند لمحے دونوں سنتے رہے۔

" اس کے مطابق تو عالم سے اوپر بھی کوئی ہے۔کوئی ایسا جس کے آرڈرز وہ مانتا ہے۔"

حازم نے ایک اور پوائنٹ لکھا۔آریان نے دوبارہ آڈیو پلے کیا۔

"وہ جگہ بارڈر سے نزدیک ہے اور وہاں موسم بھی ٹھیک نہیں ہے۔لیٹس سی۔"

آریان نے لیپ ٹاپ اپنے طرف گھمایا اور گوگل کھولا۔حازم نے گردن دائیں بائیں جھکا کر اسٹریچ کی اور پھر دباتے ہوئے اپنا موبائل روشن کیا۔تین بیس ہو رہے تھے۔

"زیارت۔" بے اختیار آریان کے منہ سے نکلا۔حازم نے آگے ہو کر دیکھا۔

"گریٹ۔لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زیارت میں کہاں؟وہ لازماً کوئی پبلک پلیس ہو گی کیونکہ آڈیو میں کہا گیا ہے کہ رش زیادہ ہے۔"

"لیکن عالم مال کو چھپانے کے لئے پبلک پلیس کیوں استعمال کرے گا؟وہ پہاڑوں میں یا کسی گھر وغیرہ میں بھی تو چھپا سکتا ہے نا۔"آریان نے جیسے الجھ کر سوال کیا تھا۔

حازم چند لمحے لب کاٹے اسکرین کو دیکھتا رہا پھر بھوری آنکھوں میں چمک ابھری۔

"عالم کا مائینڈ سیٹ کیا ہے آر؟"

"Diversion." آریان نے فوراً کہا۔

" بالتاکید۔" حازم نے سر کو خم دیا۔" اب وہ جانتا ہے کہ زیارت کے بارے میں سب یہی سوچیں گے کہ مال پہاڑوں میں چھپایا جا سکتا ہے۔اس نے ڈائورژن دینے کے لئے ایک پبلک پلیس کا استعمال کیا ہے۔"

" وہ پبلک پلیس کوئی ہوٹل ہی ہو گا۔کیونکہ لوگوں کے رش وغیرہ کی بات ہو رہے۔"

"پوائنٹ۔اس کو دیکھتے ہیں۔تم ہوٹلز کے نام نکالو۔"

آریان چند لمحے کر سر سے اسکرین اسکرول کرتا رہا۔ یکایک ٹھہرا۔ سر اٹھا کر حازم کو دیکھا۔

"ٹھکانے کا نام کیا تھا؟"

" سی فور۔"

آریان نے لیپ ٹاپ اس کی طرف گھما دیا۔ حازم آگے ہوا۔

وہاں تین ہوٹلز کے نام جگمگا رہے تھے۔ تینوں کے نام سی سے شروع ہوتے تھے۔

آریان اٹھا اور کونے میں رکھے کافی میکر کی طرف بڑھ گیا۔ حازم ویسے ہی آنکھیں سکیڑے دیکھتا رہا۔

"ویسے التمش نے یو سی میں بھی پہنچنا ہے۔ اس کے ٹھکانے، لگتا ہے، سی سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ "آریان نے اس کے آگے مگ رکھتے ہوئے کہا۔

"ایک سیکنڈ۔ "حازم بے اختیار سیدھا ہوا۔ آریان نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"Crystal cover" ہمارا اگلا پڑاؤ ہے۔

"تم اتنے شیور کیسے ہو؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے لیپ ٹاپ اس کی طرف کھسکایا۔ وہاں زیارت کا نقشہ کھلا تھا۔

"چوتھے نمبر پر کھڑا ہوٹل کرسٹل کور ہے۔ سی فور۔"

آریان کی آنکھوں میں فکر مندی ابھری۔

"حازم یہ صرف مفروضوں پر مبنی پلان ہے۔ یہ ہم پر الٹ سکتا ہے۔"

"دنیا مفروضے پر قائم ہے۔ ہم باقی ہوٹلز کو بھی نگاہ میں رکھیں گے۔ لیکن آئی ایم ڈیم شیور کہ ہمارا ٹارگٹ یہی ہے۔"

آریان نے گہری سانس لے کر سر ہلایا۔

"کب نکلنا ہے؟"

" تم کل التمش کی فلائٹ کی ڈیٹیلز نکلواؤ۔جب وہ نکلے گا تب ہی ہم بھی۔اور صرف میں اور کرنل عاصم جائیں گے ورنہ خبر پھیل جائے گی۔"

دور فجر کی آذانیں بلند ہونے لگیں۔

حازم نہیں جانتا تھا کہ اس کی فیملی نے بھی زیارت کی ٹرپ کا ہی پلان بنایا تھا۔

****

جیپ بل کھاتی سڑکوں پر بھاگ رہی تھی۔ڈرائیو کرتا احمر بلند آواز میں ساتھ بیٹھے مظہر سے کچھ کہہ رہا تھا۔

ابرش نے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھا اور دوسری نظر میرال پر ڈالی جو سر کھڑکی کے ساتھ ٹکائے سو رہی تھی۔اس نے کچھ سوچ کر اسے جھنجھوڑا۔

"کیا ہم پہنچ گئے؟ "وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

"نہیں۔مگر تم نے کتنا سونا ہے؟ "انھیں سفر کرتے چار گھنٹے بیت چکے تھے اور میرال تب سے سو رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آبی نہ تنگ کریں۔ایسے سفر جلدی کٹ جاتا ہے۔"

وہ نقاب کی گرہ کستی پھر سے سونے کی تیاری کرنے لگی۔ابرش نے زچ ہو کر اسے دیکھا۔

"یہ سارا راستہ سوتی ہی رہے گی ابرش۔اسے جگانا بے سود ہے۔"

ماہ گل نے پیچھے مڑ کر مسکرا کر کہا۔میرال کی طرح انھوں نے بھی عبایے پر نقاب لیا ہوا تھا۔

"میرال میں بور ہو رہی ہوں۔ایک تو یہاں سگنلز بھی نہیں ہیں۔"

وہ بے بسی سے اپنے موبائل کو دیکھتے کہہ رہی تھی۔کسی احساس کے تحت میرال آنکھیں کھول کر سیدھی ہوئی۔

"سگنلز کیا کرنے ہیں؟" مسکراہٹ دبائے وہ سنجیدگی سے بولی۔ "بھائی کو کال کرنی ہے؟"

"تمہارے بھائی کے علاوہ بھی کئی کام ہیں مجھے بچے۔" ابرش اس کے چھیڑنے سے عاجز آگئی تھی۔

"آہاں۔ بالکل اس لئے تین دن میں تین سو کالز ملا چکی ہیں۔" میرال نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے میرا موبائل چیک کیا؟" وہ صدمے میں دکھائی دی۔

جواباً میرال نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"مجھ جیسی ڈیسنٹ لڑکی سے آپ یہ توقع کرتی ہیں؟ مجھے صرف اندازہ تھا اور آپ نے میرا اندازہ پروو کر دیا۔"

ابرش ڈھیلی پڑی۔

"آ۔ اچھا۔ سوری۔ ویسے۔۔۔"

"وہ بزی ہیں۔ اس لئے گھر نہیں آئے۔ پہلے بھی کئی کئی ہفتے نہیں آتے۔ ابھی تو صرف تین دن ہوئے اور آپ مس کرنے لگ گئیں؟"

آخر میں اس نے شرارت سے پوچھا۔ ابرش نے اسے گھورا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم اتنی شیور کیسے ہو کہ میں یہی پوچھنے والی تھی؟"

میرال نے کندھے اچکائے۔

"ویسے تمہیں کیسے پتہ کہ وہ بزی ہے؟"

"وہ احمر بھائی کو میسج کر دیتے ہیں۔ جسٹ ایک گرین ایموجی۔ اور ہم سمجھ جاتے ہیں کہ اب اگلے کئی ہفتے نظر نہیں آئیں گے۔"

ابرش ٹیک لگاتے پیچھے ہوئی۔ موبائل پرس میں ڈال دیا۔ میرال نے لیز کا بڑا پیکٹ کھولتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

"کیا سوچ رہی ہیں؟"

پیکٹ کھول کر اس کی طرف بڑھایا۔ ابرش نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں تھینکس۔ کچھ خاص نہیں۔"

"ویسے آپ کو سچ میں بھائی سے محبت ہے؟"

ابرش چونک کر اسے دیکھا۔ گال بے اختیار سرخ ہوئے۔

"میں نے جوتی اتار لینی ہے میرال اور کوئی لحاظ نہیں کرنا۔"

"آپ نے جو گرز پہنے ہیں۔ بتائیں نا۔ "وہ بھی حازم کی بہن تھی سو ڈھٹائی سے بولی۔

"پھپھو بتاتی ہیں کہ آپ دونوں بہت لڑتے تھے اور بیسٹ فرینڈز بھی تھے۔ بھائی کو تو آپ کے بارے میں کچھ یاد نہیں۔ سو آپ بتائیں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا۔

"جب ہم الگ ہوئے تھے تب میں محض سات سال کی تھی سو مجھے بھی ایسا کچھ یاد نہیں ہے۔"

اس نے اسکارف سامنے سے سیٹ کرتے ہوئے بے نیازی سے کہا۔

میرال نے چپس کترتے ہوئے ملامتی نگاہوں سے اسے دیکھا جو صاف دامن بچا گئی تھی مگر اس نے نہیں کریدا۔

گردن موڑے بھاگتے پہاڑوں کو دیکھتی ابرش کی سیاہ آنکھوں میں ماضی تیر رہا تھا۔

اسکول گراؤنڈ میں بنچ پر لنچ کرتے حازم کی نظر دور کھڑی ابرش پر پڑی جو ہاتھ میں چارٹ پکڑے سر جھکائے رو رہی تھی۔وہ باکس سائیڈ پر رکھتا تیزی سے اٹھا۔

"آبی۔"

ابرش تیزی سے مڑی اور اسے دیکھ کر اس کے آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے۔

"حازم۔زوبی نے میرا چارٹ پھاڑ دیا۔میں فرسٹ آئی تھی۔"

سر پر سفید کلپس لگائے پانچ سالہ ابرش رو رہی تھی۔

"تم نے اسے کچھ کہا کیوں نہیں؟مجھ سے تو اتنا لڑتی ہو۔"

چارٹ لیتے ہوئے حازم کی بھوری آنکھوں میں برہمی عود آئی۔ابرش نے سر اٹھا کر خفگی سے اسے دیکھا۔

"تمہیں پتہ ہے اس کی بڑی بہن نائنتھ میں پڑھتی ہے۔کل اس نے ارم کو اتنا ڈانٹا تھا کیونکہ اس سے غلطی سے اس کی واٹر باٹل گر گئی تھی۔اس نے اتنی انسلٹ کی تھی ارم کی۔"

وہ گال رگڑتے گیلی آواز میں کہہ رہی تھی۔اسے بے عزت ہونے کا خوف تھا۔حازم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بینچ پر بٹھایا اور پانی کی بوتل کھول کر دی۔پھر سر اٹھا کر متلاشی نگاہوں سے ارد گرد دیکھا۔اس کا گروپ اس کا انتظار کر رہا تھا۔اس نے ہاتھ جھلا کر انھیں جانے کا اشارہ کیا پھر ابرش کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم نے لنچ کیا؟"

حازم کے سوال پر اسے نیا غم یاد آ گیا۔

"میں نے صرف آدھا سینڈوچ کھایا تھا۔" آنکھیں لبالب بھرنے لگیں۔

حازم نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے والی تو نہیں تھی۔وہ نئے ماحول میں حساس ہو رہی تھی۔

"اٹس اوکے۔ ابھی چل کر لنچ کرو۔ پھر دیکھتے ہیں۔"

ابرش سر ہلا کر اٹھی۔

"اور اب کسی نے تمہیں تنگ کیا تو بالکل ویسا ہی جواب دینا۔"

ابرش نے خفگی سے اسے گھورا۔

"تو میں بھی اس کا چارٹ پھاڑ دوں؟ "تنک کر سوال کیا۔

"ہاں۔ "حازم کے سکون سے سر ہلانے پر اس کا منہ کھل گیا۔ وہ اسے الٹی پٹیاں پڑھا رہا تھا۔

"یہ اچھی بات نہیں ہے۔ وہ بری ہے تو میں کیوں بری بنوں؟"

"تو پھر اگلی دفعہ وہ تمہاری نوٹ بک پھاڑ دے گی۔ اس دفعہ تم اسے کچھ نہیں کہو گی تو دوبارہ وہ اس سے بڑا نقصان کر دے گی۔"

وہ جتنے آسان الفاظ میں اسے سمجھا سکتا تھا، سمجھا رہا تھا۔ مگر وہ ابرش ہی کیا جو زندگی سکون سے جینے دے۔

"کیوں؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیونکہ اسے حوصلہ مل جائے گا کہ تم اسے کچھ نہیں کہتی پھر وہ اور تنگ کرے گی۔ "اس نے تحمل سے سمجھایا۔ ابرش چند لمحے سوچتی رہی۔

"پھر میں کیا کروں؟"

"کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"میں اسے پہلے سمجھاؤں گی۔ پھر اگر اس نے دوبارہ کیا تو میں بھی وہی کروں گی۔"

اس نے حتمی لہجے میں کہا۔ حازم نے کندھے اچکائے۔

"اوکے۔لیکن ویسے ہی سمجھانا جیسے مجھ سے لڑتی ہو۔"

ابرش کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔اس نے تند ہی سے اسے گھورا۔

"میں کب لڑتی ہوں؟"

"کب نہیں لڑتی؟ ہر پل۔ہر سیکنڈ۔"

ابرش برہمی سے پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی۔

"لنچ کر لینا۔"

وہ پیچھے سے پکارا تو ابرش کے قدم رکے۔وہ اس کی بریک خراب کر چکی تھی۔احساس ہونے پر اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔وہ وہیں کھڑا تھا۔اس کے دیکھنے پر اس نے ہاتھ ہلایا۔

گاڑی کو جھٹکا لگا تو ابرش ماضی کے آسیب سے نکلی۔گہری سانس لے کر اس نے سر شیشے سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

****

کرسٹل کور کی پانچویں منزل پر ایک پر تعیش کمرے کی فضا میں تناؤ پھیلا ہوا تھا۔کرنل عاصم کے مقابل ایک سوٹڈ بوٹڈ شخص براجمان تھا۔چہرے پر کرختگی چھائی ہوئی تھی۔

"دیکھیں عاصم صاحب۔آپ کو اپنے کسٹمرز کی معلومات دینا رولز کے خلاف ہے۔میں اس معاملے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"اس کے لہجے میں قطعیت تھی۔

عاصم نے گہری سانس لی اور کندھے اچکائے۔وہ سادہ حلیے میں ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

"معلومات تو آپ دیں گے مسٹر طاہر۔اور اپنی رضا سے دیں گے۔"

"کیا یہ دھمکی ہے؟"اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"ارے نہیں۔بس ایک یاد دہانی۔"

اسی پل دروازہ کھلا۔طاہر نے برہمی سے دیکھا۔

"میں نے منع کیا تھا کہ کوئی نہیں آئے گا۔"

"بالکل سر۔لیکن میں ایک ایکسپشنل (استثناء) کیس ہوں۔"

طاہر نے اچھنبے سے نووارد کو دیکھا۔وہ نیلی جینز پر سفید فل سلیوز شرٹ پہنے چہرے کو ماسک سے چھپائے ہوئے تھا۔

"کون ہو تم؟یاد رکھنا میرے کمرے کا سی سی ٹی وی کیمرہ ہے۔"

حازم نے سر جھٹکا۔

"وہ کیمرہ جو بند ہو چکا ہے۔خیر۔"وہ عاصم کے ساتھ صوفے پر بیٹھا۔"صرف ایک سوال کا جواب دو۔"

طاہر نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

"اس ہوٹل میں ریگولر کسٹمرز کے نام۔"

"یہ رولز کے خلاف۔۔۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے جھک کر درمیان میں حائل شیشے کی میز پر اپنا کارڈ رکھ دیا۔طاہر کی بولتی بند ہوئی۔

"اگر یہ بھی کافی نہیں ہے سو میں تمہیں ایک زبردست ٹریلر دکھاتا ہوں۔"

اس نے ریموٹ اٹھا کر ایل ای ڈی چلائی۔اس پر چلتے منظر کو دیکھ کر طاہر کی رنگت فق ہوئی۔

"چچ۔طاہر صاحب آپ کے تو ابھی سے ہوش اڑ گئے۔خیر بتانا یہ تھا کہ اسی عالیشان ہوٹل سے ۷۰ کلو نکوٹین برآمد کر لی ہے ہم نے۔جو معجزانہ طور یہاں کے انسپکٹر اور آپ کے جگری دوست برآمد نہیں کرا سکے تھے۔"

طاہر نے تھوک نگلتے ہوئے بے بسی سے حازم کو دیکھا۔

"اگر آپ سزا میں کمی چاہتے ہیں تو اپنے ریگولر کسٹمرز کے نام دیجئے۔ ورنہ انجام اچھا نہیں ہو گا۔ "اس کی آواز سرد تھی۔ کرنل عاصم دلچسپی سے سب دیکھ رہے تھے۔

"میرے مینجر کو کال کر لیں۔ وہ آپ کو بتا دے گا۔ لیکن۔۔۔"

"نہ نہ نہ۔ کوئی سودا بازی نہیں ہو گی۔ آپ پر مقدمہ چلے گا اینڈ دیٹس اٹ۔"

وہ شرٹ کی آستین کہنیوں تک موڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ کرنل عاصم نے اسے اشارہ کیا۔ وہ میز پر دونوں ہاتھ رکھے طاہر کی طرف جھکا۔

"اب تم میری ہدایات پر عمل کرو گے ورنہ کہیں کے نہیں رہو گے۔"

طاہر نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ چہرے کا رنگ نچڑ چکا تھا۔

****

کرنل عاصم پسنجر سیٹ پر بیٹھے ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہے تھے۔ تبھی ہوٹل کی اینٹرنس سے حازم نکلتا دکھائی دیا۔ اس نے پی کیپ کو ماتھے پر جھکا رکھی تھی اور چہرے پر سیاہ ماسک لگا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

دروازہ کھول کر اندر بیٹھا۔ عاصم نے ایک نظر اس کے ہاتھ میں دبی پرچی پر ڈالی۔

"تمہیں ناموں کی کیا ضرورت تھی؟ ہم جانتے تو ہیں کہ التمش ہمارا ٹارگٹ ہے۔"

حازم نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور کار سڑک پر ڈال دی۔

"مجھے کنفرم کرنا تھا کہ سی فور ہی کرسٹل کو رہے۔ اب التمش کا نام اس میں دیکھ کر یقین ہے کہ وہ یہیں آئے گا۔ مال سمیت۔"

کرنل عاصم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ سامنے دیکھتا یکسوئی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ سائیڈ سے اس کی گردن پر لگا بھورا نشان صاف دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اپنے ہی باپ سے جنگ کر رہا تھا مگر وہ نہیں جانتا۔ عاصم نے اداسی سے نظریں کھڑکی کی طرف پھیر لیں۔

ایک سڑک کنارے حازم نے گاڑی روکی اور پھر گھڑی دیکھی۔

"اب ابرار کے سگنل کا ویٹ کرتے ہیں۔"

کرنل عاصم ویسے ہی پہاڑوں کے اوپر تیرتے بادلوں کو دیکھتے رہے۔

جب سائے لمبے ہونے لگے اور پرندے اپنے آشیانوں کو لوٹنے لگے تو حازم کی گھڑی پر سگنل موصول ہوا۔ اس نے تیزی سے پچھلی سیٹ پر پڑا بیگ اٹھایا اور لاک کھولنے لگا۔

"تمہارے پاس ایک گھنٹہ ہے حازم۔ رابطے میں رہنا۔"

کرنل عاصم نے بلیوٹوتھ کان میں سیٹ کرتے ہوئے اسے ہدایت دی۔

"راجر دیٹ۔"

وہ باہر نکلا اور سر پر پی کیپ جھکائے ہوٹل کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سر جھکائے اور جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ ہال میں داخل ہوا اور سیدھا لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

تیسرے فلور پر برقی دروازے کھلے۔

وہ ایک لمبی سی راہداری تھی۔ قطار میں کئی دروازے تھے۔ وسط میں نیچے جاتی سیڑھیاں بنی تھیں۔ راہداری کے آخری کمرے کی چوکھٹ میں کھڑے ذکا نے اسے دیکھ کر انگوٹھا بلند کیا۔

"کتنی دیر ہو گئی ہے التمش کو گئے؟" اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے سوال کیا۔

"تین منٹ سر۔ طاہر نے مجھے ابھی ہی بتایا ہے۔"

"ابرار نظر رکھ رہا ہے نا اس پر؟"

"جی سر۔"

"اوکے۔ ہمارے پاس چھپن منٹ ہیں۔ خفیہ راستے تک پہنچنے کی چابی ڈھونڈو جلدی۔"

اس کے ہاتھ تیزی سے ہر چیز کو کنگھال رہے تھے۔ سائیڈ ٹیبلز، دراز، الماریاں سب کچھ الٹ دیا۔ حتی کہ بیڈ کے میٹرس کو بھی نہ چھوڑا۔ مگر کچھ نہ ملا۔ ذکا ڈرسنگ مرر کھسکا رہا تھا۔ حازم نے ایک طائرانہ نظر دیواروں پر ڈالی۔ شمالی دیوار پر تین پینٹنگز لگی تھیں۔ وہ ابرو بھینچے قریب آیا۔

پہلی دونوں تصویریں پرانا ٹچ دے رہی تھیں۔ مگر آخری پینٹنگ کا شیشہ بھی دمک رہا تھا۔ وہ شمسی نظام کی پینٹنگ تھیں۔ گول گول مداروں میں گھومتے سیارے۔

حازم کی بھوری آنکھوں میں چمک ابھری۔ وہ زیر لب مسکرایا۔

اس نے دستانے پہنے ہاتھوں سے پینٹنگ کو مخالف سمت میں کھسکایا۔ وہ دھیرے دھیرے کھسکتی ایک خلا سا بنا گئی۔ پیچھے لگی دیوار میں ایک ناب سا بنا تھا۔ جیسے ڈور ہینڈل ہوتے ہیں۔ حازم نے احتیاط سے اسے دبایا۔

"سر۔"

وہ تیزی سے پلٹا۔ ذکا پردے پکڑے حیران سا کھڑا تھا۔ اس کے قریب آنے پر اس نے پردہ پوری طرح کھینچ دیا۔ وہ راڈ سمیت اکھڑا اور نیچے آ گرا۔ پیچھے دھاتی چمکتا دروازہ کھلا تھا۔ اس سے قبل وہ محض ایک سلور دیوار معلوم ہوتی تھی۔ سیاہ اندھیرے میں نیچے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔

حازم نے ریوالور نکالا اور ذکا کو دروازہ بند کرنے کا اشارہ کرتا دبے پاؤں سیڑھیاں اترنے لگا۔ کھلا سا اندھیر ہال تھا۔ سب مبہم تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر لگے سوئچ بورڈ ذکا نے آن کر دیئے۔ مدھم سی زرد لائیٹس جل اٹھیں۔ اگلے ہی لمحے دونوں کے چہرے فق ہوئے تھے۔

ہال میں فرش پر پندرہ سولہ لڑکیاں بے ہوش تھیں۔ان سب کی عمریں پندرہ سے پچیس کے درمیان تھیں۔ان کی کلائیوں پر اسٹرپس نما پٹیاں بندھی تھیں۔ہر پٹی پر مختلف نمبرز لکھے تھے۔

C1, C2, C3, C4, UC, GQ

حازم تیزی سے ذکا کی طرف پلٹا۔

"ہمارے پاس اڑتیس منٹ ہیں۔ان سب کی اسٹرپس کاٹو۔یہ پولیس کے ہاتھ نہیں لگنی چاہئیں۔پھر ہر کونے کی تلاشی لو۔کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔ہری اپ۔"

بجلی کی تیزی سے دونوں کے ہاتھ چلنے لگے۔ساری اسٹرپس کاٹ کر بیگ میں ڈالیں۔پھر حازم نے سر اٹھا کر دیکھا۔ہال کے کونے میں الماریاں اور ڈیسکس قطار میں رکھے تھے۔ذکا انہی میں سے ایک کو کنگھال رہا تھا۔

"سارے پیپرز میں بیگ میں ڈالو ذکا۔یہاں کچھ نہیں رہنا چاہئے۔"

اسی پل حازم کو عجیب سا احساس ہوا۔اس کے پیچھے سے کلک کی آواز آئی ۔اسی لمحے وہ تیزی سے پلٹا۔مگر ریوالور سے نکلی گولی کسی آہنی سلاخ کی طرح اس کے بازو میں اترتی گئی۔وہ لمحے بھر کو لڑکھڑایا تھا۔لیکن پھر تیزی سے خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے اونچی سمرسالٹ لی اور دوسری طرف ہو گیا۔پلٹنے سے اس کی بچت ہو گئی تھی ورنہ گولی سیدھا آر پار جانی تھی۔

اس کے سائیڈ پر ہوتے ہی ذکا دبے قدموں سے آگے آیا اور حملہ آور کے سر پر پوری قوت سے پستول دے مارا۔دبی دبی چیخ اس کے حلق سے نکلی اور وہ تیورا کر گرا۔وہ شخص شائد ذکا کی موجودگی سے بے خبر تھا۔

"سر آپ ٹھیک ہیں؟"

وہ فکرمندی سے اس کے قریب آیا۔حازم نے خون روکنے کے لئے دوسرے ہاتھ سے بازو دبا رکھا تھا۔

"ہاں۔تم پیپرز اکٹھے کرو۔جلدی۔"

وہ تیزی سے سر ہلاتا پلٹ گیا۔ حازم نے ایک نظر خون رستے بازو پر ڈالی اور دوسری اطراف میں۔ کونے میں ایک کمرہ تھا جس کے آگے پردہ لگا تھا۔ غالباً وہ وہیں سے نکلا تھا۔ حازم پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا۔

وہ چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں نیلا بلب جل رہا تھا۔ کونے میں خستہ حال سا بیڈ تھا۔ فضا میں سیگریٹ کی بو پھیلی تھی۔ حازم آنکھیں سکیڑے آگے آیا۔ بیڈ پر گول سی فرپسی نما پلاسٹک کی چیز رکھی تھی۔ اس نے احتیاط سے اسے اٹھایا۔ اس میں چھ تکون بنے تھے۔ ہر تکون کی بیس پر وہی الفاظ لکھے تھے۔

C1, C2, C3 , C4,UC, GQ

ہر لفظ کے آگے ایک مبہم سا سائن بنا تھا۔ حازم اسے تھامے باہر آگیا۔ بازو میں اٹھتی ٹیسیں شدید تر ہو رہی تھیں۔ ذکا سارے کاغذ بیگ ڈال رہا تھا۔ حازم نے اسے وہ گول پلاسٹک پکڑائی اور کچھ کہنے ہی والا تھا جب بلیوٹوتھ کے ذریعے آواز گونجی۔

"Major Hamza hurry up. Altmish is the on the way."

کرنل عاصم کی آواز نے اسے سن کر دیا۔

"ذکا بیگ لے کر نکلو جلدی۔ التمش آرہا ہے۔" اس نے تیزی سے کہتے ہوئے گھڑی دیکھی۔ ابھی ان کے پاس پندرہ منٹ تھے پھر التمش پہلے کیسے آگیا تھا؟

"لیکن سر آپ۔۔"

"بحث مت کرو۔ نکلو۔ ہم اکٹھے نہیں نکل سکتے۔"

بمشکل اس نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔ درد بڑھتا جا رہا تھا۔ ذکا کے جاتے ہی اس نے ایک نظر ہال پر ڈالی اور تیزی سے سیڑھیاں پھلانگیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے تکیے کا کور اتارا اور زخم سے رستا خون صاف کیا۔ وہ اپنے

خون کے قطرے یہاں نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔ خون آلود کور اس نے بیگ میں ڈالا اور تیزی سے باہر نکلا۔ اگلے ہی لمحے وہ ٹھٹک کر رکا تھا۔

التمش سر فون پر جھکائے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ حازم تیزی سے راہداری کے کونے پر لگے اونچے درخت کے پیچھے چھپ گیا۔

"جی سر۔ مال پہنچ گیا ہے۔ آپ۔۔۔"

کال کرتا وہ کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا مگر حازم کو اس کی آواز پر گویا جھٹکا سا لگا۔ اس نے پہلی دفعہ یہ آواز اپنے روبرو سنی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس کی اس آواز سے پرانی شناسائی ہو۔

وہ سر جھٹکتا تیزی سے اوٹ سے نکلا اور سیڑھیاں اترنے لگا۔ غیر ارادی سی نظر اس نے گردن موڑ کر بند دروازے پر ڈالی اور اگلے ہی لمحے کسی سے بری طرح ٹکرایا تھا۔ بازو میں شدید ٹیس اٹھی۔ دماغ لمحے بھر کو اندھیرے میں ڈوبا۔ سر جھٹکتے اس نے خود سے ٹکرانے والے کو دیکھا۔

وہ ابرش عبید تھی۔

حازم سن رہ گیا۔ کیا ان لوگوں نے زیارت کی ٹرپ کا پلان بنایا تھا؟ ڈیم اٹ۔

وہ تیزی سے بنا کچھ کہے اس کی سائیڈ سے نکلتا آگے بڑھا۔

"حازم۔"

اس نے اسے پہچان لیا تھا۔ اس نے ماسک کے ساتھ اسے پہچان لیا تھا۔ حازم نے جیسے کراہ کر آنکھیں میچیں پھر تیزی سے اس کی طرف پلٹا۔

"یہ کیا ہوا ہے؟ اور تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ پریشانی سے کہتی دو سیڑھیاں اتری۔

"اٹس فائن۔ کسی سے اس بات کا تذکرہ مت کرنا کہ میں یہاں ہوں۔ اوکے ؟ ابھی سب کے ساتھ جاؤ۔ فی الحال اوپر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ابرش ناسمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی ہدایات سر کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔

"اب جاؤ اور ٹیک کیئر۔ خدا حافظ آبی۔"

وہ جانے کے لئے پلٹ گیا مگر ابرش پتھر ہوئی تھی۔

آبی۔

اسے ہر طرف اسی لفظ کی بازگشت سنائی دے رہی تھی۔ سالوں بعد اس نے اسے اس نام سے پکارا تھا۔

ایک آنسو ٹوٹ کر چہرے پر بہہ گیا۔ آن کی آن میں کئی سوئی ہوئی اذیتیں، دبی ہوئی تکلیفیں اور مبہم ہوئے درد جاگ اٹھے تھے۔

اسے عبید یاد آئے تھے۔

عروش کی اذیت نے دل کو کاٹا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ناجیہ کے احساس نے روح میں کرچیاں اتاری تھیں۔

وہ چہرہ رگڑتی تھکے تھکے قدموں سے آگے بڑھ گئی۔

****

التمش رضا قمر نے فنا ہوتی روح کے ساتھ وہ منظر دیکھا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا کہ مظہر علی حمزہ اپنی فیملی کے ساتھ اس کے سامنے تھے۔

وہ سب ایک میز کے گرد بیٹھے تھے۔ ہنستے ہوئے ایک دوسرے کو تنگ کرتے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔ بے قرار نگاہوں سے جس کو تلاشنا چاہا، وہ وہاں نہیں تھا۔ لب کاٹتے ہوئے بمشکل خود کو سنبھالتا وہ وہاں سے پلٹ گیا مگر اس کی دنیا درہم برہم ہو چکی تھی۔

اسمگل شدہ مال برامد ہو چکا تھا۔ کیسے ہوا؟ وہ یہ نہیں جانتا تھا۔ بس وہ تیزی سے وہاں سے فرار ہو گیا۔ جاتے ہوئے وہ سارا سامان اور ریکارڈ ساتھ لے گیا تھا مگر جو منظر آنکھوں میں الجھا تھا اس نے روح کو اندر تک کاٹ دیا تھا۔ اس کا زیاں کسی کا حاصل تھا۔

****

کرنل عاصم نے پلر تھامے جھٹکے سے گولی نکالی۔ آنکھیں میچے حازم ہلکا سا کراہا۔

"اٹس اوکے۔ بہت بچت ہو گئی ہے۔ گولی زیادہ اندر تک نہیں گئی تھی۔ بس کچھ دیر تک معاملہ سیٹل ہو پھر ہاسپٹل چلتے ہیں۔"

وہ پٹی باندھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ حازم نے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا لیا۔

"نہیں۔ آئی ایم فائن۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عاصم نے گرہ لگاتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔

"سپلیمنٹس لے لی ہیں؟"

"جی۔" وہ آنکھیں موندے ہلکا سا بولا۔ ذہن اندھیرے میں ڈوب رہا تھا۔

"التمش سے ٹکر تو نہیں ہوئی؟"

ان کے لہجے میں کچھ تھا جس پر حازم نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ اس کے دیکھنے پر وہ نگاہیں چرائے سامنے دیکھنے لگے۔

"نہیں۔"

کرنل عاصم ویسے ہی سامنے دیکھتے رہے۔ کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

****

اسی رات حازم اور کرنل عاصم تہہ خانے میں بیٹھے تھے۔ کرنل زوہیب براجمان تھے۔ ٹیبل پر التمش کے کمرے سے اکٹھے کئے کاغذات دھرے تھے۔ آریان بغور اس فرپسی کو دیکھتا ان سمبلز کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جو ہر تکون میں بنے تھے۔ کچھ نہ سمجھ آنے پر اس نے سر اٹھا کر حازم کو دیکھا۔ وہ کرسی سے ٹیک لگائے خاموش بیٹھا تھا۔ چہرہ ہنوز زرد تھا۔

"تمہیں کچھ سمجھ آیا؟" اس نے فرپسی اس کے آگے دھرتے ہوئے کہا۔ حازم نے کندھے اچکائے۔ بازو میں ٹیس اٹھی تھی۔

"یہ ان کے ٹھکانوں کے نام ہیں۔"

آریان نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ چہرے پر متاثر کن تاثرات تھے۔

"رئیلی؟ تمہیں کیسے پتہ چلا؟ تمہارے اس حیرت انگیز انکشاف پر سارے سائنسدان اپنی ریسرچز پر لعنت بھیج کر تارک الدنیا ہو چکے ہیں۔ یو آر سو جینئس برو۔"

وہ بہت ایمپریس سا اکسائیٹڈ ہو کر کہہ رہا تھا۔ حازم نے اس کی گوہر افشانی پر سر جھٹکا۔

"تو تم نے کیا پتہ لگایا ہے؟" وہ تپا ہوا تھا۔

"فی الحال تو وہی جو تم نے کہا۔ لیکن دیکھو۔" اب کہ وہ سنجیدگی سے آگے ہوا۔ "ہر تکون کا الگ رنگ ہے اور منفرد نشان ہے۔ ہم سی فور کو دیکھ چکے ہیں۔ وہ زیارت میں ہے۔ زیارت یعنی کہ خاکی پہاڑوں میں۔ سی فور کے تکون کا رنگ لائٹ اسکن سا ہے۔ لیکن اس کا سمبل عجیب ہے۔ جو میری اور تمہاری دونوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ سو خلاصہ یہ کہ ہر

تکون ایک ٹھکانے کی نمائندگی کرتا ہے۔رنگ ہمیں ٹھکانے کی لوکیشن کے بارے میں ہنٹ دیتا ہے اور سمبل پتہ نہیں کیا کرتا ہے۔"

"میری اور تمہاری دونوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔" حازم نے اس کی نقل اتارتے ہوئے سر جھٹکا۔

"تو کیا آگیا ہے؟"

"میں نے ابھی غور نہیں کیا۔"

"میجر آریان۔آپ نے ہمیں بتایا تھا کہ عالم سے اوپر بھی کوئی ہے۔رائٹ؟"

کرنل زوہیب کی آواز پر دونوں بے اختیار سیدھے ہوئے۔آریان نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"جی سر۔ہمیں التمش کی جو کال ملی تھی،اس کے مطابق عالم کو کوئی اور لیڈ کرتا ہے اور وہ اس کا حکم نہیں ٹال سکتا۔اب وہ کون ہے یہ ہم نہیں جانتے اور کال سے بھی کوئی ہنٹ نہیں ملی۔"

اس کی بات پر چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"آپ دونوں کو پتہ ہو گا کہ ہمیں اس کیس کو نپٹانے کے لئے ایک ماہ کی ڈیڈ لائن دی گئی ہے۔ہمیں اپنا کام تیزی سے کرنا ہو گا۔ہم نے عالم کے یا اس کے باس کے کئی پلانز فیل کر دیئے ہیں۔اب ہمیں عالم کے خلاف ثبوتوں کی ضرورت ہے۔جو صرف اس کے ٹھکانوں سے ملیں گے۔"

کرنل عاصم سنجیدگی سے بولتے چلے گئے۔

"لیکن عاصم سی فور سے ملنے والے کاغذات میں کہیں بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔یہ بس سمگلنگ کی ڈیٹیلز ہیں اور جس طرح یہ ڈیلٹیلز لکھی گئیں ہیں صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ بہت بڑے پیمانے پر نہایت اور گنائز طریقے سے کام کرتے ہیں۔ہمیں صرف اس نیٹ ورک کے لیڈر کو پکڑنا ہے۔باقی آسان ہو گا۔اب حمزہ کوئی پلان؟"

کرنل زوہیب کے سوال پر اس نے اثبات میں سر کو خم دیا۔

"عالم کے باس کا پتہ ہمیں صرف عالم کے آفس سے لگے گا۔ کسی بات میں، کسی عمل میں یا کسی فائل میں۔ لیکن ہمیں وہیں سے ملے گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ صبح ہوتے ہی عالم کو اپنے ٹھکانے میں سرزنش کرنے کے لئے بلائے گا۔ میں نے نقوی ولا کے باہر اپنے بندے کھڑے کر دیئے ہیں۔ شائد عالم ڈاج دے جائے لیکن دیکھتے ہیں۔ آریان پہلے ہی عالم کے آفس میں داخل ہے۔ وہ سب مشتعل ہوں گے اور یہی چیز ان سے کوئی نہ کوئی غلطی کروائے گی۔ اب آریان تم۔۔۔"

****

اگست کے آخری دن چل رہے تھے۔ جس کی وجہ سے فضا میں حبس کم تھا۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل تھے جو موسم خوشگوار بنا رہے تھے۔ ابرش لان میں کھڑی پائپ کھولے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ انہیں زیارت سے آئے دو دن ہو چکے تھے۔ بالوں کو اونچی پونی میں باندھے اس نے دوپٹے کو اچھی طرح شانوں پر پھیلا رکھا تھا۔ احمر کی وجہ سے اسے دوپٹہ سر پر لینا پڑتا تھا لیکن فی الحال وہ آفس میں تھا۔

اس نے ایک ہاتھ سے پائپ پکڑے دوسرے ہاتھ سے جھک کر گھاس پر گرے ڈینڈلوئن کے پھول کو اٹھایا۔ سیاہ لٹیں آگے کو گریں۔ پھول کیاری کے کنارے رکھ دیا اور سیدھے ہوتے ہوئے لٹیں پیچھے کیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"السلام علیکم۔"

وہ جھٹکے سے پلٹی۔ پائپ کا رخ بھی بدلا اور بوچھاڑ حازم کو بھگو گئی۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹا۔

"آ۔ گڈ۔ لیکن یہ تمہارا استقبال کرنے کا انداز ہے؟"

اس نے بھیگی ہوئی ہوڈی کو سر جھکا کر دیکھا۔ ابرش گڑبڑا گئی۔ اسے دروازہ کھلنے کی آواز کیوں نہیں آئی تھی؟

"سوری۔ مجھے پتہ نہیں چلا۔" خفت سے جھک کر پائپ بند کیا پھر سیدھے ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔ ٹشو سے چہرہ رگڑتے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیسی ہو؟ "ٹشو ڈسٹ بن میں اچھالتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

ابرش ہلکا سا مسکرائی۔ اترتی صبح کو گویا اپنی رعنائی مل گئی تھی۔

"بالکل ٹھیک۔ مشن کیسا رہا؟ اور فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟ "یاد آنے پر خفگی سے پوچھا۔

"لڑکی۔ دوران ڈیوٹی کال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔"

"تم دو ہفتوں سے ڈیوٹی پر ہو؟"

"بالکل۔ آج فارغ ہوا ہوں، تو سیدھا گھر آیا ہوں۔ سب کدھر گئے ہیں؟ "گردن موڑ کر خالی گیراج دیکھتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"میرال یونی ہے اور مامی جان کی کسی دوست کی کال آگئی تھی وہ وہیں گئی ہیں۔ البتہ امی گھر پر ہیں۔"

یکدم یاد آیا تو ماتھے کو چھوا۔

"تمہاری چوٹ کیسی ہے؟"

پودوں کو دیکھتا حازم چونکا۔

"کون سی چوٹ؟"

"سیدھے طریقے سے کہو کہ بتانا نہیں ہے۔"اس نے خفگی سے طنز کیا۔

"اچھا وہ۔۔ " ہلکا سا مسکرایا۔ "بہتر ہے اب۔"

"اندر چلنا ہے یا یہیں رہنا ہے؟ "

"تم نے ہی باتوں میں لگا لیا ہے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

لاؤنج میں بیٹھی زہرہ نے دونوں کو آگے پیچھے آتے دیکھا تو دل کٹ گیا۔ بہت سی اذیتیں یاد آئیں۔ بہت سے کرب جاگ اٹھے۔ دل میں ہوک اٹھی تھی۔

حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولہ نگلتے ہوئے وہ اٹھ کر اس سے ملیں۔

"کیسے ہو بیٹا؟"

وہ محبت سے اسے دیکھتی پوچھ رہی تھیں۔ بیگ کندھے سے اتار کر رکھتے ہوئے وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"الحمد اللہ۔ آپ کا ٹرپ کیسا رہا؟ انجوائے کیا؟"

ابرش پانی کا گلاس جب ٹرے میں رکھ کر لائی تو وہ زہرہ کی کسی بات پر تبصرہ کر رہا تھا اور وہ بے اختیار ہنس رہی تھیں۔ ابرش نے رک کر اپنی ماں کو ہنستے دیکھا۔ آخری دفعہ کب وہ اتنا دل سے ہنسی تھیں؟ اس نے ذہن پر زور ڈالا مگر یاد نہ آیا۔

گلاس تھامتے ہوئے حازم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں نرم سی اپنائیت تھی۔

"کھانا لگاؤں؟"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"بس ایک کپ چائے۔"

وہ سر ہلاتی مڑ گئی۔

"یہ شرٹ کو کیا ہوا ہے حازم؟" زہرہ نے اچھنبے سے پوچھا۔

ابرش نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔

"کچھ خاص نہیں پھپھو۔ بس لوگوں کے استقبال کرنے کے نت نئے طریقے ہوتے ہیں۔" اسے دیکھے بغیر اس نے رسان سے کہا۔

ابرش مسکراہٹ دباتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔

****

"میجر آریان ہری اپ۔ التمش لیپ ٹاپ کھول چکا ہے۔"

آریان نے ٹیبل پر بکھرے کاغذ سمیٹے اور جھک کر دراز میں سے ٹیب اور لیڈ نکالی۔ موبائل اٹھایا اور وائس کنورٹر (آواز بدلنا) آن کرتے ہوئے ایک نمبر ملا لیا۔

"رشنا۔ التمش صاحب کو ایمرجنسی میں عالم صاحب نے بلایا ہے۔ انھیں جلدی بھیجو۔"

وہ التمش کی سیکرٹری کو کال کرتا تیزی سے کمرے سے نکلا۔

"کیمرا جیم ہو چکے ہیں سر۔ آپ کے پاس تیرہ منٹ ہیں۔" کیپٹن زین کی آواز بلیوٹوتھ کے زریعے گونجی۔ "پلس التمش کی سیکرٹری کو وہاں سے ہٹا دیا ہے۔"

آریان ٹیب اور لیڈ تھامے سرعت سے التمش کے کمرے میں داخل ہوا۔ ٹیبل پر کھلے التمش کے لیپ ٹاپ کو ٹیب سے کنیکٹ کیا اور فائلز کا ٹرانسفر شروع کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

التمش نے ایک نظر اپنی سیکرٹری کو دیکھا جو سر جھکائے انہماک سے کام کر رہی تھی پھر دروازہ کھولا تو یکدم چونکا۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا پھر بھی ایک انجانی سی مہک چھائی ہوئی تھی۔ وہ ناسمجھی سے سر جھٹکتا کام کرنے بیٹھا۔

اپنے کمرے سے چند قدم دور آریان چہرہ چھپائے ایک نوجوان سے بری طرح ٹکرایا۔ پھر تیزی سے معذرت کرتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ہینڈل گھماتے ہوئے اس نے مڑ کر دیکھا۔ اسے دیکھتا پا کر اس نوجوان نے مٹھی بند کر کے انگوٹھا بلند کیا تو آریان سر کو خم دیتا اندر داخل ہو گیا۔

وہ کیپٹن زین تھا جس سے ٹکراتے ہوئے آریان نے وہ ایس ڈی کارڈ اس کے حوالے کر دیا تھا۔

****

احمر نے کار روکی اور گہری سانس بھر کر پیچھے دیکھا۔

"جایئے اور جب فارغ ہوں تو غلام کو کال کر لیجئے گا۔"

"آپ بھی آجائیں۔ انجوائے کر لیں۔ "ابرش نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"نہیں مجھے کہیں لنچ پر پہنچنا ہے۔ تم لوگ انجوائے کرو۔"

"آپ کو کہا تھا کہ کار مجھے دے دیں تا کہ پک اینڈ ڈراپ کا کوئی مسئلہ نہ ہو۔"میرال نے پسنجر سیٹ کے شیشے پر جھک کر کہا۔

"تو کیا خود درکشے پر لنچ پر جاتا؟ "وہ اس کی تکرار پر چڑ گیا۔

"حازم بھائی کی کار پر چلے جاتے۔"

"تم جا رہی ہو یا نہیں؟ "اس نے گویا تحمل سے پوچھا۔

"میرال بس بھی کرو۔ چلو اب۔"

ابرش نے زبردستی اسے وہاں سے ہٹایا اور مال کی اینٹرنس کی طرف بڑھ گئیں۔ خودکار دروازے ان کے آنے پر کھل گئے۔

"تم کچھ زیادہ ہی اپنے بھائیوں کو تنگ نہیں کرتیں؟"

نقاب کے پیچھے میرال کی آنکھیں صدمے سے پھیل گئیں۔

"میں تنگ کرتی ہوں؟ کوئی خدا کا خوف کریں آبی۔ جتنا وہ تنگ کرتے ہیں یہ اس کا دس فیصد بھی نہیں۔ "وہ خفگی سے تیز تیز چلتے کہہ رہی تھی۔ "احمر بھائی کا بس چلے تو مجھے مکھی بنا کر کسی دیوار سے چپکا دیں اور حازم بھائی تو ویسے بھی ملٹیپل پرسنیلٹی ڈس آرڈر کا شکار لگتے ہیں۔ دوسروں کے سامنے انتہائی سنجیدہ اور بردبار۔ ساری کسر میرے آگے نکلتی ہے۔ اوپر سے ارشاد ہوتا ہے کہ تمہیں دیکھ کر صرف زچ کرنے کو دل کرتا ہے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش ہنس پڑی۔

"وہ عروش کے ساتھ بھی ایسے ہی کرتا تھا۔ "وہ اداسی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ میرال نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"شاپنگ کر لیں پھر لنچ کرتے ہوئے ہم گزرا وقت ڈسکس کریں گے۔"

ابرش نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

میرال کے ساتھ کوئی نفیس سا نیکلس دیکھتے ہوئے اس کے موبائل کی میسج ٹون بجی۔ شاپنگ بیگ دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے اس نے عجلت سے موبائل نکال کر دیکھا۔ کسی انجان نمبر کی طرف سے سلام بھیجا گیا تھا۔

"میرال وہ ڈراپلٹ والا پیک کروادو۔ "کہہ کر اس نے میسج کھولا۔

"مال میں ہو؟ "اسکرین پر چمکا۔

اس کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔

"آپ کا نام؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

میسج بھیج کر وہ سوچتی نظروں سے اسکرین کو دیکھے گئی پھر سر اٹھا کر ایک نظر میرال پر ڈالی۔ وہ ابھی تک لاکٹ چننے میں الجھی ہوئی تھی۔ نظریں اسکرین پر جھکائیں تو وائس نوٹ آیا تھا۔

"بے نام ہوں مادام۔"

حازم کی آواز پر اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ کچھ سوچ کر کال ملائی۔

"سلام۔"

"وعلیکم السلام۔ یہ کون سا نمبر ہے تمہارا؟"

موبائل کان اور کندھے کے بیچ رکھے اس نے پرس کی زپ کھولی۔

"دوسرا نمبر ہے۔مجھے یاد نہیں تھا کہ تمہیں یہ نہیں دیا۔ خیر مال میں ہو؟"

ابرش نے پیسے نکال کر کیشئیر کے آگے رکھے اور پلٹ کر میرال کو دیکھا۔

"ہاں تقریباً گھنٹہ ہو گیا ہے۔ خیریت؟"

"ہاں۔جب فری ہو جاؤ تو کال کر دینا۔ احمر کو ایمر جنسی میں پنڈی جانا پڑ گیا ہے۔ان کے کسی شئیر ہولڈر کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

میرال نے چلنے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلا کر اس کی طرف بڑھ گئی۔

"اوہ اوکے۔ تم فری ہو؟"

"ہاں آریان کی طرف ہوں۔اب رکھتا ہوں ورنہ میرال سر پھاڑ دے گی کہ جان بوجھ کر ہمارا گرلز ڈے آؤٹ خراب کر رہے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ "اس نے مسکرا کر فون بند کر دیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ریسٹورنٹ میں اپنے لئے کھانا آرڈر کر کے میرال نے فرصت سے ابرش کو دیکھا جو پرس قدموں میں رکھ رہی تھی۔

"سو آبی۔ آپ بتائیں۔"

"کیا؟"

"آپ خوش ہیں؟ مطلب اچانک اتنے عرصے بعد آپ کو سب مل گیا تو۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ابرش نے گہری سانس لے کر کندھے اچکائے۔ نظریں وسط میں رکھے گلدان پر جمی تھیں۔

"امید تھی۔یقین تھالیکن کبھی سوچا نہیں تھا کہ جب سب مل جائے گا تو وہ منظر کیسا ہو گا۔نہ ہی یہ سوچا تھا کہ منزل ادھوری ملے گی۔ "اس کی آواز میں خوابوں کے ٹوٹنے کا عکس تھا۔کرچی ہوئے دل کے ٹکڑے تھے۔راکھ ہوتے یقین کی چنگاریاں تھیں۔

میرال اداسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وقت پیچھے کی طرف سرکتا گیا۔ کچھ خوبصورت منظر سورج کی روشنی میں چمکے۔کچھ چاند کی چاندنی میں ابھرے۔

سرمئی دروازے والے گھر میں رونق بکھری تھی۔ہر لمحہ شور سا برپا تھا۔

کچن میں کھڑی ناجیہ سلاد ڈرے سیٹ کر رہی تھیں۔زہرہ اور ماہ گل کچن کی کھڑکی سے ساتھ گول میز پر بیٹھیں سلاد کے اجزا کاٹ رہی تھیں۔

"ناجیہ پچھلے کئی مہینوں سے ہم تمہاری طرف آرہے ہیں۔ کبھی تم بھی چکر لگالیا کرو۔ "ماہ گل نے خفگی سے کہا۔ناجیہ ہلکا سا مسکرائیں۔

"ٹائم نہیں ملتا گل۔کالج کا بھی اتنا کام ہوتا ہے۔ "وہ آنچ مدھم کرتے ہوئے بولیں۔

زہرہ نے گہری سانس لے کر ماہ گل کو دیکھا جن کی آنکھوں میں خفگی امڈ آئی۔

"کتنی دفعہ تمہیں کہا ہے کہ جاب مت کرو۔ہم ہیں نا سپورٹ کرنے کے لئے۔مگر تم مانتی نہیں ہو۔"

ناجیہ گہری سانس لے کر پلٹیں۔

"گل ہر دفعہ یہ بحث کرنے کا کیا فائدہ؟مجھے اپنے بچوں کو اپنے زور بازو پر ہی پالنا ہے۔ ویسے بھی کالج کی جاب سے اچھا گزارا ہو جاتا ہے۔ "وہ رسان سے سمجھا رہی تھیں۔

"گزارا اس لئے ہو رہا ہے کیونکہ بچے ابھی چھوٹے ہیں۔جیسے جیسے بڑے ہوں گے ان کی ضروریات زیادہ ہوں گی اور خرچے بھی بڑھ جائیں گے۔ "زہرہ کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"تو پہلے کون سا میں کما رہی ہوں۔ جو رزق دے رہا ہے وہی دے گا۔ مجھے صرف کوشش کرنی ہے کہ انہیں حرام نہ کھلاؤں۔" وہ بے نیازی سے کہہ رہی تھیں۔

"عروش کے تیرہ سال اور حازم کے دس سال۔ تم نے آج تک کبھی ان پر ان کے باپ کی حرام کمائی خرچ نہیں کی۔ سو حرام کی ٹینشن نہ لو۔"

لاؤنج میں شور برپا تھا۔ عروش صوفے پر بیٹھی میرال کے ننھے ہاتھوں پر مہندی لگا رہی تھی۔ ابرش مہندی لگے دونوں ہاتھوں پر پھونکیں مار رہی تھی۔

"احمر، حیدر باہر جا کر کھیلو۔" ان کے مسلسل شور مچانے پر عروش نے جھنجھلا کر کہا۔

"باہر دھوپ ہے عرشی۔ کھیلنے دیں نا۔" حازم نے بیڈمینٹن کی شاٹ لگاتے ہوئے کہا۔ بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"یہ کوئی کھیلنے کی جگہ ہے؟ حد ہے۔" وہ بڑبڑا کر پھر جھک گئی۔

اسی پل احمر کی شاٹ کی وجہ سے شٹل کاک دیوار سے ٹکرائی اور ابرش کی مہندی خراب کرتی نیچے گر گئی۔ اس کا منہ صدمے سے کھل گیا۔ احمر نے بے ساختہ دانتوں تلے زبان دبائی۔ حازم محتاط انداز میں شٹل کاک لینے آگے آیا۔

"بھائی، یہ کیا کیا؟" اپنے بگڑے نقش و نگار دیکھتی ابرش کی آنکھیں آنسوؤں سے لد گئیں۔

"میں نے کہا تھا کہ باہر جا کر کھیلو۔" عروش نے ڈپٹتے ہوئے ٹشو باکس سے ٹشو کھینچے۔

"تم نے شاٹ کیوں نہیں لگائی؟" وہ اب کہ حازم پر چڑھ دوڑی۔ اس نے ابرو چکا کر اسے دیکھا۔

"کیا دیوار سے چپک کر ہٹ لگاتا؟" جھک کر اس کے قدموں سے شٹل کاک اٹھائی۔ وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ ان دونوں کو گھور رہی تھی۔ عروش احتیاط سے پھیلی ہوئی مہندی صاف کر رہی تھی۔ ڈیزائن تو خراب ہو ہی چکا تھا۔

"آئی ایم سوری آبی۔" احمر ریکٹ رکھ کر اس کے قریب آیا۔

"اصل فسادی تو تم ہی ہو۔ جب تمہیں کہا تھا کہ باہر کھیلو تو کھٹاک سے جواب دے دیا۔ یہ آؤٹ ڈور گیمز کھیلنے کی جگہ ہے؟ "عروش نے سر اٹھا کر حازم کو گھرکا۔ اس نے کینہ توز نگاہوں سے احمر کو دیکھا جو اسے پھنسا چکا تھا۔

ایک تو پتہ نہیں اس کی ماں اور بہن اس چھٹانک بھر کی لڑکی کے سامنے اس سے ستیولوں والا سلوک کیوں کرتی تھیں۔

"جاؤ آبی، اسے دھولو۔" عروش نے نرمی سے کہتے ہوئے اس کے بال پیچھے کئے۔ ابرش سرخ چہرے کے ساتھ اٹھی اور ان دونوں کو گھورتی پاؤں پٹخ کر باہر کی طرف بڑھ گئی۔

"اب وہ ماں کو شکایت لگائے گی۔ تم تو پتلی گلی سے نکل لو۔ "حازم تیورا کر احمر کی طرف گھوما جو ہاتھوں میں ریکٹ گھما رہا تھا۔ اس کے کلس کر کہنے پر کندھے اچکائے۔

"تم نے ہی کہا تھا کہ یہاں کھیلتے ہیں۔ "جتاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ حازم نے بے بسی سے عروش کو دیکھا جو پھر میرال کے ہاتھوں پر جھک گئی تھی۔

"اس کا بس چلے تو مجھے گھر سے نکلوا دے۔ "بڑبڑا کر سر جھٹک دیا۔

ابرش آنکھیں رگڑتی یاسیت سے مسکراتے ہوئے میرال کو بتا رہی تھی۔ سیاہ آنکھوں میں اذیت تھی اور گزرے وقتوں کی مبہم سی حکایات۔

بیتے سنہرے ماضی کے پل دلوں پر نہ مٹنے والے داغ چھوڑ جاتے ہیں۔

****

دیوار پر لگے پروجیکٹر پر کچھ ڈاکومنٹس سلائیڈ شو کی صورت میں ابھر رہے تھے۔ حازم بغور ہاتھ میں پکڑے کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔ آریان کے ہاتھ میں وہی فرسی تھی۔

"سلطان پیرزادہ۔ "کرنل عاصم اسکرین کو دیکھتے بڑبڑائے۔ "ان فائلز کے مطابق عالم کو سلطان پیرزادہ آرڈرز دیتا ہے۔یعنی یہی ہمارا اصل ٹارگٹ ہے۔ "

"یہ شخص بھلا کرتا کیا ہے؟"

"عالم کی کمپنی کا شیئر ہولڈر ہے۔ "حازم نے جواب دیا۔

"حمزہ تم اس کے بارے میں پوری معلومات اکٹھی کرو۔اس کے گھر کا بھی پتہ لگاؤ پھر آگے کا لائحہ عمل طے کریں گے۔اب ان تکونوں کا جائزہ لو اور اس معمے کو حل کرو۔ہمارے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے۔"

خاکی تکون کو دیکھتا آریان چونکا۔

"سمبلز کا پتہ چل گیا۔ "وہ پرجوش سا کہتا آگے ہوا اور فرپسی درمیان میں رکھی۔

"یہ نشان بھی رنگ کی طرح لوکیشن کی ہنٹ ہی دیتے ہیں۔جیسے سی فور میں پہاڑ ہیں سو اس تکون کے سرے پر الٹاوی بنا ہے جو کہ پہاڑ ہیں اور ساتھ نقطے جو کہ پتھروں کو سمبلائز کر رہے ہیں۔اب باقی دیکھتے ہیں۔"

حازم نے فرپسی اٹھائی اور آنکھوں کے قریب لا کر دیکھا۔چند منٹ خاموشی چھائی رہی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سی ٹو شائد کوئی سرنگ ہے۔ "وہ پرسوچ انداز میں بولا۔

"کیسے؟"

"اس کا رنگ سیاہ ہے۔ اور سمبل اوپر تلے دو لکیریں ہیں جو کہ سرنگ جیسی دکھ رہی ہیں۔لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ کہاں ہے؟"

"یہ ہمیں فائلز سے پتہ چل جائے گا۔زین انہیں ان لاک کر رہا ہے۔ "کرنل عاصم نے کہا۔

"سی تھری۔۔جنگل ہو سکتا ہے۔ "آریان نے سوالیہ نظروں سے حازم کو دیکھا۔

"مجھے بھی یہی لگ رہا ہے۔ ایک اس کا رنگ سبز ہے اور دوسرا اس کا سمبل بادل جیسا ہے جس سے دو لکیریں نکل رہی ہیں۔ یہ بیک وقت درخت بھی ہے اور بادل سے گرتا پانی بھی۔ تو ہاں! یہ کوئی جنگل ہے اور وہ بھی رین فاریسٹ۔"

کرنل عاصم خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"سی ٹو۔ سی تھری۔ سی فور۔ یہ ہمیں مل چکے ہیں اب بچتے ہیں سی ون اور یو سی۔ "آریان نے لب کاٹتے ہوئے فرپسی کو دیکھا۔ تقریبا آدھا گھنٹہ وہ دونوں اس میں الجھے رہے پھر حازم چونکا۔

"سی ون کا کلر گرین بلیو ہے یعنی سبز اور نیلے کا امتزاج۔ سمبل بھی عجیب سا ہے یعنی کہ ایک بڑے دائرے کے اندر چھوٹا دائرہ۔ آر غور کرو۔ یہ کلر ہمیں۔۔"

"آئی لینڈ۔ یہ آئی لینڈ کی طرف لیڈ کرتا ہے۔"

"احسنت۔ "حازم نے مسکرا کر سر کو خم دیا اور پھر عاصم کو دیکھا جو سر جھکائے لیپ ٹاپ کرزین کی ان لاک ہوئی فائلز پڑھ رہے تھے۔

"سر اب یو سی اور کیو جی بچتے ہیں۔ باقی چار ڈی کوڈ ہو چکے ہیں۔ یہ سادہ سے ٹھکانے ہیں جہاں پر سمگلنگ کا مال آتا ہے۔ لیکن پلاننگ اور ثبوت وغیرہ یو سی اور کیو جی میں ہی ہوتی ہیں۔ یہ بات ان کے نام ہی بتا رہے ہیں۔ اب یہ کہاں ہیں، یہ جاننا باقی ہے۔"

"اوکے۔ تم سلطان پیرزادہ کے بارے میں مکمل معلومات لاؤ، پھر آگے دیکھتے ہیں۔"

****

"سر ہم واقعی نہیں جانتے کہ کیسے ان لوگوں کو خبر ہوئی؟ "عالم پریشانی سے کہہ رہا تھا۔

کھڑکی آگے کھڑا سلطان ان کی طرف پشت کئے ہوا تھا۔اس کی خاموشی دونوں کو خوفزدہ کر رہی تھی۔التمش نے بے بسی سے عالم کو دیکھا۔

غائم قصر کے سرمئی رنگ میں دونوں کو اپنا آپ ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔

"جانتے ہو عالم۔یہ میری دوسری ہار ہے۔پہلی ہار سولہ سال قبل میں ناکام ہوا تھا اور وجہ التمش جانتا ہے۔"

اس کی ٹھنڈی آواز پر عالم نے چونک کر التمش کو دیکھا جس نے نگاہیں چرا لیں تھیں۔

"اور اب دوسری بار میرا پلان فیل ہوا ہے۔"وہ سرد کٹیلی آواز میں کہتا ان دونوں کی طرف مڑا۔چھوٹی سرخ آنکھوں میں لہو چھلکاتا تاثر تھا۔

"تم لوگوں کے چار پلانز وہ لوگ فیل کر چکے ہیں۔کیوں؟ "وہ راکنگ چیئر پر بیٹھا اور ہاتھ سینے پر باندھ کر دونوں کو دیکھا۔وہ اس کے سامنے کھڑے تھے۔

"پتہ نہیں سر۔ہم لوگ کالز کے دوران بھی احتیاط سے کام لے رہے تھے۔نجانے کیسے ہمارا پلان بلو ہوا۔"

"تم مجھے مایوس کر رہے ہو عالم۔"آواز سرد تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

عالم نے بے اختیار تھوک نگلتے ہوئے اسے دیکھا۔چہرے پر بے بسی تھی۔

"تمہارے پاس چار دن ہیں۔ "ایک انگلی اندر کو موڑے اس نے ہاتھ بلند کیا۔" اس گروپ کے لیڈر کو ڈھونڈ کر لاؤ۔اور اگر ایسا نہ ہوا تو تم لوگ اپنا انجام خود طے کر لینا۔ "لہجہ ہنوز ٹھنڈا تھا۔

"جی سر۔ہم پہلے ہی کوشش کر رہے ہیں۔سارے آپریشنز روک دیئے ہیں۔بس اسی پر فوکس ہے۔ "التمش تیز تیز کہہ رہا تھا۔

سلطان نے سرد نگاہیں عالم کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"ہمارا موٹو یاد ہے تمہیں عالم؟"

عالم نے گہری سانس لے کر اثبات میں سر ہلایا۔

"Don't hurt your target. Make his weak links to bleed."

(اپنے ٹارگٹ کو تکلیف مت دو۔ اس کی کمزوری کو تڑپا تڑپا کر مار دو۔)

اس کی پر تپش آواز نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ سلطان نے سر کو خم دیا۔

"اس شخص کی ماں، بہن، بیوی یا بیٹی۔ ان میں سے کوئی بھی پانچویں دن میرے ٹھکانے پر ہونی چاہیے۔ کیونکہ خود پر آئی اذیت انسان برداشت کر لیتا ہے لیکن اپنوں پر آئی تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ اور ویسے بھی اس نے اپنے لئے یہ کنواں خود کھودا ہے سو اب بھگتے۔"

****

گاڑی میں مسلسل میرال کی آواز گونج رہی تھی۔ حازم ڈرائیونگ کرتے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔ جبکہ میرال پیچھے بیٹھی ابرش کو کوئی قصہ سنا رہی تھی جسے وہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سن رہی تھی۔

"ان دونوں نے جو پرینک کیا تھا احمر بھائی کے ساتھ توبہ۔ اس کے بعد جب بھائی کو پتہ چلا تو انھوں نے شاندار قسم کی ٹھکائی کی تھی دونوں کی۔ آریان بھائی تو گھر بھاگ گئے اور یہ بے چارے۔"

"میرال۔ آج کتنے بجے لینے آؤں؟" حازم نے بے ساختہ اس کی بات کاٹی۔

میرال نے برا سا منہ کر اسے دیکھا۔

"بھائی آپ کی بیوی کو بھی آپ کی کرتوتوں کا پتہ چلنا چاہیئے نا۔"

حازم نے فرنٹ مرر سے اسے گھورا۔

"مجھے خدا نے ایک عدد زبان سے نوازا ہے۔"

"آپ مجھ سے جیلس ہو رہے ہیں؟ کیونکہ۔۔"

"ساڑھے بارہ بجے میرا لیکچر ختم ہو جائے گا۔ لینے آجانا حازم۔"

ابرش نے پٹر پٹر بولتی میرال کو چپ کروانا چاہا۔ اس نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں ناراضی امڈ آئی۔

"آپ دونوں ایک جیسے ہیں۔"

حازم نے مسکرا کر سر جھٹکا اور حسب معمول کار یونیورسٹی سے تھوڑا پیچھے روکی۔

"تم جاؤ میرال۔ اپنا خیال رکھنا۔ مجھے ابرش سے بات کرنی ہے۔"

جہاں ابرش چونکی وہیں میرال نے خفا ہو کر اسے دیکھا۔

"جب سے آپ کی بیوی آئی ہیں نا آپ نے آنکھیں ماتھے پر رکھ لی ہیں۔"

"اچھا بھئی۔ تم جیلس ہو رہی ہو؟" وہ پیچھے مڑ کر شریر انداز میں مسکرایا۔ میرال نے ہونہہ میں سر جھٹکا اور باہر نکل گئی۔

"ایسی بھی کیا بات کرنی ہے تم نے؟" ابرش نے اسے دیکھا جو گردن موڑے میرال کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کے سوال پر گہری سانس لے کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں دو دن کی چھٹی کے بعد آج رات آن ڈیوٹی ہوں گا۔ جانے سے پہلے میں جاننا چاہوں گا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟"

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ ابرش کے چہرے کا رنگ بدلا۔ اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"حازم میں اس تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتی۔ اس لیے۔۔"

"میں جاننا چاہوں گا کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟" اس کا لہجہ مضبوط اور نرم تھا۔

"نہیں حازم میں۔۔"

"میں جاننا چاہوں گا آبی۔ "نرمی سے دھیمی آواز میں اس نے اصرار کیا۔

ابرش نے بے بسی سے اسے دیکھا اور پھر سر جھٹک کر باہر نکل گئی۔

حازم نے گہری سانس لے کر اسے جاتے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس ٹراما سے باہر نہیں نکلی۔ اس کے ساتھ جو بھی ہوا تھا وہ کسی آسیب کی طرح اس سے چمٹا تھا۔ چلو۔ اتنی مدد تو وہ اس کی کر ہی سکتا ہے۔

اس کی سوچوں کا تسلسل شیشے پر ہوتی دستک نے توڑا تھا۔ باہر ایک ادھیڑ عمر صاحب کھڑے تھے۔ حازم گڑبڑا گیا اور تیزی سے باہر نکلا۔

وہ فاروق صاحب تھے۔ ان کی کمپنی کے شئیر ہولڈر۔

"کہاں غائب ہو آج کل لڑکے۔ نظر ہی نہیں آتے۔ "وہ اس سے مصافحہ کرتے گرمجوشی سے بولے۔

"بس انکل۔ کام کی مصروفیات سے ہیں۔ آپ بتائیں۔ آپ کی صحت ٹھیک ہے نا؟"

"ارے جوان۔ ہماری صحت کو کیا ہونا تھا؟ ایک دم فٹ ہیں۔ آج بھی کئی جوانوں کو پارک میں پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ غالبا بہت بولنے کے عادی تھے۔ حازم برا پھنسا تھا۔

"گڈ۔ آپ آیئے نا۔ کسی دن چکر لگایئے۔"

فاروق صاحب نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"حازم صاحب کوئی دنیا کی بھی ہوش رکھ لیا کریں۔ ابھی پچھلے ہفتے تو آیا تھا۔ یہ آج کل کی جنریشن نجانے کہاں کھوئی رہتی ہے؟ "وہ آخر میں بڑبڑائے۔

حازم نے اپنے آپ پر لعنت بھیجتے ہوئے زبردستی مسکراہٹ سجائی۔

"اوہ ہاں انکل۔ بابا نے ذکر بھی کیا تھا لیکن میرے ذہن سے نکل گیا۔ مائی مسٹیک۔"

فاروق صاحب نے سر جھٹکا۔

"خیر تم کب شادی کب کر رہے ہو؟ سیٹل تو ہی گئے ہو۔" ہر ٹیپکل بزرگ کی طرح انہوں نے سوال کیا۔

حازم بے اختیار جز بز ہوا۔

"جلد ہی ان شاء اللہ۔ آپ فکر نہ کریں سب سے پہلے آپ کو ہی بتاؤں گا۔ آخر سہ بالا آپ نے ہی بننا ہے۔ ہے نا؟ اب میں چلتا ہوں۔ ایک ضروری میٹنگ میں جانا ہے۔ خدا حافظ۔"

ان کی گھورتی نگاہوں سے نظریں چرائے وہ تیزی سے کار میں بیٹھا اور ہاتھ ہلاتے ہوئے کار زن سے بھگالی۔

"نامعقول۔ "فاروق صاحب بڑبڑا کر رہ گئے۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ کار سے نکل کر اس نے اپنی زندگی کی سب بڑی غلطی کر لی ہے۔ حازم علی حمزہ کی زندگی کا الٹا چکر شروع ہوا تھا۔ بربادی پر پھیلائے اس کی طرف آنے لگی۔

****

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کنٹرول روم تھا۔ جابجا کمپیوٹرز رکھے تھے۔ ان کے آگے بیٹھے لوگ کھٹا کھٹ ٹائپنگ کر رہے تھے۔ اسکرینز پر عالم کے تمام ٹھکانوں کی فوٹیجز مر رہو رہی تھیں۔ کمرے میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ تھی۔

دفعتاً یونیورسٹی کی فوٹیج کے آگے بیٹھا شخص کرنٹ کھا کر آگے ہوا۔ وہ بے یقینی کے عالم میں چند لمحے اسکرین کو گھورتا رہا۔ وہ آگے ہوا اور چند کیز دبائیں۔ اگلے لمحے ساتھ رکھے پرنٹر سے ایک کاغذ نکلا اور لہراتا ہوا نیچے جا گرا۔ وہ جس کا نام ارسل تھا اس نے جھک کر وہ کاغذ اٹھایا اور سیدھے ہوتے ہوئے پاس رکھے کاغذ کو اٹھا کر دونوں ساتھ رکھے۔ واٹ آ پرفیکٹ میچ!

وہ تیزی سے اٹھا اور لفٹ کی طرف لپکا۔ جلدی سے ۲ دبایا اور لفٹ اوپر چڑھنے لگی۔ وہ بار بار دونوں کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔ انعام کی رقم کے صفر اس کی آنکھوں کے آگے ناچ رہے تھے۔

جیسے ہی لفٹ کھلی وہ تیزی سے سامنے والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے آگے پہنچ کر اس نے سانس درست کیا اور دائیں طرف لگے آئی اسکینر کے آگے کھڑا ہوا۔ سبز نشان ملتے ہی دروازہ 'سس' کی آواز کے ساتھ کھلا۔ وہ برق رفتاری سے اندر داخل ہوا۔

"سر۔ مجھے مل گیا ہے۔ "اس کی آواز جوش سے کانپ رہی تھی۔ کمپیوٹر کے آگے بیٹھا ضرغام بری طرح چونکا۔ ارسل نے دونوں کاغذات اس کے سامنے رکھے۔

"ویلڈن ارسل۔ " ضرغام کا چہرہ فرط مسرت سے تمتما اٹھا۔ اس نے آگے ہو کر دونوں تصویروں کو دیکھا پھر سر اٹھایا۔

"یہ یونیورسٹی کس کو چھوڑنے آیا تھا؟"

"دو لڑکیاں تھیں۔"

"اب میری بات سنو۔ اس نے یہاں بھی ماسک لگا رکھا ہے۔ اس کی اصل تصویر نکلوانے کا ایک طریقہ ہے میرے پاس۔ ہمارے پاس رات بارہ بجے کا ٹائم ہے۔ سمجھ گئے؟"

ارسل نے سر ہلایا۔ وہ بغور اسے سن رہا تھا۔

****

یونیورسٹی کے کیفے میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ کونے پر لگی میز پر میرال سر جھکائے جرنل پر کچھ لکھ رہی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر شمع فون پر بات کر رہی تھی۔

"سر اس نے مجھ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ وہ اپنی فیملی کم ہی ڈسکس کرتی ہے۔"

وہ فون پر دبی آواز میں کسی کو کہہ رہی تھی۔چند لمحے دوسری طرف سنتی رہی پھر بولی۔

"اوکے سر۔مجھے سمجھ آگئی ہے۔"

وہ کال کاٹ کر مڑی۔کیفے کی کھڑکی کے پار کچھ فاصلے پر کھڑی لڑکی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ شمع نے دو انگلیاں بلند کیں تو وہ سر ہلا کر پلٹ گئی۔وہ ہاتھ نیچے کرتی میرال کی طرف آئی۔

"خیریت؟کس کی کال تھی؟"

شمع کرسی کھینچ کر بیٹھی۔

"ڈیڈ کی تھی۔جلدی آنے کو کہہ رہے تھے۔"

میرال سر ہلا کر پھر جرنل کی طرف متوجہ ہوئی۔ شمع چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"تم نے مجھے اپنی بھابھی کی پکچر دکھانی تھی میرال۔ "اس نے جیسے اسے یاد دلایا۔

میرال نے ماتھے کو چھوا۔

"میرے ذہن میں ہی نہیں رہا۔ڈونٹ وری ابھی دکھا دیتی ہوں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

میرال فون اٹھاتے ہوئے بولی۔فنگر پرنٹ سے فون ان لاک کیا ہی تھا کہ کیفے کا دروازہ کھول کر ایک لڑکی بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"میرال۔میم نورین کہہ رہی ہیں کہ آپ کی اسائیمنٹ کاپیڈ (نقل شدہ) ہے۔انہوں نے آپ کو اپنے آفس میں بلایا ہے۔"

میرال کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"مگر میں نے خود ریسرچ کر کے بنائی تھی اور۔۔"

"میرال ابھی آپ جائیں۔وہ بہت غصے میں ہیں۔ "وہ لڑکی اس بات کاٹ کر بولی۔میرال پریشانی سے باہر نکل گئی۔ جاتے ہوئے وہ سب کچھ ٹیبل پر ہی چھوڑ گئی۔

یہ میرال علی حمزہ کی ذراسی خطا کئی زندگیوں کو جہنم بنانے والی تھی۔اس غلطی نے ایک نئے عملِ تخریب کو جنم دیا تھا۔وقت اب بربادی کی داستان لکھنے والا تھا۔

شمع نے گہری سانس لی اور تیزی سے میرال کا ان لاک موبائل اٹھا کر گیلری کھولی۔

وہاں زیادہ تصویریں نہیں تھیں۔میرال کی اپنی ذاتی تو کوئی بھی نہیں تھی۔شمع کو بھوری آنکھوں والے لڑکے کی سنگل فوٹو چاہیئے تھی۔اس نے اکثر احمر کو میرال کو پک کرتے دیکھا تھا،وہ احمر کو جانتی تھی لیکن حازم کو وہ نہیں جانتی تھی۔وہ نیچے اسکرول کرتی جارہی تھی۔

"کم آن۔۔کم آن۔۔نکل بھی آؤ۔ "وہ بڑبڑاتے ہوئے سب تصویروں پر نظر دوڑارہی تھی۔

یکایک وہ ٹھٹکی۔البم کی سیکنڈ لاسٹ تصویر ایک گروپ فوٹو تھی۔اس کی مطلوبہ تصویر۔شمع نے بجلی کی تیزی سے وہ تصویر اپنے موبائل میں بھیج کر میرال کے موبائل سے ڈیلیٹ کردی۔

گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس نے موبائل سائیڈ پر ڈال دیا۔فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کرسی سے ٹیک لگا لی۔کانوں میں چمکتے ٹاپس مزید چمکنے لگے تھے۔

****

التمش نے عالم کے آفس کے دروازوں کو کھلتے دیکھا اور پھر سر جھکایا۔اس کے ہاتھ میں خاکی لفافہ تھا جو کہ سیل بند تھا۔ وہ اندر داخل ہوا۔چہرہ پر سکون تھا۔طوفان سے پہلے کا سکون!

عالم اپنا کام روکے مٹھی گال تلے ٹکائے اسے اندر آتے دیکھ رہا تھا۔پتھر سی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

"کہو التمش۔"

التمش نے جھک کر لفافہ میز پر رکھا اور مودب انداز میں پیچھے ہوا۔

"ٹاسک گروپ کے لیڈر کو ڈھونڈ لیا ہے۔"

عالم کرنٹ کھا کر آگے ہوا۔ آنکھوں میں بے یقینی ابھری۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"کیا میر اور آپ کا مذاق کا رشتہ ہے؟ "التمش ذرا سا مسکرایا۔

عالم نے تیزی سے لفافہ اٹھایا اور کھولتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کون ہے وہ؟"

"اگر میں آپ سے پہلے لفافہ کھولنے والا ہوتا تو آپ کا رائٹ ہینڈ نہ ہوتا۔ "اس نے کندھے اچکائے۔

عالم نے سر اٹھا کر دیکھا اور ذرا سا مسکرایا۔ کہا کچھ نہیں۔ التمش کے لئے وہ مسکراہٹ کافی تھی۔ عالم نے لفافہ چاک کیا اور دو انگلیاں اندر ڈال کر کاغذات باہر نکالے۔ التمش گھوم کر اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"ہوں۔ تو یہ میجر ہے۔ میجر حمزہ۔ عمر چھبیس سال۔ ماں باپ کے ساتھ بہن بھائی بھی ہیں۔ چند دن پہلے اس کے باپ کی کزن اپنی بیٹی کے ساتھ وہاں رہنے آ گئی۔ جو نیئرز میں ایک سخت گیر آفیسر کے طور پر مشہور ہے۔ گڈ۔ تصویر بھی ہے؟ "اس نے جیسے التمش کو سناتے ہوئے یکدم پوچھا۔

"اس لفافے میں ہی ہے۔ "اس نے سر کو خم دیا۔

عالم نے پھر لفافہ اٹھایا اور اندر سے تصویر نکالی۔

وہ سر پر پی کیپ پہنے بھوری آنکھوں والا نوجوان تھا۔ تیکھے نقوش اور پیچھے کو جمے براؤن بال۔ گردن پر لگا وہ لمبا سا بھورا نشان واضح تھا۔ اس کے چہرے پر پر کشش سا تاثر تھا۔

عالم آنکھیں سکیڑے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

پیچھے کھڑے التمش کا وجود زلزلوں کی زد میں آیا تھا۔ وہ بے اختیار لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ گلے پر ہاتھ رکھا جیسے سانس نہ آرہا ہو۔ یہ۔۔ یہ کیسے؟

"میرا بیٹا تمہارے جیسا نہیں بنے گا۔ "دور کہیں مظہر بولے تھے۔

"حیدر فوج میں جائے اور ضرور جائے گا۔ "عروش کی مضبوط آواز نے اس کی سماعتوں میں سیسہ انڈیلا۔

نہیں۔ اس نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اپنے ہی بیٹے کے مدمقابل تھا اتنے عرصے سے؟ یہ کیا ہوا تھا اور کیسے ہوا تھا؟ وہ شل تھا۔

"التمش اس کی لوکیشن ٹریس کرو۔ اب کھیل میں اصل مزہ آئے گا۔"

عالم اس کے تاثرات سے انجان اپنی رو میں کہہ رہا تھا۔ التمش نے دھندلی پڑتی نگاہوں سے اس کے سر کی پشت دیکھی۔ گہری سانس لی۔ آنکھیں رگڑیں۔

"سر میں اسے جانتا ہوں۔"

عالم چونکا۔ التمش اس کے سامنے ولی کرسی پر آبیٹھا۔

"یہ میرے سیکنڈ کزن کا بیٹا ہے۔ ابھی آپ اسے چھوڑیں۔ آپ کو اپنا موٹو یاد ہے نا؟ میں اس کا ویک لنک جانتا ہوں" وہ تیز تیز کہہ رہا تھا۔ عالم نے بغور اسے سنتے ہوئے سوالیہ ابرو چکائی۔

"رئیلی؟ ماں یا بہن؟"

التمش کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔ ہیزل آنکھوں کی نفرت نے دل سلگایا تھا۔ اس نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"اس کی کوئی فیملی نہیں ہے۔ مظہر علی حمزہ اس کا ماموں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اس کا نام کیوں استعمال کر رہا ہے۔ لیکن اس کے ماں باپ مر چکے ہیں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

عالم نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

"جب کوئی نہیں ہے تو ویک لنک کون ہے؟"

التمش چند لمحے خاموش رہا پھر سر اٹھایا۔

"ابرش عبید۔ اس کی بیوی۔"

عالم کی آنکھوں میں دلچسپی ابھری۔ وہ خباثت سے مسکرایا۔

"دیٹس گریٹ۔ تم جانتے ہو کہ تم نے کیا کرنا ہے۔"

التمش نے بھاری دل سے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس کی تصویر سلطان کو بھیج دو۔"

عالم کی بات پر التمش نے اضطرابی انداز میں لب کاٹے۔ ذہن تیزی سے جمع تفریق کر رہا تھا۔

"سر۔ سلطان کو اس کی کمزوری چاہئے۔ جب اس کی بیوی کو اغوا کر لیں گے تو اسے سلطان کے پاس بھیج دیں گے۔ اگر ابھی صرف تصویر بھیجی تو ادھورا کام لگے گا۔ سلطان کو پرفیکشن چاہئے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

عالم نے ٹھوڑی رگڑتے ہوئے پرسوچ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہوں۔ صحیح کہہ رہے ہو۔" گہری سانس لی۔ "تم اپنا کام کرو۔" پھر ٹیبل پر پڑی تصویر کو تنفر سے دیکھا۔

"تمہارا کھیل ختم ہوا میجر حازم علی حمزہ۔"

"حازم حیدر رضا۔" التمش نے میکانکی انداز میں زیر لب تصحیح کی۔

راہداری میں چلتے ہوئے التمش کا دل ڈوب رہا تھا۔ اذیت رگوں میں سرایت کر رہی تھی۔

وہ کیسے اسے بچائے؟ اس خود اسے اس جہنم میں دھکیل دیا تھا۔ وہ کیسے اسے خبردار کرے؟ بے بسی کی انتہا تھی۔

دس سال وہ صرف حازم کا باپ تھا، رضا احمد۔ سولہ سال وہ عالم کا ہامان تھا، التمش قمر۔ اب؟ اب وہ اس کے سامنے آ گیا تھا تھا جس کی بھوری آنکھیں اس کا سویا ضمیر جگاتی تھیں۔ وہ پھر آ گیا تھا۔ اس کے اندر کا التمش مرنے لگا تھا۔

ایک گرم آنسو اس کی ایک آنکھ سے ٹوٹا جسے اس نے سختی سے رگڑ دیا۔

"میں التمش ہی رہوں گا۔ میں تمہیں اس سب سے نکال لوں گا۔ میں التمش ہی رہوں گا۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ کو یقین دلا رہا تھا۔ اس کے آگے صرف اندھیرے کھڑے تھے جو اسے نگلنے کے لئے تیار تھے۔

****

مظہر بغور اپنے سامنے بیٹھے ایگزیکٹو کی بات سن رہے تھے۔ چہرہ سنجیدہ تھا اور آنکھوں میں پر سوچ لکیریں چھائی ہوئی تھیں۔

"اوکے۔ آپ اپنی پریزینٹیشن تیار کر لیں۔ سوموار کو بورڈ کے سامنے قرارداد پیش کر دی جائے گی۔ پھر فیصلہ کریں گے۔" وہ اب لیپ ٹاپ کھول رہے تھے۔ ایگزیکٹو سر ہلاتا اٹھا اور فائلز سمیٹتا باہر نکل گیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ فضا میں ٹائپنگ کا ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

دفعتاً دروازہ کھلا۔ انہوں نے اکتا کر سر اٹھایا لیکن پھر بیزاری ہوا ہوئی۔ لبوں پر مسکراہٹ در آئی۔

"کیا حال احوال ہیں باس؟" وہ مسکرا کر کرسی کھینچتے ہوئے ان کے مقابل بیٹھ رہا تھا۔ نیون گرین شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑے اپنے ازلی حلیے سے یکسر مختلف لگ رہا تھا۔ ہمیشہ پیچھے کو جمے بال لاپروائی سے ماتھے پر بکھرے تھے۔

"آپ کون؟" پین لبوں میں دبائے انہوں نے پر سوچ انداز میں پوچھا۔ حازم کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"بہت خوب والد محترم۔چند دن غائب کیا رہا، آپ نے تو بھلا ہی دیا۔ "خفگی سے کہتے ہوئے بال ہاتھ سے پیچھے کئے۔ ماتھے پر گرتے بال برداشت نہیں ہوتے تھے۔مظہر ہلکا سا مسکرائے۔

"خیر وہ کام بتاؤ جس کے لئے یہاں آئے ہو۔کیونکہ بنا کام کے تم حاضری دو، کم از کم اکیسویں صدی میں یہ ممکن نہیں ہے۔ "وہ پیچھے کو ٹیک لگائے اب اسے دیکھ رہے تھے۔

"اگر اتنی لمبی تقریر کے بجائے آپ پوچھ لیتے کہ میرا بیٹا یہاں کیوں آیا ہے تو دونوں کا وقت بچ جاتا۔"

مظہر نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"یہ بیٹا اتنی شیریں مزاجی کے لائق نہیں ہے۔فاروق صاحب نے تمہارے منہ سے جھڑنے والے پھول مجھ تک پہنچا دیے ہیں۔ "انہوں نے جتایا۔حازم ہنس دیا۔

"آپ نے بھی کیسے بورنگ لوگ اپنے ارد گرد جمع کر رکھے ہیں۔اپنے جیسے ایکٹوینگ مین ڈھونڈیں۔"

"تمہارا لگایا گیا مکھن مجھ پر اثر نہیں کرتا۔کام بتاؤ۔"

"سلطان پیرزادہ کو جانتے ہوں گے آپ؟ "اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں۔لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"بس اس سے کچھ کام ہے۔اس بات کو چھوڑیں۔یہ بتائیں کہ آپ کیسے اسے جانتے ہیں؟ "اس نے پھر آنکھوں میں گرتے بال پیچھے کئے۔

"بزنس کے حوالے سے ہی جانتا ہوں۔اکثر ڈنرز پر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ "وہ سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔حازم نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا اور پھر آگے ہوا۔

"اب۔اگر اس نے آپ کو کال کی اور میرے بارے میں کچھ بھی کہا تو بس اس کی تصدیق کر دیجئے گا۔"

مظہر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں تفکر ابھرا۔

"تم اس کے خلاف کام کر رہے ہو؟ وہ ایک خرد ماغ کا مالک انسان ہے حازم۔"

"بابا اس بات کو چھوڑیں۔ بس فی الحال وہی کریں جو میں نے کہا ہے پلیز۔" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔

مظہر نے گہری سانس لیتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

حازم ہلکا سا مسکرا دیا۔ بھوری آنکھوں میں سوچ کی لکیریں گہری ہو رہی تھیں۔

****

عصر کے بعد سائے لمبے ہو رہے تھے۔ شام کی اداسی ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ وہ ٹیرس پر کرسی ڈالے بیٹھی تھی۔ ہلکے گیلے بال کمر پر بکھرے تھے۔ لٹیں ویسے ہی چہرے کے گرد ٹھہری تھیں۔ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے وہ دور افق پر اڑتے پرندوں کو اپنے مسکن میں واپس جاتے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً کھنکھارنے کی آواز پر چونکی اور گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"آجاؤں؟" وہ دو مگ تھامے کھڑا تھا۔ ابرش نرمی سے مسکرائی۔ ماحول کی اداسی جیسے ہوا ہوئی تھی۔ اس نے سر کو خم دیا۔ وہ کپ اسے تھما کر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا۔ ڈارک بلیو ہوڈی میں آستین کہنیوں تک چڑھائے ہوئے اپنے ازلی حلیے میں تھا۔

"یہ تم میرے لئے بنا کر لائے ہو؟" اس نے مگ کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں بنا سکتا؟" اس نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

"بنا سکتے ہو۔ اس لئے پوچھ رہی تھی کہ اتنے سالوں بعد بھی بنا سکتے ہو؟"

حازم نے مگ لبوں سے لگا لیا۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"تم صرف ہوڈیز کیوں پہنتے ہو؟"

"اسٹائل ہے میرا۔ "اس نے جس انداز میں کہا تھا، ابرش نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"سیریئسلی؟"

"کیوں میرا اسٹائل نہیں ہو سکتا؟ "وہ برا مان گیا۔ ہوڈیز اس کی محبت تھیں۔ وہ اس کے خلاف کچھ نہیں سن سکتا تھا۔ ابرش نے بے اختیار امڈتی مسکراہٹ دبائی۔

"تم بتاؤ۔۔ "اس کی بات بیچ میں رہ گئی جب زوردار آواز کے ساتھ اس کی جینز کی جیب سے شیشے کا کی چین نیچے گرا۔ وہ بات روک کر بے اختیار جھکا اور کی چین اٹھالیا۔ اس پر ایم ایچ کے حروف کندہ تھے۔ ابرش جو گردن موڑے اسے دیکھ رہی تھی جب یکدم ٹھٹکی۔

"یہ نشان؟"

حازم نے چونک کر نظریں اٹھائیں اور پھر اس کی نگاہوں کا مرکز محسوس کر کے گہری سانس لی۔ وہ عموما اس نشان کو چھپا کر رکھتا تھا۔

"برتھ مارک ہے۔"

ابرش کی آنکھوں میں تحیر ابھرا۔ یہ برتھ مارک نہیں تھا۔ اسے یاد تھا کہ حازم کی گردن پر کوئی نشان نہیں تھا۔ یہ کسی پرانے زخم کا نشان لگتا تھا۔ گہری سانس لے کر اس نے اپنے اندر پنپتے خوف کو قابو کرنا چاہا۔

"میں نے صبح تمہیں کچھ کہا تھا آبی۔ "اس کی سنجیدہ آواز میں نرمی تھی۔ ابرش نے بے اختیار اسے دیکھا۔ وہ مگ ٹیبل پر رکھ کر اس کی طرف متوجہ تھا۔ ابرش گہری سانس لی جیسے ہمت مجتمع کی ہو۔ اسے اپنی زندگی کی کہانی سنانی تھی۔ یہ ضروری تھا۔ وہ اس سے فرار حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

"ابرش؟ "وہ دوبارہ نرمی سے بولا۔ ابرش نے آنسوؤں کا گولہ نگلتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

ارد گرد کی اداس شام ایک سیاہ رات میں بدلنے لگی۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔

نورآباد کے اس چھوٹے گھر میں سات سالہ ابرش بالوں کو پونی میں باندھے ہراساں سی بیٹھی تھی۔ برآمدے میں لگا کلاک رات کے گیارہ بجے کا وقت دکھا رہا تھا۔ آسمان پر گہرے بادل تھے۔ وہ کسی بھی پل اپنا بوجھ زمین پر اتارنے والے تھے۔

"امی۔ بابا کب آئیں گے؟" وہ چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں گرائے پوچھ رہی تھی۔ صحن میں چکر کاٹتیں زہرہ نے رک کر اسے دیکھا۔ ان کی رنگت فق پڑ رہی تھی۔

"ابھی آجائیں گے۔" زہرہ نے اپنی لرزتی آواز پر قابو پا کر موبائل کو دیکھا۔ وہ کئی بار کال کر چکی تھیں مگر عبید نہیں اٹھا رہے تھے۔ انہوں نے بے بسی سے بادلوں سے ڈھکے آسمان کو دیکھا۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ وہ ساتھ رکھی کرسی پر گر سی گئیں اور رونے لگیں۔ ابرش بھاگ کر ان کے پاس آئی۔

"امی آپ کیوں رو رہی ہیں؟" وہ خوفزدہ سی پوچھ رہی تھی۔ زہرہ نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے آبی۔ بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

ابرش نے جلدی سے اپنے ننھے ہاتھوں سے ان کے آنسو صاف کئے۔

"آپ نہیں ڈریں۔ میں ہوں نا۔" وہ ان کے ساتھ لپٹ گئی۔

اچانک زور سے بادل گرجے، بجلی چمکی اور تڑاتڑ بارش شروع ہو گئی۔ بوچھاڑ دونوں کو بھگونے لگی۔ اسی پل دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ ابرش کرنٹ کھا کر اٹھی اور دروازے کی طرف بھاگی۔

"آبی میں دروازہ کھولتی ہوں۔ تم۔۔"

باہر نظر آتے منظر نے انہیں منجمد کر دیا۔ سانس حلق میں اٹکنے لگا۔ وہ ساکت سی فرش پر بیٹھتی گئیں۔ ابرش حیرانی سے اندر آتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو ایک چارپائی اٹھائے ہوئے تھے۔

"بابا نہیں آئے؟ "وہ پوچھ رہی تھی جب زہرہ کی چیخ نے اسے مڑنے پر مجبور کیا۔وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ ابرش قدم قدم اٹھاتی ان کے پاس آئی اور آگے ہو کر دیکھا۔

چہرہ خون سے لت پت تھا۔لیکن قابل شناخت تھا۔

ساتوں آسمان اس کے سر پر ٹوٹے تھے۔

"بابا۔ "اس کے لب پھڑ پھڑائے۔

بارش میں بھیگتی وہ ننھی سی لڑکی یک ٹک باپ کی لاش کو دیکھ رہی تھی۔وہ آہستہ سے گھٹنوں کے بل بیٹھی اور اپنا ہاتھ عبید کے ماتھے پر رکھا۔

"بابا۔ "اس نے گویا پھر پکارا۔

"بابا آپ چلے گئے؟اپنی آبی کو چھوڑ کر چلے گئے؟ "وہ سرگوشی کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"بابا اٹھ جائیں نا۔پلیز۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔بابا اٹھ جائیں۔بابا۔"

وہ چیخی تھی۔وجود میں کانٹے اتر گئے۔ذات مٹی ہونے لگی۔وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بابا پلیز یہ نہ کریں۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ "وہ ان کے کندھے پر پیشانی ٹکائے رو رہی تھی۔اس کے اپنے ہاتھ اور گال سرخ مائع میں بھیگ گئے تھے۔

"بیٹے سائیڈ پر ہو جاؤ۔ "کوئی نرمی سے اس کے پاس کہہ رہا تھا۔

"نہیں۔ "وہ سختی سے اپنے باپ سے مزید لپٹ گئی۔ "مجھے یہیں رہنا ہے۔مجھے بابا کے پاس رہنا ہے۔"

وہ ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہہ رہی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی قربانیوں کا آغاز ہوا تھا۔

بارش ویسے ہی برس رہی تھی۔

وہ سرخ آنکھوں اور زرد چہرے کے ساتھ لرزتی کانپتی آواز میں اپنی کہانی سناتی گئی۔

"وہ رات بدترین تھی۔ مجھے آج بھی بارش سے ڈر لگتا ہے۔ وہ خوف میرے اندر سے کبھی نہیں نکلا۔"

اس کی صرف آنکھیں بھیگی تھیں۔ ضبط تھا تو کمال کا تھا۔

حازم نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور آگے ہوا۔ وہ سر جھکائے اپنے دامن کے ڈیزائن پر انگلی پھیر رہی تھی۔

"تم رو سکتی ہو آبی۔"

اس نے چونک کر حازم کو دیکھا۔ آنکھیں مزید بھیگتی گئیں جنہیں اس نے ہاتھ کی پشت سے رگڑ دیا۔

"اس شخص کا نام کیا تھا؟"

"داؤد شیرازی۔ وہ ایک ارکیٹیچرل فرم ہائیٹس کا۔۔"

"سی ای او تھا۔" حازم نے اس کی بات مکمل کی۔ ابرش کی گلابی آنکھوں میں اچھنبا ابھرا۔

"تم کیسے جانتے ہو؟"

"وہ انسداد دہشتگردی کی عدالت کو مطلوب تھا۔ اسے تین سال قبل پھانسی ہو چکی ہے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش نے ٹوٹتے آنسوؤں کو رگڑا۔ کسی کی بربادی سے کون سا اس کا نقصان پورا ہو جانا تھا؟

"تم نے کبھی رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"ہم نے سمز چینج کر لیں تھیں۔ سب کے نمبرز بابا کے پاس تھے اور ان کا موبائل ہمیں کبھی نہیں ملا۔ ماموں نے بھی رہائش بدل لی تھی۔ ہم نے اپنے طریقے سے پتہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔ حازم اس کا ہاتھ چھوڑے پیچھے کو ٹیک لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جب بابا چلے گئے تو میری دلچسپی ہر چیز سے ختم ہو گئی۔ سات سال کی عمر میں میں نے دنیا کا بدترین غم جی لیا تھا۔ میں اپنی عمر سے پہلے بڑی ہو گئی تھی۔ میں نے سب چھوڑ دیا تھا۔ لیکن۔ "اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ "اگر کچھ نہیں چھوڑا تھا تو وہ تمہارا انتظار کرنا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تم آؤ گے۔"

حازم چونک کر اسے دیکھا۔ وہ بھیگی آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔ آنسو گالوں پر لڑھک رہے تھے۔

"آبی میں۔۔"

"تمہاری غلطی نہیں ہے حازم۔ میں جانتی ہوں۔"

وہ نرمی سے بولی۔ ہاتھ کی پشت سے گال رگڑا۔ حازم خاموش رہا پھر اٹھا اور اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ڈوبتا سورج اس کے عقب میں چھپ گیا تھا۔ ابرش نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ہمیں ملے محض مہینہ ہوا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ میں تمہیں صدیوں سے جانتا ہوں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر بھروسہ کرو اور بارش سے ڈرنا چھوڑ دو۔ بارش بنجر دلوں کو اور خشک زمینوں کو زرخیز کرتی ہے۔ You are brave so be brave."

وہ ذرا سا جھکا اور گود میں رکھے اس کے ہاتھوں کو تھپکا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔

ابرش کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے۔

بہت کچھ کھویا تھا تو بہت کچھ پا بھی لیا تھا۔

یہ ابرش عبید کی سوچ تھی جس نے ابھی بہت کچھ کھونا تھا۔

****

آریان اپنے اپارٹمنٹ میں لیپ ٹاپ کے آگے بیٹھا تھا۔ ساتھ رکھے کافی کے مگ سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ وہ سنجیدگی سے کچھ ڈاکومنٹس پڑھ رہا تھا۔ دفعتاً اسکرین کے کونے پر سرخ نشان ابھرا۔ اس نے تیزی سے دبایا۔ ایک آواز چاروں طرف گونجنے لگی۔

"میں کیسے سب ریورس کروں؟ "التمش کی بھیگی آواز ابھری۔ آریان ناسمجھی سے آگے ہوا۔

"تم آرمی میں کیسے چلے گئے حازم؟ میں کیسے تمہیں اس سب سے نکالوں؟ "اس کی گیلی آواز زخمی سی تھی۔

آریان کی آنکھوں میں تحیر ابھرا۔

"تم تو میرے حیدر تھے۔ تم علی حمزہ کیسے بن گئے؟"

آریان پر جیسے کسی نے کھولتا تیل پھینکا تھا۔ وہ شل رہ گیا۔ بے یقین نگاہوں سے اسکرین کو دیکھا۔

حازم۔ حیدر۔ علی حمزہ۔ چار نام تھے لیکن نتیجہ ایک ہی نکلتا تھا۔ جو آریان کو گنگ کرنے کے لئے کافی تھا۔

التمش حازم کا باپ تھا؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

"یقین کرو آریان۔ میں نے اس شخص جیسا گھٹیا اور رشتوں کو پامال کرنے والا کم ظرف شخص نہیں دیکھا۔"

"اس کی بہن نے اس کا نام حیدر رکھا تھا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کئی ہفتوں پہلے احمر کا کہا گیا جملہ اس کی سماعتوں میں گونجا۔

آریان نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ ششدر تھا۔

حازم اپنے باپ کے مدمقابل تھا لیکن وہ جانتا نہیں ہے۔ اف خدایا۔ وہ کیا کرے؟ اس نے بے بسی سے پیشانی مسلی۔ چند لمحے لب کاٹے کچھ سوچتا رہا پھر گہری سانس لے کر موبائل اٹھایا اور کال ملائی۔

"We need to meet."

****

"یہ لیں۔ "ابرش نے چائے کا مگ زہرہ کو تھمایا اور خود ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ صبح کی ہلکی ہلکی ہوا اعصاب کو پرسکون کر رہی تھی۔

"میرال کہہ رہی تھی کہ تم لوگوں نے آج شاپنگ پر جانا ہے۔ "زہرہ نے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"شاپنگ پر نہیں جانا۔ کل ایک ڈریس ری پلیس ہو گیا تھا۔ وہی اٹھانے جانا ہے۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"کیا بات ہے؟ پریشان لگ رہی ہیں۔ "ابرش نے پوچھا۔

زہرہ نے گہری سانس لے کر نفی میں سر ہلایا۔ چہرے پر پژمردگی چھائی ہوئی تھی۔

"کچھ خاص نہیں۔ بس ویسے ہی عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔"

ابرش چند لمحے انہیں دیکھتی رہی پھر مگ رکھا اور اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھی۔ نرمی سے ان کے ہاتھ تھامے۔

"ایسا کیوں لگ رہا ہے؟ اب سب ٹھیک ہے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

زہرہ لب بھینچے اسے دیکھتی رہیں پھر اپنے ہاتھ چھڑا کر اسے خود سے لگا لیا۔ آنسو ابلنے کے لئے بے تاب تھے۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور اپنے امان میں رکھے۔ "وہ دھیمی سی آواز میں بڑبڑائیں۔

"اب آپ مجھے پریشان کر رہی ہیں امی۔ سچ بتائیں کچھ ہوا ہے کیا؟"

"کچھ نہیں ہوا بیٹا۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ پریشان نہ ہو۔"

"میری شکایتیں لگائی جا رہی ہیں؟ "

حازم کی آواز پر دونوں بے اختیار الگ ہوئیں۔ زہرہ نے آنکھیں رگڑ کر اسے دیکھا۔ وہ مسکرا کر ان کے سامنے بیٹھ رہا تھا۔

"کیا پتہ لگائی جا رہی ہوں۔ "ابرش نے ٹھوڑی تلے مٹھی ٹکاتے ہوئے کہا۔ وہ وہیں گھاس پر بیٹھی تھی۔

"اب اتنا بھی ہٹلر نہیں ہوں۔ خیر میرا ل تمہیں ڈھونڈ رہی ہے۔ "وہ کی چین انگلی پر گھما رہا تھا۔

"کیوں؟"

"کاشتکاری کرنے کے لئے۔ "وہ جل کر بولا۔ زہرہ ہنس پڑیں۔ ابرش نے خفگی سے انہیں دیکھا۔

"آپ اس کی سائیڈ پر ہیں؟"

زہرہ نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"آف کورس، شاپنگ پر جانے کے لئے۔ ابھی کار موجود ہے تو تم دونوں جاؤ۔ پھر مجھے بھی کہیں جانا ہے۔"

ابرش سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اندر بڑھ گئی۔

زہرہ نے گہری سانس بھر کر اسے دیکھا جو گردن موڑے دیواروں پر چڑھی بیل کو دیکھ رہا تھا۔

"جاب کیسی جا رہی ہے بیٹا؟"

وہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔ بغور ان کے چہرے پر چھائی مردنی دیکھی۔

"الحمد اللہ۔ آپ کچھ اپ سیٹ لگ رہی ہیں۔"

زہرہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہیں۔ بھوری آنکھوں کی نرمی ہر دفعہ انہیں نئے سرے سے اذیت دیتی تھی۔ ہر دفعہ ناجیہ کا درد دل کو کاٹتا تھا۔

"نہیں بیٹا ایسا کچھ نہیں ہے۔ "وہ زبردستی مسکرائیں۔

"اگر کچھ ڈسٹرب کر رہا ہے تو آپ مجھ سے شئیر کر سکتی ہیں پھپھو۔ "وہ آگے کو بیٹھا نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے خالہ کہہ سکتے ہو؟ اچھا لگے گا۔ "کچھ پلوں بعد وہ دھیرے سے بولیں۔

حازم انہیں دیکھتا رہ گیا۔

"میری ایک درخواست تھی تم سے۔ "ان کی آواز بھیگ رہی تھی۔

"خالہ پلیز۔ آپ میرے لئے ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ درخواست مت کریں۔ حق سے حکم دیں۔ مجھے اچھا لگے گا۔ "اس نے بے اختیار انہیں ٹوکا۔ ان کے الفاظ انہی کو لوٹائے۔

اور یہ زہرہ کی برداشت سے باہر تھا۔ آنسو چہرے پر لڑھکنے لگے۔ بے اختیار سسکی روکنے کے لئے لبوں پر مٹھی رکھی۔ آج سارے برداشت کے بند فنا ہو رہے تھے۔ آج انتہا ختم ہو رہی تھی۔

"خالہ کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہی ہیں؟ "وہ پریشانی سے ان کے ہاتھ تھامے کہہ رہا تھا۔ "کچھ ہوا ہے کیا؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟"

زہرہ نے بدقت نفی میں سر ہلایا۔

"حازم۔ تم ہمیشہ یہیں رہو گے نا؟ میرے پاس؟"

وہ ناسمجھی سے انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ آخر وہ اتنا جذباتی کیوں ہو رہی تھیں؟

"میں یہیں ہوں۔ آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟"

زہرہ نے گہری سانس لے کر خود پر قابو کرنا چاہا۔ انہوں نے گیلی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں حازم کہ ان سے جڑے رشتے انہیں دیکھ کر جیتے ہیں۔ پھر اگر وہ اوجھل ہو جائیں تو ایک پل چین نہیں آتا۔ زندگی گزر جاتی ہے۔ انسان زندہ رہ لیتا ہے۔ مگر جن کو کھو دیا ہوتا ہے ان کا رستا ناسور کبھی نہیں

بھرتا۔کسی کے جانے سے زندگی نہیں رکتی مگر پہلے جیسی بھی نہیں رہتی پھر ایک دن برداشت ختم ہو جاتی ہے اور انسان بکھر جاتا ہے۔"

وہ زخمی آواز میں اسے دیکھتی کہہ رہی تھیں۔

"اگر زندگی میں کبھی ایسا موقع آئے ناحازم کہ تمہارا سب آگ لگا دینے کو دل کرے۔سب چھوڑ کر کہیں دور جانے کو جی چاہے تو ان کے بارے میں ضرور سوچنا جو تمہیں دیکھ کر جیتے ہیں۔اگر کبھی کچھ ایسا ہوا تو ان سب کو ایک موقع ضرور دینا۔یہ سیکنڈ چانس ڈیزرو کرتے ہیں۔"

حازم اندر ابھرتی الجھن کو دبائے خاموشی سے سن رہا تھا۔

"ایک بات مانو گے؟"

اس نے بے ساختہ اثبات میں سر ہلایا۔

"میرے بعد ابرش کا خیال رکھنا بیٹا۔وہ خود کو سنبھالنا جانتی ہے لیکن کچھ حادثے ایسے ہوتے ہیں جب انسان ہمت ہار جاتا ہے اور اسی سچوئشن کے لئے اللہ نے رشتے بنائے ہیں۔بکھرنے کے لئے صرف ایک دھکا چاہئے ہوتا ہے۔"

ان کے ہاتھوں پر حازم کی گرفت مضبوط ہوئی۔اس نے تشویش سے انہیں دیکھا۔ان کی آنکھوں میں جھلکتا کرب اسے ہلانے کے لئے کافی تھی۔

"فار گاڈ سیک خالہ۔ایسی باتیں مت کریں۔چلیں آپ آرام کریں۔آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"اس نے نرمی سے ان کے ہاتھ تھپکے۔

"اپنا اور ابرش کا خیال رکھنا حازم۔حیاک اللہ وابارک اللہ۔"انہوں نے اس کی پیشانی چومی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔اس عجیب سے الوداع نے اس کے دل کو بری طرح دھڑکایا تھا۔وہ پریشانی سے انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ایک ان دیکھی اداسی نے فضا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

****

ابرش نے جوگرز کے تسمے باندھتے ہوئے سر اٹھا کر میرال کو دیکھا جو ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑی نقاب کی پیچھے کو گرہ لگا رہی تھی۔

"چلیں؟ "پرس کندھے پر ٹکاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"شیور۔ میرے ساتھ پہلا ڈرائیونگ ایکسپیرئنس ہے نا آپ کا؟ کیسا فیل کر رہی ہیں؟ "وہ شرارت سے اس کی طرف مڑی۔

"فی الحال تو دعا کر رہی ہوں کہ زندہ سلامت واپس آجاؤں۔ "مصنوعی سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ کمرے سے نکلی۔ میرال نے خفگی سے ابرو بھینچے۔

"آپ میرے بھائیوں کی نہیں میری ٹیم میں ہیں۔ "اعلان کیا۔ "اس لئے ان کی طرح طنز نہ کریں۔"

"شیور۔ "اس نے ہلکا سا مسکرا کر کندھے اچکائے۔

لاؤنج میں ماہ گل اور زہرہ بیٹھی تھیں۔ خاموش اور اذیت میں مبہم ہوتے وجود۔

"اوکے امی۔ اپنا خیال رکھئے گا۔ اللہ حافظ۔ "جھک کر ان سے ملتی اس نے ماہ گل کو ہاتھ ہلایا اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔

زہرہ نے بمشکل سانس کھینچتے اسے جاتے دیکھا۔ فضا میں پھیلا کرب روح پر حاوی ہونے لگا۔

ایک ان کہا الوداع۔

ابھرتی ڈوبتی سانسوں کی آواز۔

کٹ کر خون گراتا دل۔

****

آریان نے کرنل عاصم کو سیلیوٹ کیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

"خیریت تھی؟ "انہوں نے ابرو چکائی۔

آریان نے تکان سے پیشانی مسلتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ کھلے لیپ ٹاپ کی کیز دبائیں۔ التمش کی آواز تہہ خانے میں گونجنے لگی۔

"تم آرمی میں کیسے چلے گئے حازم؟"

"تم توحید رتھے۔ علی حمزہ کیسے بن گئے؟"

کرنل عاصم کا چہرہ متغیر ہوتا گیا۔ پیشانی پر پسینے کی قطرے چمکے۔

"سر التمش رضا قمر حازم کا باپ ہے اور وہ اس بات سے بے خبر ہے۔"

عاصم نے گہری سانس لے کر پیچھے کو ٹیک لگائی اور پیشانی رگڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

"یہ آڈیو ہمیں یہ بھی بتا رہا ہے کہ عالم کو ٹاسک گروپ کے لیڈر کے بارے میں پتہ چل چکا ہے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان بے اختیار چونکا۔ اس طرف تو دھیان گیا ہی نہیں۔

"اب کیا کریں؟ حازم کو بتایا تو وہ آڈیو مانگے گا اور آڈیو میں جو یہ التمش کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ ان کا کیا کریں؟ "اس کی آنکھوں میں واضح پریشانی ہلکورے لے رہی تھی۔

کرنل عاصم کچھ دیر سوچتے رہے یا پھر یہ کہنا درست ہو گا کہ آریان کو ناقدانہ نگاہوں سے دیکھتے رہے گویا فیصلہ کر رہے ہوں کہ وہ بھروسے کے کتنے قابل ہے؟

"اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ بس اسے الرٹ کر دو کہ ہمیں ٹپ ملی ہے۔ ڈیٹس اٹ۔"

تبھی آریان کا موبائل بجا۔

ایچ زی کالنگ۔

"السلام علیکم۔"

دوسری طرف سنتے ہوئے اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ آنکھوں میں دہشت امڈ آئی۔

کرنل عاصم پریشانی سے اس کے تاثرات دیکھ رہے تھے۔

"اب؟ " دھیرے سے اس کے لبوں سے آزاد ہوا۔

****

احمر گھر کے اندر داخل ہوا تو لمبی سی راہداری کے آغاز میں فرش پر ایک لفافہ پڑا تھا۔ لمحے بھر کے لئے آنکھوں میں وحشت جاگی۔ پھر وہی خط؟ اس نے جھک کر لفافہ اٹھایا۔

فارڈئیر میجر حمزہ۔

اس نے اچھنبے سے نام پڑھا۔ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کہ حازم کے بجائے میجر حمزہ کے نام خط آیا ہو۔

وہ اپنے کمرے میں ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑا پرفیوم اسپرے کر رہا تھا جب احمر نے ناک کر کے دروازہ کھولا۔

"خیریت ہے؟"

وہ اس کی طرف پلٹا۔ احمر نے لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ تمہارے لئے ہے۔"

حازم نے لفافہ تھاما اور ایک نظر اس پر ڈالی۔

میجر حمزہ۔ اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ لفافہ چاک کر کے اندر رکھا کاغذ دو انگلیوں سے باہر نکالا۔

"Your weak link is in our costudy Major Hamza. You cant find her not even until your last breath. Surrender or let her die."

(تمہاری کمزوری ہمارے قبضے میں ہے میجر حمزہ۔ تم اسے اپنی آخری سانس تک نہیں ڈھونڈ سکتے۔ گھٹنے ٹیک دو یا اسے مرنے دو۔)

حازم علی حمزہ کے چہرے کا رنگ بری طرح اڑ تا گیا۔ اس نے متغیر ہوتے چہرے کے ساتھ احمر کو دیکھا۔

"میرال اور ابرش واپس آ گئیں؟ "اس کی ڈوبتی آواز کانپی۔

"نہیں۔ لیکن کیا ہوا ہے؟ "وہ اس کے تاثرات سے پریشان ہوا۔

حازم کو اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے تیزی سے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا فون اٹھایا۔ نمبر ڈائل کرتی انگلیوں میں لرزش تھی۔ مگر اس سے پہلے ہی کال آنے لگی۔

"میرال؟ "اس نے بے قراری سے پکارا۔ احمر نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بھائی۔ "وہ بری طرح رو رہی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم کو زمین و آسمان نگاہوں کے گرد گھومتے محسوس ہوئے۔

"میرال۔ کیا ہوا ہے ہاں؟ "اس لمحے کسی ڈولتی ہوئی کشتی کی طرح ڈوبتی امید کے ساتھ اس نے دعا کی تھی۔

"بھائی۔ وہ۔۔ وہ آبی کو لے گئے۔"

اسے جیسے زور کا چکر آیا تھا۔ دل بری طرح ڈوبا۔ اگلے ہی لمحے قدموں نے حرکت کی اور باہر کی طرف بھاگا۔ احمر نے بے اختیار اسے پکارا۔

"تم کہاں ہو میرال؟"

"انہوں نے راستہ بلاک کیا تھا۔وہ۔۔"

"تم کہاں ہو؟ "چابی کی ہول میں گھساتے ہوئے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

جواباً میرال نے اسے لوکیشن بتائی۔

"تم احمر کو کال کرو۔وہ تمہیں لینے آتا ہے۔پریشان نہیں ہو۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "بے ربط جملوں میں اسے تسلی دی اور کال کاٹتے ہوئے کار میں بیٹھا۔ہر طرف دھند تھی جو چھا رہی تھی۔اس نے سر جھٹکا۔گہری سانس لے کر اندر ابھرتے خوف کو دبایا۔

"اگر کچھ نہیں چھوڑا تھا تو وہ تمہارا انتظار کرنا تھا۔"

وہ چند لمحے اسٹیرنگ تھامے بیٹھا رہا۔ڈیش بورڈ سے سروس موبائل اٹھایا اور کال ملائی۔پرسنل موبائل وہ آف کر چکا تھا۔

"ہیلو۔ "آریان کی آواز بھاری سی تھی۔

"آر۔عالم نے ابرش کو اغوا کر لیا ہے۔ "اس نے بمشکل لرزتی آواز پر قابو پایا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

چند لمحے خاموشی چھا گئی۔پھر آریان کی بے یقین آواز ابھری۔

"کیسے؟"

"پتہ نہیں۔ "اس نے پیشانی مسلی۔دماغ خالی ہو رہا تھا۔

"اب؟"

حازم نے چابی اگنیشن میں گھمائی اور گاڑی سڑک پر ڈال دی۔چند گہرے سانس لئے۔چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا۔مگر ہاں۔بھوری آنکھیں کرب میں لگتی تھیں۔

"پہلے مجھے عالم کے تمام ہائیڈ آؤٹس کی فوٹیجز بھیجو۔"

"لیکن حازم۔ عالم کبھی بھی۔۔"

"فرنٹ ڈور استعمال نہیں کرتا۔ میں جانتا ہوں۔ لیکن فی الحال تم یہی کرو۔"

"اس کے بعد؟"

"تم یہ بتاؤ کہ سی فور کے علاوہ کس ٹھکانے میں تشدد کے آلات موجود ہیں؟"

"سی ون۔ کیوں؟ "آریان نے فون کندھے اور کان کے درمیان رکھے اچھنبے سے پوچھا۔ انگلیاں تیزی سے لیپ ٹاپ پر چل رہی تھیں۔ حازم نے نچلا لب دبائے چند لمحے سوچا۔

"عالم نے سی ٹو یا سی تھری استعمال کیا ہو گا۔"

"اور تم اتنے پر یقین کیسے ہو؟"

"تم سی ون، سی ٹو اور سی فائیو کی سیکیورٹی فوٹیجز بھیجو۔ صرف پانچ بندوں کے گروپ کو وہاں بھیجو اور نظر رکھنے کو کہو۔ میرے آنے تک کوئی ایکشن نہ لیا جائے۔ "اس کی آنکھوں میں چنگاری سی تھی۔ اعصاب تنے ہوئے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے۔ "آریان بحث کئے بنا کال کاٹ کر حازم پر احسان کیا تھا۔

چند منٹوں بعد کار اسی منہدم بنگلے کے سامنے روک دی۔ سر اٹھا کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ دوپہر کے باوجود سڑک خالی تھی۔ اس نے خالی خالی نظروں سے اسٹیرنگ تھامے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ کیا وہ کچھ کر پائے گا؟ یا اس کا پلان اسی پر الٹ جائے گا؟

اس نے بے اختیار سر جھٹکا۔ نہیں۔ وہ اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔ وہ جانتا تھا، وہ ہمیشہ کرتی تھی۔

ایک خوف سا تھا جو اندر امڈ رہا تھا۔ جیسے تاریخ وہ سب کچھ دہرانے سے خوفزدہ ہو جو سولہ سال پہلے ہوا تھا۔ دماغ نہیں جانتا تھا لیکن جسم جانتا تھا کہ اسے اس دفعہ کچھ نہیں کھونا تھا۔ اسے ایک موقع دیا گیا تھا کہ جو وہ سولہ سال پہلے نہیں کر سکا وہ آج کر سکے۔ مگر اسے خود نہیں پتہ تھا!

گہری سانس لیتے وہ کار سے نکلا۔

چند منٹوں بعد وہ کرنل عاصم کے ساتھ تہہ خانے میں کمپیوٹر کے آگے بیٹھا تھا۔ آریان سی تھری جا چکا تھا۔

سپاٹ تاثرات کے ساتھ فوٹیجز دیکھ رہا تھا۔ عاصم تشویش سے کبھی اسے دیکھتے کبھی لیپ ٹاپ کو۔ انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟

"حازم۔ واٹس ان یور ہیڈ؟" بلآخر انہوں نے پوچھ لیا۔

پرنٹر سے نکلے کاغذات اٹھاتے ہوئے اس نے انہیں دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں فکرمندی ہلکورے لے رہی تھی۔

اور کون جانے کہ وہ بھی سولہ سال پہلے کی اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتے ہوں؟

"پلان بنا رہا ہوں۔"

"تمہارے پاس ٹائم نہیں ہے۔ عالم تمہارے بارے میں جان چکا ہے۔ وہ تمہیں اذیت دینے کے لئے آخری حد تک جائے گا۔"

"جانتا ہوں۔ لیکن پہلے میں ابرش کو وہاں سے نکلوا لوں پھر عالم کو وہاں لے جا کر ماروں گا جہاں اسے پانی بھی نہیں ملے گا۔ اب میری بات سنیں۔"

سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے کاغذات ان کے سامنے پھیلائے۔ انہوں نے آگے ہو کر دیکھا۔ وہ عالم کے تمام ہائیڈ آؤٹس کا اوورویو تھا۔

"سی ون، سی تھری اور سی فور میں تشدد کے آلات ہیں۔ مجھے ڈائیورژن دینے کے لئے عالم کبھی بھی ان کا استعمال نہیں کرے گا۔ اب آپ سی ٹو اور سی تھری کا سیکورٹی پلان دیکھیں۔ انتہائی معمولی ہے۔ پھر ڈائیورژن۔ عالم کو لگتا ہے کہ میں معمولی سیکورٹی دیکھ کر وہاں نہیں جاؤں گا۔ لیکن آئی ایم ڈیم شیور کہ اس نے سی ٹو یا سی فائیو کا ہی استعمال کیا ہو گا۔"

"تم اتنے شیور کیسے ہو؟ یہ صرف تمہارے اندازے ہیں؟"

حازم پہلی دفعہ مسکرایا۔ پر تپش چنگاری سی مسکراہٹ۔ آگ کر کے راکھ کرتے تاثرات۔

"میرے اندازے ہیں اور عالم کی ذہنی سطح۔ اس کا گیم کھیلنے کا انداز جو میں جانتا ہوں اور میرا اسٹائل وہ نہیں جانتا۔ یہی پلس پوائنٹ ہے۔"

عاصم نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"اب کیا کرو گے؟ تمہیں خط ملے تقریباً گھنٹہ ہو گیا ہے۔"

حازم اٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ رکھی پی کیپ اٹھا کر سر پر جمائی۔

"ابرش کو چھڑانا ہے۔"

"کیسے؟ وہی پوچھ رہا ہوں۔"

حازم ایک ہاتھ ٹیبل پر رکھے جھکا۔ لیپ ٹاپ کی کیز دبائیں اور ان کی طرف گھما دیا۔

"ابرش کو اندھیرے اور بارش سے ڈر لگتا ہے۔ اسے نائیکٹو فوبیا ہے۔ سی ٹو ایک سرنگ ہے۔ جس میں گھٹن اور اندھیرا ہے۔ چند پائپس ہیں جن سے پانی ہمہ وقت لیک ہوتا رہتا ہے۔ عالم کی اوسط ذہنی سطح ٹارگٹ کو آخری حدوں تک ' ذہنی 'اذیت دینا ہے۔ وہ اب بھی یہی کرے گا اور میرے ہاتھوں زندہ درگور ہو گا۔ "آنکھوں سے گویا شعلے نکلنے لگے۔ ماتھے کی رگیں تن گئیں۔ برداشت کا کانٹا آخری سوئی پر تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم۔ یہ سب مائینڈ گیم ہے جو تم پر الٹ سکتا ہے۔ "کرنل عاصم پریشانی سے بولے۔

"میں رسک لینا چاہوں گا سر۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی آپشن نہیں ہے۔ "وہ کلائی پر گھڑی باندھتا پیچھے ہٹا اور انہیں سیلیوٹ کر کے مڑ گیا۔

"اکیلے جاؤ گے؟ "انہوں نے بے چینی سے پکارا۔

"اندر؟ جی ہاں۔"

عاصم بے بسی سے اسے جاتے دیکھتے رہے۔

****

احمر پیشانی رگڑتا ڈاکٹر کے کمرے سے نکلا۔ آنکھوں میں تکان تھی۔ اسے دیکھتے ہی مظہر تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے؟ "لہجے میں بے قراری اور آنکھوں میں کرب تھا۔ وہ گہری سانس لے کر ان کے قریب آیا۔

"بی پی شوٹ کر گیا ہے۔ لنگز (پھیپھڑے) فیل ہو رہے ہیں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ ہارے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھے۔ احمر ان کا کندھا دبا کر گویا تسلی دی۔

"بابا پریشان نہ ہوں۔ پھپھو ٹھیک ہو جائیں گی۔ "وہ اپنے الفاظ کا خالی پن جانتا تھا۔

مظہر نے شکستگی سے نفی میں سر ہلایا۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر بہنے لگے۔

"اتنے عرصے بعد میرے سلگتے دل کو ذرا سا سکون ملا تھا۔ اب وہ بھی نہ رہا۔ میں کیا کروں احمر؟ کہاں سے سب واپس لاؤں؟"انہوں نے چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ احمر نے گہری سانس لی۔ چہرہ تکان زدہ لگتا تھا۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"حازم نے کال اٹھائی؟" کچھ دیر بعد مظہر نے پوچھا۔

"نہیں۔اس کا فون بند ہے۔ آریان بھی کال نہیں اٹھا رہا۔" اس نے لب کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ایک نظر موبائل کی تاریک اسکرین پر ڈالی پھر باپ کو دیکھا۔

"بابا فکر مت کریں پلیز۔وہ ابرش کو چھڑا لے گا۔ بھروسہ رکھیں۔ "وہ نرمی سے تسلی دے رہا تھا۔مظہر خاموش بیٹھے رہے۔ آنکھوں سے ٹوٹتے آنسو نیچے گر رہے تھے۔

****

ہر طرف نیم اندھیرا تھا۔ صرف ایک روشن دان تھا جس سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ سر پر سبز روشنی کا بلب جھول رہا تھا۔اس نے پلکیں جھپکا کر ارد گرد دیکھا۔ سامنے ایک بند لوہے کا دروازہ تھا۔ دائیں طرف بھی ایک خستہ حال لکڑی کا دروازہ تھا جس کے آگے زنجیر لٹک رہی تھی۔ باقی کمرے میں کارٹنز اور مشینیں رکھی ہوئی تھی۔ عجیب سی نحوست چاروں طرف پھیلی تھی۔خون رگوں میں جمنے لگا۔اس نے دہشت سے اپنے ہاتھوں کو دیکھنا چاہا جو کرسی پر پیچھے کو بندھے تھے۔

وہ یہاں کیسے آئی؟اس نے دماغ پر زور ڈالنا چاہا۔ ذہن میں جھماکہ ہوا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ میرال کے ساتھ مال جا رہی تھی۔ لیکن سڑک بلاک تھی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے دوسرا روٹ لیا جو کہ ایک غیر تعمیر شدہ فیکٹری کو کراس کرتا تھا۔وہیں پر ان کی کار کا ٹائر بلاسٹ ہوا اور پھر ایک عجیب سی گیس پھیلنے لگی۔اب وہ یہاں تھی۔

اس نے بے بسی سے سر اٹھا کر واحد جھولتے بلب کو دیکھا۔ سر پھٹنے لگا تھا۔

"یا اللہ۔کچھ کریں پلیز۔"وہ خوفزدہ سی بڑبڑائی۔چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔

اگر وہ یہاں سے نہ نکلی تو ساری عمر سر اٹھا کر نہیں جی پائے گی۔ خوف اس کے وجود کو لپیٹ میں لینے لگا۔ سانس سینے میں اٹک رہا تھا۔

"کوئی ہے؟ ہیلپ می۔ "وہ اونچا سا چلائی۔ اس کی آواز اندھیرے میں دیواروں سے ٹکرا کر واپس پلٹ آئی۔ اس کے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ ہمت ختم ہونے لگی۔ بدنامی کا خوف ساری توانائی نچوڑنے لگا۔

"کوئی ہے؟"

ہر طرف اندھیرا تھا یا ٹپ ٹپ کی وحشت ناک آواز۔ کوئی آہستہ آہستہ اس کے دل کو مٹھی میں لے رہا تھا۔ وہ بار بار سر جھٹک کر خود کو منفی خیالات سے آزاد کرا رہی تھی۔

کوئی آ کیوں نہیں رہا؟ کسی کو تو آنا چاہیئے۔ کسی کو تو بھیج دیں اللہ۔ پلیز۔ آنسو تیزی سے لڑھک رہے تھے۔

"اب میں تمہارے ہاتھ باندھوں گا اوکے؟"

دور اندھیرے میں ایک آواز ابھری۔ ابرش نے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ سختی سے آنکھیں میچیں۔

وہ ایک روشن سی صبح تھی۔

ابرش ایک کرسی پر بیٹھی حیرت سے حازم کو دیکھ رہی تھی جو اس کے ارد گرد رسیاں باندھ رہا تھا۔ لب بھینچے ہوئے تھے اور چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟ "ابرش سے اتنی دیر خاموش رہنا برداشت نہ ہوا تو بول اٹھی۔ حازم نے اس کے کرسی کے پیچھے بندھے ہاتھوں کو رسی کی آخری گرہ لگائی اور ہاتھ جھاڑتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ابرش نے سر اٹھا کر چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"بتایا تو تھا۔ سیلف ڈیفنس سکھا رہا ہوں۔ "وہ اب جھک کر اس کے پیروں کے گرد رسی باندھ رہا تھا۔

"مگر میں تو ابھی چھوٹی ہوں۔ "وہ پٹ سے بولی۔ حازم نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ پلکیں جھپکا کر مسکرائی۔ حازم نے سر جھٹکا۔

"چھوٹی نہیں ہو۔ میں جو اکیڈمی سے سیلف ڈیفنس سیکھتا ہوں وہی تمہیں اور عرشی کو سکھاؤں گا۔ اس لئے خاموشی سے سیکھو۔ "وہ مصروف سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اب اپنے ہاتھوں کو مخالف سمت میں گھماؤ، کلائیوں کو آپس میں مسلو یعنی ہاتھوں کو ہلاتی رہو۔ اس سے رسی کی گرہ ڈھیلی ہوتی جائے گی لیکن یہ رول صرف موٹی رسی پر لگتا ہے۔۔۔"

آوازیں آہستہ آہستہ دم توڑ گئیں۔

ابرش نے گہری زکام زدہ سانس اندر کو کھینچی۔

اسے خود کو یہاں سے نکالنا تھا۔ اسے آخری لمحے تک کوشش کرنی تھی۔ راستہ وہی بنائے گا جس نے نیل کے دریا میں راستہ نکال دیا تھا۔ بس ذرا سی ہمت، تھوڑا سا حوصلہ۔

اس نے ہاتھوں کو گھمانا شروع کیا۔ کلائیاں بری طرح رگڑی جانے لگیں۔ مگر وہ لب بھینچے کرتی گئی۔

یکدم دروازہ کھلا۔ اس کے چہرے پر روشنی پڑی۔ آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے بے اختیار چہرہ پیچھے کیا۔

"کیسی ہو ابرش عبید عرف آبی؟ "بھاری آواز گونجی۔

اس کا سانس رکنے لگا۔

"دیکھو۔۔ مجھے جانے دو۔۔ پلیز۔ "آواز لرز رہی تھی۔ مگر وہ ہاتھوں کو جنبش دیتی رہی۔

اس شخص کے نیم اندھیر چہرے پر مکروہ سی مسکراہٹ ابھری۔ اندھیرے کے باعث وہ اس کی حرکات نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

"چھوڑ دیں گے۔ بالکل چھوڑ دیں گے۔ بس ایک دفعہ اس میجر کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔"

ابرش کے ہاتھ رکے۔سیاہ آنکھوں میں خوف ابھرا۔

"کون میجر؟"

وہ شخص جس کا نام ٹونی تھی،جیب سے سیگریٹ نکالتے ہوئے ہنس دیا۔

"بڑی چالاک ہو۔وہی میجر جسے پکڑنے کے لئے تمہیں یہاں تک لایا گیا ہے۔وہ آجائے تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔"
اس نے سیگریٹ کا کش لگایا۔

ابرش کا خون رگوں میں جمنے لگا۔یہ ٹریپ تھا۔اف وہ کیا کرے؟اسے یہاں سے نکلنا تھا۔اسے حازم کے آنے سے پہلے یہاں سے نکلنا تھا۔

"ویسے تم بیوی ہو اس کی؟"وہ دھواں چھوڑتے ہوئے خباثت سے مسکرایا۔

ابرش کے اندر کوئی جوار بھاٹا پکنے لگا۔

"گیٹ لاسٹ۔میں کسی میجر کو نہیں جانتی۔"لہجہ درشت تھا۔

"ماننا پڑے گا بھئی۔تباہ ہونے کے کنارے کھڑی ہو مگر پھر بھی اکڑ دکھا رہی ہو۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ٹپ ٹپ کی آواز تیز ہونے لگی۔اس بار آواز چھت سے آرہی تھی۔جیسے بارش ہو رہی ہو۔ابرش کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔بچپن کا خوف جاگنے لگا۔

"بارش ہو رہی ہے۔چچ چچ۔وہ بارش جو سب بہالے جاتی ہے۔"

اس کے اعصاب سن ہونے لگے۔اس نے بدقت رسیوں سے ہاتھ نکالے اور گہری سانس لی۔اسے اعصاب مضبوط رکھنے تھے۔صد شکر کہ پیروں میں رسیوں نہیں باندھی تھیں۔

"میجر آنے والا ہے تب تک۔"وہ ہلکا سا جھکا۔"تم یہیں رہو گی۔"

ابرش نے بمشکل خود کو سنبھالا اور ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا۔ ٹونی کو اس کی توقع نہیں تھی۔ وہ بے اختیار پیچھے ہوا۔ ابرش کرسی سے اٹھ کر بھاگی۔ وہ دروازے کی طرف نہیں جاسکتی تھی۔ دروازے کے آگے وہ کھڑا تھا۔ اس کا رخ لکڑی کے دروازے کی طرف تھا۔

"رک جاؤ۔ "وہ دھاڑا۔ "میں گولی چلادوں گا۔ "

ابرش ساکت رہ گئی پھر دھیرے سے مڑی۔

ٹونی بازو لمبا کئے پستول اس کی طرف تانے کھڑا تھا۔ اس نے گہری سانس لی۔ سامنے کا منظر دھندلا رہا تھا جسے بار بار سر جھٹک کر واضح کرتی۔ سر کا درد شدید تر ہوتا جارہا تھا۔ تیز گونجتی ٹپ ٹپ اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

"میں کہہ رہا ہوں شرافت سے کرسی پر واپس آجاؤ۔ ورنہ میں گالی چلادوں گا اور مجھے اس کے آرڈرز ہیں۔ "اس نے لہجے میں واضح دھمکی تھی۔ مگر ابرش نے سوچ لیا تھا کہ ذلت کی زندگی سے بہتر موت تھی۔ وہ کرسی پر دوبارہ نہیں جائے گی۔

دیوار کی اوٹ میں کھڑے حازم نے سانس روک کر وہ منظر دیکھا تھا۔

پستول تان کر اونچی آواز میں دھمکی دیتا ٹونی اور گیلے زرد چہرے کے ساتھ کانپتی کھڑی ابرش۔

وہ جانتا تھا کہ ابرش کرسی پر واپس نہیں جائے گی۔ ٹونی گھاگ آدمی تھا وہ اسے یہاں دیکھ کر نہیں چونکے گا بلکہ ابرش کو اپنی ڈھال بنالے گا۔ اسے بنا چاپ کے آگے بڑھنا ہوگا۔ اس کے ہاتھوں اور کپڑوں پر خون لگا تھا۔ سی ٹو میں معمولی سیکیورٹی کے باعث اس کی مڈبھیڑ صرف چند افراد سے ہوئی تھی جنہیں وہ جہنم رسید کر چکا تھا۔ عالم ویسے بھی اس بات سے بے خبر تھا کہ ٹاسک گروپ کو اس کے ٹھکانوں کے بارے میں علم ہے۔ یہی غلطی آج کی ناکامی کا سبب بننے والی تھی۔

اسی پل اس کے سر پر زوردار سلاخ لگی تھی۔ ساری دنیا آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔ بصارت واضح ہونے کا انتظار کئے بغیر اس نے ہاتھ گھما کر حملہ آور کے مکا جڑ دیا۔ وہ تیورا کر گرا۔ حازم نے بجلی کی تیزی سے جیب سے رومال نکالتے ہوئے اس کے ناک کے ساتھ لگا دیا۔ اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

"دیکھو لڑکی۔ واپس آ جاؤ۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ "ٹونی کی برہم آواز گونجی۔

کنپٹی پر بہتے خون کو اس نے آستین سے رگڑا۔ سر جھٹکتے ہوئے دبے قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔ بالکل دیوار کے ساتھ تاکہ اس کا سایہ نہ بنے۔

لب کاٹتی ابرش کی نگاہ اس پر پڑی تھی۔ ایک احساس تحفظ اسے اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ وہ آ گیا تھا۔ اس کی انتظار بے معنی نہیں گیا تھا۔ دماغ پر چھاتا اندھیرا بڑھ رہا تھا۔

"ابرش عبید میری مہلت ختم ہوئی۔ "ٹونی نے غرا کر کہا اور دو قدم آگے آیا۔

"افسوس کہ وہ میجر نہیں آیا۔"

اسی پل حازم نے خود کو ٹونی کے ساتھ ٹکرا دیا۔ دونوں اکٹھے زمین پر گرے۔ ٹونی کا نشانہ چوکا۔

"آہ۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم ٹونی کی مخصوص رگ دبا چکا تھا جب اس نے ابرش کی کراہ سنی۔ اس کا سانس رکا تھا۔ بجلی کی تیزی سے اٹھتے ہوئے اس نے مڑ کر دیکھا۔ نیم اندھیرے میں اسے کچھ سمجھ نہیں آیا سوائے اس کے کہ وہ زمین پر گر چکی تھی۔ لرزتے ہاتھوں سے موبائل نکالتا وہ اس کی طرف بھاگا۔

"ابرش کیا ہوا؟ "وہ موبائل کی لائٹ اس پر گراتا بے قراری سے پوچھ رہا تھا۔ ابرش کی بائیں ٹانگ سے خون ابل رہا تھا۔ اس کا ذہن اندھیرے میں ڈوب رہا تھا۔

"آبی۔کچھ نہیں ہو گا۔۔ہم ابھی نکلتے ہیں۔تم سن رہی ہو نا؟ آنکھیں مت بند کرنا ابرش۔ "کانپتے ہاتھوں سے اس نے اس کے زخم کو گرد رومال باندھا۔وہ ہوش کھو رہی تھی۔حازم کو سب ہاتھوں سے پھسلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"ابرش۔۔میری بات سنو۔ادھر دیکھو۔"وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے ہوش میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ابرش نے نیم وا آنکھوں سے اس کا زرد پڑتا چہرہ دیکھا پھر اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا گیا۔وہ محفوظ ہاتھوں میں تھی۔یہ احساس اس کی ساری فکریں لے گیا تھا۔

****

پلکوں پر لدا بوجھ بہت بھاری تھا۔جانے کتنے پہر گزرے اس کا ذہن جاگنے لگا۔اپنا آپ محسوس ہوا تو دھیرے سے پلکیں جدا کیں۔منظر دھندلا تھا۔دو تین دفعہ اس نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔سفید چھت،سفید دیواریں۔

"ابرش۔"

بدقت اس نے گردن موڑی۔حازم تشویش سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسے ہوش میں آتا دیکھ کر تھکی تھکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ ٹھہری۔

"کیسا فیل کر رہی ہو؟ "نرمی سے اس کے بیڈ پر دھرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

ابرش نے دھیرے سے سر کو خم دیا۔

"امی کہاں ہیں؟ "اس کی آواز بیٹھی ہوئی تھی۔

حازم کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔کیا اس نے بے ہوشی کے دوران کچھ سنا تھا؟

"وہ گھر پر ہیں۔تمہیں بے ہوش ہوئے چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔اس لئے بابا نے انہیں گھر بھیج دیا۔"نہ لہجہ ڈگمگایا،نہ آواز لڑکھڑائی۔ابرش خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔سیاہ آنکھوں میں سرخ سی لکیریں تھیں۔

"حازم امی کہاں ہیں؟ "اب کہ آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"ابرش۔وہ گھر پر ہیں۔شام کو آجائیں گی۔ "اس نے رسان سے کہا۔

ابرش نے مٹھی بھینچی۔گال دہکنے لگے۔

"جھوٹ کیوں بول رہے ہو حازم؟پلیز مجھے بتادو امی کہاں ہیں؟ "لہجے میں بے بسی تھی۔

"میں بتا چکا ہوں آبی۔تمہیں یقین کیوں نہیں ہے؟"

"کیونکہ تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔میں نے خود سنا تھا کہ۔۔ "الفاظ ٹوٹ گئے۔ہمت بکھر گئی۔آنسو لڑھکنے لگے۔حازم نے خاموشی سے اسے دیکھا پھر آگے ہو کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"تحمل سے رہو گی نا؟"

ابرش کی سیاہ آنکھوں میں خوف ابھرا۔

"حازم امی۔۔"

"ان کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔وہ وینٹ پر ہیں۔"

ابرش کے بہتے آنسو رک گئے۔دل بھی ساتھ ہی رک گیا۔وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وینٹ؟ "اس کے لب پھڑپھڑائے۔

کیا قسمت کے اور کھیل باقی تھے؟

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

****

کوریڈور میں بھانت بھانت کی بولیاں تھیں۔ شور ہی شور تھا۔ ایسے میں ایک بند کمرے کے آگے بنچ پر احمر اور نقاب کئے میرال بیٹھی تھی۔ احمر رخ موڑے اسے کچھ سمجھا رہا تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور حازم باہر نکلا۔ وہ دونوں بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیسی کنڈیشن ہے ابرش کی؟ "احمر نے تشویش سے پوچھا۔

"بہتر ہے۔ ابھی سو رہی ہے۔ "وہ مختصراً بولا۔ چہرے پر عجیب سی پژمردگی چھائی ہوئی تھی۔ میرال نے غور سے اسے دیکھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"

حازم نے نظریں چراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے پھپھو کے بارے میں اسے بتادیا؟"

"وہ جانتی تھی۔ اس نے بے ہوشی کے دوران سن لیا تھا۔"

"تم ٹینس لگ رہے ہو۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ظاہر ہے۔ کیا مجھے نہیں ہونا چاہیے؟"اس نے تحمل سے کہا۔

"لیکن آپ کچھ چھپا بھی رہے ہیں۔ "میرال نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اسے دیکھا۔ احمر نے اس کی تائید میں سر ہلایا۔ حازم نے گہری سانس لی۔ یہ طے تھا کہ وہ ان سے کچھ نہیں چھپا سکتا تھا۔

"مجھے کال آئی ہے۔ تین دنوں کے لئے جانا ہے۔ "وہ پیشانی رگڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

احمر خاموش رہ گیا۔ میرال کی آنکھوں میں صدمہ پھیل گیا۔

"بھائی آپ چلے جائیں گے؟"

"میرے پاس آپشن ہے میرال؟" اس کی آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

"مگر بھائی آپ آبی کو چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔ پھپھو کی بیماری کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔ انہیں آپ کی ضرورت ہے ۔ آپ کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ "وہ تیز تیز کہہ رہی تھی۔ لہجے میں بے بسی تھی۔

احمر سینے پر بازو لپیٹے خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس بحث کا نتیجہ جانتا تھا۔

"تم سب جانتی ہو میرال۔ پھر بحث کا فائدہ؟"

"بھائی بھائی۔ ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔ آبی کبھی بھی اس سچوئشن میں آپ کی پوزیشن نہیں سمجھے گیں۔ آپ کے اس نئے اور پرانے رشتے میں دراڑ آجائے گی۔ اپنے سینیئرز سے کوئی بہانہ کر دیں یا سچ ہی بتا دیں لیکن رک جائیں پلیز۔"

"میرال سچ میں بتا نہیں سکتا اور جھوٹ بولنے کی گنجائش نہیں ہے۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔

میرال کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس نے ایک شاکی نظر احمر پر ڈالی۔

"آپ کیوں نہیں کچھ بول رہے؟ "وہ زچ ہو کر بولی۔

احمر نے گہری سانس لی اور کندھے اچکا کر حازم کو دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"واپسی کب ہے؟"

"تین چار دن لگ جائیں گے، زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ موبائل آف رہے گا۔"

وہ جانتا تھا کہ میرال درست کہہ رہی ہے۔ اس قدم سے اس کا رشتہ آلودہ ہو گا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ ایک عہد کیا تھا جو آخری سانس تک نبھانا تھا۔

"بھاڑ جائیں میری طرف سے آپ دونوں۔ میرا ہی دماغ خراب ہے جو فکر کرنے لگتی ہوں۔ "میرال تن فن کرتی وہاں سے چلی گئی۔

حازم نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا۔

****

مظہر سر ہاتھوں میں گرائے خاموش بیٹھے تھے۔ کمرے میں جانے کی ہمت نہیں تھی۔ ایک ایک کر کے انہوں نے اپنا ہر رشتہ کھو دیا۔ ماں باپ تو کم عمری میں ہی چلے گئے تھے۔ بہنوں کا ساتھ بچا تھا جو سولہ سال پہلے راکھ ہو گیا تھا۔ اتنے عرصے بعد انہیں بہن ملی تھی وہ قسمت چھیننے پر درپے تھی۔

موبائل بجا تو انہوں نے چونک کر دیکھا۔

سلطان کالنگ۔

اچھنبے سے کال اٹھالی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ کیا حال احوال ہیں مظہر؟ "سلطان کی بھاری آواز گونجی۔

"الحمد اللہ۔ خیریت؟ اس وقت فون کیا؟ "انہوں نے دو انگلیوں سے آنکھیں مسلیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہارا بیٹا آیا تھا۔ بلکہ ملتان جا رہا تھا۔ میرے گھر کے آگے گاڑی خراب ہو گئی تو میں نے زبردستی روک لیا۔ سوچا کہ تمہیں بتا دوں، آج کل ویسے ہی لڑکوں پر نظر رکھنی چاہئے۔ "اس کا لہجہ کھنک دار تھا۔

مظہر بری طرح چونکے۔

سلطان نے بیٹے کا نام نہیں لیا، اس کا مطلب وہ ان سے جاننا چاہ رہا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی موجودگی کے بارے میں جانتے بھی ہیں یا نہیں۔

"آپ کو سلطان کی کوئی بھی کال آئے۔ وہ آپ کو جو بھی کہے بس اس کی تصدیق کر دیجئے گا۔"

"حازم کی بات کر رہے ہو؟ "لہجہ پر سکون تھا۔

"آہا۔ تم تو بہت باخبر نکلے مظہر۔ اچھی بات ہے اولاد سے باخبر ہی رہنا چاہئے۔ خیر میں نے تمہیں اطلاع ہی دینی تھی۔ "وہ محظوظ سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اس کا شکریہ۔ میں اپنی اولاد کے بارے میں جانتا ہوں۔"

"گڈ۔ میں اب رکھتا ہوں۔ رات کافی ہو گئی ہے۔"

مظہر نے موبائل بند کر کے پیشانی رگڑی۔ آخر یہ لڑکا کر کیا رہا ہے؟

"بابا آپ گھر جا کر آرام کر لیں۔ "احمر کی آواز پر انہوں نے سر اٹھایا۔ وہ ان کے ساتھ بیٹھ چکا تھا۔

"لیکن یہاں۔۔"

"ابرش کے پاس میرال رک رہی ہے اور پھپھو کے پاس ماما جان۔ آپ صبح سے آئے ہوئے ہیں۔ ابھی گھر چلے جائیں پلیز۔ "وہ انہیں رسان سے سمجھا رہا تھا۔

ان سے کچھ فاصلے پر ابرش اپنے بیڈ پر خاموشی سے لیٹی چھت کو دیکھ رہی تھی۔ نگاہیں ویران تھی۔ میرال نے نقاب نیچے کرتے ہوئے اسے دیکھا پھر کرسی گھسیٹ کر اس پاس بیٹھی۔

"آبی۔ "نرمی سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ پھپھو ٹھیک ہو جائیں گی۔"

"بائیو تم نے بھی پڑھی ہے اور میں نے بھی۔ اس لئے یہ جھوٹے دلاسے مت دو میرال۔ "اس کی مدھم سی آواز خالی سی تھی۔ میرال نے لب کاٹے۔

"آپ کیوں ہمت ہار رہی ہیں؟ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ابرش خاموشی سے چھت کو دیکھتی رہی۔

"یہ سب تمہارے بھائی کی وجہ سے ہوا ہے۔ "اس کی آواز میں عجیب سی کاٹ تھی۔ میرال نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بھائی کا کیا قصور آبی؟"

ابرش نے نگاہیں اس کی طرف موڑیں۔ سیاہ آنکھیں کرب میں لگتی تھیں مگر چہرے پر برف سا تاثر تھا۔

"مجھے ان لوگوں نے اس کی دشمنی میں اغوا کیا تھا۔ میری ماں کو میرے غم نے یہاں تک پہنچا دیا۔ کیا یہ قصور نہیں ہے؟"

میرال اچھنبے سے اسے دیکھے گئی۔

"آبی اس بات میں کوئی سینس نہیں بن رہی۔ آپ غلط سوچ رہی ہیں۔ "اس نے رسان سے سمجھانا چاہا۔

ایک ہلکی سی استہزائیہ مسکراہٹ ابرش کے لبوں کو چھو گئی۔

"صرف ایک دفعہ خود کو میری جگہ پر رکھ کر دیکھو پھر بتانا کون قصوروار لگتا ہے؟ "اس نے گردن کھڑکی کی طرف موڑ لی۔ آنسو پھر گرنے لگے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

میرال نے گہری سانس لے کر سر جھٹکا۔

یہ بدگمانی کا آغاز تھا۔ ابھی جب انہیں پتہ چلے گا کہ بھائی چلے گئے ہیں تو یہ کیا سوچیں گی؟ اف بھائی۔ خود تو پھنسے ہیں، مجھے بھی پھنسا گئے ہیں۔ میرال سینے پر بازو لپیٹے خاموشی سے ابرش کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

****

حازم نے اسٹیرنگ گھماتے ہوئے موڑ کاٹا۔ سڑک کے کنارے کھڑا سرمئی محل واضح ہونے لگا۔ اس نے گہری سانس لی۔

"I'm there."

لبوں کو آہستگی سے جنبش دیتے ہوئے اس نے بلیوٹوتھ کے ذریعے اطلاع دی۔کار کو تھوڑا سا آگے لے جاتے ہی وہ بری طری ڈگمگائی اور اگلے ہی لمحے رک گئی۔

"ڈیم اٹ۔ "وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر نکلا۔

اگلے چند منٹ وہ بونٹ کھول کر تاروں سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔چہرے پر جھنجھلاہٹ تھی۔

"سر۔"

اس کے عقب سے آواز آئی تو بے اختیار پلٹا۔ایک باوردی ملازم سامنے کھڑا تھا۔اس نے ابرو چکایا۔

"آپ کو سلطان صاحب نے اندر بلایا ہے۔"

لب کاٹتے ہوئے اس نے آنکھیں سکیڑے حازم نے اسے سر تا پاؤں دیکھا۔

"کیوں؟"

ملازم نے کندھے اچکائے۔حازم نے بونٹ بند کیا۔گھوم کر کار کا دروازہ کھولا اور جھک کر ڈیش بورڈ پر رکھے ٹشو باکس سے ٹشو کھینچے۔ہاتھ رگڑتے ہوئے ملازم کو دیکھا اور سر کو خم دیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اونچا سا سرمئی قصر خاموش تھا۔کھلا سا لان اور لمبی سی روش کے اطراف کھڑے درخت۔کچھ تھا فضا میں جو اعصاب پر بھاری گزرتا تھا۔وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے لبوں میں چیونگم چباتے ہوئے آنکھیں سکیڑے ارد گرد دیکھ رہا تھا۔چہرے پر لاپرواہ تاثرات بکھرے تھے۔

لان چیئر پر شاہانہ انداز میں بیٹھا سلطان گال تلے مٹھی رکھے سامنے کھڑے چیف آف سٹاف کو سن رہا تھا۔آہٹ پر گردن گھما کر دیکھا اور بولتے چیف کو ہاتھ اٹھا کر خاموش کروایا اور جانے کا اشارہ کیا۔چیف اور ملازم ہٹ گئے۔

سلطان نے نظریں اٹھا کر سامنے کھڑے دراز قد نوجوان کو دیکھا۔

آف وائٹ نیک شرٹ پہنے، ہاتھ جینز کی جیبوں میں ڈالے بھوری آنکھوں میں مشکوک سا تاثر تھا۔ بال بے ترتیبی سے ماتھے پر بکھرے تھے۔

"تم مظہر علی حمزہ کے بیٹے ہو؟ "سلطان نے سینے پر بازو لپیٹے سرد سا سوال کیا۔

حازم نے سر کو خم دیا۔ جو گر سے مسلسل گھاس مسل رہا تھا۔

"ہوں۔ تمہاری کار میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے، میں نے اوپر بالکونی سے دیکھا تھا۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"ملتان۔ آپ نے کیوں بلایا ہے؟ "آنکھیں چھوٹی کئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"مظہر سے میری اچھی علیک سلیک ہے۔ تمہیں ایک دو دفعہ دیکھا ہے۔ تم چاہو تو رات یہاں رک سکتے ہو تب تک تمہاری کار کی سروسنگ ہو جائے گی۔ "اس کا لہجہ ہنوز ٹھنڈا تھا۔

"اور میں آپ کا احسان کیوں لوں گا؟"

اس کا آنکھیں سکیڑے چبھتا ہوا انداز سلطان کو بہت کچھ یاد دلا گیا۔ لمحے بھر کو وہ زیر لب مسکرایا۔ ذہن نے پل کے لئے ماضی کا عکس دکھایا۔

اس لڑکے کا انداز بھی ایسا ہی تھا۔ آنکھوں میں چبھن لئے درشت لہجہ۔ ماتھے پر پڑے بل اور کرخت ہوتا انداز۔

سلطان نے سر اٹھا کر سامنے کھڑے نوجوان کو دیکھا۔

"میں اپنے دوستوں پر ایسے احسان کرتا رہتا ہوں۔ فی الحال اس علاقے میں تمہیں دور دور تک کوئی نہیں ملے گا۔ مرضی تمہاری ہے۔ "وہ ناخن سے پیشانی رگڑ رہا تھا۔

حازم چند لمحے اسے ٹٹولتی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

"کیا یہ آپ کا گھر ہے؟ "اس نے ابرو چکائے۔

چھان بین کے دوران اسے پتہ تھا کہ یہ قصر سلطان کے نام نہیں تھا۔ اس کی ملکیت اس کے کسی شیئر ہولڈر کے نام تھی۔

سلطان نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی۔

"میرے دوست کا ہے۔ چونکہ وہ امریکی نژاد ہے سو زیادہ وقت واشنگٹن میں گزرتا ہے۔ غیر موجودگی میں اس جگہ کو میں دیکھتا ہوں۔ "اسے خود بھی نہیں پتہ تھا کہ اس نے اتنی لمبی وضاحت کیوں دی تھی۔ کچھ تھا سامنے کھڑے لڑکے میں، جو آرام دہ کرتا تھا۔

"اوکے۔ تھینکس فار دیٹ۔ "چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے کندھے اچکا دیئے۔

ملازم کو اس کے ساتھ بھیج کر چیف نے تشویش سے سلطان کو دیکھا جو بے نیاز سا موبائل پر جھکا تھا۔

"سر آپ نے کیسے اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں؟"

"میری ایک بزنس ریپوٹیشن ہے یاسر۔ ویسے بھی بزنس میں ہر ایک کی کمزوری پر نظر رکھنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے اس لڑکے کی صورت مجھے مظہر کے خلاف کچھ مل جائے۔"

"لیکن سر۔ آپ لوگ تو۔۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میرا کوئی دوست نہیں ہے اور جو ایسا سمجھتے ہیں، ان کی سوچ پر افسوس ہے۔ اب اس پر نظر رکھنا۔ "بے تاثر لہجے کے ساتھ اسے گویا جانے کو کہا۔ یاسر بے دلی سے سر ہلاتا مڑ گیا۔ اس کا باس اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

حازم نے گہری سانس لے کر کمرے پر طائرانہ نظر دوڑائی۔ مختلف جگہوں پر چھپے تین سی سی ٹی وی کیمرا زوہ دیکھ چکا تھا۔ جانتا تھا کہ کوئی نہ کوئی اس کی نگرانی ضرور کر رہا ہو گا۔ اسے بس یہاں سے یو سی اور کیو جی کے بارے میں معلومات چاہئیں تھیں۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے کلاک کو دیکھا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ اسے خاموشی سے انتظار کرنا تھا۔

****

"ہم نے بہت بڑا جوا کھیل لیا ہے سر، اگر سلطان حازم کی حقیقت سے باخبر ہوا تو سارا پلان ہم پر الٹ جائے گا۔ "
آریان آنکھوں میں تشویش لئے اسکرین کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سیاہ اسکرین پر سرخ لکیریں نقشے کی صورت میں بنی تھیں۔ وہ غائم قصر کا ڈیجیٹل میپ تھا۔ ایک چار دیواری کے اندر سبز نشان تھا، جو کہ حازم کا ٹریسر تھا۔

کرنل عاصم نے اسکرین کو دیکھا اور پھر زین کو جو کہ تیزی سے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

"عالم کے تمام ہائیڈ آؤٹس بالکل بے ضرر ہیں۔ ہمارا ہدف کیوجی اور یوسی کو جاننا ہے، اگر آج ان میں سے ایک بھی مل گیا تو کام تقریبا ہو جائے گا، لیکن اگر ان کو بھنک بھی لگ گئی تو وہ انڈر گراؤنڈ ہو جائیں گے اور ہم کچھ بھی نہیں کر پائیں گے۔ "

کیپٹن زین نے ' اینٹر ' کا بٹن دبایا اور سیدھا ہوا۔

"سر۔ میجر صاحب کے کمرے کے کیمرا ز کو اس طریقے سے جام کر دیا ہے کہ کنٹرول روم میں بیٹھے شخص کو صرف ایک فوٹیج ملے گی۔ کنٹرول روم دو راہداریاں چھوڑ کر ہے۔ ہر راہداری موڑ پر سرکولیٹینگ کیمرہ لگا ہے۔ اسے جام نہیں کر سکتے، انہیں ڈاج دینا پڑے گا۔" وہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کرنل عاصم نے سر کو خم دیا۔ ان کی نگاہیں سبز نشان پر جمی تھیں۔

"حازم۔ عالم کسی بھی لمحے ابرش کی بازیابی کی خبر سلطان کو دے دے گا۔ تمہارے پاس ٹائم نہیں ہے۔ کنٹرول روم تک ایکسس حاصل کرو۔ "آریان نے بلیوٹوتھ آن کرتے ہوئے کہا۔

"راجر دیٹ۔ "حازم کی آواز ابھری۔

باہر آہستہ آہستہ رات سرکتی رہی۔

****

ذہن گہرے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا جب کسی نے زور سے اسے جھنجھوڑا۔اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔کمرے کی سفید لائیٹس جل رہی تھیں۔پل کے لئے اسے کچھ سمجھ نہ آیا۔وہ کہنی کے بل زرا سا اٹھی۔بیڈ کے کنارے کھڑیں ماہ گل کا رنگ اڑا ہوا تھا۔چہرے پر آنسو پھسل رہے تھے۔

"مامی جان۔کیا ہوا ہے؟ "ابرش کی رنگت فق پڑنے لگی۔

"زہرہ کو ہوش آیا ہے۔وہ۔۔وہ تم سے ملنا چاہ رہی ہے۔ "ان کی آواز لرز رہی تھی۔ابرش آہستگی سے اٹھ بیٹھی۔دل کسی انہونی کے باعث بری طرح ڈوبا تھا۔ساتھ کھڑی نرس نے اس کے ہاتھ کی پشت سے وی آئی لائن کا کینولا نکالا۔ماہ گل کا ہاتھ تھامے وہ بمشکل کھڑی ہوئی۔ٹانگ میں بے اختیار ٹیس اٹھی تھی۔

"تم چل لو گی نا ابرش؟ "

لب باہم پیوست کئے اس نے سر ہلا دیا۔چہرے پر کرب بکھرا تھا۔سیاہ آنکھیں ہراساں لگتی تھیں۔

کمرے کا دروازہ کھلا۔

"آئی ایم سوری۔ایکسپائیرڈ۔"

چوکھٹ میں کھڑی ابرش گویا زندہ کسی قبر میں اتری تھی۔ٹانگوں سے جان نکلنے لگی۔وہ بے اختیار لڑکھڑائی۔ماہ گل نے بمشکل اسے سنبھالا۔

"امی۔ "اس کے لب پھڑپھڑائے۔

ڈاکٹر تاسف سے بیڈ پر دراز وجود پر سفید چادر ڈال رہے تھے۔اس کا سانس گھٹنے لگا۔مظہر اسے دیکھتے ہی تیزی سے اس کی طرف آئے۔ان کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔انہوں نے اسے سینے سے لگا لیا۔

"ابرش ہمت کرنا بچے۔ "

وہ مظہر کی آواز نہیں تھی۔ وہ موت کی نوید تھی۔ وہ جھٹکے سے ان سے علیحدہ ہوئی۔ مظہر نے کرب سے اسے دیکھا۔ اس نے بمشکل قدم بیڈ کی طرف بڑھائے۔ لرزتے ہوئے ہاتھ سے چادر اتاری۔

بند آنکھیں اور سفید چہرہ۔

"امی۔ "ابرش نے آہستگی سے پکارا۔ پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ یخ ٹھنڈا ہوتا جسم۔ بالکل عبید کی طرح۔

"امی۔ مجھ سے۔۔ مجھ سے بات کریں۔ مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں پلیز۔ امی۔ "ان کے ہاتھ پر پیشانی ٹکائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ پورے وجود پر جیسے برچھیاں چل رہی تھیں۔

"میرا انتظار تو کرتیں۔ ایک دفعہ مجھ سے بات تو کر لیتیں۔ آپ کیسے مجھے چھوڑ کر چلی گئیں امی؟"

ایک دفعہ پھر وہ بری طرح ہار گئی تھی۔

وہ پھر تہی داماں رہ گئی تھی۔

وہ ویسے ہی بلکتے ہوئے رو رہی تھی۔

جیسے وہ سولہ سال قبل روئی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

لیکن آج کی اذیت ہر اذیت پر بھاری تھی۔

جو آج کھویا تھا، اس کا ناسور ہمیشہ رہنے والا تھا۔

****

کمرے کی لائیٹس بجھا کر بیڈ پر پھیلے کمفرٹر کے نیچے تکیے رکھ کر اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔ باریک سی جھری سے راہداری کے آغاز پر لگے کیمرے کو دیکھا۔ ذہن نے حساب کتاب کیا۔ اس کے پاس چھ سیکنڈ تھے۔ دروازہ بنا آواز کے کھولا۔ اسی پل کیمرے کا رخ دوسری طرف ہوا۔ وہ بجلی کی تیزی سے راہداری سے نکل گیا۔

سامنے طویل لاؤنج تھا۔زرد بتیاں جل رہی تھیں۔ڈیکوریشن کے طور پر کئی سٹیچوز رکھے تھے۔وہ آہستگی سے بائیں طرف جاتی راہداری مڑ گیا۔اسی پل ٹھٹک کر رکا۔سلطان بری طرح دھاڑا تھا۔

"ایسے کیسے وہ نکال لے گیا؟"

حازم سانس روکے پلٹ گیا۔سلطان اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔وہ خاموشی سے ذرا پیچھے ہو کر دیوار سے کھڑا سب سن رہا تھا۔

"تم۔۔تم گھٹیا انسان۔ایک لڑکی نہیں سنبھالی گئی تم لوگوں سے۔ چلو بھر پانی میں ڈوب مرو تم سارے۔ "اس کا ہمہ وقت ٹھنڈا رہنے والا لہجہ آج شعلے اگل رہا تھا۔غیض و غضب سے اس کی رنگت سیاہ پڑ رہی تھی۔ناکامی۔ہاں آج ساری ناکامیاں یاد آئی تھیں۔جو دنیا کے سامنے تھیں اور جو پس پردہ تھیں۔

ڈھیلی پونی والی لڑکی کا کھائی میں گرتا وجود۔

زرد اور لہولہان چہرہ لئے بے ہوش لڑکا۔

تہہ خانے میں اسمگل ہوا مال۔

کرسی پر بندھی ہوئی سیاہ آنکھوں والی لڑکی۔

بتیس سالوں کی چار ناکامیاں۔جو باقی تمام کامیابیوں پر بھاری تھیں۔

"میں انڈر کور پہنچ رہا ہوں۔دس منٹ ہیں تم سب کے پاس۔"

حازم نے سر اٹھا کر کیمرہ کو دیکھا اور پھر تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔دروازہ لاک کرتے ہوئے اس نے بلیوٹوتھ کا بٹن دبایا۔

"میں سلطان کے پیچھے جا رہا ہوں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم موسم ٹھیک نہیں ہے۔بارش کسی لمحے بھی ہو سکتی ہے۔اور تمہارے پاس صرف بائیک ہے۔ "کرنل عاصم کی تشویش میں ڈوبی آواز گونجی۔

"سر میں چانس لینا چاہوں گا۔ "اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

انڈر کور یعنی یوسی کا معاملہ عیاں ہونے والا تھا۔

چند لمحے وہ لب دبائے کچھ سوچتا رہا پھر تیزی سے باتھ روم کی طرف آیا۔لائٹ جلائی۔کھڑکی کے شیشے کے آگے بلائینڈز گرے تھے۔اس نے تیزی سے ڈوری کھینچی۔بلائینڈز اوپر کو رول ہوتے چلے گئے۔وہ گھوم کر ٹاول اسٹینڈ تک آیا اور اسے کھینچ کر اکھاڑا۔ پھر پوری قوت سے کھڑکی پر دے مارا۔شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹا۔ٹکڑے بکھر گئے۔ اس نے جھک کر نیچے دیکھا۔سیاہ رات لان پر پھیلی ہوئی تھی۔یہ لان کا عقبی حصہ تھا۔ایک پائپ نیچے کو جا رہا تھا۔اس نے گہری سانس لی اور اگلے ہی لمحے وہ پائپ پکڑ کر نیچے اترنے لگا۔

نیچے اتر کر اس نے سانس درست ہونے کا انتظار کئے بغیر قدم گیٹ کی طرف بڑھا دیئے۔دروازہ کھلا تھا۔اس کے ابرو اچھنبے میں اکھٹے ہوئے۔وہ آہستگی سے دروازہ دھکیل کر باہر نکل آیا۔پندرہ میٹر کے فاصلے پر ایک موڑ مڑتے ہی ایک لمحے کے لئے رکا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

جھاڑیوں میں چھپی ہیوی بائیک پر آریان بیٹھا تھا۔اسے آتے دیکھ کر سیدھا ہوا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"سلطان کا پیچھا کرنا پلان میں نہیں تھا۔سو آگے کے راستے آسان کرنے کے لئے کرنل عاصم نے مجھے بھیج دیا۔اب جاؤ۔سلطان نکلنے والا ہے۔ادھر میں سنبھال لوں گا۔ "وہ بائیک سے اٹھتے ہوئے بولا۔ہلیمٹ اور گلوز اس کی طرف بڑھائے۔حازم نے ہیلمٹ پہنا۔گلوز کے اسٹریپس بند کئے۔آریان نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔جہاں گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔پھر دوسری نظر حازم پر ڈالی جو بائیک پر بیٹھ چکا تھا۔

"خیال رکھنا۔ "وہ دو قدم پیچھے ہوا۔

اسی پل سلطان کی گاڑی گیٹ سے نکلی اور تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ حازم نے بائیک اسٹارٹ کی۔ جیسے ہی کار موڑ کاٹتے ہی اوجھل ہو گئی، اس نے بائیک آگے بڑھادی۔

آریان گہری سانس خارج کرتا مڑ گیا۔ وہ کامیابی کے بہت نزدیک تھے۔

تقریباً پچیس منٹ بعد آگے سفر کرتی کار ایک زیر تعمیر عمارت کے سامنے رک گئی۔ اس کے دائیں طرف موجود گلی میں حازم نے بائیک روک دی۔ سلطان اندر بڑھ گیا۔ وہ اکیلا آیا تھا۔

حازم نے کلائی موڑ کر گھڑی دیکھی۔ بس چند منٹ انتظار اور پھر واپس پلٹ جانا تھا۔ اسے صرف ٹھکانہ دیکھنا تھا۔ بارش کسی بھی وقت ہو جانی تھی۔

رات سرکتی رہی۔ جب حازم نے بائیک اپنے پوائنٹ پر روکی تو ہر چیز بارش میں بھیگ رہی تھی۔ سلطان ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔

"مجھے آج بھی بارش سے خوف آتا ہے کہ پھر مجھ سے کچھ چھن جائے گا۔"

ذہن کے کسی گوشے میں وہ بھیگی آواز گونجی۔ گلوز کی اسٹریپ کھولتا ہاتھ پل کے لئے رکا۔ اس نے بے اختیار سر جھٹکا۔

"بھائی آبی کو آپ کی ضرورت ہے۔ پھپھو کی بیماری کے بعد اور بھی زیادہ۔"

اس نے بے اختیار اضطرابی انداز میں لب کاٹا۔ کیا سب ٹھیک ہو گا؟ وہ ہیلمٹ اتار تا عمارت کے اندر بڑھ گیا۔ مگر کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ کال کرنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ دل عجیب سے اندیشوں میں گھرا ہوا تھا۔

****

تہہ خانے میں سفید روشنی پھیلی تھی یوں کہ ہر منظر عیاں تھا۔

سلطان سیڑھیاں اتر کر عالم اور التمش کے سامنے آرکا۔ چہرہ ہنوز غضب کی تصویر بنا ہوا تھا۔ چھوٹی آنکھوں میں طیش کی لہر تھی۔ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔ ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ التمش سینے پر بازو لپیٹے خاموش سا کھڑا تھا۔ عالم کا چہرہ بھی سپاٹ تھا۔

"کیسے فرار ہوئی وہ لڑکی؟ "اس کا سرد سا لہجہ گونجا۔

"اسی میجر نے چھڑایا ہے۔ وہ نہ بھی آتا تب بھی وہ لڑکی فرار ہو ہی جاتی۔ وہ رسیوں سے خود کو آزاد کروا چکی تھی۔ اس کے اعصاب مضبوط تھے۔ "عالم نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اور تب تم سب کہاں تھے؟"

"ہمیں بالکل علم نہیں تھا کہ وہ ہمارے ٹھکانوں کے بارے میں جانتے ہیں۔ ڈائیورژن دینے کے لئے سیکیورٹی کم رکھی تھی۔ اسے مزید آسانی ہو گئی تھی۔"

سلطان چند لمحے دونوں کو گھورتا رہا۔

"تصویر دکھاؤ۔"

عالم نے التمش کو اشارہ کیا۔ وہ لب کاٹتے ہوئے مڑ گیا۔ چہرے کا کرب عیاں ہونے لگا۔ وہ ایل ای ڈی کے نیچے رکھی میز پر جھکا اور لیپ ٹاپ کی چند کیز دبائیں۔ ایک تصویر اسکرین پر ابھرتی گئی۔

سلطان کو بے اختیار جھٹکا لگا۔ اس نے بے یقینی کے عالم میں اسکرین کو دیکھا۔ سرخ آنکھوں میں خون اترنے لگا۔

"یہ۔۔"اس نے بمشکل مٹھیاں بھینچ کر ضبط کیا۔

التمش نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ اسے جانتے ہیں؟ "عالم نے پرسوچ انداز میں پوچھا۔

سلطان نے لب بھینچتے ہوئے موبائل نکالا اور ایک نمبر ملا کر کان سے لگالیا۔

"یاسر کل شام جو لڑکا آیا تھا وہ کہاں ہے؟"

دوسری طرف کا جواب سن کر اس کی رنگت بدل گئی۔ موبائل نیچے کر کے ان دونوں کو دیکھا جو الجھن سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"کل شام۔ "اس نے گہری سانس لے کر خود کو کمپوزڈ کیا۔ "کل شام یہی لڑکا قصر آیا تھا۔"

التمش کے اعصاب تن گئے۔ سارا وجود گویا کان بن گیا۔

"لیکن اب وہ وہاں سے فرار ہو چکا ہے۔ "وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔

عالم نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"لیکن اب ہم اس کے گھر کے بارے میں جان چکے ہیں۔ ہم اس پر۔۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ اس نے اپنی فیملی کھلے عام چھوڑ دی ہو گی۔ وہ سب اب آرمی کی حفاظت میں ہوں گے ایڈیٹ۔ "اس کی بات کاٹ کر سلطان اس پر چڑھ دوڑا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

عالم اور التمش خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

"اب کسی آپریشن کی ضرورت نہیں ہے۔ سب کام معمول کے مطابق کرو۔ آفس جاؤ لیکن آنکھیں اور کان کھلے رکھنا۔ فی الحال سب سے ضروری کام سروائیو کرنا ہے۔ "اس کا لہجہ اب کہ سپاٹ تھا۔

باہر برستی بارش ویسے ہی سب بھگوتی رہی۔

****

ایک ہفتے بعد:

میر ال نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے ماہ گل کو دیکھا جو چائے کی ٹرے سیٹ کر رہی تھیں۔

"کون آیا ہے ماما جان؟" وہ اب مائیکرو ویو کا ٹائمر سیٹ کر رہی تھی۔

"پتہ نہیں۔ تمہارے بابا کا ہی کوئی دوست آیا ہے۔ ابرش جاگ گئی؟"

میر ال نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اوون سے ٹرے نکالی اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے میں نیم اندھیرا سا پھیلا تھا۔ میر ال نے آہستگی سے دروازہ بند کیا اور آگے آئی۔ ابرش نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر کسلمندی سے سیدھی ہوئی۔

"میں خود لے لیتی میر ال۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ "وہ بالوں کو جوڑے میں باندھتے ہوئے کیچر لگایا۔ اس کا چہرہ پہلے کی بہ نسبت کافی کمزور ہو گیا تھا۔ آنکھوں تلے گہرے حلقے تھے۔

"آپ کسی غیر کی طرح پور ٹرے کرنا بند کر دیں آبی۔ "میر ال نے کھڑکی کے آگے گرے پردے ہٹائے۔ شیشے کے پار اترتی شام دکھائی دے رہی تھی۔ ٹرے اس کے آگے رکھی۔ ابرش نے پاؤں سمیٹ لئے۔

میر ال ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو دو انگلیوں سے آگے پیچھے کرتے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔ وہ غائب دماغی سے چھوٹے چھوٹے لقمے لے رہی تھی۔

"آپ آرام سے کھانا کھائیں۔ پھر یاد سے میڈیسن لے لیجیئے گا۔ " وہ یاد دہانی کرواتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ابرش نے آہستگی سے سر ہلا دیا۔

چند منٹوں بعد وہ واش بیسن پر ہاتھ دھوتے ہوئے اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ ویران نگاہیں، مضمحل وجود۔

وہ بے تحاشا تھک چکی تھی۔ اتنی کہ رونے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ ایک ایک کر کے ہر رشتہ کسی ریت کی طرح ہاتھوں سے پھسل جاتا تھا۔ وہ بالکل تہی داماں رہ جاتی۔ ایک عجیب سا خالی پن تھا جو اس پر چھا گیا تھا۔ کسی جمود کا شکار برف ہوتی ذات۔

ان سات دنوں میں جس طرح سب نے اس کا خیال رکھا تھا، وہ اس سب کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔
محبت، نرمی، احساس۔ ہر جذبہ تھا ان کے روئیوں میں۔ اس کے کندھے ان کے احسان کے بوجھ سے جھکنے لگے تھے۔

اس کے کمرے سے نکلو، لاؤنج عبور کر کے ڈرائنگ روم کے دروازے پر آؤ تو مظہر موبائل پر بات کرتے ہوئے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئے۔

صوفے پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر ان کا سانس رک گیا۔ آنکھوں میں بے یقینی امڈ آئی۔ بے اختیار کال کاٹ دی۔

کرنل عاصم آہستگی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سر کو خم دیا۔

"السلام علیکم۔" ان کی آواز تکان زدہ سی لگتی تھی۔

"تم۔۔ یہاں اتنے عرصے بعد؟" مظہر ہنوز شل تھے۔

عاصم نے لب کاٹتے ہوئے انہیں دیکھا جو بے یقینی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"آپ کی بہن کا افسوس کرنے آیا تھا۔"

مظہر کے کندھے ڈھیلے پڑے۔ آنکھوں میں نئے سرے سے کرب عود آیا۔ گہری سانس کھینچی اور صوفے پر بیٹھے۔
دونوں ہاتھ باہم ملائے آگے ہوئے۔

"اتنا عرصہ تم کہاں تھے عاصم؟"

"میں یہیں تھا۔"

مظہر نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ چہرے پر شاک سا پھیل گیا۔

"تم۔۔تم یہیں تھے؟"

عاصم نے سر کو خم دیا۔

"تو تم سالوں پہلے کیوں نہیں آئے تھے؟ تمہیں آنا چاہئے تھا۔" وہ دکھ سے بولے۔

عاصم نے گہری سانس لی اور پیشانی مسلی۔

"میں آنا چاہتا تھا لیکن اس وقت میرے دشمن بہت تھے، میں آپ لوگوں کو اپنی وجہ سے مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن میں ہمیشہ باخبر رہا۔" ان کی آنکھوں میں کرب تھا۔ "اس دن حازم کو میں نے چھڑایا تھا۔"

مظہر پر گویا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آنکھوں میں صدمہ لئے انہیں دیکھ کر رہ گئے۔ ذہن میں بہت کچھ تازہ ہوا۔

زخمی ہاتھ لئے ہراساں سا آنکھوں والا لڑکا۔

بے قراری سے روتی ہوئیں ماہ گل۔

اندھیرے اور وحشت میں ڈوبا سیلن زدہ کمرہ۔

زخمی گردن اور ڈھلکا ہوا چہرہ لئے بند آنکھوں والا لڑکا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"لیکن وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا، اس لئے اس نے آج تک مجھے نہیں پہچانا۔" عاصم ٹیک لگائے آہستگی سے کہہ رہے تھے۔ لہجے سے ملال جھلک رہا تھا۔ مظہر نے گہری سانس لے کر انہیں دیکھا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ ناجیہ اور عروش کے ساتھ کیا ہوا تھا؟" ڈوبتی ہوئی امید سے پوچھا۔

"چاچو آج رک جائیں نا۔ کل چلے جایئے گا۔" وہ نروٹھے لہجے میں ضد کر رہی تھی۔ ہیزل آنکھوں میں ناراضی تھی۔

"میں پرسوں آجاؤں گا بیٹے۔" انہوں نے گردن موڑ کر دور کھڑے لڑکے کو دیکھا جو اپنی ماں سے کچھ کہہ رہا تھا۔ چہرے پر خفا سے تاثرات تھے۔ ناجیہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے منع کر رہی تھیں۔

عاصم نے دھیرے سے سر نفی میں ہلایا۔ آنکھوں میں کچھ گلابی سا چمکا تھا۔

"اس صبح مجھے دونوں نے رک جانے کو کہا تھا۔ دونوں ناراض تھے۔ مگر میرا دوستوں کے ساتھ پلان تھا۔ میں نے کینسل نہیں کیا۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ وہ ان کی آخری فرمائش تھی۔ تو میں سب چھوڑ دیتا۔" ان کی آواز گیلی تھی۔ مظہر نے بمشکل آنسوؤں کا حلق میں اٹکتا گولہ نگلا۔

"میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح پتہ لگاؤں۔ لیکن کچھ بھی نہ ملا۔ میں نے ہمیشہ حازم پر نظر رکھی تھی۔ میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی سیکیورٹی، کچھ نہیں تھا۔ اگر کچھ ہوتا تو میں اسے ضرور اپنے ساتھ لے جاتا۔ مگر میں جانتا تھا کہ آرمی کی جاب کے ساتھ میں اس کا خیال نہیں رکھ سکوں گا۔"

"اس بات کو تم چھوڑو عاصم۔ وہ سب ماضی تھا۔ مجھے تم سے ایسی کوئی توقع نہیں تھی۔ ان سب باتوں کو بھول جاؤ۔ ابھی حازم کہاں ہے؟ "مظہر نے گیلی سانس کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"وہ انڈر گراؤنڈ ہے۔ شاید کل تک آجائے۔"

مظہر نے تکان سے کنپٹی دبائی۔

"تم ابھی۔۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کھلتے دروازے نے ان کی بات کاٹ دی۔ دونوں نے گردن گھما کر دیکھا۔ جینز پر سیاہ پولو شرٹ پہنے احمر دروازے میں ایستادہ تھا۔

"السلام علیکم۔ "اس نے سنجیدگی سے سلام کیا پھر نگاہوں کا رخ مظہر کی طرف موڑا۔ "شکیل صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔ جلدی میں لگ رہے ہیں۔"

"تم نے انہیں اندر کیوں نہیں بلایا؟ "مظہر نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ جلدی میں ہیں۔ بس سائن ہی کروانے ہیں۔ "وہ ہاتھ میں پکڑے لفافے کو انگلیوں میں گھما رہا تھا۔

"تم انہیں کمپنی دو۔ میں آتا ہوں۔ "انہوں عاصم کو دیکھ کر کہا جو خاموشی سے احمر کو دیکھ رہے تھے۔

مظہر کے جانے کے بعد خاموشی چھا گئی۔

"تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ "عاصم نے آہستگی سے پوچھا۔

احمر نے ابرو سکیڑ کر انہیں دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔

"سوری لیکن کیا ہم پہلے مل چکے ہیں؟ "اس کے لہجے میں شائستگی تھی۔

"میں عاصم قمر ہوں۔ "انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ آنکھوں میں عجیب سا کرب تھا۔ احمر سن رہ گیا۔ بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ عاصم کی نگاہیں اس لفافے پر جمی تھیں۔

"آپ۔۔ حازم کے چاچو ہیں؟"

عاصم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو خم دیا۔ احمر صدمے میں اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا۔

"تمہیں یہ خط کون بھیجتا ہے؟"

ایک اور جھٹکا۔ اب وہ اس کے بارے میں بھی جانتے تھے؟ ذہن میں کوئی بجلی کا کوندہ سا لپکا۔ اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"وہ آپ تھے نا؟ وہ شروع سے آپ تھے۔ "وہ کسی ٹرانس کے زیر اثر بولا تھا۔

ان کے گھر کے سامنے ایک کھلا سا سرسبز قطعہ تھا۔ درخت کے نیچے بھوری آنکھوں والا لڑکا خاموش سا بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے احمر نے ایک غیر ارادی سی نگاہ پیچھے ڈالی۔ وہاں سیاہ شیشوں والی جیپ کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔

عاصم نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔ اب کہ آنکھوں میں محظوظ سی چمک تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ کم عمر حازم کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔ جو اپنا رخ موڑے اس سے گلابی ہوتی گیلی آنکھیں چھپا رہا تھا۔ ان سے ذرا دور درخت سے ٹیک لگائے مفلر سے چہرہ چھپائے ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں پر سن گلاسز لگے تھے۔ تاثرات نافہم تھے۔

"آپ شروع سے مجھ پر اور حازم پر نظر رکھتے تھے۔ ایک فاصلے پر لیکن ہمیشہ۔"

اترتی شام میں اسی قطعے کے آگے وین کھڑی تھی۔ زمین پر گرے احمر نے آنکھوں میں شدید خوف لئے وین کے بند ہوتے دروازوں کو دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی وین آگے بڑھ گئی۔ تبھی اس کے پیچھے ایک سفید کار زن سے گزری۔ اس نے گیلی آنکھیں کلائیوں پر جھکائیں۔ سرخ خراشیں اور ٹپکتا خون۔

"اس رات حازم کو آپ نے ہی چھڑایا تھا۔ میرا وعدہ آپ نے ایفا کیا تھا۔"

اس نے چہرے پر پھسلتے آنسو ہاتھ کی پشت سے رگڑے۔ سفید کمرے میں صرف سسکیاں گونج رہی تھیں۔ وہ قدم قدم اٹھاتا باپ کی طرف آیا۔

"میں اپنا وعدہ نہیں نبھا سکا بابا۔ آئی ایم سوری۔"

"مجھے خط بھی آپ ہی بھیجتے تھے۔ لیکن کیوں؟" اس نے الجھ کر انہیں دیکھا۔ عاصم نے کندھے اچکائے۔

"پتہ نہیں۔ بس میں سب سے باخبر رہنا چاہتا تھا۔ تمہیں کیا لگا تھا لڑکے؟ میں منظر عام سے غائب ہو گیا تو میری کہانی ختم ہو گئی تھی؟" انہوں نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔ "میں نے کبھی اپنے بیٹے پر گواپ نہیں کیا۔ لیکن مجھے ایک چیز نے حیران کیا تھا۔"

احمر نے سوالیہ ابرو چکایا۔ وہ پیچھے کو بیٹھا بغور کو انہیں دیکھ رہا تھا۔

"تم حازم سے جیلیس کیوں نہیں ہوئے؟ تم بچے تھے اور اس نے تمہاری جگہ لی تھی۔"

اب کہ احمر پورے دل سے مسکرایا۔ یوں جیسے اس سوال نے بہت محظوظ کیا ہو۔ آنکھوں میں چمک سی ابھری۔

اس نے اذیت سے بھوری آنکھوں میں ٹھہری گلابی نمی دیکھی۔ آہستگی سے اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔ وہ ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

"اب کچھ نہیں ہو گا۔ ہم ہمیشہ یہیں رہیں گے۔ تمہارے پاس۔"

"یہ اس کی قسمت تھی انکل۔ اس کا بخت، اسے یہیں آنا تھا۔"

حازم نے ایک جھٹکے سے گلاس دیوار پر دے مارا تھا۔ شیشہ چکنا چور ہوا۔ ٹکڑے بکھر گئے۔ احمر نے گہری سانس بھر کر اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔ نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ اس نے درشتی سے ہاتھ چھڑا لیا۔

"اس نے میری حصے کی محبت نہیں لی تھی۔ وہ اس کے نصیب کی محبت تھی۔ ہم دونوں نے اپنا حصہ لیا ہے۔"

"وہ جھوٹ کہہ رہا تھا، کچھ بھی نہیں ہوا۔ ماما جان ٹھیک ہیں۔" وہ بازو اس کے گرد حمائل کئے اسے خود سے لگائے نرم آواز میں کہہ رہا تھا۔ بھوری آنکھوں سے پھسلتے آنسو اسے اذیت دیتے تھے۔

"وہ منسخ ہوا تھا، تباہ ہوا تھا۔ میں اس کا بڑا بھائی تھا، مجھے اسے واپس لانا تھا۔ سو میں لے آیا۔"

کرنل عاصم نے بغور اس کے چہرے پر پھیلی چمک دیکھی۔ ستائشی انداز میں سر کو خم دیا۔

"تمہاری تربیت بہترین ہاتھوں میں ہوئی ہے۔ مجھے اسی بات کی امید تھی۔ خیر۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ احمر بھی ساتھ ہی اٹھا۔ "اپنا خیال رکھنا۔ پھر ملیں گے۔"

احمر نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔ وہ اس سے مصافحہ کرتے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ وہ خاموش نگاہوں سے انہیں جاتے دیکھتا رہا۔

****

ہر درد ہمیں کوئی سبق سکھاتا ہے اور ہر سبق ہمیں ایک مختلف انسان بنا دیتا ہے۔ ہماری کہانی کے کرداروں کی اذیتیں اب شروع ہوئی تھیں۔ لیکن جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر کھوئی ہوئی چیز ہم تک ضرور لوٹتی ہے بھلے ہی اس انداز میں نہ سہی، جس میں ہم نے سوچا ہوتا ہے۔

؎ وقت کے کتنے دھاروں سے گزرنا ہے ابھی

زندگی ہے، تو کئی رنگ سے مرنا ہے ابھی

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بابِ سوم

”میں بکھرتے شیشوں کی صدا میں تھا“

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ناجیہ بہتے نل کے نیچے برتن کنگھال رہی تھیں۔ ہیزل آنکھوں میں جاذبیت اور نرمی تھی۔ دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ بھوری آنکھوں کی کشش ان سے لی گئی تھی۔ کٹے ہوئے کھیرے سلاد ٹرے میں سیٹ کئے اور ٹماٹر کاٹنے لگیں۔ ان کے لب مسلسل ہل رہے تھے۔ مدھم آواز میں وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

"کتنی دفعہ تمہیں کہا ہے کہ میری چوڑیاں مت چھیڑا کرو۔ "کچن کی کھلی کھڑکی سے عروش کی برہم آواز آئی۔

"مگر جب چوڑیاں ٹوٹتی ہیں تو ان کی آواز مزے کی ہوتی ہے۔ "دوسری آواز بالکل مطمئن تھی۔

"میں نے حیدر، تمہاری گردن توڑ دینی ہے، اس کی آواز بھی مزے کی ہو گی۔"

ناجیہ نے کچن ٹاول سے ہاتھ صاف کئے اور پھر باہر نکل آئیں۔

"حازم۔"

ان کے پکارنے پر منظر اندھیرے میں ڈوب گیا۔

ایک جھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی۔

****

ماہ گل نے ابرش کے کمرے کا دروازہ دھکیلا اور اندر داخل ہوئیں۔ کمرے کی حالت بے ترتیب تھی۔ وہ گہری سانس لیتی ٹیرس تک آئیں۔

"ابرش بیٹا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کے پکارنے پر ابرش نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔ اس کا چہرہ ہنوز ویران اور زرد تھا۔ سیاہ بالوں کو جوڑے میں باندھ رکھا تھا جس میں سے الجھی لٹیں نکل رہی تھیں۔ کندھوں پر گرے دوپٹہ پھیلائے وہ مزید پژمردہ لگ رہی تھی۔

"جی مامی جان۔"

ماہ گل اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھیں اور مسکرا کر اسے دیکھا۔

"بیٹا آج رات کیا کھاؤ گی فٹافٹ بتادو۔ وہی بناؤں گی۔ "وہ محبت سے کہہ رہی تھیں۔ ابرش پھیکا سا مسکرائی۔

"جو بھی بنالیں۔ جو بھی آسان ہو۔ "

ماہ گل نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟ آج سب ڈنر پر اکٹھے ہوں گے۔ شائد حازم بھی آجائے۔ کچھ اسپیشل ہونا چاہئے نا۔"

چہرے پر پھیلتا کرب چھپانے کے لئے اس نے گردن موڑلی۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔

"آپی ایسا کب تک چلے گا بیٹا؟ "وہ دکھ سے بولیں۔

"جب تک چلا سکوں گی مامی جان۔ "اس کی آواز میں کرچیوں سی اذیت تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"انسان بہت بڑا سرائیور ہے بیٹا۔ بہت ڈھیٹ ہے۔ آج نہیں تو کل تمہیں نارمل ہونا پڑے گا۔ زندگی گزرانے کے لئے یا ان رشتوں کو بچانے کے لئے جو تمہارے پاس بچے ہیں۔ کیا تم یہی چاہتی ہو کہ جب یہ رشتے بھی ختم ہو جائیں تو تمہارے پاس صرف پچھتاوا ہو؟"

ابرش نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"ایسے مت کہیں مامی جان۔ مجھ میں ہمت نہیں ہے اب۔ "وہ تکان زدہ تھی۔

ماہ گل اذیت سے اسے دیکھتی رہیں پھر دھیرے سے بولیں۔

"حازم کو معاف کر دینا بچے۔ وہ مجبور تھا۔"

ابرش نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ بھیگی آنکھوں سے انہیں جاتے دیکھا۔ آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے۔

معافی؟ اس کی کیا معافی جو کٹھن حالات میں چھوڑ جائے؟ اس کو کیا درگزر کرنا جو پلٹ خبر نہ لے؟ کیا ایسے رشتے ہوتے ہیں؟

"امی آپ کیوں چلی گئیں؟ آپ کو میرے پاس رہنا تھا۔" وہ ایک دفعہ پھر رو پڑی۔

اب صبر نہیں آرہا تھا۔

****

حازم نے سر سے ہڈ اتارتے ہوئے آریان کو دیکھا جو گود میں لیپ ٹاپ رکھے، پاؤں لمبے کئے نیم دراز تھا۔ تہہ خانے کی فضا میں ٹائپنگ کی آواز ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ اس کا چہرہ خاموش سا تھا۔ بھوری آنکھوں میں تھکن تھی۔ انہی خوابوں کے بعد کی تکان!

"تمہاری جاب کیسی جا رہی ہے؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

انگلیاں چلاتے ہوئے آریان نے کندھے اچکائے۔ لبوں میں چیونگم چبا رہا تھا۔

"ٹھیک ہی ہے۔ التمش ہر وقت گھورتا رہتا ہے جیسے میں نے اس کی مرغیاں چرا لیں ہوں۔" چہرے پر جاب کے ذکر سے بیزاری در آئی تھی۔ کچھ یاد آنے پر حازم کو دیکھا جو کرسی کی پشت سے سر ٹکائے چھت کو دیکھ رہا تھا۔

"اگلے ہفتے عالم انگلینڈ جا رہا ہے۔"

حازم نے چونک کر اسے دیکھا جو پھر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم ریڈ اگلے ہفتے کریں گے۔" وہ پر سوچ انداز میں ابرو سکیڑے کہہ رہا تھا۔ چیونگم چباتے ہوئے آریان نے سر کو خم دیا۔

"ہاں۔ لیکن التمش نہیں جارہا ہے۔ وہ عالم کی غیر موجودگی میں کمپنی سنبھالے گا۔"

"تو پھر انڈر کور یعنی یوسی میں التمش کا خطرہ ہو گا۔ اب اس سے کیسے پیچھا چھڑائیں؟" وہ سخت کوفت زدہ ہوا۔

"میں نے التمش پر نظر رکھوائی تھی۔ وہ تقریباً نو بجے گھر سے نکلتا ہے۔ ہمارے پاس نو بجے تک کا ٹائم ہو گا۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ کتنے دنوں کے لئے جارہا ہے؟"

"آٹھ دن۔"

پر سوچ انداز میں لب کاٹتے ہوئے حازم نے اسے دیکھا۔

"ہم اس کے جانے کے چوتھے دن پر ریڈ کریں گے۔ کیونکہ فی الوقت وہ سب چوکنے ہوں گے۔ آہستہ آہستہ ڈھیلے پڑ جائیں گے۔"

اس کی بات پر آریان نے موبائل نکال کر کیلنڈر کھولا۔

"یعنی آج سے تقریباً گیارہ دن بعد۔ بھائی ہمارے پاس پہلے ہی گنتی کے ستائیس دن رہ گئے ہیں۔"

"اب میں جلدی کے چکر میں بنا بنایا کھیل نہیں خراب کر سکتا۔" اس کا موڈ سخت آف لگ رہا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان نے موبائل بند کر کے سائیڈ پر رکھا اور بغور اسے دیکھا۔

"خیریت ہے؟" سرسری سے انداز میں پوچھا۔ نگاہیں لیپ ٹاپ کی اسکرین پر جمی تھیں۔

"کدھر؟" عادتاً بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"تمہارے گھر؟ تمہاری زندگی میں؟"

"مجھے کیا پتہ؟ میں پچھلے آٹھ دنوں سے یہیں بند ہوں۔"

آریان نے چونک کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں حیرت امڈ آئی۔

"تم گھر نہیں گئے؟"

حازم نے 'کک' کی آواز کے ساتھ سر جھٹکا۔

"تم پچھلے ہفتے سے اسی ڈربے میں بند ہو؟ سیریئسلی؟"

"آٹھ دن۔ تمہیں کیا پتہ، تم تو باہر گھوم رہے تھے۔"

"اتنی عالیشان جاب تم نے ہی لگوائی تھی میری۔ جگہیں سوائپ کرنا چاہو گے؟ "کھلے دل سے آفر دی۔

"نو تھینکس۔ " وہ بیزاری سے پیچھے ہوا۔

تبھی دروازہ کھلا اور کرنل عاصم سیڑھیاں اترتے دکھائی دیئے۔ وہ دونوں بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب آنے پر سیلیوٹ کیا۔ عاصم نے سر کو خم دیا۔

"اب میں چلتا ہوں۔ "آریان نے کھلا لیپ ٹاپ حازم کے آگے رکھا اور اجازت طلب نگاہوں سے عاصم کو دیکھا۔ انہوں نے سر کو خم دیا۔ وہ سیلیوٹ کرتا مڑ گیا۔

اس کے جانے کے بعد عاصم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یو سی پر ریڈ کب کرنی ہے؟"

"گیارہ دن بعد۔ "وہ سنجیدگی سے سامنے دیکھ رہا تھا۔

وہ گال تلے مٹھی رکھے بغور اسے دیکھ رہے تھے۔ خاموشی ہو جانے پر حازم نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا اور سوالیہ ابرو چکائی۔

"کچھ بتانا چاہ رہے ہیں آپ؟"

عاصم نے گہری سانس لی اور سیدھے ہوئے۔ وہ ویسے ہی آنکھیں سکیڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"تم آج گھر چلے جاؤ۔"

"کیوں؟" وہ واضح چونکا تھا۔ ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"ابرش کی والدہ کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

کمرے کی چھت اس پر آن گری تھی۔ وہ شل رہ گیا تھا۔

"کب؟" الفاظ دھیرے سے لبوں سے نکلے۔ وہ ساکت سا انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"ایک ہفتہ قبل۔"

ایک اور جھٹکا۔ وہ بے یقینی کے عالم میں انہیں دیکھتا رہ گیا۔

"تم مجھے خالہ کہہ سکتے ہو؟ اچھا لگے گا۔"

ذہن میں جیسے جھکڑ چل رہے تھے۔ وہ اتنا بے خبر رہ گیا تھا۔ کیوں آرمی اتنی قربانیاں مانگ لیتی تھی؟

"مجھے یقین تھا کہ تم آؤ گے۔"

وہ نہیں جا سکا تھا۔ وہ اس کے لئے اس موقعے پر نہیں تھا جہاں سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ باقی زندگی کیا خاک رہتا؟

"میرے بعد ابرش کا خیال رکھنا بیٹا۔ وہ خود کو سنبھالنا جانتی ہے۔۔"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ وعدے نبھانے میں اچھا نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ابرش کو اس حال میں چھوڑ کر جانا کیا اثرات لائے گا لیکن ایسا سنگین معاملہ ہو جائے گا، یہ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اسے پتہ ہی نہیں چلا کب آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

"حازم۔" عاصم نے نرمی سے پکارا۔ وہ کم عمر حازم کی زہرہ کے ساتھ اٹیچمنٹ جانتے تھے۔ اب کا نہیں پتہ!

اس نے بے اختیار آنکھیں رگڑیں۔

"گھر جاؤ۔ سب انتظار کر رہے ہوں گے۔"

وہ بمشکل سر کو خم دیتا اٹھا اور انہیں سیلیوٹ کر کے مڑ گیا۔ عاصم نے یاسیت سے اسے جاتے دیکھا۔

****

میرال پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز سنتے ہی اس نے گردن موڑی۔ اسے دیکھ کر آنکھوں میں خوشگوار حیرت ابھری جو اگلے ہی پل یاسیت میں ڈھل گئی۔ جھک کر پائپ بند کیا اور اس کے سامنے آئی۔

سیاہ جینز پر سیاہ ہوڈی پہنے وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ سرخ آنکھیں رت جگے کی گواہی دے رہی تھیں۔ وجود پر وہی پژمردگی چھائی ہوئی تھی، وہی جو ان کی آخری ملاقات میں تھی۔

"کیا حال ہے؟" اس کے پاس آ کر دھیمے لہجے میں پوچھا۔ حازم نے نرمی سے اس کا سر تھپکا اور سر کو خم دیتا آگے بڑھ گیا۔

"بھائی۔"

اس کے پکارنے پر وہ رکا اور اس کی طرف پلٹا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ کو پتہ ہے پھپھو۔۔" وہ ہچکچائی۔ حازم نے تکان سے اسے دیکھا۔

"جانتا ہوں۔" اس کی آواز بھاری اور زکام زدہ سی تھی۔

"ماما جان اپنے کمرے میں ہوں گی اور آبی سو رہی ہیں۔" وہ اطلاع دے کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ ان بہن بھائیوں میں سے نہیں تھی جو عین موقعے پر اگلے کو ان کی غلطی جتا دیں۔ وہ خاموشی سے اسے اندر جاتے دیکھتی رہی۔

ماہ گل نے آخری شرٹ تہہ لگا کر وارڈروب میں رکھی اور دروازہ بند کرتے ہوئے پلٹیں۔ تبھی ہلکے سے دباؤ کے ساتھ دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوا۔ ایک تھکی تھکی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر پھیل گئی۔

"السلام علیکم۔ "وہ دھیمی سی آواز میں کہتے ہوئے ان کے سامنے جھکا۔ماہ گل نے زیر لب جواب دیتے ہوئے اس کی پیشانی چومی۔

"کہاں غائب تھے؟ "وہ خاموشی سے اس کا پژمردہ چہرہ دیکھ رہی تھیں۔وہ آہستہ سے بیڈ پر بیٹھا۔

"بزی تھا۔ "تکان سے دوانگلیوں سے کنپٹی دبائی۔

"اتنے بزی تھے کہ اتنے بڑے حادثے کی خبر ہی نہ ہوئی؟ "وہ نرمی سے اس کے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھیں۔

"وضاحت نہیں دوں گا کیونکہ جانتا ہوں کہ میری غلطی ہے۔مجھے بابا اور ابرش کے پاس ہونا چاہئے تھا۔ "وہ سنجیدگی سے نظریں اٹھائے انہیں دیکھ رہا تھا۔ماہ گل نے سر کو خم دیا۔

"پاس ہونے سے اگلے کا غم کم نہیں ہو جاتا لیکن ایک احساس ضرور باقی رہ جاتا ہے کہ مصیبت میں کوئی تو میرے ساتھ کھڑا تھا۔یہ احساس بہت قیمتی ہوتا ہے۔تم نہیں تھے تب بھی تمہارے بابا اور ابرش نے یہ سروائیو کر لیا لیکن اگر تم ہوتے تو اچھا تھا۔ "وہ نرمی سے باور کروا رہی تھیں۔

اس نے بنا کچھ کہے سر کو اثبات میں ہلا دیا۔

"تمہارے بابا تمہاری پوزیشن سمجھتے ہیں لیکن ابرش نہیں سمجھتی۔اسے طریقے سے ہینڈل کرنا۔تم اسے یہ احساس دلا چکے ہو کہ تم نے اسے مصیبت میں تنہا چھوڑ دیا تھا سو اب سب نارمل کرنا تمہارا کام ہے۔چلو فریش ہو جاؤ، میں کھانا لگاتی ہوں۔ "

وہ خاموشی سے لب دبائے انہیں سن رہا تھا۔چہرے پر اذیت بکھری تھی۔ان کی آخری بات پر سر کو خم دے کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ماہ گل نے گہری سانس لی اور دروازہ بند کرتی باہر نکل آئیں۔

بیڈ پر بیٹھے جھک کر جوگرز کے تسمے کھولتے ہوئے پل کے لئے اس کا دل ویران ہوا تھا۔چہرہ اٹھا کر اپنا ڈریسنگ مرر میں اپنا عکس دیکھا۔

وہ جانتا تھا کہ اب وہ اس پر بھروسہ نہیں کرے گی۔ اس کی دشمنی نے ابرش سے سب چھین لیا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہی ذمہ دار تھا۔ اس نے تھک کر سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

کیا تم خوف زدہ ہو؟ کسی نے دھیرے سے پوچھا تھا۔

شائد۔ وہ آہستگی سے بڑبڑایا۔

ایک ماہ تک وہ اسے جانتا بھی نہیں تھا اور اس ایک ماہ میں کیسے اس کے لئے اتنی ضروری ہو گئی تھی؟ اسے اپنی خط ملنے کے بعد کی حالت یاد تھی۔ اس لمحے اسے لگا تھا کہ وہ اسے کھو دے گا اور یہ احساس بہت بدترین تھا۔ وہ کیفیت ہر چیز پر بھاری تھی۔

"تم بھی آجاتے تو اچھا لگتا۔"

"میں تمہیں تم سے زیادہ جانتی ہوں۔"

"اگر میرا یہ فیصلہ نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ یہاں نہ ہوتی۔"

تھک کر گہری سانس لی اور اٹھ گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

اسٹڈی کا دروازہ بند تھا۔ اس نے آہستگی سے دستک دیتے ہوئے کھولا۔ اندر سفید سیلنگ لائیٹس جل رہی تھیں۔ پر مقدس خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دیوار گیر کھڑکیوں کے پار شام اترتی دکھائی دے رہی تھی۔ کتاب سے سر اٹھا کر مظہر نے دروازے کی سمت دیکھا پھر گہری سانس لے کر کتاب سائیڈ پر ڈال دی۔

وہ قدم قدم چلتا ان کے قریب آیا۔ پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے ان کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ گہری آنکھیں ان پر مرکوز کئے وہ صرف انہیں دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر کرب بکھرا تھا۔

"آئی ایم سوری بابا۔ آئی رئیلی ایم۔ "تکان سے پیشانی ان کے ہاتھوں پر ٹکاتے ہوئے اس نے مدھم سی آواز میں کہا۔ مظہر یاسیت سے اسے دیکھتے رہے۔

"مجھے آپ کے پاس ہونا چاہئے تھا۔ مگر میں نہیں تھا۔"

مظہر نے گیلی ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"میں تمہاری پوزیشن سمجھتا ہوں بیٹا۔ اٹس اوکے۔ "

حازم نے گہری سانس لیتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"مجھے آج ہی پتہ چلا تھا۔ "آہستگی سے جیسے وضاحت دی۔ مظہر نے اثبات میں سر کو خم دیا۔

"آئی کین انڈرسٹینڈ۔ تمہیں آرمی میں بھیجتے وقت میں جانتا تھا کہ اس طرح کہ حالات فیس کرنے پڑیں گے۔ میں تیار تھا۔ سو تم وضاحت نہ دو۔ "وہ تھکے تھکے لہجے میں اسے دیکھتے کہہ رہے تھے۔ وہ ویسے ہی ان کے قدموں میں بیٹھا چہرہ اٹھائے انہیں دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"سلطان کے خلاف میری مدد کرنے کے لئے شکریہ۔ آپ اتنے کروشل (سنگین) وقت میں بھی یاد رکھا۔ "اس کی نظریں کھڑکی سے باہر جمی تھیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم اس کے خلاف جا کر نقصان کر رہے ہو حازم۔ نتیجہ ہم بھگت چکے ہیں۔"

اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔ پھر گہری سانس لے کر کندھے اچکائے۔

"میں کیا کر سکتا ہوں بابا؟ پہلے وہ ہمارا ٹارگٹ نہیں تھا، بعد میں یہ انکشاف ہوا تھا۔ لیکن اب دونٹ وری، آپ سب آرمی کی پروٹیکشن میں ہیں۔ اب کچھ نہیں ہو گا۔ "وہ تسلی آمیز انداز میں کہہ رہا تھا۔ "بس چند دن مزید ہیں، پھر یہ مشن ختم ہو جائے گا۔"

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا مشن کا اختتام اس کی ساری زندگی پر حاوی رہنے والا تھا۔ کبھی نہ ختم ہونے کے لئے!

اسی پل دروازے پر دستک ہوئی اور کوئی دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ حازم اسی پوزیشن میں بیٹھا رہا۔

"ماموں، مجھے آپ سے بات۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ حازم کا دل بے اختیار ڈوبا تھا۔ اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا تو جیسے ساکت ہوا تھا۔

وہ اس ابرش کی پرچھائی لگ رہی تھی جسے وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ زرد چہرہ، آنکھوں تلے حلقے، سیاہ آنکھوں میں واضح ویرانی تھی۔ ڈارک گرین دوپٹہ حجاب کی طرح لئے ہوئے تھی۔

"السلام علیکم۔" اسے دیکھ کر ابرش پل کے لئے ٹھٹکی تھی پھر سنجیدگی سے سلام کیا اور نگاہیں مظہر کی طرف موڑ لیں۔ سیاہ آنکھوں میں امڈنے والا کرب وہ چھپا نہیں سکی تھی۔

"ماموں، مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ جب فری ہوں تو بلا لیجئے گا۔" وہ سنجیدگی سے کہتی مڑنے لگی۔

"ابرش۔"

وہ رکی۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔ وہ اس کی آواز میں چھپی اذیت پہچان سکتی تھی۔ مظہر خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آئی ایم سوری۔ مجھے اندازہ نہیں تھا ورنہ۔۔"

"اٹس اوکے۔" اس کی بات کاٹ کر اس نے سرعت سے کہہ دیا۔ آواز سرد اور لہجہ سپاٹ تھا۔ زخم نئے سرے سے ادھڑنے لگے تھے۔

وہ خاموش رہ گیا۔

"تم آجاؤ، میں جا رہا ہوں۔"

وہ آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ابرش دھیرے سے مڑی۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

"اوکے بابا۔ اپنا خیال رکھئے گا۔"

"تم پھر جا رہے ہو؟ "سر اٹھا کر حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ تکان سے مسکرایا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں۔ سونے جا رہا ہوں۔"

وہ کہتے پلٹ گیا۔ ابرش ان دونوں سے لاتعلق کھڑکی کے پار دیکھ رہی تھی۔ حازم نے صرف ایک پل کے لئے رک کر دیکھا پھر سر جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ ابرش کا دل مزید زخمی ہو گیا۔ کیا اتنا آسان تھا اس کے لئے گزر جانا؟

اس کے جانے کے بعد وہ قدم قدم چلتی کاؤچ تک آئی اور کنارے پر آہستگی سے بیٹھ گئی۔ مظہر رخ موڑے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے بیٹا؟ "انہوں نے شفیق سے انداز میں پوچھا۔ وہ سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔ "سپاٹ پن اب مفقود تھا۔ صرف ویرانی تھی۔ مظہر چند لمحے اسے دیکھتے رہے پھر نرمی سے اس کے گرد بازو حمائل کر کے اسے خود سے لگا لیا۔ ابرش کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"ہم سب ہیں نا آپ کے ساتھ۔ صبر کرنا مشکل ہے، میں جانتا ہوں لیکن کوشش تو کی جا سکتی ہے نا بیٹے۔ درد کو قبول کرنا اور برداشت کرنا آسان نہیں ہے لیکن یقین کرو یہ روح کے لئے فائدہ مند ہے۔ اب بتاؤ کیا پرابلم ہے؟"محبت سے سمجھاتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

لب کاٹتے ہوئے وہ سسکیاں دبا رہی تھی۔ آج کل آنسو ویسے ہی پلکوں پر ٹکے رہتے تھے۔ پوچھنے پر بدقت گہری سانس لے کر خود پر قابو پایا۔

"آپ سے امی نے میرے بارے میں کچھ کہا تھا؟ "اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

مظہر نے گہری سانس لی۔

"اس نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے تمہارے بارے میں ہی پوچھا تھا۔ وہ تم سے ملنا چاہ رہی تھی لیکن قسمت نے مہلت نہ دی۔ "ان کی آواز ضبط سے بھاری ہو رہی تھی۔

"کچھ کہا تھا؟" آنسو تیزی سے لڑھک رہے تھے۔ دل پر الٹی برچھیاں چل رہی تھیں۔

"اپنا خیال رکھنے کو کہا تھا۔ اور جو تمہارے پاس ہے اس کی قدر کرنا، اسے کھونا مت۔"

ابرش نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ جانتی تھی کہ ان کا اشارہ کس طرف ہے۔ مظہر تسلی آمیز اس کا سر تھپکتے رہے۔

"کوئی اور پرابلم بھی ہے؟"

ابرش ان سے علیحدہ ہوئی اور آنکھیں رگڑتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہے ماموں۔ سب ٹھیک ہے۔ "وہ زبردستی مسکرائی۔ مظہر چند لمحے اسے دیکھتے رہے پھر سر کو خم دیا۔ وہ کریدتے نہیں تھے۔

وہ بھاری دل لئے وہاں سے اٹھ گئی۔

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

التمش نے رک کر گہری سانس لی اور دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ راکنگ چیئر پر سلطان پشت سے ٹیک لگائے آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ اس کے کندھوں پر وہی سرمئی شال تھی۔ کرسی کی ہتھ پر انگلیاں پیانو کی طرح چل رہی تھیں۔ سرخ چھوٹی آنکھوں میں سرد کٹیلا پن تھا۔

"آپ نے اتنی ایمرجنسی میں کیوں بلایا؟ "وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

سلطان نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ اس نے سفید شرٹ پر ڈارک بلیو کوٹ پہنا ہوا تھا۔ بال پیچھے کو جمے تھے۔ آنکھوں میں تشویش تھی۔

"عالم نے کہا کہ ٹاسک گروپ کے لیڈر کو تم جانتے ہو؟"

التمش نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں عجیب سا تاثر در آیا۔ خوف۔ بے بسی۔ آہستگی سے سر کو خم دیا۔

"سیکنڈ کزن کا بیٹا؟ رائٹ؟ "وہ ویسے ہی اندر تک اترتی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

التمش نے تھوک نگلا۔ چہرے پر بے بسی لہرائی۔

"جی۔ "نظریں جھکالیں۔ وہ ان نظروں کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔

"۱۱ اگست کو میں تمہارے بچوں سے ملا تھا۔ "لہجہ سرد ہو گیا۔

التمش کا رنگ فق ہوا تھا۔

"۳ ستمبر کو میں نے تمہارے بیٹے کو اغوا کر لیا تھا۔ "وہ اس پر نظریں جمائے برف سے انداز میں بولا۔

اور کسی نے التمش کے چہرے پر جیسے کھولتا تیل پھینکا تھا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ مٹھیاں بھینچ گئیں۔

"تین ہفتے قبل میرا مال سی فور آیا تھا۔ جو کہ بازیاب کروالیا گیا۔ "انداز میں گلیشئر سی ٹھنڈک تھی۔

التمش نے بے اختیار لب کاٹا۔ وہ جانتا تھا کہ گفتگو کس رخ پر جا رہی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ایک ہفتہ قبل اس لڑکی کو اغوا کیا گیا۔ جسے اس میجر نے چھڑا لیا۔ "اب کہ وہ آگے ہوا اور سرخ آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"میری زندگی کی چار ناکامیاں۔ جانتے ہو ان ناکامیوں کی وجہ کون تھا؟"

التمش نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ وہ آخری حدوں تک بے بس تھا۔

"وہ شروع سے حازم رضا تھا۔ تمہارا بیٹا۔ "سلطان ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ رخ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔ دو انگلیوں سے دوسرے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو گھما رہا تھا۔ آواز میں سفاکیت تھی۔

التمش کے چہرے پر بے نام سا آنسو پھسل گیا۔ وہ اس کا بیٹا رہا ہی کہاں تھا؟

"ٹاسک گروپ کا لیڈر تمہارا بیٹا ہے۔ تم نے چھپایا۔ کیوں؟ "وہ ایسے ہی اس کی طرف پشت کئے کھڑکی کے پار دیکھ رہا تھا۔ "مجھے جواب چاہئے التمش۔"

"کیا میں نے اسے باخبر کیا تھا کہ اس کی بیوی کو اغوا کیا جائے گا؟ "التمش کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"تم نے ایسا اس لئے نہیں کیا کیونکہ تم کر ہی نہیں سکتے تھے۔"

اس نے چونک کر سلطان کو دیکھا۔

"میں بھلا ایسا کیوں نہیں کر سکتا تھا؟ میں اسے اشارہ دے سکتا تھا۔ "وہ متعجب تھا۔

سلطان آہستہ سے پلٹا۔ ایک پل کے لئے اس کی آنکھوں میں حیرت کی رمق ابھری۔

"تم اس کے بارے میں نہیں جانتے؟ ہے نا؟ "لہجہ سپاٹ تھا۔

التمش نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"تمہارے بیٹے کو ایمنیزیا ہے۔ اس کی یادداشت جا چکی ہے۔ "کسی اخبار سے پڑھی جانے والی خبر کی طرح اطلاع دی گئی تھی۔

سر سے آسمان کھسکا تھا یا پیروں سے زمین نکلی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آئی، وہ بس بے دم نگاہوں سے اسے دیکھے گیا۔ گلابی پڑتی آنکھوں میں نئے سرے سے اذیت ابھری۔

"کیسے؟ "لب پھڑپھڑائے۔

سلطان نے کندھے اچکا دیئے۔ اب انگلی میں پہنی انگوٹھی سے ٹھوڑی سہلا رہا تھا۔

"میں نہیں جانتا۔ فی الحال مجھے تمہاری وفاداری پر شک ہے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

التمش نے بھیگی زخمی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"سولہ سال۔ " لب کاٹتے ہوئے وہ جذبات دبا رہا تھا۔"سولہ سال اپنا آپ اس اور گنائزیشن کے لئے وار دیا اور آج اگر قسمت سے ہمارا مقابلہ کرنے والا مجھ سے جڑا نکلا تو مجھ پر شک؟ یہی صلہ مل سکتا ہے۔ مجھے اس کے لئے تیار رہنا چاہئے تھا۔ "وہ سر ہلاتے ہوئے خود کو سمجھا رہا تھا۔

سلطان بے تاثر چہرے کے ساتھ سینے پر بازو لپیٹے سن رہا تھا۔ التمش نے گہری سانس لے کر خود پر قابو پایا اور سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''وہ مجھے نہیں جانتا۔"دل کٹ گیا۔ "اور جو جانتے ہیں، وہ مجھ سے ملنے کے راوادار نہیں ہیں۔ جنہوں نے مجھے چھوڑ دیا، مجھے ان سے ملنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ آپ میری نگرانی کروا سکتے ہیں۔ "وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ آنکھوں میں کرب تھا۔

سلطان نے سر کو خم دیا۔ کچھ یاد آنے پر التمش رکا۔

"آپ نے اسے کیسے پہچانا؟"

"تم دونوں کی آنکھوں کی مماثلت سے شک ہوا تو تحقیق کروالی۔ "انداز اب بھی سرد تھا۔

التمش جانے کے لئے مڑ گیا۔ سلطان نے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

ارد گرد کی اسٹڈی میں موجود کتابیں ایک گرم دوپہر میں ڈھلنے لگی۔

وہ اپنی گاڑی اسکول سے ذرا پیچھے کھڑی کئے ہوئے تھا۔ بونٹ سے ٹیک لگائے وہ اپنے ساتھی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس پوائنٹ پر اس کے ساتھی نے ڈرگز کے پیکٹ اس تک پہنچانے تھے۔ چھٹی ہو چکی تھی اور ارد گرد بچوں کا جم غفیر تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہ پیکٹ تھامے پلٹا جب بری طرح کسی سے ٹکرایا تھا۔ پیکٹ بکھر گئے، صد شکر کہ پھٹے نہیں تھے۔ اس نے تلملا کر سامنے دیکھا۔ مقابل بھی اتنے ہی غصے سے اسے گھور رہا تھا۔

"دیکھ کر نہیں چل سکتے کیا؟ "جھک کر پیکٹ اٹھاتے ہوئے برہمی سے کہا۔ لڑکے نے آخری پیکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی۔

"بہتر ہو گا کہ آپ لیزر ٹریٹمنٹ کروائیں۔ ٹکرائے آپ ہیں۔ میں نہیں۔ "ماتھے پر بل ڈالے اس نے درشتی سے کہا۔ سلطان ٹھٹھک کر رکا۔ لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اسے ایسے بچے اپنی اور گنائزیشن کے لئے بہت اٹریکٹ کرتے تھے۔ اس نے دلچسپی سے اس کا گرمی سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔

"چلو مان لیتے ہیں، میں ٹکرایا تھا۔ کیوں نہ میں اس کا ازالہ کروں؟ "پیکٹ بیگ میں ٹھونستے ہوئے اس نے زپ بند کی۔ حازم نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا پھر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ رخ پھیر لیا۔ نگاہیں بار بار ارد گرد بھٹک رہی تھیں۔ وہ کسی کا انتظار کر رہا تھا۔

سلطان نے بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اسے اپنے پہلے درجے کے لئے شارپ لڑکوں کی ضرورت تھی۔ یہ لڑکا اس کے معیار پر پورا اترتا تھا۔

"میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟ "سینے پر بازو لپیٹے اس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔ حازم نے نگاہیں موڑ کر اسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں تپش تھی۔ اسے فری ہوتے اجنبی زہر لگتے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ جا سکتے ہیں۔ "اب کہ اس کا لہجہ کرخت تھا۔ سلطان نے مسکراہٹ برقرار رکھتے ہوئے ارد گرد دیکھا۔ رش کم ہو رہا تھا۔ اسے خاموشی سے انتظار کرنا تھا۔

"حیدر۔"

آواز پر دونوں نے ایک ساتھ گردن گھمائی۔ وہ پندرہ سولہ برس کی لڑکی تھی۔ سیاہ عبایہ پیروں میں گر رہا تھا۔ چہرے کے گرد سیاہ اسکارف لپیٹ رکھا تھا۔ گرمی کی حدت سے اس کا چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف آئی۔

"کہاں رہ گئی تھیں آپ عرشی؟ آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے۔ "وہ خفگی سے کہہ رہا تھا۔ عروش نے اس سے بیگ لینا چاہا جس پر وہ پیچھے ہو گیا اور نفی میں سر ہلایا۔

"میں اٹھالوں گا۔چاچو کہاں ہیں؟ "متلاشی نگاہوں سے اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"وہ مجھے لینے ہی لیٹ آئے تھے۔ابھی یہاں ڈراپ کر کے پٹرول اسٹیشن گئے ہیں۔آتے ہی ہوں گے۔ "پانی کی بوتل کھول کر اس کی طرف بڑھائی۔

"آؤٹنگ کا پلان بنا کر میں پھنس گیا ہوں۔قسم سے اگر پانچ منٹ لیٹ آتیں تو پھر جنت میں ہماری ملاقات ہوتی۔ " بوتل اس سے لے کر ایک غیر ارادی سی نگاہ پیچھے ڈالی تو ماتھے پر بل پڑ گئے۔وہ عجیب سا شخص ویسے ہی بونٹ سے ٹیک لگائے انہیں ہی جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔اس نے رخ موڑ کر بوتل لبوں سے لگالی۔

"فضول مت بولو۔بس چاچو آنے والے ہی ہیں۔ "وہ بیگ کی اسٹریپ کندھے پر ٹھیک کرتی کہہ رہی تھی۔

"تھوڑا آگے جا کر ویٹ کر لیتے ہیں۔ "بوتل اسے پکڑاتے ہوئے رسان سے کہا۔

"کیوں؟ یہاں کیا ہے؟ "اس نے ارد گرد دیکھا۔

"ابھی تو چلیں یہاں سے۔پھر بتاتا ہوں۔"

اسی پل سفید کار رکتی دکھائی دی۔حازم نے شکر کا سانس لیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔وہ شخص اب گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

فرنٹ پسنجر سیٹ پر بیٹھے ہوئے اس نے دروازہ بند کیا۔ٹھنڈک کا احساس ہوا۔سائیڈ مرر سے دیکھا۔وہ کار ان کے پیچھے تھی۔اس نے کلس کر گردن موڑی۔

"کیا ہوا؟ "عاصم اس کے انداز پہچانتے تھے۔

"پچھلی گاڑی کو اگر ڈاج دے دیں تو آپ کو میجر مان جاؤں گا۔ "اس کا لہجہ ہلکا پھلکا سا تھا۔

عاصم نے سائیڈ مرر سے دیکھا۔

"یہ سکول سے تمہارے پیچھے ہے؟ "

"ارے نہیں۔ میں تو آپ کی سکلز چیک کر رہا ہوں۔ "اس نے تسلی کروانی چاہی۔ عروش ان دونوں سے بے نیاز کتاب پر جھکی ہوئی تھی۔ عاصم نے سمجھ کر سر ہلایا۔ چہرے پر خوشگوار تاثر پھیل گیا۔

"مطلب تمہیں میری صلاحیتوں پر شک ہے؟ "وہ اسے احساس نہیں دلانا چاہتے تھے کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں۔

"نہیں بھئی۔ آفٹر آل میں نے بھی آرمی میں جانا ہے نا تو بس آزما رہا ہوں کہ آپ کیا کر سکتے ہیں؟ "

عاصم نے اس کا بھرم رہنے دیا۔ سمجھ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

سلطان محتاط انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ سفید کار اس کی نگاہوں میں تھی۔ اسی پل ایک مال بردار ٹرک نے ٹرن لیا اور ان کی لین میں شامل ہو گیا۔

"ڈیم اٹ۔ "سلطان نے جھنجھلا کر اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔ چہرے پر کوفت چھا گئی۔

اس کا پہلا درجہ شارپ لڑکوں کو ٹرین اور ان کی برین واشنگ کر کے ملک کے ڈیپارٹمنٹس میں اپنے ایجنٹ کے طور پر جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے داخل کیا جاتا تھا۔ جو لڑکے اغوا ہو کر آتے تھے، ان کی ذہنی حالت اس قدر ابتر ہوتی کہ وہ کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات وہ اپنے مخصوص کمرے میں تھا جہاں ساری پلاننگ کی جاتی تھی۔ اس کی اور گنائزیشن ابھی اتنی پھیلی نہیں تھی لیکن کئی گھروں کی زندگیاں اجاڑنے کے قابل ضرور تھی۔

یاور نے اس کے آگے گروپ فوٹو رکھی۔ وہ بری طرح چونکا۔

"التمش جوئے میں ہار گیا ہے۔ "روبوٹک انداز میں اطلاع دی۔

سلطان نے آگے بڑھ کر تصویر اٹھائی

وہ ایک اسکارف لپیٹے ہیزل آنکھوں والی لڑکی تھی۔ ساتھ بھوری آنکھوں والا لڑکا کھڑا تھا۔ وہ لڑکی کے کندھوں تک آتا تھا۔ بغور انہیں دیکھنے کے بعد یاور کو دیکھا۔

"لڑکی کے ساتھ کیا کرنا ہے تم جانتے ہو۔ ماں کو مار دینا۔ لڑکے کو ادھر لے آنا اور اگر کچھ ایسا ویسا ہو جائے تو اسے وہیں ختم کر دینا، لیکن۔ "کمرے میں ان دیکھی سی گھٹن پھیل گئی۔ "پستول سے نہیں۔ دوسرا راستہ استعمال کرنا۔ " بے تاثر انداز تھا لیکن چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں دلچسپی تھی۔

یاور نے سر ہلا دیا۔

"اور التمش؟"

"اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ "انگوٹھی سے ٹھوڑی مسلتے ہوئے اس نے خباثت سے بھوری آنکھوں والے لڑکے کی تصویر دیکھی۔

"تمہارا بخت یہیں تھا۔ بھلے ہی تم صبح بچ گئے تھے۔ لیکن قسمت سے بھی کوئی بچ پایا ہے؟"

۱۲ اگست کا سورج کئی زندگیاں تباہ کرنے والا تھا۔

تباہ کرنے کا جو موجب بنا تھا، وہ فرعون کی طرح گردن کڑائے بیٹھا تھا۔

ہر کسی کو زندگی کی مات جلدی نہیں ملتی۔

****

اس نے بھاری ہوتے دل کے ساتھ دروازہ دھکیلا۔ اندر سفید سیلینگ لائیٹس جل رہی تھیں۔ تکیے کا کور سیٹ کرتی ابرش نے مڑ کر دیکھا۔ اگلے ہی لمحے پتھر ہوئی تھی۔

نیلی جینز پر اسکن ہوڈی پہنے اس کے بال پیچھے کو جمے تھے۔ چہرے پر کرب تھا۔

ابرش کا تنفس بھاری ہونے لگا۔ تکیہ مٹھیوں میں بھینچ لیا۔ سیاہ آنکھوں میں بہت کچھ راکھ ہوا تھا۔ وہ اسے نگاہوں میں رکھتے ہوئے دو قدم آگے آیا۔

ابرش نے جھٹکے سے تکیہ بیڈ پر پھینکا اور پیچھے ہوئی۔ کھلے بال کانوں کے پیچھے اڑسائے۔
''اب کیوں آئے ہو؟ ''اس کی گلے خراب سی آواز خالی تھی۔

حازم اپنی جگہ رک گیا۔ بھوری آنکھوں میں کرچیاں ابھریں۔

''ابرش۔۔''

''مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ جب تھی تب تم چھوڑ گئے۔ اب۔ مجھے۔ تمہاری۔ ضرورت۔ نہیں ہے۔ ''وہ چبا چبا کر کہہ رہی تھی۔ ویران آنکھوں میں پانی بھر رہا تھا۔ وہ گہرے گہرے سانس لیتی لب بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ دکھ سے اسے دیکھے گیا۔

''میں نہیں چاہتی کہ باقیوں کو کچھ پتہ چلے۔ اس لئے یہاں سے چلے جاؤ۔ کچھ بھی کرو لیکن مجھے نظر نہ آؤ۔''

حازم کی رنگت متغیر ہوئی۔ ابرش نے رخ پھیر لیا۔ چند آنسو چہرے پر پھسل گئے۔

''ایک دن آئے گا جب تم بھی سب کی طرح چھوڑ جاؤ گے۔ اس لئے بہتر ہے ابھی چلے جاؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ ''وہ دھیمی زخمی آواز میں بڑبڑا رہی تھی۔

چند لمحوں بعد اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔ اذیت رگوں میں اترنے لگی۔ ہاتھ کی پشت سے چہرہ رگڑتے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

وہ جا چکا تھا۔

وہ بیڈ پر گرنے والے انداز میں بیٹھی اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ آنسو پھر بہنے لگے تھے۔

''امی۔''تڑپ میں لپٹی سرگوشی لبوں سے نکلی۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔

"جو تمہارے پاس ہے، اسے کھونا مت۔"

وہ اندر ابھرتی ہر آواز سے بے نیاز بس رو رہی تھی۔ اس کی ہمت ختم ہو گئی تھی۔ جن کے لئے ہمت پکڑی تھی، جب وہی نہیں رہیں تو کیا فائدہ؟

"کوئی ایسے بھی چھوڑ تا ہے اللہ جیسے میرے رشتے مجھے چھوڑ دیتے ہیں۔ میں کیا کروں؟ "

"شکوہ نہیں کرتے آبی۔"

نرم سی آواز ذہن میں گونجی۔ وہ بلک بلک کر رو دی۔ دل کو سلگاتی آگ روح کو جھلسانے لگی تھی۔ اذیت حد سے سوا تھا۔

****

"آپ نے آبی سے بات کی؟"

مینگو ملک شیک کا گلاس اسے تھماتے ہوئے میرال نے اس کے نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔ نیچے لان میں ابرش سینے پر بازو لپیٹے دور افق پر دیکھ رہی تھی۔ حازم نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر گہری سانس لے کر گلاس تھاما اور نفی میں سر ہلایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ کو کرنی چاہئے۔ شائد مسائل ٹھیک ہو جائیں۔ "وہ رسان سے کہتی مڑ گئی۔ گلاس لبوں سے لگائے حازم نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا۔

ستمبر کا وسط ہونے والا تھا۔ عصر کے بعد موسم خوشگوار ہونے لگا تھا۔ سرمئی بادل اور ہلکی ہلکی ہوا روح کو تر اوہٹ بخش رہی تھی۔ وہ نماز کے بعد حجاب کی پن کھولتی لان چیئر پر آ بیٹھی۔ پاؤں لمبے کر کے ٹیبل پر رکھ دیئے اور کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔ چند لمحے وہ اپنے مسکن کو لوٹتے پرندوں کو دیکھتی رہی۔

"السلام علیکم۔"

حازم کی سنجیدہ آواز پر وہ بے اختیار سیدھی ہوئی۔ پاؤں نیچے اتارے اور گردن موڑ کر اسے کرسی کھینچ کر بیٹھتے دیکھا۔ زیر لب اس کے سلام کا جواب دیا۔

"کیسی ہو؟" وہ پیچھے کو ٹیک لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔ ابرش نے آہستگی سے سر کو خم دیا۔ اس کی نگاہیں دیوار پر چڑھی بیلوں پر جمی تھی۔

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"آئی ایم سوری، ہر اس چیز کے لئے جس نے تمہیں ہرٹ کیا۔" اس کی آواز دھیمی سی تھی۔

ابرش کی آنکھیں بھیگنے لگیں جس پر اس نے سختی سے آنسوؤں کو پیچھے دھکیل دیا۔

"اٹس فائن۔" اس کی آواز سنجیدہ تھی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ تم تک پہنچ جائیں گے۔ مجھے تمہارے ساتھ رہنا چاہئے تھا۔"

ابرش نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں یاسیت تھی۔

"ایک کام کرو گے؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے گہری سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ اب وہ اسے یہاں سے جانے کو کہے گی۔ پھر بھی سر کو خم دیا۔

"میں قبرستان جانا چاہتی ہوں۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"عبایہ پہن آؤ۔ میں لے جاؤں گا۔" جینز کی جیب سے کی چین نکالتے ہوئے کہا۔ وہ سر ہلا کر اٹھ گئی۔

کار میں سارا راستہ خاموشی چھائی رہی۔

قبر کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے کتبے کو دیکھا۔

"امی۔ "آہستگی سے پکارا۔ہاتھ نرمی سے بکھری مٹی پر چل رہا تھا۔"میں کیا کروں؟ مجھے صبر نہیں آرہا۔دل کرتا ہے سب چھوڑ چھاڑ کر دور چلی جاؤں۔ آپ کو مجھے نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔ "آنکھوں سے آنسو پھسل کر گر رہے تھے۔

"وہ سب اتنا خیال رکھتے ہیں کہ مجھے خود پر شرمندگی ہوتی ہے۔ ہر رات میں خود سے وعدہ کرتی ہوں، ہر صبح وہ وعدہ بکھر جاتا ہے۔ آئی ایم سوری امی، میں خود کو نہیں سنبھال پا رہی۔"

وہ کتنی ہی دیر وہاں بیٹھی رہی جب عقب سے قدموں کی چاپ ابھری۔

"آبی۔شام ہو رہی ہے۔اب چلتے ہیں۔ "

اس نے ہاتھ کی پشت سے گال رگڑتے ہوئے سر ہلایا اور آہستگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ ایک خاموش مگر خوبصورت پارک تھا۔زیادہ رش نہیں تھا۔اترتی شام ماحول کو اداسی کی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ حازم نے کار روکی پھر ابرش کو دیکھا جو خاموشی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے، ہمیں بات کرنی چاہیے۔"

ابرش نے سر ہلا دیا۔

شیپڈ ہوئے درختوں کی باڑ میں گھرا وہ گوشہ خالی اور پر سکون سا تھا۔سامنے چھوٹا سا تالاب تھا۔جس پر ڈوبتے سورج کی روشنیاں منعکس ہو رہی تھیں۔یوں لگتا تھا کہ سفید موتی نیلے پانی پر بکھیر دیئے ہوں۔

وہ دونوں گھاس پر بیٹھے تھے۔ ابرش گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے خاموش بیٹھی تھی۔

"تمہیں مجھ سے شکوہ کرنا چاہئے تھا۔ "ڈوبتے سورج پر نظریں جمائے حازم نے دھیرے سے کہا۔ابرش نے چونک کر اسے دیکھا پھر بنا کچھ کہے سر جھٹک دیا۔

"ہر دفعہ محبوب رشتے کھو دینے کی کہانی صرف تمہاری نہیں ہے ابرش۔یہ سب کی کہانی ہے۔"

"ہر کوئی رشتوں کو نہیں کھوتا۔ "اس کا لہجہ ویران تھا۔

"کیونکہ وہ رشتے ان کے لئے محبوب نہیں ہوتے۔ان کے لئے کچھ اور محبوب ہوتا ہے،اسی سے اس کی آزمائش ہوتی ہے۔ "وہ ویسے ہی نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"کیاضروری ہے کہ ہم ہر محبوب شے کھو دیں؟پا کر کھو دینے سے بڑا کرب کوئی نہیں ہوتا حازم۔ "

حازم نے گہری سانس لے کر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"یہ دنیا ہے آبی۔یہاں صرف زخم ہوں گے اور ان زخموں سے رستا خون ہو گا۔سب پالینا،سب حاصل کر لینا یہ صرف جنت میں ہوتا ہے۔یہاں صرف جدوجہد ہوتی ہے۔چند سالوں کی اذیت اور پھر ابدی سکون۔فیصلہ ہمیشہ ہمارا ہوتا ہے۔"

اس کے لہجے میں نرم سی چاشنی تھی۔وہ سامنے دیکھتے ہوئے آہستگی سے سمجھا رہا تھا۔

"صحابہ کرام پر اگر زیادہ عرصہ آزمائش نہ آتی تو وہ پریشان ہو جاتے کہ کہیں اللہ ناراض تو نہیں ہے۔یہ تکلیفیں اور دکھ ہمیں رب سے بہت قریب کر دیتے ہیں۔جس کو یہ سمجھ آجائے اس کے لئے سب سہنا آسان ہو جاتا ہے۔"

"میں بہت تھک گئی ہوں حازم۔میں اب کچھ نہیں کھو سکتی۔ "ایک چور نظر اس پر ڈالی۔چہرہ سیدھا کر لیا۔اس کی بھوری آنکھیں ہر دفعہ عجیب سے کرب میں مبتلا کر دیتی تھیں۔

"تھک جانا انسان کی مجبوری ہے۔اٹس ٹو ٹلی فائن۔دیکھنا یہ ہے کہ تم تھک کر کیا کرتی ہو؟ہمت ہار جاتی ہو یا لوٹ کر رب کے پاس جاتی ہو۔وہ آزمائش انہی کو دیتا ہے جنہیں اپنا قرب عطا کرنا ہو۔جنہیں کندن بنانا ہو۔ہر کسی کو یہ خوش قسمتی نہیں ملتی۔وہ اپنے قریب لا کر،اپنی آیتوں سے،اپنی سکینت سے انہیں ہیل بھی کر دیتا ہے۔ " اس نے نگاہیں موڑ کر اسے دیکھا۔ "تم نے جو کھویا کیا وہ تمہاری ملکیت تھا؟"

ابرش نے گیلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔حازم نے قطعیت سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ وہ اسی کا تھا۔ جو لوگ تم نے کھو دیئے وہ اس کی امانت تھے۔ اس نے اپنی امانت واپس لے لی۔ تم نے صرف اس امانت کی حفاظت کرنی تھی۔ احسن طریقے سے۔ کیا تمہارا یہ پوچھنے کا حق بنتا ہے کہ اس نے اپنی امانت واپس کیوں لی؟"

وہ سن رہ گئی۔ دل پھر سے رسنے لگا۔ لب بھینچ کر کئی سسکیاں دبالیں۔ وہ ویسے ہی سامنے دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"سو جو تم نے کھویا وہ تمہارا نہیں تھا۔ وہ سب تمہاری کہانی کے سائیڈ کریکٹر تھے آبی۔ مرکزی کردار تم اور تمہارا رب ہے۔ جو تم نے کھویا، وہ کبھی نہ کبھی تم تک لوٹ آئے گا۔ فرق صرف اس چیز سے پڑے گا کہ تمہاری اور خالق کی کہانی کیسی ہے۔ وہ تمہیں دوسروں سے ممتاز کرنا چاہتا ہے، تمہیں کندن بنانا چاہتا ہے، تم ہمت ہار رہی ہو؟"

ابرش نے خود پر قابو پانے کے لئے لبوں پر مٹھی رکھی۔ مگر آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

"ایک بات خود کو سمجھا دو آبی۔ زندگی بہت آسان ہو جائے گی۔ **جو ہونا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔** تمہاری کوئی فکر اسے نہیں ٹال سکتی۔ وہ اسی لمحے، اسی وقت ہو جائے گا۔ خالہ کے جانے کا وہی وقت تھا۔ بھلے ہی تمہارا حادثہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ وہ سب ویسے ہی ہونا تھا۔ تمہاری قسمت میں جس کو کھونا لکھا ہے۔ وہ تم سے دور ہو جائے گا۔ سو بہتر ہے کہ خود کو مستقبل کے خوف سے آزاد کر کے زندگی گزارو۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

نرمی سے کہتے ہوئے اس نے گردن موڑی۔ سیاہ آنکھوں سے لگاتار آنسو گر رہے تھے۔ لمحے بھر کے لئے رک کر اسے دیکھا پھر نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے اور اس کا زرد پڑتا چہرہ دیکھا۔ ابرش کرب سے اسے دیکھ رہی تھی۔ نگاہیں جھکا کر اس کے ہاتھوں میں دبے اپنے ہاتھ دیکھے۔ کئی پھسلتے آنسو گرے۔

"میں یہ نہیں کہوں گا ابرش کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا، کیونکہ میں یہ دعوی نہیں کر سکتا مگر ہاں۔ جہاں تک میری استطاعت ہو گی، تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔ جہاں تک میری قدرت ہو گی، میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

پر سکون گوشے میں اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ حازم نے اسے رونے دیا۔ وہ بنا کچھ کہے تسلی آمیز انداز میں اس کے ہاتھ تھپکتا رہا۔

"آئی ایم سوری مجھے تمہیں بلیم نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

چہرہ رگڑتے ہوئے اس نے گیلی آواز میں کہا۔ حازم تکان سے مسکرایا۔

"تمہیں حق تھا۔ لیکن مجھے اچھا لگا کہ تم نے کسی کو نہیں کہا۔"

"لیکن سب سمجھ گئے تھے۔ "اس نے کندھے اچکائے۔ زکام زدہ سانس اندر کو کھینچی۔

"وہ الگ بات ہے۔ ہمارے درمیان ہوئی بات تم نے انہیں نہیں بتائی۔ میرے لئے یہی معنی رکھتا ہے۔ "وہ اب جوگر سے گھاس مسل رہا تھا۔

"یہ میرا اور تمہارا جھگڑا تھا۔ میں تم سے ہی کروں گی نا۔ تیسرے کو بیچ میں لا کر اپنا رشتہ کیوں آلودہ کروں۔ مسئلہ جس سے ہے اگر اسی سے بات کی جائے، تو کئی مسائل حل ہو جائیں۔ "وہ اب گردن موڑے اسے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"میرے خیال میں اب چلنا چاہئے۔ "ابرش نے ارد گرد دیکھا۔ مغرب میں تھوڑا ہی وقت تھا۔ وہ اپنے اسکارف کی پن سیٹ کرتے ہوئے اٹھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سنو۔"

وہ اپنا عبایہ جھاڑ رہی تھی جب حازم نے پیچھے سے پکارا۔ اس نے مڑ کر سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ ویسے ہی بیٹھا تھا۔ درخت کے سرسراتے پتوں نے دلچسپی سے رک کر دیکھا۔

"انت اجمل مصیر۔"

ابرش کی سیاہ متورم آنکھوں میں ناسمجھی ابھری۔

"کیا مطلب؟"

"You are the beautiful fate."

اس کا سانس پل کے لئے رکا۔لب ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔چند لمحے وہ گیلی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی پھر وہ پلٹ گئی۔

آج کئی دنوں بعد اس کے کندھے بوجھ سے آزاد تھے۔

صبر نہیں آیا تھا لیکن صبر آنے لگا تھا۔

سو جو رحمٰن کے راستے پر چلنا شروع کرتا ہے تو وہ اپنا راستہ اس کے لئے آسان کر دیتا ہے۔

****

یہ ایک کھلا سا باغ تھا جہاں دعوت کا انتظام تھا۔زرد روشنیوں میں سارا ماحول جگمگا رہا تھا۔یہ دعوت مظہر کے کسی کزن نے دی تھی جس کی وجہ سے وہ سب یہاں موجود تھے۔وہ ایک اونچی سی جگہ تھی جہاں گولائی میں ڈھلان بنی ہوئی تھی۔ڈھلان کے نیچے نیلے پانیوں سے بھرا سوئمنگ پول تھا جس پر پڑتا چاند کا عکس لرز رہا تھا۔ارد گرد لوگ ٹولیوں کی صورت میں کھڑے تھے۔وقفے وقفے سے قہقہے بھی گونجتے تھے۔فضا میں خنکی تھی۔

ابرش نے شال کندھوں کے گرد لپیٹتے ہوئے ارد گرد دیکھا۔حسب معمول سیاہ عبایے کے اوپر سیاہ حجاب لئے ہوئی تھی۔ساتھ گول میز پر بیٹھی ماہ گل کچھ کہہ رہی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اترتی ڈھلان پر بیٹھے آریان نے گردن موڑ کر حازم کو دیکھا جو سر جھکائے گھاس کے تنکے مڑوڑ رہا تھا۔

"تم نے پھر کوئی خواب دیکھا ہے؟"

حازم نے چونک کر سر اٹھایا پھر گہری سانس لے کر اثبات میں سر ہلایا۔آریان چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"کل کے لئے تیاری مکمل ہے نا؟ "اس نے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بات پلٹ دی۔

کل ان کی میعاد کو گیارہ دن پورے ہو جانے تھے سو اب انہیں کل عالم کے ٹھکانے پر ریڈ کرنا تھا۔

"آف کورس۔ لیکن تم اگر بات نہ گھماؤ تو بہتر ہو گا۔ "آریان نے جیسے اسے جتایا۔ تبھی اس کے موبائل پر سگنل موصول ہوا۔ چہرے پر بیزاری چھا گئی۔ حازم نے سوالیہ ابرو چکائی۔

"التمش کا میسج ہے۔ کچھ فائلز اس تک پہنچانی تھیں۔ اب چلتا ہوں۔ "جیکٹ کی زپ چڑھاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حازم نے سر کو خم دیا۔

"کل ملتے ہیں۔ "وہ ہاتھ ہلا کر پلٹ گیا۔ حازم اسے جاتے دیکھتا رہا پھر نگاہیں چاند کے لرزتے عکس پر جما دیں۔

اس کے خواب میں سوائے آوازوں کے کچھ بھی کلیئر نہیں تھا۔۔ کچھ اور بھی تھا۔ اس نے لمحے بھر کے لئے آنکھیں بند کر کے ذہن پر زور دیا۔

وہ اسی عورت کی آنکھیں تھیں۔ نقوش مبہم تھے لیکن آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ہیزل آنکھیں جن میں بہت سکون تھا۔ ان آنکھوں میں عجیب سی مقناطیسیت تھی جو اسے اپنی طرف کھینچتی تھی۔

دفعتاً کسی احساس کے تحت اس نے آنکھیں کھولیں اور گردن گھما کر دیکھا۔ اپنا عبایہ سنبھالتی ابرش اس کے ساتھ بیٹھ رہی تھی۔ اسے دیکھتے وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"ڈسٹرب لگ رہے ہو۔ "بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے وہ چہرہ گھٹنوں پر رکھے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

حازم نے گہری سانس لی۔ وہ ہر دفعہ اسے پہچان لیتی تھی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ بس کل آن ڈیوٹی ہوں گا تو اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "اس نے رسان سے کہا۔

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔ عقب میں مدھم سی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"اس دن تم نے کہا کہ انسان کو اس کی محبوب چیزوں سے آزمایا جاتا ہے۔ رائٹ؟"

سامنے دیکھتے ہوئے حازم نے سر کو خم دیا۔

"تمہاری آزمائش کس چیز سے ہوئی تھی؟"اس نے آہستگی سے پوچھا۔

حازم نے چونک کر اسے دیکھا پھر دھیرے سے مسکرایا۔اس کی مسکراہٹ میں چھپی تھکن ابرش نے واضح دیکھی تھی۔

"میری آزمائشوں کے دو حصے تھے،ایک میرا بچپن۔۔" لمحے بھر کو بھوری آنکھوں میں کرب جاگا جو اگلے ہی پل معدوم ہو گیا۔ "دوسرا آرمی جوائن کرنے کے بعد۔میرے لئے فیملی بہت معنی رکھتی ہے اور آرمی کے بعد میں کبھی بھی کسی اہم موقعے پر اپنی فیملی کے ساتھ نہیں تھا۔" چاند کا کانپتا عکس اس کی آنکھوں میں جھلملا رہا تھا۔ابرش خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

"ماں کے پیرنٹس کی ڈیتھ،احمر کا ایم ڈی بننا،میرا ل کا رزلٹ،میں آرمی جوائن کرنے کے بعد چھ سالوں میں ان کی خوشیوں اور غموں میں شریک نہیں ہو سکا۔اتفاق کہو یا کچھ اور لیکن ایسا ہی ہے۔اب تو سب کو عادت ہو گئی ہے۔" وہ ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

ابرش خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ذہن میں دور کہیں ہیزل آنکھوں کا خیال ابھر رہا تھا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

حازم نے سر کو خم دیا۔

"اگر کبھی تمہیں پتہ چلا۔۔ایک ہائپو تھیٹکل سیچویشن (فرضی) سمجھو۔۔اگر کبھی تمہیں پتہ چلے کہ تم سب کھو چکے ہو تو؟" اس کے لہجے میں خوف کی ہلکی سی رمق تھی۔

حازم نے اس کی طرف گردن موڑی۔اس کی سیاہ آنکھوں میں کوئی تاثر تھا،وہ پل کے لئے ٹھٹھکا۔

"سب ٹھیک ہے؟" اس نے ابرو چکائی۔

"آف کورس۔میں نے کہا نا فرضی سچوئیشن ہے۔" وہ سنبھل کر ذرا پیچھے ہوئی۔

حازم نے نگاہیں پھر پول پر جما دیں۔چند پل خاموش رہا پھر کندھے اچکا دیئے۔

"میرا ری ایکشن کیا ہونا چاہئے اور کیا ہو گا، اس میں بہت فرق ہے۔ مجھے نہیں لگتا کہ میں اندر سے اتنا مضبوط ہوں کہ سب کھو سکوں۔ سو کچھ کہہ نہیں سکتا۔ "اس نے جیسے اعتراف کیا تھا۔

ابرش نے بے اختیار لب کاٹا اور نظریں اس کے چہرے سے ہٹالیں۔ ایک لمحے کے لئے دل کانپا تھا۔

دور نصب اسکرینز پر کچھ دکھایا جارہا تھا۔ کامیابی کے قصے، بلندی کی کہانیاں۔ وہ دونوں اس سب سے بے نیاز اس اترتی ڈھلان پر بیٹھے تھے۔

"میرا رویہ تم سے اس لئے روڈ ہوا تھا کیونکہ میں خود کو تمہارا عادی نہیں بنانا چاہتی۔ "

چند پلوں بعد ابرش کی مدھم سی آواز ابھری۔ حازم نے چونک کر اسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں نا سمجھی تھی۔ وہ سر جھکائے کلائی میں لپٹے بریسلٹ کے موتیوں کو چھیڑ رہی تھی۔

"مطلب؟"

ابرش نے گہری سانس لی۔

"میں تمہیں کھونے سے ڈرتی تھی حازم۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ ساکت رہ گیا۔ چند لمحے بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا۔

"تم اس لئے ناراض نہیں تھیں کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا؟ "بے یقینی سے دوبارہ پوچھا۔

اس کے جھکے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سر کو آہستگی سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اتنی میچور تو ہوں کہ تمہاری پوزیشن سمجھ سکوں۔ پتہ نہیں لیکن میں خود کو تمہارا عادی نہیں بنانا چاہتی تھی۔ مجھے لگا تھا کہ ہر رشتے کی طرح تم بھی مجھے چھوڑ دو گے اور میں پھر تہی داماں رہ جاؤں گی۔ لیکن اب میں نے جان لیا ہے کہ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ جو میری قسمت میں لکھا ہے، وہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔ "وہ سر جھکائے سکون سے کہہ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر چہرہ سیدھا کر لیا۔

"خوشی ہوئی کہ تم نے میری بات سمجھ لی تھی۔ "خیر خوشی کسی اور بات کی تھی مگر چہرے سے ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔

وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

اوپر چمکتا چاند اداسی سے اپنا نیچے لرزتا عکس دیکھتا رہا۔

****

مغرب کے بعد شام ڈوب رہی تھی۔ حازم کے کمرے میں فل لائیٹس جل رہی تھیں۔ وہ ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑا گھڑی باندھ رہا تھا۔ گیلے بال ماتھے پر گرے تھے۔ سفید شرٹ پر سیاہ ہوڈی کی زپ آگے سے کھلی تھی۔ بیڈ پر سیاہ بیگ اور ساتھ کئی چیزیں پڑی تھیں۔ بریٹا پستول، سیاہ ماسک،، چند ٹریسرز، بلیوٹوتھ کا آلہ، لمبی سی ' ڈراپ کی 'جو کہ بند دروازے کھلنے کے کام آتی ہے، سیاہ پی کیپ۔ اس نے گھڑی باندھ کر اپنا عکس دیکھا اور برش اٹھا لیا۔ بالوں کو برش کر کے پیچھے کیا۔ پرفیوم اسپرے کر کے پلٹ گیا۔

جھک کر ایک ایک کر کے سب چیزیں بیگ میں ڈال کر زپ چڑھائی۔ پی کیپ اور ماسک اٹھایا۔ بیگ کو کندھوں پر ڈالتے ہوئے ساری لائیٹس آف کیں اور باہر نکل آیا۔

"او کے لیڈیز۔ پھر ملیں گے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

پی کیپ سر پر پہنتے ہوئے وہ ماہ گل کی طرف آیا۔ میرال اور ابرش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ماں دعا کیجئے گا۔ "

"اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔ اپنا خیال رکھنا۔ "ماہ گل بھاری دل کے ساتھ اس کی پیشانی چومی۔

"گڈ لک برو۔ "میرال نے مسکرا کر ہاتھ ہلایا۔

وہ سر کو خم دیتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ ماہ گل نے یاسیت سے اسے جاتے دیکھا۔

"حازم۔"

وہ کار ان لاک کر رہا تھا جب عقب سے ابرش کی آواز آئی۔ گاڑی کا دروازہ پکڑے اس نے بے اختیار مڑ کر دیکھا۔ لبوں پر مسکراہٹ در آئی۔

"واہ۔ ایک اچھی بیوی کی طرح باہر تک سی آف کرنے آئی ہو؟"

ابرش ہلکا سا ہنس دی پھر نفی میں سر ہلایا۔

"کب تک لوٹو گے؟" اونچی پونی ٹیل سے نکلتی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے آہستگی سے پوچھا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اگر سب ٹھیک رہا تو رات تک۔" اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

"آج مشن ختم ہو جائے گا؟"

"اسی فیصد۔ ان شاءاللہ۔"

اس کے رسان سے کہنے پر ابرش نے سر کو خم دیا اور پیچھے ہٹ گئی۔

"میں انتظار کروں گی۔ فی امان اللہ۔"

حازم نے ایک نظر اسے دیکھا پھر کار میں بیٹھ گیا۔ وہ سینے پر بازو لپیٹے اس کی کار کو باہر نکلتے دیکھتی رہی۔ پھر سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ سیاہ بادل چاروں طرف چھا رہے تھے۔ لمحے بھر کو دل ڈوبا تھا لیکن پھر وہ سر جھٹکتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"جو ہونا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔" وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔

******

آریان کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا۔ اس کے بیٹھتے ہی حازم نے کار آگے بڑھا دی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"التمش کی کار میں ٹریسر لگا دیا تھا؟ "موڑ کاٹتے ہوئے حازم نے پوچھا۔ آریان نے سر کو خم دیا۔ موبائل نکال کر گوگل میپ کھولا۔

"یوسی سے کچھ کلو میٹر کے فاصلے پر ایک ویران سی بستی ہے۔ مطلب خالی ہے کوئی نہیں رہتا۔ اگر پھنس گئے تو وہی ہمارا اسکیپنگ روٹ (فرار کا راستہ) ہو گا۔ اس تنگ بستی میں چھپنا اور ڈاج دینا آسان ہو گا۔"

اس کی تفصیل پر حازم نے سر کو خم دیا۔

"تمہارے پاس بیس منٹ ہوں گے۔ اگر آئی سکینر لگا ہو تو' ڈراپ کی' کی مدد سے دروازہ کھول لینا لیکن خدا کے لئے انیسویں منٹ نازل ہو جانا۔" وہ آریان تھا۔ وہ زیادہ دیر سنجیدہ رہ ہی نہیں سکتا تھا۔

"شیور۔ میں وہاں دعوت اڑانے ہی جا رہا ہوں نا۔ کوئی ایشو نہیں۔ جب میری مرضی ہو گی، وہ میرے لئے ریڈ کارپٹ بچھا کر مجھے واپس بھیج دیں گے۔"

"چچ چچ مجھے لگا تم مشن کے لئے جا رہے ہو۔"

حازم نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔

پندرہ منٹ بعد کار اس عمارت کے سامنے روک دی گئی۔ حازم نے کلائی گھما کر گھڑی دیکھی۔

"سات بج رہے ہیں۔ تمہاری ٹپ کے مطابق التمش وہاں نو بجے آئے گا۔ کار ریڈی رکھنا۔ اگر میں بیس منٹوں میں نہ آؤں تو لوٹ جانا۔"

آریان نے سر ہلا دیا۔ حازم نے بلیو توتھ آلہ کان میں لگایا اور ماسک اٹھاتا باہر نکلا۔ بیگ کندھوں پر تھا۔ عمارت کا دروازہ لاکڈ نہیں تھا۔ اس نے دھکیلا تو بھاری چرچراہٹ کے ساتھ کھلتا گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ وہ عمارت غیر تعمیر شدہ تھی۔ اندر خالی سا ہال تھا۔ جہاں اینٹیں بکھری ہوئی تھیں۔ صرف ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ بند تھا۔ حازم نے ٹارچ کی روشنی میں آگے آیا اور دباؤ ڈالا۔ وہ لاکڈ تھا۔ لب دبائے وہ ذرا پیچھے ہوا۔ دروازہ لکڑی کا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس نے خود

کو دروازے کے ساتھ ٹکرا دیا۔لاک اکھڑا اور دروازہ ٹوٹ کر اندر جا گرا۔اندر گھٹاٹوپ اندھیرا تھا،ٹارچ کی روشنی میں وہ کمرہ خالی تھا۔دیوار کے ساتھ کھڑی الماری اور وسط میں میز کے گرد کرسیاں رکھی تھیں۔چند لمحے وہ کھڑا سوچتا رہا پھر قدم الماری کی طرف بڑھا دیئے۔چور راستے ان لاک کرنے کی اتنی عادت ہو چکی تھی کہ وہ جانتا تھا کہ دروازہ اس الماری کے پیچھے ہی ہو گا۔دونوں ہاتھوں سے لکڑی کی بوسیدہ سی الماری کھسکائی جو اگلے ہی پل زوردار دھماکے سے نیچے آ گری۔پوری عمارت گونج اٹھی تھی۔وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔

"بھائی کیا کر دیا ہے؟ "آریان کی بوکھلائی آواز سماعتوں میں گونجی۔

"تمہیں سنائی دے گیا؟ "آگے سلور دروازہ تھا جس کے دائیں طرف آئی سکینر اور پاسورڈ مشین لگی تھی۔

"ارے نہیں۔اس لئے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔ "وہ جل کر بولا۔

حازم نے بیگ اتارا اور زپ کھول کر ڈراپ کی نکالی۔اگلے ہی پل وہ دروازے کی درز میں پیوست کر چکا تھا۔نوے ڈگری کے اینگل پر آلے کو موڑا۔یہ کافی کٹھن کام تھا،یوں لگ رہا تھا کہ لوہا اس کی ہتھیلیوں میں اتر رہا ہو۔

"ہوا یا نہیں؟ "آریان نے پھر ٹانگ اڑائی۔

"جی جی بس آپ کے سریلے سروں کا انتظار تھا۔اب ہو جائے گا۔ "اس کے ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا۔سات منٹوں کی مشقت سے دروازہ میں اتنا سا گیپ بن گیا تھا کہ وہ گزر سکتا تھا۔آلہ نیچے رکھا اور آستین سے پیشانی رگڑتا تیزی سے نیچے سیڑھیاں اترنے لگا۔ٹارچ دیواروں پر گرائی تو دائیں طرف سوئچ بورڈ چمکا۔اس نے آگے بڑھ کر لائٹس آن کیں۔

وہ طویل ہال تھا۔جس کے آدھے حصے میں کمپیوٹرز اور دوسرے حصے میں الماریاں اور میز رکھی تھی۔اسے صرف عالم کی کرتوتوں کی فائلز چاہیں تھیں۔مکمل ثبوت کے ساتھ۔الماری ان لاکڈ تھی۔اندر زیادہ کاغذات نہیں تھے۔صرف چند فائلز تھیں۔وہ دوسرے ممالک کے ساتھ کی گئی سمگلنگ کی ٹرانزیکشن کی ڈیٹیلز تھیں۔وہ ثبوت کافی تھے۔

"حازم التمش آ رہا ہے۔نکلو وہاں سے۔"آریان کی گھبرائی ہوئی آواز گونجی۔حازم نے کراہ کر آنکھیں میچیں۔

"آخر یہ التمش وقت سے پہلے اینٹری کیوں مار لیتا ہے؟" وہ فائلز بیگ میں ٹھونستے ہوئے بڑبڑایا۔

تیزی سے بیگ کندھوں پر ڈالا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ جیسے ہی اس نے سلور دروازہ پار کیا، ٹھٹک کر رکا۔ سامنے ایک مخنی سا لڑکا اندر داخل ہو رہا تھا۔ حازم کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکا۔

"تم کون ہو؟" وہ واضح بوکھلا گیا۔

حازم بنا جواب دیئے، خاص زاویئے پر اس کی ٹانگوں پر فائر کئے۔ ضرغام کے حلق سے دبی دبی چیخ نکلی اور وہ لڑکھڑا کر گرا تھا۔ حازم تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

"التمش کی کار ابھی پیچھے ہے جلدی کرو۔ وہاں سے نکلو حازم۔" آریان کی بلند ہوتی بوکھلائی آواز کسی ہتھوڑے کی طرح اس کے سر پر لگی تھی۔

"میں کون سا یہیں مایوں بیٹھ گیا ہوں۔ نکل رہا ہوں۔"

ایک جست میں چوکھٹ پار کی اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھا۔ دروازہ ابھی بند بھی نہ کرنے پایا تھا کہ آریان نے کار زن سے بھگا دی۔

"ایک دفعہ کہہ دو کہ حازم یہاں سے کود کر مر جاؤ۔" کلس کر اس نے گردن موڑ کر آریان کو دیکھا۔ اس نے ڈھٹائی سے شانے اچکا دیئے۔

"سر وہ نکل رہے ہیں۔" جیپ کی پسنجر سیٹ پر التمش کے ساتھ بیٹھے شخص نے بدحواسی سے کہا۔

التمش نے زخمی نگاہوں سے سامنے والی کار کو آگے بڑھتے دیکھا اور پھر بلیو ٹوتھ دبا دیا۔

"نفری بھیجو۔ وہ میری رینج میں ہیں۔" اس کی بھاری آواز گونجی۔ "تیزی سے ان کا پیچھا کرو۔"

کئی سال پہلے بیٹی کو قربان کر دیا تھا، آج بیٹا سہی۔

سپاٹ تاثرات کے ساتھ جیپ کار کے تعاقب میں بڑھا دی۔ مگر بھوری آنکھوں میں دور کہیں کرب تھا۔

عالم کے ٹھکانے پر ریڈ کرنا حازم علی حمزہ کی زندگی کا بدترین فیصلہ تھا۔

رات اپنے اندر وحشت سموئے گہری ہو رہی تھی۔

****

رات کا سناٹا عجیب سی وحشت لئے ہوئے چھایا تھا۔ آسمان پر گہرے بادل تھے جو کسی بھی پل برسنے والے تھے۔ منہدم بستی کی طرف جاتی سڑک پر سیاہ کار تیزی سے بھاگ رہی تھی۔

"آر لیفٹ لو۔ "حازم بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا۔

"ریلیکس۔ ہم ان کی حدود سے باہر نکلنے والے ہیں۔ "آریان نے سائیڈ مرر سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ہیڈ لائیٹس دور ہو رہی تھیں۔ اس نے اسٹیرنگ گھمایا، کار خاموش پڑی اس بستی میں داخل ہو گئی۔ تھوڑی دور جا کر اس نے گاڑی روکی اور دونوں تیزی سے باہر نکلے۔ گھروں پر چھاتا سناٹا بہت ہولناک تھا۔ کوئی عجیب سا احساس تھا جو فضا کو وحشت ناک بنا رہا تھا۔ حازم نے سر اٹھا کر بادلوں سے ڈھکے آسمان کو دیکھا۔ سوائے چند اسٹریٹ لیمپس کے وہاں کوئی روشنی نہ تھی۔ وہ اچھنبے سے ارد گرد دیکھتا قدم اٹھا رہا تھا۔ بھوری آنکھوں میں الجھن تھی، سراسیمگی تھی۔

اسی پل اس کے سر میں شدید درد اٹھا۔ لمحے بھر کو بصارت دھندلا گئی۔ سفید دھند کے پار کچھ دکھا تھا۔ کچھ ایسا جو نہیں دکھنا چاہئے تھا۔ وہ کرب ناک اور پر اذیت منظر۔

"حازم۔"

دماغ جیسے بیدار ہوا تھا۔ دھند چھٹ گئی۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ آریان تشویش سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟ "سوال کرتے ہوئے آریان بری طرح چونکا۔ اس کی گھڑی نے سگنل دیا۔

"وہ لوگ آ رہے ہیں۔ ٹریسر قریب آ رہا ہے۔"

وہ دونوں تیزی سے بستی کے اندرونی حصے کی طرف بھاگے۔

"وہ لوگ گاڑیوں پر ہیں۔ موڑ کاٹنا ان کے لئے مشکل ہو گا۔ کسی گھر کے اندر چھپتے ہیں۔ "حازم پھولی سانسوں کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ ارد گرد منہدم گھروں کے دروازے ادھ کھلے تھے۔ اسی پل آریان رکا اور اپنے دائیں طرف موجود گھر کا بند دروازہ کھولنا چاہا۔

"یہ بند ہے۔ باہر سے کوئی راستہ ڈھونڈتے ہیں۔ یہ گلی ذرا تنگ ہے۔ انہیں ٹائم لگے گا۔ "

وہ دونوں گھوم کر گھر کے پچھلے حصے کی طرف آئے۔ دیواریں چھوٹی تھیں۔ پچھلی طرف ایک اونچا درخت تھا جس کی شاخیں گھر کے اندر جا رہی تھیں۔

"اسی پر چڑھ کر اندر چھلانگ لگا دیتے ہیں۔ "آریان کی بات پر حازم نے سر ہلا دیا۔

اندر چھلانگ لگانے سے قبل حازم کے قدم پل کے لئے رکے تھے پھر اس نے سر جھٹکتے ہوئے چھلانگ لگا دی۔ آریان اس کے پیچھے تھا۔ وہ دونوں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے گھڑی کو دیکھ رہے تھے۔ دل بری طرح دھڑک رہے تھے۔ چند پلوں بعد ٹریسر دور ہونے لگا۔ سینوں میں اٹکے سانس بحال ہوئے۔ آریان بیگ اتارتے ہوئے پنجوں کے بل بیٹھا۔ حازم نے تشکرانہ سانس خارج کرتے ہوئے ارد گرد دیکھا۔

صحن پرانا مگر قدرے صاف ستھرا سا تھا۔ داخلی دروازے کے دائیں طرف کیاری لگی تھی۔ جس میں بکھری مٹی ایک طویل کہانی اپنے اندر سموئے اسے دیکھ رہی تھی۔ برآمدے میں قطار میں کھڑے کمروں کے سرمئی دروازے بند تھے۔

"قسم سے آج کوئی نیکی کام آ گئی ہے۔ اگر وہ ہمیں پکڑ لیتے تو۔ "جھرجھری لی۔ "خیر۔ یہ ثبوت کافی پختہ ہیں لیکن۔۔"

آریان کی بات سنتے حازم کے دماغ میں یکدم جیسے کوئی طویل سی سیٹی بجی تھی۔ اس لمحے اس کا دماغ بند ہونے لگا۔ ارد گرد پھیلی سیاہ رات دماغ کے اندھیرے میں ڈوبنے لگی اور کچھ بد سے بدترین ابھرنے لگا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کرچی ہوئی چوڑیاں۔ لمبے بالوں کے ہالے میں بھیگا زرد چہرہ۔ ہیزل آنکھوں کی تڑپ۔ خنجر کے پھل سے ٹپکتا خون۔ آخری سرگوشی۔

اس پر خوف طاری ہونے لگا۔ اس لمحے اس نے شدت سے دعا کی کہ یہ سب رک جائے۔ کچھ ہو جائے لیکن بند آنکھوں کے پار چھاتا یہ منظر ختم ہو جائے۔ اس کی ذات ٹکڑوں میں بٹنے لگی۔ وجود مٹی ہونے لگا۔

وہ لمحہ اس کی زندگی کو تلپٹ کرنے کے لئے کافی تھا۔ اگر کوئی اس سے پوچھتا کہ موت کی تکلیف کیسی ہوتی ہے تو وہ کہتا کہ منہدم بستی کے اس سرمئی دروازے والے گھر میں پھیلی کرب ناک رات جیسی۔

خوف۔ اذیت۔ جسم کو توڑتا درد۔ سینے میں جلتی آگ۔

وہ رات حازم علی حمزہ کو ختم کر گئی تھی۔ کچھ بچا تھا تو ہارا ہوا حازم حیدر رضا تھا۔ زندہ مگر بہت حد تک مردہ ہوتا ہوا۔ زندگی ڈوبنے لگی تھی۔

"حازم۔ کیا ہوا ہے؟"

اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ بارش برسنے لگی تھی۔ سامنے کا منظر دھندلا رہا تھا۔ پلکیں جھپکائیں۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔ نگاہوں کے سامنے شناسا چہرہ تھا۔ وہ پریشانی سے اس اسے شانوں سے تھامے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے الفاظ حازم کا دماغ پکڑ نہیں پا رہا تھا۔ سب سن تھا۔ ساکت اور جمود کا شکار۔

اس پل بارش سے بھیگتے آریان کو حازم کی سرخ ہوتی بھوری آنکھوں سے خوف آیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں رات کی وحشت اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ حازم نے اس سے نظریں ہٹا کر ارد گرد دیکھا۔ اس گھر میں اب کچھ نہیں تھا لیکن کون جانے کہ حازم حیدر رضا کا سب کچھ وہیں تھا۔

"گھر چلو۔" وہ آواز حازم کی نہیں تھی۔ اس میں عجیب سی کاٹ تھی۔

آریان نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ اسٹریٹ لیمپ کی اندر گرتی روشنی میں اس کا سفید پڑتا چہرہ واضح تھا۔ موت کی سی سفیدی۔

"حازم۔ ابھی ہم گھر نہیں۔۔"

"گھر چلو آریان۔" وہ اس کی بات کاٹ کر دھاڑا۔ خاموش صحن کی دیواروں سے اس کی آواز ٹکرا کر پلٹ آئی۔
آریان سن رہ گیا۔ اس نے کبھی حازم کو ایسے بولتے نہیں سنا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ حازم اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ آریان کو اس کا ہاتھ برف سا لگا تھا لیکن وہ بنا کچھ کہے آگے بڑھ گیا۔

تیز رفتار سے گاڑی چلاتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔ آریان نے گردن سیدھی کر لی اور ایکسلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔

بارش ویسے ہی برس رہی تھی گویا ساری دنیا کو ڈبو دینا چاہتی ہو۔

****

لاؤنج کی کھڑکیوں سے بارش کی بوندیں ٹکرا کر نیچے گر رہی تھی۔ میرال اور ابرش تھری سیٹر صوفے پر درمیان میں اسکیچ بک رکھے کچھ ڈسکس کر رہی تھیں۔ ان کے دائیں طرف بیٹھی ماہ گل چائے پیتے ہوئے وقفے وقفے سے لقمے دے رہی تھیں۔

دفعتاً میرال نے جھنجھلا کر اسکیچ بک کا صفحہ پھاڑا اور انگلیوں سے مروڑتے ہوئے فرش پر پھینک دیا۔ چہرے پر بے بسی تھی۔

"دیکھو میرال۔ یہ چیز وقت لیتی ہے۔ گھر ریناویٹ کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔" ابرش نے صفحہ پلٹتے ہوئے نرمی سے کہا۔ وہ سنجیدہ تھی۔ باہر برستی بارش اسے آج بھی خوفزدہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ ذہن میں ابھرتی آنکھوں کو بار بار جھٹک رہی تھی۔

"رہنے دو۔ یہ رینوویشن تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ "احمر ایک فائل تھامے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ میرال نے چڑ کر اسے دیکھا۔ ابرش نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا۔ اسکرین روشن کرتے ہوئے لب کاٹا۔ کوئی میسج نہیں، کوئی کال نہیں۔ اس نے سنگل ٹک لگے میسجز کو دیکھا۔

"بیٹھ کر باتیں کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے اچھا۔"

"بالکل۔ لیکن تم اپنا کافی کا مگ دھو لیا کرو۔ یہی بہت ہے۔ "اس نے جھک کر فائل مظہر کے آگے رکھی۔

"یہ لیں باس۔ پریزنٹیشن تیار ہے۔ اور مجھے دو دن کی چھٹی چاہئے۔"

مظہر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو صوفے پر ٹانگیں لمبی کر چکا تھا۔ اب انگلیاں چٹخاتے ہوئے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ سر جھٹک کر فائل پڑھنے لگے۔

"زیادہ ہی کام چور نہیں ہو گئے آپ؟ "میرال نے ٹانگ اڑانا اپنا فرض سمجھا۔

"نہیں۔ "وہ بے نیازی سے بولا۔ ابرش نے بے اختیار امڈتی مسکراہٹ روکی۔ میرال تپ اٹھی۔

"بھائی آپ۔۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بس کرو۔ ہر وقت چونچیں لڑاتے رہتے ہیں۔ ابھی وہ تیسرا آ گیا تو پھر شروع ہو جائیں گے۔ اب میں نہ سنوں تم دونوں کو۔"ماہ گل نے ڈپٹا۔

"لیکن ماما جان بھائی پہلے شروع کرتے ہیں۔"

"احمر۔ "ماہ گل کے لہجے میں تنبیہ تھی۔ احمر نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ ابرش یاسیت سے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔

اسی پل لاؤنج کا دروازہ کھلا۔ بے اختیار احمر نے مڑ کر دیکھا۔ میرال اور ابرش نے سر اٹھائے۔ مظہر نے فائل نگاہیں اٹھائیں۔ ماہ گل نے مگ رکھتے ہوئے دروازے کو دیکھا۔

"تم کہاں سے آرہے ہو؟"

ان سب کی نظریں اٹھیں اور پھر پلٹنا بھول گئیں۔

اس کے بال گیلے ہو کر ماتھے پر بکھرے تھے۔ کپڑوں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ کیچڑ زدہ جوگرز فرش پر نشان چھوڑ گئے تھے۔ ہاتھوں اور گھٹنوں پر مٹی لگی تھی۔ چہرہ زرد سفید سا ہو رہا تھا۔ بھوری آنکھوں میں چھاتا تاثر ٹھنڈی برف جیسا تھا۔

ایک سرد سی لہر سب کو اپنے اندر سے گزرتی محسوس ہوئی۔

"حازم۔ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟" ماہ گل تشویش سے اس کی طرف بڑھیں۔ باقی سب بھی اپنی جگہوں سے اٹھ چکے تھے۔ وہ جھٹکے سے دو قدم پیچھے ہوا۔ ماہ گل رک گئیں۔ چہرے پر شاک سا ابھرا۔ اس پل انہیں اپنا بدترین خوف سچ ہوتا محسوس ہوا۔

حازم نے دھیرے سے نگاہوں کا رخ مظہر کی طرف موڑا۔ وہ اچھنبے سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"ناجیہ رضا کون تھیں؟" اس کی آواز گلے خراب جیسی تھی۔

وہاں کھڑے سب افراد پر جیسے بجلی گری۔ ابرش کا سانس رکا تھا۔ ماہ گل کا دل مٹھی میں آگیا۔ احمر نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ وہ اسی لمحے سے ڈرتا تھا۔ میرال نے گہری سانس لی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ دن آئے گا۔ مظہر ساکت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ کیا کچھ نہیں تھا اس کی نگاہوں میں۔ بے بسی، خوف، منت۔ مظہر کو اپنا دل کٹتا محسوس ہوا۔ اس نے باری باری سب کے چہرے دیکھے۔ کوئی تو تردید کر دے، شائد جو اس نے دیکھا وہ خواب ہو، حازم حیدر رضا وجود ہی نہ رکھتا ہو۔

اس کی زخمی نظریں ابرش پر رک گئیں۔ ابرش کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ بے اختیار سائیڈ سے نکلتی اس کی طرف بڑھی۔

"حازم میری بات سنو۔"

"حازم حیدر رضا کون تھا؟"

ابرش رک گئی۔اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔ماہ گل نڈھال سی کاؤچ پر پر بیٹھ گئیں۔

"ناجیہ کا حازم۔"ابرش کے لبوں سے نکلتے الفاظ فضا میں ٹھہر گئے۔وہ الفاظ اس قدر زوردار تھے کہ حازم کو اپنا آپ جلتا ہوا محسوس ہوا۔اس کا تنفس بھاری ہونے لگا۔وہ سب سچ تھا۔کوئی خواب، کوئی فریب نہیں تھا۔اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔اتنی زور سے کہ ناخن جلد میں اتر گئے۔بھوری آنکھوں میں خون اترنے لگا۔

"تو مجھ سے کیوں چھپایا تھا؟"

وہ چیخا۔لاؤنج کے درودیوار لرز اٹھے۔ابرش اور میرال سن رہ گئیں۔ماہ گل سر اٹھائے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہیں۔وہ اسے کھو رہی تھیں۔احمر نے لب کاٹتے ہوئے کرب سے اسے دیکھا۔

"میری ماں۔۔ "اس کی آواز لرزی۔"میری ماں اور بہن مجھے بچاتے ہوئے ماری گئیں اور میں سالوں زندہ رہا۔کیوں کیا میرے ساتھ ایسا؟"

اس کی آواز درد سے پھٹنے لگی۔ابرش کا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا۔ماری گئیں؟

"حازم دیکھو۔آئی کین ایکسپلین۔۔"احمر نے اس کا بازو پکڑ کر لجاجت سے کہنا چاہا۔حازم نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑایا۔انگارہ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"I don't care a damn."

چبا چبا کر کہتا وہ مڑا۔آخری نظر ان سب پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔اس کے قدموں میں واضح لرزش تھی۔

"حازم۔رکو پلیز۔ "ابرش تیزی سے اس کی طرف لپکی۔

"احمر اس کے پیچھے جاؤ۔ "مظہر نے تھکی ہاری آواز میں کہا۔احمر تیزی سے باہر کی طرف بھاگا۔ماہ گل پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ میرال نے آنکھیں رگڑتے ہوئے انہیں دیکھا۔

احمر جب تک لان میں پہنچا تو سیاہ کار دروازے سے باہر نکل رہی تھی۔ڈرائیووے کے وسط میں کھڑی ابرش کو بارش کی بوچھاڑ بھگو رہی تھی۔

"ابرش اندر جاؤ۔"

"وہ چلا گیا بھائی۔ میرا کوئی قصور بھی نہیں تھا مگر پھر بھی اس نے فرد جرم عائد کر دی۔ "وہ ویران آواز میں کہہ رہی تھی۔ کہاں آنسو تھے، کہاں پانی تھا۔اس کے چہرے پر کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔

ایک دفعہ پھر بارش نے اس سے سب کچھ چھین لیا تھا۔

******

آریان خاموشی سے سامنے دیکھتا ڈرائیو کر رہا تھا۔اس سے آگے کچھ فاصلے پر وہی سیاہ کار بھاگ رہی تھی۔اس نے ڈیش بورڈ پر رکھا موبائل اٹھایا اور کال ملائی۔چند لمحوں بعد اٹھالی گئی۔

"احمر۔سب ٹھیک ہے؟"

دوسری طرف سن کر اس نے گہری سانس لے کر پیشانی مسلی۔

"مجھے پہلے ہی لگ رہا تھا۔تم پریشان نہ ہو۔میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔"اس نے کال کاٹ دی۔

گاڑی اسے بستی میں داخل ہو چکی تھی۔ آگے والی کار اسی سرمئی دروازے کے آگے رکی اور ہیڈ لائیٹس بجھ گئیں۔چند پلوں بعد وہ کار سے نکلا اور اندر بڑھ گیا۔ آریان دم سادھے اسے دیکھتا رہا پھر سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

"تم صرف خود کو ضائع کر رہے ہو آر۔"

"جانتے ہو جب دروازہ بند ملا تھا تو میری کیا حالت ہوئی تھی؟"

"میں تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔"

وہ رات آریان ابراہیم کے لئے بدترین تھی۔ اندر وہ اپنی ماں کو پکار رہا تھا اور باہر وہ اس کی آہوں کو بستی میں بے بسی سے گونجتے ہوئے سن رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ حازم نے کیا دیکھا ہے لیکن ایک بات جانتا تھا۔

اب کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہے گا!

****

ابرش نے مردہ ہوتے ہاتھوں سے راہدری کے آخری کمرے کا دروازہ کھولا۔ دروازہ بغیر کسی چرچراہٹ کے کھلتا گیا۔ اندر پھیلا اندھیرا مدھم ہوا۔ اس نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا۔ زرد سیلنگ لائیٹس جل اٹھیں۔ اس نے دروازہ بند کیا اور ایک نظر کمرے پر ڈالی۔

سفید بیڈ شیٹ کا بیڈ نفاست سے بنا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر لیمپ اور ایک فوٹو فریم رکھا تھا۔ دائیں طرف دیوار پر سادہ سی بک شیلف تھی۔ شیشے کے سینٹرل ٹیبل کے ارد گرد دو کرسیاں رکھی تھیں۔ بیڈ کے سامنے ڈریسنگ مرر تھا۔ جس پر چند پرفیومز رکھے تھے۔

ابرش دھیرے دھیرے چلتی سائیڈ ٹیبل کے فریم کے پاس آئی۔ وہ حازم اور ماہ گل کی تصویر تھی۔ وہ آرمی یونیفارم میں تھا اور ماہ گل کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ چہرے پر سکون تھا۔ لبوں پر آسودہ مسکراہٹ۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش کی سیاہ ویران آنکھوں میں پانی ابھرنے لگا۔ دل میں ہوک اٹھی۔

"آپ کو یہاں ہونا چاہئے تھا خالہ۔ یہ آپ کی تصویر ہونی چاہئے تھی۔ آپ نے تو اتنا کچھ دیکھنا تھا۔ آپ کیسے چلی گئیں؟ ایک آپ کا جانا ہماری زندگیوں کو کس طرح ویران کر گیا۔" اس کی آواز زخمی سی تھی۔ وہ آہستگی سے بیڈ پر بیٹھی۔ آنسو چہرے پر پھسل رہے تھے۔

"کیا حازم، کیا ابرش دونوں ہی آپ کے عادی تھے۔ دونوں کو ہی آپ نے سولہ سال قبل چھوڑ دیا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جانتا نہیں تھا اور میں جانتی تھی۔ پہلے میں اس ہجر کی آگ میں جلتی رہی اور اب۔" اس نے کرب سے

آنکھیں بند کیں۔ ”اب وہ جل رہا ہے اور میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی تسلی، کوئی عمل نہیں ہے۔ اللہ! میں کیا کروں؟“

وہ اٹھی اور ٹیرس کا دروازہ کھولا۔ ٹھنڈی ہوا چہرے سے ٹکرائی۔ بارش کے بعد فضا میں سوندھی مٹی کی خوشبو رچی تھی۔ لان کے سارے پودے اور درخت بھیگے ہوئے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ سیاہ آنکھوں میں شکوہ تھا۔

”یہ سب کب ختم ہو گا؟ میں تھک گئی ہوں اللہ۔ پلیز میری مدد کریں۔ کوئی راستہ نکال دیں۔“

بند آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

****

وہ گلاس وال کے آگے کھڑا نیم تاریک کمرے میں گرتی چاندنی کو دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سا حزن ہلکورے لے رہا تھا۔ چہرہ ستا ہوا تھا۔ ذہن ماضی کی روش پر بھٹک رہا تھا۔ اس نے گلاس وال سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں اور ذہن کو پانی پر بہنے دیا۔ ماضی ہر طرف حاوی ہونے لگا۔

ماہ گل کچن میں کھڑی برتن دھو رہی تھیں۔ کوکنگ رینج پر بریانی دم پر لگا رکھی تھی۔ کاؤنٹر پر سلاد، رائتہ اور فریز ہوئے کباب رکھے تھے۔ آخری پلیٹ اسٹینڈ میں لگاتے ہوئے پلٹیں تو احمر بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ پسینے سے تربتر بال ماتھے سے چپکے تھے۔

”ماما جان۔۔ وہ۔۔“

”آرام سے بیٹا۔ پہلے پانی پیو۔“ انہوں نے نرمی سے ٹوکا مگر احمر نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔

”وہ حازم۔۔ ادھر درخت پر۔۔“

انہوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا کر رہا ہے حازم؟ "وہ تیزی سے باہر کو لپکیں۔ احمر کے جواب دینے سے قبل ہی لاؤنج کی دیوار گیر کھڑکی سے وہ اسے دیکھ چکی تھیں۔ قدم پل کے لئے زنجیر ہوئے۔

وہ لان کے کنارے پر لگے درختوں میں سے ایک کے نیچے پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔ دائیں ہاتھ میں چاقو تھا جسے وہ بے دردی سے تنے پر مار رہا تھا۔ تنے سے اکھڑتی باریک لکڑیاں اور چاقو کی نوک اس کی انگلیوں کو اچھا خاصا زخمی کر چکی تھیں۔ وہ کسی جنون کے زیر اثر وحشیانہ انداز میں لکڑی کھرچ رہا تھا۔

"حازم کیا کر رہے ہو؟ چھوڑو اسے۔"

ماہ گل نے اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس سے چاقو لینے کی کوشش کی۔ حازم نے ایک جھٹکے سے ہاتھ پیچھے کیا اور نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ سرخ ہوتی بھوری آنکھوں میں پانی تھا۔ چہرہ زرد سا ہو رہا تھا۔ ماہ گل کے دل کو کچھ ہوا۔

"جسٹ اسٹے آوے فرام می۔"

اس نے درشتی سے کہا۔ میرال اور احمر خاموش کھڑے تھے۔ میرال قدرے سہمی ہوئی تھی لیکن احمر خاموشی اور دکھ سے اپنے دوست اور بھائی جیسے کزن کی ابتر ہوتی ذہنی حالت دیکھ رہا تھا۔ وہ یہاں کیوں تھا؟ ناجیہ پھپھو کہاں ہیں؟ اسے کچھ علم نہیں تھا۔ وہ بس اتنا جانتا تھا کہ جس لڑکے کے ساتھ اس نے اپنا بچپن گزارا تھا وہ گہری دھند میں کھو گیا تھا۔

"ایسے کیوں کہہ رہے ہو بیٹا؟ ادھر آؤ میرے پاس۔ "انہوں نے پھر اس کی کلائی پکڑنی چاہی۔

"ہاتھ نہ لگائیں مجھے۔ جائیں یہاں سے۔ "وہ یکدم ہذیانی انداز میں چیخا۔ میرال گھبرا کر پیچھے ہوئی۔ ماہ گل کے چہرے پر کرب پھیل گیا۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا۔ مجھے جانا ہے۔ مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔ "اس نے چاقو پھینک دیا اور خون آلود انگلیوں سے چہرہ چھپا لیا۔ اس کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

ماہ گل نے نرمی سے آگے بڑھ کر اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔ اس نے کرنٹ کھا کر دور ہٹنا چاہا۔ مگر انہوں نے گرفت مضبوط کر لی۔

"چھوڑیں مجھے۔" وہ مچلتے ہوئے ان کی گرفت سے نکلنا چاہ رہا تھا۔ ماہ گل نے خاموشی سے اسے خود سے لگائے رکھا۔ آہستہ آہستہ اس کی مزاحمت دم توڑ گئی۔ اس نے سسکتے ہوئے سر گرا دیا۔ دبی دبی سسکیوں سے جسم اب بھی لرز رہا تھا۔ ماہ گل نے اس کی پیشانی سے بال ہٹائے اور نرمی سے چوما۔ اس کے چہرے پر خون کے نشان رہ گئے تھے۔ انگلیوں کے پوروں جما خون سوکھ رہا تھا۔

"احمر فرسٹ ایڈ لاؤ اور بھائی کی پٹی کرو۔" انھوں نے 'بھائی' پر زور دیتے ہوئے کہا۔ احمر نے دھیرے سے سر ہلایا اور اندر جانے کو مڑ گیا۔

میرال آہستگی سے آگے آئی اور ادھ کھائی چاکلیٹ حازم کی طرف بڑھائی جو ماہ گل کی آغوش میں ان کے کندھے سے سر ٹکائے گلابی ویران آنکھوں سے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ چاکلیٹ بڑھائے جانے پر اس نے نظریں ہٹا کر میرال کو دیکھا۔ اس کے پھولے ہوئے گالوں میں سرخی گھلی ہوئی تھی اور آنکھوں میں بلا کی معصومیت تھی۔ حازم خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ میرال اس کے دماغ سے حذف ہو چکی تھی لیکن اسے حازم یاد تھا۔

ماہ گل گیلی آنکھوں سے مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ جب مسلسل گھورنے کے باوجود میرال نے چاکلیٹ پیچھے نہ کیا تو حازم کو مجبوراً نفی میں سر ہلانا پڑا۔

"ٹیشٹی ہے۔"

جب حازم نے کوئی لفٹ نہ کروائی تو اس نے ناک سکوڑ کر چاکلیٹ پیچھے کر لی اور خفگی سے رخ موڑ لیا۔ ماہ گل نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔

"کیا ہوا تھا میرے بیٹے کو؟" انہوں سے اس کا ہاتھ چومتے ہوئے پوچھا۔ وہ خاموش رہا۔ ماہ گل نے گہری سانس لی۔ اسے آئے ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا اور یہ تیسرا دورہ تھا۔ اس کی ٹینٹر مزید بدترین ہو رہے تھے۔

احمر پٹی لے آیا تھا اور اب اس کا دایاں ہاتھ تھامے نرمی سے روئی پھیر رہا تھا۔ حازم خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"حازم۔ ماما سے شئیر نہیں کرو گے؟"

اس کے اندر کچھ سلگا۔ کیوں سلگا تھا؟ کوئی آگ تھی جو اندر سے جلا رہی تھی۔ کیوں؟ یہ دس سالہ حازم نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ اس نے ایک نظر ماہ گل کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ راکھ ہوا تھا۔ راکھ ہو کر کچھ فنا ہوا تھا۔ ایک بھولا بسرا سا آنسو پلکوں کی باڑ پھلانگتا چہرے پر پھسلتا گیا۔ پٹی کی گرہ لگاتے احمر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔

اور الٹی برچھی سے تو دل اب بھی کٹ رہا تھا۔ وہ یادوں کے آسیب سے نکلا تو چہرہ بھیگا ہوا محسوس ہوا۔ ہاتھ کی پشت سے چہرہ رگڑتے اس نے سائیڈ ٹیبل سے جھک کر موبائل اٹھایا۔ اسکرین روشن ہوئی تو کونے پر رات کے ڈیڑھ بجے کا ٹائم چمکا۔ حازم کو گئے چار گھنٹے بیت چکے تھے۔ اس نے نمبر ملا کر موبائل کان سے لگایا۔ چند لمحوں بعد کال پک کر لی گئی۔

"آر۔۔ "وہ اس سے کچھ نہ کہہ سکا، کچھ نہ پوچھ سکا۔

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"احمر تم ٹھیک ہو؟ "آریان نے بھی پوچھا تھا تو کیا پوچھا تھا۔

"کیا میں ٹھیک ہو سکتا ہوں؟ "اس نے الٹا سوال کیا گویا اس کی عقل پر ملامت کی ہو۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے۔ "چند پلوں کی بوجھل خاموشی کے بعد آریان نے کہہ دیا۔ احمر نے کرب سے آنکھیں میچ کر پیشانی رگڑی۔

"اسے جو بھی یاد آیا ہے بدترین ہے احمر۔ اتنا برا ہے کہ مجھے لگ رہا تھا کہ اس کا نروس بریک کر جائے گا۔ اس وقت وہ چھبیس سال کا نہیں چھ سال کا لگ رہا تھا۔ ایسا بچہ جسے صرف اس کی ماں چاہئے اور کچھ نہیں۔ میں نے زبردستی اسے سکون آور انجیکشنز لگا دیئے ہیں۔ ابھی سو رہا ہے۔ "

"تم کہاں ہو؟"

"اپنے گھر ہوں۔ اپارٹمنٹ جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ عالم کے بندے ہمارے پیچھے ہیں۔"

احمر خاموش رہا۔

"تم پریشان نہ ہو احمر۔ میں ہوں اس کے پاس۔ اسے کچھ ٹائم اور اسپیس دو۔ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تم اس کی حالت دیکھ کر بھی کہہ رہے ہو؟ "کانچ سے زخمی کر دینے والی آواز میں پوچھا تھا۔ آریان خاموش رہ گیا۔

"آنٹی کا خیال رکھنا۔ خدا حافظ۔"

احمر نے فون کان سے ہٹایا اور آنکھیں مسلیں۔ ایک بھونچال ان کی زندگیوں میں آیا تھا، جو آکر ٹھہر گیا تھا۔

****

رات آہستہ آہستہ دم توڑ رہی تھی۔ آسمان کے کناروں سے سفیدی ابھر رہی تھی۔ آریان نے جائے نماز کا کونا موڑتے ہوئے بیڈ کی طرف دیکھا جہاں حازم نشہ آور ادویات کے زیر اثر سو رہا تھا۔ جائے نماز اٹھا کر ٹیبل پر رکھا اور موبائل روشن کیا۔ وہ اسکرول کرتا جا رہا تھا جب اس نے چونک کر گردن گھمائی اور پھر تیزی سے بیڈ کی طرف لپکا۔

حازم نیند سے جاگا نہیں تھا لیکن اس کی بند آنکھوں کے پار چھاتا منظر یقیناً خوشگوار نہیں تھا۔ اے سی کولنگ کے باوجود اس کا چہرہ اور بال پسینے میں تربتر تھے۔ وہ گردن دائیں بائیں مارتا جیسے خود کو ان دیکھی بندشوں سے آزاد کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چہرے پر عجیب سا خوف چھایا ہوا تھا۔ آریان بے ساختہ اس پر جھکا۔

"حازم اٹھو۔۔ حازم۔"

"ماں پلیز مجھے چھوڑ کر نہ جائیں۔ "وہ دھیمی لرزتی آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔

"حازم۔ کچھ نہیں ہو رہا۔ سب ٹھیک ہے۔ "آریان نے اس ہاتھ تھام کر چہرہ تھپتھپایا۔

"ماں۔ عرشی وہ لوگ مجھے مار دیں گے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم۔"

اب کہ آریان نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔ حازم نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ اس کے بال ماتھے سے چپکے تھے۔ سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے حازم۔ ایوری تھنگ از فائن۔ "آریان نے نرمی سے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ وہ چند لمحے ویران آنکھوں اور خالی ذہن کے ساتھ اسے دیکھتا رہا۔ یکا یک دماغ میں برستی بارش کی اذیت تازہ ہوئی۔ وہ کرنٹ کھا کر اٹھا۔ آریان بھی ساتھ ہی اٹھا۔

"مجھے۔۔ مجھے گھر جانا ہے۔ "وہ بازو اپنے ارد گرد لپیٹتا دو قدم پیچھے ہٹا۔ چیخنے چلانے کے باعث اس کی آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ بھوری آنکھوں میں دہشت تھی۔

"اوکے۔ میں لے جاؤں گا۔ لیکن پہلے کچھ کھالو۔"

"آریان تم سمجھ کیوں نہیں رہے؟ "اس کی آواز بلند ہونے لگی۔

"اوکے۔ اوکے ریلیکس۔ ہم چلتے ہیں۔ مگر۔۔"

"مجھے کچھ نہیں سننا۔ ماں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ مجھے جانا ہے۔"

آریان اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کیا وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھا یا واقعی ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا؟ انجانے سے خوف نے اسے جکڑ لیا۔

"وہاں کوئی نہیں ہے حازم۔ کوئی تمہارا انتظار نہیں کر رہا۔"

اور یہ حد تھی۔ یہ سفاکیت کی حد تھی۔ حازم کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔ اس نے بدقت نفی میں سر ہلایا۔ دو قدم مزید پیچھے ہٹا۔ آریان کرب سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ماں ہمیشہ میرا انتظار کرتی ہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ "وہ دیوار کے ساتھ بیٹھتا چلا گیا۔ سر گرا دیا۔ ٹوٹی، بکھری، شکست خوردہ آواز میں بڑبڑایا۔ آریان قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا اور آہستگی سے اس کے ساتھ بیٹھا۔ اس نے گزرے سات دنوں سے اسے کوئی تسلی نہیں دی تھی، کوئی یقین دہانی نہیں کروائی تھی۔ وہ صرف اس کے اندر کے فشار کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

"تمہیں اس طرح دیکھ کر انہیں بہت تکلیف ہوتی ہو گی حازم۔ "اس نے نرمی سے کہا۔ حازم نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ سرخ، متورم، وحشت زدہ آنکھیں۔ آریان نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

"اور میں؟ میری تکلیف کا کیا؟"

آریان نے دکھ سے اسے دیکھا۔ اس نے سر دیوار سے ٹکا کر پھر سے آنکھیں موند لی تھیں۔

پچھلے ایک ہفتے سے اس کی ذہنی حالت اس قدر ابتر تھی کہ آریان کو لگتا تھا، وہ پاگل ہو رہا ہے۔ کبھی اس پر ہسٹیریا کا ایسا اٹیک ہوتا کہ آریان سے سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ لیکن اس سب کے دوران اس نے لمحے کے لئے بھی اسے تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ مسیحا خود ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"نو ونڈر۔ ایک دن تم بھی تنہا چھوڑ جاؤ گے۔ "وہ آنکھیں بند کئے ویسے ہی بڑبڑایا۔

آریان کے دل پر جیسے کسی نے گھونسہ مارا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا پھر سر جھٹکا۔

"بکواس بند کرو اور اٹھ کر فریش ہو جاؤ۔ کچھ ڈھنگ سے نہیں کھایا۔"

"مجھے کچھ نہیں کھانا۔ بس مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ "وہ بے زاری سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن اسی لمحے اسے بری طرح چکر آیا تھا۔ اس نے بے اختیار دیوار کا سہارا لیا۔

"ہو گئی ہیرو گری؟ اب اگلے مہینے تک کھانا مت کھانا۔ "آریان نے اسے بری طرح جھڑکا تھا۔ وہ اسے سہارا دینے نہیں اٹھا۔ حازم سر جھٹکتا بیڈ پر بیٹھ گیا اور دو انگلیوں سے کنپٹی مسلی۔

آریان کا موبائل بجا۔ احمر کی کال تھی۔ وہ اسے فریش ہونے کا اشارہ کرتے باہر نکل گیا۔

حازم نے گہری سانس لی اور سر تکیے پر گرا دیا۔

سات دن میں اس کے اندر کی آگ اس قدر بھڑک چکی تھی کہ اس کا وجود جھلس گیا تھا۔ اب آگ ٹھنڈی ہو رہی تھی کیونکہ وہ برف ہو رہا تھا۔

مگر ابھی زندگی کے امتحان باقی تھے!

****

غائم قصر پوری آب و تاب سے کھڑا تھا۔ لیکن اندر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کشادہ لان کے عقبی حصے میں کونے پر گھاس مسلی ہوئی تھی۔ اوپر ایک لوہے کا چوکور سا ڈھکن نظر آ رہا تھا جس کے اوپر ہک لگی تھی۔ اس ہک کو کھینچو تو وہ ڈھکن سلائیڈ ہو کر سائیڈ پر ہو جاتا تھا۔ نیچے سیاہی میں سیڑھیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

سلطان نے گہری سانس لے کر سامنے بیٹھے التمش کو دیکھا اور دوسری نظر عالم پر ڈالی جو صوفے پر نیم دراز خاموش بیٹھا تھا۔ وہ لوگ انڈر گراؤنڈ ہو چکے تھے۔ سارے ٹھکانوں پر آرمی نے قبضہ کر لیا تھا سوائے اس قصر کے۔ کیونکہ یہ سلطان کے نام نہیں تھا، اس کے کاغذات اس کے پرنام اس کی ہی اور گنائزیشن کے کسی شخص کا تھا۔ اس لئے وہ یہیں چھپے ہوئے تھے۔ شہر سے باہر نکلنے کی مہلت انہیں نہیں مل سکی۔ اب تو ویسے بھی سیکیورٹی ٹائٹ تھی۔

التمش نے ہاتھ میں تھامے رجسٹر کا صفحہ الٹا۔ اوپر لکھا نام پڑھ کر گہری سانس لی اور پھر سلطان کو دیکھا۔

"آپ نے یہ رجسٹر تلف کیوں نہیں کیا؟"

سلطان نے گردن موڑ کر اس رجسٹر کو دیکھا۔ لبوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تاکہ مجھے ہمیشہ اپنی پہلی ناکامی یاد رہے۔"

التمش خاموش رہا پھر سر جھٹکا اور رجسٹر سائیڈ پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" سلطان نے سرد لہجے میں پوچھا۔ وہ گہری سانس لے کر اس کی طرف پلٹا۔

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ساری زندگی اس ڈبے میں گزار دوں گا تو ایسا نہیں ہو گا۔ ہم پر کوئی نظر نہیں رکھ رہا، اس وہم سے خود چھٹکارا دلا دیں۔"

سپاٹ لہجے میں کہتا مڑ گیا۔ عالم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آپ اس کی نگرانی کروا رہے ہیں نا؟"

سلطان نے استہزائیہ سر جھٹکا۔

"مجھے اس پر بالکل بھروسہ نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اولاد کا نہیں ہو سکتا، وہ ہمارا ویسے بھی کبھی نہیں ہو گا۔ میں اس کی نگرانی کروا رہا ہوں۔ یہ ڈاج نہیں دے سکتا۔"

"آپ اسے یہیں محبوس نہیں کر کے رکھ سکتے؟" عالم بے چین لگ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اسے ہماری ساری معلومات ہیں عالم۔ اگر ہم نے زبردستی کی تو وہ پس پردہ ڈیلز کر سکتا ہے۔" سلطان کا لہجہ سرد تھا۔

"ہو سکتا ہے اس میجر کو اس دن بھاگنے میں التمش نے مدد کی ہو۔"

"نہیں۔ التمش کے ساتھ اس دن انعام موجود تھا، میں نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔ التمش نے اپنی پوری کوشش کی تھی۔"

"یہاں سے کب چھٹکارا ملے گا۔" عالم نے کوفت زدہ انداز میں پیشانی رگڑی۔ سلطان نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

"زیادہ بکواس نہ کرو۔ تمہاری نااہلیوں کے باعث آج ہم یہاں پھنسے ہیں، ورنہ بتیس سالوں میں تو کسی کو مجھ پر شک بھی نہیں ہوا۔"

عالم نے بڑبڑا کر سر جھٹک دیا۔

التمش پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ویران سڑک کے کنارے چل رہا تھا جب ایک سوٹڈ بوٹڈ آدمی اس کے ساتھ چلنے لگا۔ نیم پلیٹ پر انعام لکھا تھا۔

"آج کہاں جا رہے ہو؟" اس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"وہیں جہاں کل گیا تھا۔" وہ سامنے دیکھ رہا تھا۔

"جب وہ وہاں نہیں ہے تو روز روز کس سے ملنے جاتے ہو؟" انعام نے تنک کر پوچھا۔

"تم اس بات کو چھوڑو۔ وہ میرا معاملہ ہے۔ تمہارا بھائی رہا ہو گیا ہے؟"

انعام نے سر نفی میں ہلایا۔ چہرے پر سوگواریت پھیل گئی۔

"شائد اگلے ہفتے تک ہو جائے۔ وکیل کوشش تو کر رہا ہے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہوں۔ پیسوں کی ضرورت ہوئی تو بتا دینا۔" التمش بے تاثر لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ظاہر ہے تمہیں ہی بتاؤں گا۔" وہ ہلکا سا ہنسا۔ "ویسے سلطان صاحب کو کیا کہوں، آج کس سے ملنے جا رہے ہو؟"

"کہہ دینا قبرستان گیا ہوں۔ اب جاؤ۔" بیزاری سے سر جھٹکا۔

انعام نے مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا۔ وہ شاہ سے بھی زیادہ شاہ کا وفادار تھا۔

****

ماہ گل زرد چہرے سے سامنے کھڑے التمش کو دیکھ رہی تھیں جو لاؤنج کو وسط میں کھڑا تھا۔ بالکل خاموش۔ چہرے پر کرب رقم تھا۔

"زندگیاں تباہ کر کے اب کیا لینے آئے ہو تم؟ "مظہر پوری قوت سے دھاڑے تھے۔ ابرش نے اذیت سے آنکھیں میچیں۔ احمر خاموشی سے سینے پر ہاتھ باندھے پیچھے کھڑا تھا۔

"وہ میرا بیٹا ہے، میرا خون ہے مظہر۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اس سے زیادہ کسی سے مخلص نہیں تھا۔ "وہ شکست خوردہ لگ رہا تھا۔

مظہر نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"تم کس منہ سے اپنا حق مانگنے آئے ہو؟ سولہ سال قبل تو تم نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ اب کیوں آئے ہو؟"
التمش کے منہ پر جیسے کسی نے چابک مارا تھا۔ اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"میں نے چھوڑا تھا؟ میں آیا تھا تمہارے پاس مظہر۔ میں سالوں قبل اپنے بیٹے کے لئے تمہارے پاس آیا تھا اور تم نے مجھے پولیس حوالے کر دیا تھا۔ "وہ پھٹ پڑا تھا۔

"اس کے بعد؟ پولیس کو تم پر کچھ ثابت نہیں ہوا تو تمہیں رہا کر دیا تھا۔ تب تم آئے تھے؟ بخدا میں نے سوچا تھا کہ اگر تم اپنی تصحیح کر کے حازم کو لینے آتے ہو تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ لیکن تم نہیں آئے کیونکہ تمہارا دس سال کا بیٹا پیسہ کمانے کی راہ میں تمہارے پیروں کی زنجیر بن سکتا تھا۔ جب وہ پودا تھا، اسے تمہاری ضرورت تھی، تب تم اسے چھوڑ گئے۔ اب جب وہ درخت بن گیا ہے تو تم اس کی چھاؤں میں آنا چاہ رہے ہو؟ "وہ بولتے بولتے ہانپنے لگے۔
احمر نے آگے بڑھ کر انہیں صوفے پر بٹھایا اور التمش کی طرف پلٹا۔

"یو مے لیو ناؤ۔ "اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"آج سے سات دن قبل حازم اور اس کا پارٹنر، دونوں نے ہمارے ٹھکانے پر نقب لگائی تھی اور اہم کاغذات کے ساتھ فرار ہو گئے۔ میں نے اسے ڈھونڈ لیا تھا مظہر۔ سنا تم نے؟ میں نے حازم کو ڈھونڈ لیا تھا۔ اگر میں اسے عالم کے

سامنے لے جاتا تو اندازہ کرو کہ عالم مجھے کہاں تک نواز دیتا۔ مگر مجھے یاد تھا کہ وہ میرا خون ہے۔ میں سب کے لئے بے حس ہوا تھا، لیکن حازم کے لئے کبھی نہیں۔ یاد رکھنا وہ کل بھی میرا تھا، آج بھی میرا ہے۔"

مظہر طیش سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے کھڑے شخص کو توپ سے اڑا دیں۔

"تو؟ اسے بچا کر کوئی احسان کیا تھا؟ کیا جتا رہے ہو؟ تم یاد رکھنا۔ "انہوں نے انگشت شہادت اس کی طرف اٹھائی۔ "وہ صرف ناجیہ کا حازم تھا اور اب ماہ گل کا بیٹا ہے۔ ان دونوں سے پہلے کوئی ہے اور نہ ان کے بعد کوئی ہے۔ تم کل بھی اس کے لئے خاک تھے اور آج بھی خاک ہو۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

وہ گرجے تھے۔ التمش لب بھینچے انہیں دیکھتا رہا پھر جانے کے لئے مڑ گیا۔ مظہر تھکے تھکے انداز میں صوفے پر گر گئے۔ احمر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، میرال تیزی سے اس کے پیچھے لپکی۔ ماہ گل کی دبی دبی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ ابرش نے نرمی سے انہیں خود سے لگا لیا۔

"مامی جان بس کریں۔ کیا حالت بنالی ہے آپ نے؟ اسے تھوڑا ٹائم تو دیں۔ "وہ بھیگی آواز میں بولی۔

"سالوں پہلے جب وہ آیا تھا تب بھی ایسا ہی تھا۔ اکھڑ، بدمزاج اور غصیلا۔ جب خاموش ہوتا تو لگتا کہ اب کبھی نہیں بولے گا۔ بولنے پر آتا تو بات بات پر چیختا تھا۔ وہ راتوں کو اس قدر برے طریقے سے دہشت زدہ ہو جاتا تھا کہ اسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ یہ ایمنیژیا اتنا آسان نہیں تھا۔ تب وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے ساتھ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ دل کو کیا ہیے؟ روح کا کیا مرہم ہے۔ وہ لاعلم تھا۔ لیکن اب جانتا ہے۔ سولہ سال بعد ہم وہیں آ کھڑے ہوئے جہاں سے ہم نے شروع کیا تھا۔ سات سال لگے تھے اسے نارمل ہونے میں۔ لیکن اب درمیان کا سارا عرصہ بھاپ بن کر اڑ گیا ہے۔ ہماری ریاضت خاک ہو گئی گل۔"

مظہر صوفے سے سر ٹکائے آنکھیں موندے بولتے چلے گئے۔ ماہ گل ویسے ہی سسکتی رہیں۔ آخری بات پر ان کا دل جیسے پھٹنے پر آ گیا۔ ابرش نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔

"ایسے مت کہیں ماموں۔ وہ آ جائے گا۔ آپ کیوں ناامید ہو رہے ہیں؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"آپ نے نہیں دیکھا تھا برش۔ وہ منظر جب ناجیہ کے گھر میں ہر طرف خون پھیلا تھا۔ آپ نے وہاں سے آنے والے حازم کو بھی نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا تھا اور میں جانتا ہوں کہ وہاں جو بھی ہوا تھا بدترین ہوا تھا۔"

ابرش انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ پھر سر جھٹک کر ماہ گل کی طرف متوجہ ہوئی۔

"بس مامی جان۔ اب آپ نہیں روئیں گی۔ دس بارہ دن گزر جانے دیں۔ اس کے اندر کا فشار ٹھنڈا ہو جائے پھر میں اس سے ملنے جاؤں گی۔ وہ آجائے گا۔ وہ آپ سے ناراض نہیں ہے۔ وہ خود سے ناراض ہے۔ میں اسے جانتی ہوں۔ بس تھوڑا ٹائم دیں۔ "اس کے لہجے میں نرم سی خفگی تھی۔

"تم۔ تم اسے لے آؤ گی؟ "سب بھول کر ان کا دماغ اسی بات اٹک گیا۔

"وہ بھی تو مجھے لے آیا تھا۔ "وہ اذیت سے مسکرائی تھی۔

شامِ غم ابھی طویل ہونی تھی۔

****

میرال نے آہستگی سے کمرے کا دروازہ دھکیلا۔ اندر مکمل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا۔ بیڈ احمر جو گرز سمیت چہرے پر تکیہ رکھے دراز تھا۔ لائٹ جلنے پر تکیہ ہٹایا اور اٹھ بیٹھا۔ میرال قدم قدم چلتے آگے آئے اور بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی۔ وہ خاموشی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تھک گئے ہیں؟ "اس نے نرمی سے پوچھا۔

احمر نے انگلیوں سے آنکھیں مسلتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"ڈر گیا ہوں۔"

میرال اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کس بات سے؟ "آنکھیں اسی پر مرکوز کئے وہ دھیرے سے بولی۔ احمر نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اگر میں نے اسے کھو دیا تو؟ یہ زیاں بہت بڑا ہو گا میرال۔ "اس کا لہجہ زخمی سا تھا۔ چہرے پر تکان تھی۔ میرال چند پل خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"میری حازم بھائی سے محبت کرنا مجبوری تھی کیونکہ میں یہی جانتی تھی کہ میں ان کی بہن ہوں۔ آپ نے کیسے اتنی بے لوث ہو کر محبت کر لی؟"

احمر نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے نہیں پتہ۔ میں بس اپنی محبت کی شدت جانتا ہوں۔"

"آریان ہے نا ان کے پاس۔ آپ کیوں فکر کر رہے ہیں۔ انہیں تھوڑا ٹائم تو دیں۔"

احمر نے شکستگی سے پیشانی رگڑی پھر گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"تم آرام کرو۔ کافی ٹائم ہو گیا ہے۔"

میرال نے اس کے کندھے سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آپ کا تھک جانا ہم افورڈ نہیں کر سکتے بھائی۔ آپ کو انہیں واپس لانا ہے۔"

"یہ مشکل ہے میرال۔ بہت مشکل ہے۔ اب وہ دس سال کا بچہ نہیں ہے جسے میں بہلا سکوں۔ وہ مجھے دیکھنے کا روادار بھی نہیں ہو گا۔"

میرال ناراضی سے اس سے علیحدہ ہوئی۔ آنکھوں میں خفگی امڈ آئی۔

"فار گاڈ سیک بھائی۔ اتنا تو آپ کو ان پر بھروسہ رکھنا چاہئے نا۔ وہ آپ سے کیوں ناراض ہوں گے؟ ان کے ساتھ جو بھی ہوا، انہیں وہی اذیت دے رہا ہے۔ وہ ہم سے متنفر نہیں ہیں۔ اتنا نیگیٹو نہ سوچیں اور نہ ہی مجھے ڈرائیں۔"

احمر تکان سے مسکرایا اور سر کو خم دیا۔

****

لاؤنج میں کرنل عاصم ایک فائل کے صفحے الٹ رہے تھے۔ ساتھ ساتھ کچھ انڈر لائن بھی کر رہے تھے۔ شیشے کی میز پر کئی کاغذات بکھرے تھے۔

آریان نے بھاپ اڑاتا قہوے کا کپ ان کے سامنے رکھا اور ان کے مقابل بیٹھ گیا۔

"ثبوت تو ٹھیک ہیں لیکن ابھی بھی کیو جی کے بارے میں انفارمیشن نہیں ملی۔ "انہوں نے کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"جی سر۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ حازم کو وہ دیکھ چکے ہیں اور میں ان کے شک کی زد میں ہوں۔ سو اب ہمیں انہیں چالیں بدل کر گھیرنا ہو گا۔ کیا وہ انڈر گراؤنڈ ہو گئے ہیں؟"

عاصم نے سر کو خم دیا۔

"ہاں۔ ہم انہیں ڈھونڈ رہے ہیں لیکن تم اب اپنی سرگرمیاں روک دو۔ ان کے آفس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الحال تین، چار دن گھر پر ہی رہو۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی میں حازم کے ساتھ یہیں ہوں۔ "اس کی نگاہیں بند دروازے پر جمی تھیں۔

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"وہ کیسا ہے؟ "عاصم نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"جیسا پہلے تھا۔ سالوں کی آگ چند دنوں میں بجھ نہیں سکتی۔"

"کیا اس نے میرے بارے میں پوچھا؟ یا کوئی بات کی؟"

آریان نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"وہ اس کنڈیشن میں نہیں ہے سر کہ آرمی کے بارے میں کچھ سوچ سکے۔"

کرنل عاصم سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وہ میرا۔۔" تھوک نگلا۔ "بھتیجا ہے۔"

آریان کو جھٹکا لگا۔ بے یقینی سے چند لمحے وہ انہیں دیکھتا رہا۔

"یعنی آپ التمش کے بھائی ہیں؟"

عاصم نے سر کو خم دیا۔

"کیا التمش آپ کے بارے میں جانتا ہے؟"

"نہیں۔ وہ کچھ نہیں جانتا۔ یہ کہ میں کرنل ہوں اور نہ ہی یہ کہ اس مشن کا حصہ ہوں۔ ہمیں ملے بھی سولہ سال ہو چکے ہیں۔ شائد وہ تو یہ بھی نہیں جانتا ہو گا کہ میں زندہ بھی ہوں یا نہیں۔" ان کا انداز تلخ تھا۔

آریان چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔

"سر ہمیں کیو جی کے بارے میں معلومات چاہیں کہ وہ کہاں ہے، رائٹ؟ یہ ہمیں التمش ہی بتا سکتا ہے۔ کیوں نہ آپ اس سے اگلوا لیں؟"

عاصم نے چونک کر اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے لگتا ہے آریان کہ سلطان التمش اور حازم کے بارے میں جانتا ہے۔ وہ کبھی بھی التمش کو اتنا کھلے عام نہیں گھومنے دے گا کہ ہم اس سے کچھ اگلوا لیں۔"

"التمش کو قابو کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے سر۔" آریان کا لہجہ گھمبیر تھا۔

عاصم نے سوالیہ ابرو چکائی۔

"ہمیں حازم کو استعمال کرنا ہو گا۔"

"بالکل بھی نہیں آریان۔ میں اسے کسی نئی جہنم میں نہیں دھکیلوں گا۔ "وہ سختی سے بولے۔

"سر ٹرائے ٹو انڈر سٹینڈ۔ حازم کے ذریعے ہم التمش سے بہت کچھ اگلوا لیں گے اور مزید وہ خود بھی اپنے باپ سے ملنا چاہے گا، تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

عاصم خاموشی سے لب دبائے کچھ سوچتے رہے پھر گہری سانس لی۔

"ہمارے پاس تین ہفتے رہ گئے ہیں آریان۔ اکتوبر کے دوسرے ہفتے ہمیں سلطان، عالم اور التمش تینوں کو پیش کرنا ہے۔ ثبوت ہیں بس اب انہیں گرفتار کرنا ہے۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے، ہمیں بالکل محتاط رہ کر ان کی طرف گرد گھیرا تنگ کرنا ہے۔ ایک ہفتہ اپنی سرگرمیاں روک دو۔ تب تک میں نے نگاہ رکھی ہوئی ہے۔ ضرورت محسوس ہوئی تو التمش سے بھی مل لیں گے۔"

"آپ التمش سے کیسے ملیں گے؟ وہ تو انڈر گراؤنڈ ہے۔"

وہ مبہم سا مسکرائے۔

"اس نے ساری زندگی صرف ایک انسان سے محبت کی ہے۔ وہی اس کے لئے گھیرا تنگ کرے گا۔ بس مجھے کچھ دن دو، وہ میری نظروں میں آجائے گا۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آریان بھی ساتھ ہی اٹھا تھا۔

"اپنا اور حازم کا خیال رکھنا۔ کچھ پتہ چلا تو میں پیغام بھیج دوں گا۔ "وہ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"آپ اس سے نہیں ملیں گے؟" آریان نے پیچھے سے پکارا۔

عاصم کے قدم زنجیر ہوئے۔ آنکھوں میں کرب ابھرا۔ وہ آہستگی سے پلٹے۔

"وہ میرا بہت جینئس اور بہادر بیٹا تھا آریان۔ماں اور بہن پر جان چھڑکنے والا۔میں اسے ایسے نہیں دیکھ سکتا۔جب اسٹیبل ہو گا تب مل لوں گا۔"

آریان دکھ سے انہیں جاتے دیکھتا رہا۔

****

اندھیرہ ابہت گہرا تھا۔اس قدر دبیز کہ اسے لگا،وہ زندہ کسی قبر میں اتار دیا گیا ہے۔

"تم مجھے بچانے نہیں آئے نا۔ "گیلی اور زخمی آواز گونجی۔

وہ کرنٹ کھا کر پلٹا۔اس سے کچھ فاصلے پر وہ سفید لباس والی لڑکی کھڑی تھی۔روشنی صرف اس کے اوپر تھی،یوں جیسے اسے سپاٹ لائٹ سے فوکس کیا ہو۔بے داغ دوپٹہ ہوا میں لہرا رہا تھا۔البتہ ہاتھوں پر خون لگا تھا۔لمبے بال ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے۔

"میں نے تمہارا انتظار کیا اور تم ہی نہیں آئے۔ "اس کی آواز غراہٹ زدہ سی تھی۔آنکھوں میں وہ محبت اور نرمی نہیں تھی جو وہ دس سال خود کے لئے دیکھی تھی۔اس پر عجیب سا خوف طاری ہو رہا تھا۔وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

"یہ تو عیش کرتا رہا عروش۔تڑپ تو ہم دونوں رہی تھیں۔"

کاٹ دار آواز پر اس کا سانس رکنے لگا۔عروش کے پہلو اس کی ماں آ کھڑی ہوئیں۔وہ تنفر سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"ماں نہیں۔۔"اس نے خشک حلق کے ساتھ کہنا چاہا،تاویل دینی چاہی۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی حازم۔کبھی نہیں۔ "وہ چیخنے لگیں۔اسے لگا کہ کوئی اس کی جان نکال رہا تھا۔سانس بھاری ہونے لگا۔

"ساری زندگی تمہارا ساتھ دیا حیدر۔ہر جگہ،ہر لمحہ۔ اور تم نے مجھے یہ صلہ دیا۔ "عروش تنفر سے کہہ رہی تھی۔اس نے بد دقت نفی میں سر ہلایا۔آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔

"ماں میری بات سنیں۔ "اس کی آواز لڑکھڑائی۔

"مت کہو مجھے ماں۔ نفرت ہے مجھے تم سے۔ "ہیزل آنکھوں میں سفاکیت تھی۔

اس کی روح کسی نے کانٹوں پر گھسیٹی تھی۔

"حازم۔ "اندھیرے میں نرم سی آواز ابھری۔

مگر وہ متوجہ نہیں تھا۔ وہ بس رکتے ہوئے سانس اور سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا، جسے اس سے نفرت تھی۔ ناجیہ کو حازم سے نفرت تھی۔

"تم بدترین بھائی اور گھٹیا بیٹے ہو حازم۔ اور کچھ نہیں۔ "وہ دونوں اسے تنفر سے گھور رہی تھیں۔ ہو بہو ایک جیسی ہیزل آنکھوں میں ایک جیسا ہی تاثر تھا۔

"حازم۔ "آواز پھر ابھری تھی۔

اس کا سانس حقیقتاً رک رہا تھا۔ بدقت اس نے قدم ان کی طرف اٹھائے۔ ان دونوں کا ہیولہ مدھم ہو رہا تھا۔ وہ غائب ہو رہی تھیں وہ لڑکھڑا کر ان کی طرف بڑھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ماں۔ نہیں۔ رک جائیں۔ پلیز۔"

ایک جھٹکے سے دونوں غائب ہو گئیں۔ وہ تنہا رہ گیا۔

"ماں۔"

وہ کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ گہرے گہرے سانس لیتا پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ ٹھنڈے ہو رہے تھے اور ناخن سفید پڑ رہے تھے۔ ہونٹ جامنی ہو رہے تھے۔

"حازم کیا ہوا ہے یار؟ ادھر دیکھو میری طرف۔ "اس کے سامنے بیٹھا آریان پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پچھلے دو ہفتوں سے وہ اسی طرح برے خوابوں سے اٹھ جاتا تھا مگر ایسی بری حالت اس کی پہلی دفعہ ہوئی تھی۔ پانی کے دو گھونٹ پی کر اس نے گلاس سائیڈ پر کر دیا۔ سانس ابھی تک ناہموار تھا۔

"حازم اٹس اوکے۔ سب ٹھیک ہے۔ "آریان نے اس کے ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔ اس نے بدقت نفی میں سر ہلایا۔ بھوری آنکھوں میں خوف تھا۔

"ماں۔۔ مجھ سے ناراض ہیں۔ "اس کی آواز لرز رہی تھی اور لہجہ لڑکھڑا رہا تھا۔

"وہ ناراض نہیں ہے۔ وہ اپنے بیٹے سے کیسے ناراض ہو سکتی ہیں؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں۔۔ انہیں بچانے نہیں آیا تھا۔"

"تب تم چھوٹے تھے حازم۔ ایسا کیوں سوچ رہے ہو؟ وہ تم سے ناراض نہیں ہیں۔ ٹیک اٹ ایزی۔"

اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔ وہ کچھ نہیں کہہ پا رہا تھا۔ وہ کچھ نہیں سمجھا پا رہا تھا۔ آریان اس کی تیز چلتی نبض محسوس کر سکتا تھا۔ اس کا سانس نارمل نہیں ہو رہا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کیا یہ tachycardia تھا؟

آریان نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ اسے سفید پڑتے چہرے پر وحشت تھی۔

"حازم کام ڈاؤن۔ بس کر دو پلیز۔ خود کو مار دو گے کیا؟ "اس کے لہجے میں تڑپ تھی، درد تھا۔

"مرنا ہوتا تو دو ہفتے پہلے مر چکا ہوتا۔ بہت ڈھیٹ ہوں۔ سالوں پہلے بھی بچ گیا تھا، اب بھی بچ گیا ہوں۔ "اس کے لڑکھڑاتے لہجے میں دھیمی سی آنچ تھی۔

"تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا؟ "آریان نے بے بسی سے پوچھا۔ حازم نے شکستگی سے اسے دیکھا۔

"تم جانتے ہو ماں نے کیا کہا؟ ماں مجھ سے نفرت کرتی ہیں آریان۔ "اس کی آواز کانپی۔ دل سے خون رسنے لگا۔

"عروش نے کہا کہ میں گھٹیا بیٹا ہوں۔ میں انہیں بچا نہیں سکا آر۔" اس نے کتنے دنوں بعد اسے ' آر ' کہا تھا۔ آریان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔ تکلیف اور درد سے زیادہ یہ گلٹ تھا جو اسے اندر ہی اندر کھا رہا تھا۔ وہ اپنی ماں اور بہن کا محافظ تھا اور انہیں نہیں بچا سکا۔ آریان نے اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ تھامے۔

"تم لاعلم تھے حازم۔ تم انسان تھے، خدا نہیں تھے۔ وہ تم سے نفرت نہیں کرتیں۔ یہ تمہارا خوف ہے جو تمہارا خواب بن جاتا ہے۔ وہ تم سے کیسے نفرت کر سکتی ہیں؟ تم ان کی جان ہو۔"

"میرا بیٹا میری جان ہے۔ حازم جیسا کوئی بھی نہیں۔"

"ابرش بھی نہیں؟"

"میرے بیٹے جیسا کوئی بھی نہیں۔"

"وہ اپنے بیٹے سے ناراض نہیں ہو سکتیں۔ ہو ہی نہیں سکتیں۔"

"سوری ماں۔ آپ کو میری ہِٹ کی وجہ سے بال لگ گئی۔ آئی ایم رئیلی سوری۔ "وہ سر جھکائے رو رہا تھا۔

"اٹس اوکے بیٹا۔ کھیل میں لگ ہی جاتی ہے نا۔ ایسے مت روؤ۔ مجھے چوٹ نہیں لگی بیٹا۔"

"مگر آپ کو درد ہو رہا ہے۔"

ناجیہ نے لمحے کے لئے رک کر بھوری آنکھوں میں چھائی اذیت دیکھی پھر اسے خود سے لگا لیا۔

"نہیں حازم۔ مجھے بالکل درد نہیں ہو رہا۔ "انہوں نے اس کی پیشانی چومی۔ ان کے پاس ان کا بیٹا تھا۔ رضا کی کس کو پروا تھی؟

"ان کے لئے تم سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا، کچھ نہیں تھا۔"

"تمہیں جو کرنا ہے میرے ساتھ کرو۔ حازم کو چھوڑ دو۔ اسے جانے دو۔ وہ بچہ ہے۔"

چیخ۔ فائر۔ خاموشی۔ اندھیرا۔

"تمہیں اگر سب یاد ہوتا تو تب بھی وہ یہی چاہتیں کہ تم اپنی زندگی نہ تباہ کرو اور اب جب تم بالکل لاعلم تھے تو وہ کیسے ناراض ہو سکتی ہیں۔ سوچو۔ تم نے دس سال ان کے ساتھ گزارے ہیں، کیا وہ تم سے نفرت کر سکتی ہیں؟"

حازم خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

"انہیں صرف ایک چیز تکلیف دے گی کہ ان کا بیٹا اپنی زندگی تباہ کر رہا ہے۔ "اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آریان نے وہی الفاظ دہرا دیئے جو سات سال قبل حازم نے اس کی بکھری ذات جوڑتے ہوئے ادا کئے تھے۔

اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ تنفس دھیرے دھیرے ہموار ہو رہا تھا۔

"چھ سال قبل اگر تم نہ ہوتے حازم تو میں خودکشی کر لیتا۔ لیکن تم نے میری ذات کے ٹکڑوں کو جوڑا تھا۔ مجھے اپ لفٹ کیا تھا۔ سو اب میں تمہیں اب کسی اندھی کھائی میں اکیلے اترنے نہیں دے سکتا۔ کبھی بھی نہیں۔"

اس نے نرمی سے اس کے گرد بازو لپیٹ کر اسے خود سے لگا لیا۔ حازم مزاحمت نہیں کر سکا۔ اسے خود سے دور نہیں کر سکا۔ آریان اس کے تیزی سے دھڑکتے دل کو محسوس کر سکتا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں حازم۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ اب کچھ نہیں ہو گا۔"

"ماں۔ "وہ سسکا تھا۔ دل پھر کرچی کرچی ہوا تھا۔ روح پھر زخم زخم ہوئی تھی۔ ہر دفعہ اذیت سوا ہوتی تھی۔

آریان نہیں جانتا تھا کہ اس کی تسلی جھوٹی تھی۔ الفاظ خالی تھے۔ وعدہ کھوکھلا تھا۔

ابھی بہت کچھ ہونا باقی تھا!

****

سورج ابھی پوری طرح طلوع نہیں ہوا اس لئے آسمان ابھی جامنی سا تھا۔ درخت اور پودے ٹھنڈی ہوا میں ہلکے ہلکے جھوم رہے تھے۔ لان پر چھایا پر سکون سا ماحول اعصاب کو پر سکون کر رہا تھا۔ ابرش نے آہستگی سے کرسی کھینچ کر بیٹھی اور موبائل میز پر رکھ دیا۔ سر پر دوپٹہ لپیٹے وہ صبح کے اذکار پڑھ رہی تھی۔ اداسی سے سر اٹھا کر نیلے ہوتے آسمان کو دیکھا۔ وجود پر تھکن چھائی ہوئی تھی۔

"یہ میرا اسٹائل ہے۔"

اس نے گردن گھما کر ساتھ رکھی خالی کرسی کو دیکھا۔ یہیں کافی پیتے ہوئے اس نے اترتی شام میں حازم کو اپنی زندگی کی کہانی سنائی تھی۔

موبائل کی میسج ٹون بجی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا۔ آریان نے وائس نوٹ بھیجا تھا۔ گہری سانس لے کر اس نے پلے کیا۔

"وہ ٹھیک ہے ابرش۔ رات کو تھوڑا ڈسٹرب تھا۔ باقی ایوری تھنگ از فائن ناؤ۔ آپ آئیں گی آج؟ "آریان کی آواز تھکی ہوئی سی تھی۔ ابرش نے لب کاٹتے ہوئے آڈیو سنا پھر 'جی آؤں گی ان شاءاللہ' لکھ کر بھیج دیا۔

آخر کیا دیکھا تھا اس نے جو اسے اس طرح ڈیمج کر رہا ہے؟ اس نے تھک کر کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

خدا جو بھی کرتا ہے، بہترین کرتا ہے۔ وہ ایمان لے آئی تھی۔ اسے یقین آ گیا تھا۔ اگر آج جوزہرہ زندہ ہوتیں تو کیا یہ برداشت کر پاتیں؟ لاحاصل انتظار کے بعد بہن کا مر جانا اور پھر حازم کی بدترین ہوتی ذہنی حالت۔ ایک آنسو ٹوٹ کر کنپٹی پر بہہ گیا۔ ذہن کہیں بہت پیچھے چلا گیا۔ کوئی غیر مبہم سا منظر مبہم ہوا۔

"آبی بس بھی کر دو۔ اور کتنا خوار کرواؤ گی مجھے؟"

اس کے پیچھے خفا سی آواز ابھری۔ وہ جو تیز تیز چل رہی تھی، جھٹکے سے مڑی اور پیچھے آتے حازم سے ٹکرا گئی۔ آنکھوں کے آگے تارے ناچ گئے۔

"سر توڑ دیا میرا۔ کیا شے ہو تم؟ "اس نے بے اختیار سر مسلا۔ دماغ گھوم گیا تھا۔

پنجوں کے بل بیٹھ کر بکھرے شاپنگ بیگز اکھٹے کرتے ہوئے حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بھی خفگی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"جی بالکل۔ میرا جو اتنی خوفناک شے کے ساتھ تصادم ہوا ہے، مجھے تو کوئی فرق ہی نہیں پڑا نا۔"

ابرش نے جھک کر بیگ اٹھاتے ہوئے کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"زیادہ طنز نہ کرو اور چلو۔ ڈنر کا ٹائم ہو رہا ہے۔ مامی جان ویٹ کر رہی ہوں گی۔"

"اور یہاں جو مامی جان کا بیٹا آدھا ہو رہا ہے، اس کی کوئی ٹینشن نہیں ہے نا؟"

"ہم پہلی دفعہ ایک ساتھ شاپنگ پر آئے ہیں اور تم ایسے بی ہیو کر رہے ہو جیسے میں روز تمہیں یہاں لے آتی ہوں۔ "
ابرش نے تحمل سے کہا ورنہ دل کر رہا تھا کہ اسے چھوڑ کر خود ہی نکل جائے۔ وہ زچ ہی اتنا کر رہا تھا۔

"پہلا تجربہ ہی مجھے سکھا رہا ہے کہ دوبارہ کبھی نہیں آنا۔ "وہ بھی اتنا ہی خفا تھا۔

"حازم۔ "وہ جھنجھلا کر اس کی طرف پلٹی۔ حازم نے بمشکل بریک لگائے ورنہ پھر تصادم ہو جانا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب اگر تم نے مجھے تنگ کیا نا تو میں مامی جان کو بتا دوں گی۔ "اس نے جیسے دھمکایا۔

"تم شادی کے بعد بھی اس طرح شکایات لگاؤ گی؟ "بہت ہی معصوم سا لہجہ تھا۔

"حازم۔ "ابرش نے پاؤں پٹخا۔

"اوکے اوکے فائن۔ تم کرو جو کرنا ہے۔ "اس نے صلح جو انداز میں کہا۔ ابرش سر جھٹکتی تیز تیز چلتی سینڈلز شاپ میں داخل ہو گئی۔

"بس اللہ آج مجھے کنگھال ہونے سے بچالے۔ "اس کی بڑبڑاہٹ اتنی اونچی تھی کہ ابرش نے سن لی۔ اس نے نظر انداز کر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہا ہے۔

جب ابرش نے تیسرا ہائی ہیلز کا جوڑا پیک کروایا تو حازم سے رہا نہ گیا۔

"تم نے اتنی ہیلز کیا کرنی ہیں؟ "اس نے جھک کر دبی دبی آواز میں پوچھا۔

"تمہارے سر۔۔ "ابرش اچانک لبوں پر آنے والا جملہ بمشکل روک پائی۔ مگر آگے بھی حازم تھا۔

"میرے سر پر مارنی ہیں؟ "اس نے بوجھ لیا۔

"نہیں۔ "اس نے دانت پیسے۔ "دو پیروں میں اور دو ہاتھوں میں پہننی ہیں۔"

"اوکے۔ "اس نے نہایت سمجھ داری سے سر ہلایا۔ ابرش مسکراہٹ دباتی پلٹ گئی۔

منظر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

وہ اسے مس کر رہی تھی۔ ہر پل، ہر سیکنڈ۔ اس کی اذیت ابرش کو اپنے وجود پر گزرتی محسوس ہوتی تھی۔ وہ بے بس تھی لیکن ناامید نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اسے سمجھالے گی۔ اگر پرانا حازم لوٹا تھا تو وہ ابرش کی بات سن لے گا۔ مشکل ہو گا لیکن ہو جائے گا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ماہ گل نے میز پر کافی کا مگ رکھا تو وہ جیسے خیالوں کے دھارے سے نکلی۔

"مامی جان میں خود بنالیتی۔ آپ آرام کرتیں۔ "وہ بے اختیار شرمندہ ہوئی۔

"کوئی بات نہیں بیٹا۔ تم اس وقت کچن میں ہوتی ہو، آج نہیں تھیں تو میں نے سوچا خود بنا کر دے آؤں۔ "وہ نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔ آنکھوں میں تھکن سی تھی۔ ابرش نے یاسیت سے انہیں دیکھا۔

"آریان کا میسج آیا؟"

"جی آیا تھا۔ سب ٹھیک ہے۔ آپ خوامخواہ پریشان نہ ہوا کریں۔ "اس نے ان کا ہاتھ تھپک کر تسلی دی۔ وہ پھیکا سا مسکرائیں۔

"آج جاؤ گی؟"

ابرش نے مگ لبوں سے لگاتے ہوئے سر کو خم دیا۔

"وہ آجائے گا نا؟ "انہوں نے آس سے پوچھا تھا۔

"جی ان شاءاللہ۔ اگر نہ بھی اس نے میری بات مانی تو میں زبردستی منوالوں گی۔ ویسے اچھا خاصا ڈھیٹ ہے آپ کا بیٹا۔ یاد ہے بچپن سے عادت ہے اسے میری بات نہ ماننے کی مگر میں ہر دفعہ منوالیتی ہوں۔"

"یاد ہے۔ "ماہ گل گیلی آنکھوں کے ساتھ مسکرائیں۔

"پریشان نہ ہوں مامی جان۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ کو خود کو تیار کرنا چاہئے تھا۔ "وہ دکھ سے بولی۔

"ہمیشہ سے تیار کیا تھا آبی۔ مگر مجھے نہیں اندازہ تھا کہ یہ سب اتنا برا ہو گا۔ "وہ زخمی سے لہجے میں بولیں۔ ابرش چند لمحے انہیں دیکھتی رہی۔

"آپ اتنی محبت کیسے کر لیتی ہیں مامی جان؟ حازم سے، مجھ سے؟ "اس نے دھیرے سے پوچھا۔ ماہ گل اذیت سے مسکرائیں۔

"پہلے جب وہ آیا تھا تب میں نے اس کا بہت خیال رکھا تھا۔ اس کے ٹینٹرمز اور موڈ سوینگز کو اچھے طریقے سے سنبھالا تھا۔ صرف ناجیہ کا احسان اتارنے کے لئے جو اس نے کیا تھا۔ اس نے ہنگامی حالت میں میرے بھائی کو خون دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس طرح گھر اور بچے چھوڑ کر آجانے سے اس کے شوہر کا رویہ بدترین ہو جائے گا۔ مگر وہ پھر بھی آئی تھی۔ صرف میری التجا پر کیونکہ تب بلڈ بینک سے خون ختم ہو چکا تھا۔ اس نے میری ماں کے بیٹے کو بچایا تھا، بدلے میں، میں نے اس کے بیٹے کا خیال رکھا۔ لیکن اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں حازم پر کوئی احسان نہیں کر رہی، ناجیہ کا

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

بدلہ بھی نہیں اتار رہی۔ میں صرف اپنا فرض ادا کر رہی تھی۔ میں بھلے ہی خون کے رشتے سے ماں نہیں تھی لیکن میں اس کی ماں تھی اور یہ احساس کافی تھا۔ میں نے اس سے ویسی ہی محبت کی جیسی مجھے احمر سے تھی۔ وہ مجھے احمر جتنا ہی پیارا تھا۔ میں اس کی سگی ماں نہیں ہوں، میں نے خود کو بھلا دیا۔ وہ میرا بیٹا ہے، یہ مجھے یاد رہا۔ "ان کے چہرے پر آنسو پھسل رہے تھے۔

"وہ آجائے گا مامی جان۔ پریشان نہ ہوں۔ میں اسے جانتی ہوں، اس نے ایک ماں کو کھویا ہے، وہ آپ کو کبھی نہیں کھونا چاہے گا۔"

ماہ گل اسے دیکھتی رہیں پھر دھیرے سے بولیں۔

"تم ٹھیک ہو؟"

مگ میز پر رکھتے ہوئے اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا جسے اس نے نگل لیا۔

"میں ٹھیک ہوں مامی جان۔ ڈونٹ وری۔"

"تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتیں آبی۔"

ابرش کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس نے سختی سے رگڑ دیں۔

"تم خود سے یہ مضبوطی کا ملمع اتار سکتی ہو بیٹے۔ تمہیں ہر وقت مضبوط بننے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور اگر میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چوائس نہ ہو تو؟" اس کی آواز گیلی تھی۔

"تو تم ماں سے شئیر کر سکتی ہو۔"

ابرش خاموش رہ گئی۔ چند پلوں بعد اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ان کے زرد چہرے پر اس کے لئے صرف محبت تھی۔ اس کا دل کٹنے لگا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING FOR YOUR KITE

"ہر حادثہ ڈیمج کر دیتا ہے مامی جان۔ کچھ تکلیفوں کے زخم بھر جاتے ہیں اور کچھ کے تاعمر رستے رہتے ہیں۔ بابا کی ڈیتھ کے بعد مجھے نارمل ہونے میں بہت وقت لگ گیا۔ چار سال کا عرصہ میں نے خود فراموشی میں گزارا تھا۔ پھر میں نے خود کو امی کے لئے سنبھالنا شروع کیا۔ ان کے بوجھ بانٹنے کی کوشش کی۔ خود کو صرف ایک امید تھمائی، زندہ رہنے کے لئے صرف ایک روشنی کو تھامنا چاہا کہ ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ سب مل جائیں گے، خالہ مل جائیں گی، حازم مل جائے گا۔ اور پھر سب مل گیا لیکن خالہ نہ مل سکیں اور جس حازم کو کھویا تھا وہ بھی نہ ملا۔ میں نے صبر کر لیا کہ تہی داماں تو نہیں رہی، کچھ نہ کچھ تو پا ہی لیا ہے۔ اور پھر جب سب مل گیا تو امی چھوڑ گئیں۔"

اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ آنسو چہرے پر پھسل گئے۔

"میں رشتوں کے معاملے میں ہمیشہ بدنصیب رہی ہوں مامی جان۔ مجھے کوئی رشتہ راس نہیں آتا۔" آواز کرب میں ڈوبی تھی۔ لہجہ زخمی تھا۔

"ایسے نہیں کہتے بیٹا۔" ماہ گل نے بے اختیار اسے ٹوکا۔

"امی شکوہ کرنے پر بہت ڈانٹتی تھیں۔ مگر اب میرا دل کرتا ہے کہ چیخ چیخ کر اللہ سے شکوہ کروں کہ ایک آخری شخص بچا تھا، وہ تو میرے پاس رہنے دیتے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ ماہ گل نے محبت سے اسے خود سے لگا لیا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

"وہ آ بھی جائے تو اسے نارمل ہونے میں لمبا عرصہ لگے گا۔ میں جانتی ہوں کہ کسی اپنے کو کھونے کے بعد انسان ویسا نہیں رہتا۔ رہ ہی نہیں سکتا۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا بیٹا۔ مایوس نہیں ہوتے۔"

وہ ویسے ہی روتی رہی۔

****

التمش نے گہری سانس لی اور کار سے نکلا۔ منہدم بستی میں دوپہر کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سرمئی دروازہ کھلا تھا۔ وہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ آنکھوں میں کرب عود آیا۔ پلر کے ساتھ کھڑے عاصم نے سر کو خم دیا۔ التمش چند لمحے انہیں دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں گلابی سی نمی چمکی۔ اس نے بے اختیار آنکھیں رگڑیں۔ عاصم ایک نظر اسے دیکھ کر کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

کمرے میں پر سکون سی ٹھنڈک تھی۔ عاصم کرسی کھینچ کر بیٹھے اور ہاتھ سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ التمش نے لب کاٹتے ہوئے ارد گرد دیکھا پھر جھجھکتا ہوا بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا۔ چہرے پر غیر آرام دہ سا تاثر تھا۔ اس نے ایک نظر عاصم کو دیکھا۔ ان کا چہرہ سپاٹ تھا۔ آنکھوں میں اپنائیت کی کوئی رمق نہیں تھی۔

"تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟ "التمش نے آہستگی سے پوچھا۔

وہ دونوں سالوں بعد ملے تھے مگر دونوں طرف برف سی ٹھنڈک تھی۔

"تم مظہر کے گھر کیوں جا رہے ہو؟"لہجہ سپاٹ تھا۔

التمش خاموش رہ گیا۔

"حازم سے ملنے۔ "گہری سانس لے کر کہا۔

"وہ وہاں نہیں ہو تا فی الحال اور مظہر کسی صورت تمہیں اس سے ملنے نہیں دیں گے۔"

التمش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا تم ابھی بھی آرمی میں ہو؟"اس کی آواز میں ہلکا سا خوف تھا۔

"میں ریٹائر ہو چکا ہوں۔ میری فکر چھوڑو۔ میں یہاں تم سے ڈیل کرنے آیا ہوں۔"

التمش نے سوالیہ ابرو چکائے۔

"تم حازم سے ملنا چاہتے ہو، میں ملوا دوں گا۔ بدلے میں تمہیں میرا کام کرنا ہو گا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیسا کام؟"

"یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔فی الحال پہلے میں تمہارا کام کروں گا،اگر تم میرا کام کرنے کی حامی بھر لو تو۔"

التمش چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر سر کو خم دے دیا۔

عاصم نے گہری سانس لی۔

وہ التمش سے زبردستی نہیں اگلوا سکتے تھے۔اگر وہ اسے گرفتار کر لیتے تو سلطان چوکنا ہو جاتا۔حازم کے ذریعے سے وہ اس تک پہنچ سکتے تھے۔اب انہیں کل کا انتظار تھا۔

****

آریان سنک کے آگے کھڑا برتن دھو رہا تھا۔کانوں میں ائیر پوڈز لگے تھے۔

"نہیں یار۔ایک ہفتے کی چھٹی پر ہوں۔فی الحال تمہارے بھائی کو برداشت کر رہا ہوں۔"

دوسری طرف احمر کی بات سن کر ہنس دیا۔

"تم آفس نہیں گئے آج؟"اس نے نل بند کر کے کچن ٹاول اٹھایا۔

"چلو ٹھیک ہے۔میں انتظار کروں گا۔"

ہاتھ خشک کر کے کال ڈسکنیکٹ کی اور کچن سے نکل آیا۔لاؤنج میں بے آواز ٹی وی چل رہا تھا۔اس نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کیا۔

حازم ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑا بال برش کر رہا تھا جب آریان اندر داخل ہوا۔اس کی آنکھوں میں ستائش ابھری۔

"واہ۔انسان لگ رہے ہو۔شکر ہے کوئی ہوڈی نہیں پہن لی۔"وہ اس کی نیوی بلیو شرٹ کو دیکھتے ہوئے صوفے پر بیٹھا اور پاؤں لمبے کر کے قینچی کی صورت میں ٹیبل پر رکھے۔موبائل روشن کر لیا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے آئینے میں اس کا عکس دیکھا اور سر جھٹکتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔ خاموش نگاہیں آریان پر جمی تھیں جو اسکرولنگ کر رہا تھا۔

"آر۔ "کچھ پلوں بعد اس نے مدھم لہجے میں پکارا۔

"ہوں؟"

"تمہیں اس قدر پریشان کرنے لئے معذرت۔"

آریان کا ہاتھ پل کے لئے رکا۔ پھر اس نے سر جھٹکا۔

"پچھلے چودہ سالوں سے تنگ ہی کر رہے ہو۔ کس کس بات کے لئے معذرت کروگے؟ "اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے ہوئے بات گول کر دی۔

کچھ پلوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔ آریان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کئے نیم دراز تھا۔ چہرہ پژمردہ تھا۔ اس نے موبائل بند کر کے سائیڈ پر ڈال دیا۔

"حازم۔ تم گھر نہیں جانا چاہتے؟"

اس کے سوال پر اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ بھوری ویران آنکھوں میں درد ابھرا۔ اس نے بنا کچھ کہے پھر آنکھیں موند لیں۔

"ان کا کوئی قصور نہیں ہے حازم۔ وہ صرف تمہیں پروٹیکٹ کر رہے تھے۔ تم انہیں سزا مت دو۔"

"میں انہیں سے ناراض ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا آر۔ میں بس ان سے ملنا نہیں چاہتا۔ "وہ آنکھیں بند کئے ویسے ہی بڑبڑایا۔ اب کہ آواز میں اذیت نمایاں تھی۔ دل میں پھر درد اٹھنے لگا۔

"وجہ؟ تم نہیں جانتے کہ تمہارے اس طرح آجانے سے ان پر کیا بیتی ہے۔ خاص طور پر ماہ گل آنٹی پر۔"

حازم کے چہرے پر اذیت ابھری۔ آنکھیں کھول کر آریان کو دیکھا۔

"وہ سب ماں سے جڑے ہیں۔ وہ مجھے ہر لمحہ ماں کی یاد دلائیں گے۔" اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"تم کیوں انہیں بھولنا چاہتے ہو؟ اچھی بات ہے، انہیں یاد رکھو۔"

درد دل میں ہوا تھا۔ دل سے سارے جسم میں پھیلا تھا۔ قلب میں اٹھتی تکلیف چہرے سے عیاں ہونے لگی۔ اس نے مٹھیاں بھینچ کر آریان کو زخمی نگاہوں سے دیکھا۔

"میں صرف آخری منظر بھولنا چاہتا ہوں آر۔ اس سے پہلے مجھے کچھ یاد نہیں آتا اور اس کے بعد مجھے کچھ بھولتا نہیں۔ وہ آخری اذیت اتنی شدید ہے کہ میری برداشت ختم ہونے لگتی ہے۔" اس کی آواز میں دل کو کاٹ دینے والا درد تھا۔ لہجے میں جھلستے وجود کی آنچ تھی۔

آریان تکلیف سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ سولہ دن بعد بھی حازم سے پوچھنے کی ہمت نہیں کر سکا تھا کہ اس نے کیا دیکھا تھا۔

ڈور بیل بجی تو آریان گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ حازم نے آنکھیں پھر بند کر لیں۔ گہرے گہرے سانس لیتا وہ خود پر قابو پا رہا تھا۔

"تم کبھی مجھے تنگ کرنا بند کرو گے حیدر؟"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"بالکل نہیں۔ کیونکہ اس سے مزے کا کام کوئی نہیں ہے۔"

"دیکھ لینا ایک دن تم مجھے مس کرو گے۔"

"یہ حادثہ کبھی نہیں ہو گا۔ بھول جائیں۔"

اس کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں جنہیں اس نے سختی سے رگڑ دیا۔ اس آخری منظر کی اذیت خوابوں تک اس کا پیچھا کرتی تھی۔ وہ کیوں اس سب سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہا تھا؟ اس نے بے بسی سے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

کھلا دروازہ کسی نے بند کر دیا۔ حازم نے چونک کر سر اٹھایا اور ساکت رہ گیا۔

سیاہ عبایے میں چہرے کی گرد اسکارف لپیٹے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھتی وہ ابرش تھی۔ یاشائد عروش تھی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پایا۔ کیا وہ واقعی پاگل ہو رہا تھا؟

سانس تو ابرش کا بھی رکا تھا۔ وہ سولہ دن بعد اس سے مل رہی تھی یا سولہ سال بعد۔ وہ بھی فیصلہ نہیں کر سکی۔ وہ بے تابی سے آگے بڑھی۔ حازم ساکت، صامت اسے دیکھتا رہا۔ وہ اٹھ نہیں سکا۔ مزاحمت نہیں کر سکا۔

"حازم۔ تم ٹھیک ہو؟ "اس کا چہرہ چھوا جیسے محسوس کرنا چاہا کہ وہ موجود ہے، اس کے سامنے ہے۔ سیاہ آنکھوں میں تڑپ تھی۔ آواز بھیگی ہوئی تھی۔

وہ لمس حازم کے لئے گویا کوئی انگارہ تھا۔ وہ کرنٹ کھا کر اٹھا۔

"حازم۔ "وہ تکلیف سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

ایسے ہی، بالکل اسی تڑپ اور بے تابی سے آخری دفعہ عروش نے اس کے گال پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ لمس واقعی انگارہ تھا۔

"یہاں سے چلی جاؤ ابرش۔ "وہ گلاس ڈور کھول کر ٹیرس پر آ گیا۔ ابرش نے آنکھیں رگڑیں اور اس کے پیچھے آئی۔

"میں تمہیں لینے آئی ہوں۔"

"میں کہیں نہیں جانا چاہتا۔ "وہ لاتعلق تھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے زخم پھر سے نہیں ادھیڑنا چاہتا تھا۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا حازم۔"

اس کی گیلی آواز پر حازم نے بے اختیار اسے دیکھا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں کرب تھا۔ وہ ہمیشہ اسے رلا دیتا تھا۔

"اگر تم نے ابرش کو رلایا نا تو مجھے ماں مت کہنا۔"

وہ بے بس ہوا۔ کیوں ہر موقعے پر کوئی نہ کوئی بات یاد آ کر اس کی اذیت میں اضافہ کر دیتی تھی۔

"تم کس گناہ کی سزا دے رہے ہو سب کو؟"

"میں کوئی سزا نہیں دے رہا، ابرش۔ "وہ تھک کر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ تم یہاں تنہا اذیت کاٹو گے اور ہم سب سکون سے رہیں گے؟"

"میں صرف اکیلے رہنا چاہتا ہوں۔"

"اکیلے رہنے سے کیا ہو گا؟ تکلیف کم ہو جائے گی تو ٹھیک ہے، تم ساری زندگی تنہا گزار دو، ہم کچھ نہیں کہیں گے۔ لیکن مجھے پہلے اس بات کی شیورٹی چاہئے کہ تمہاری اذیت کم ہو جائے گی۔"
وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے گردن موڑے اس سے جیسے جرح کر رہی تھی۔ حازم خاموشی سے لان میں اترتی شام کو دیکھتا رہا۔

"تم جانتے ہو کہ وہ سب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تم پھر بھی انہیں چھوڑ آئے۔"

حازم نے گردن موڑ کر اذیت سے اسے دیکھا۔

"میرے اندر اتنا زہر بھر چکا ہے ابرش کہ اگر میں وہاں رہا تو سب میرے رویئے سے متاثر ہوں گے۔ میں خود کو نہیں سنبھال پاتا، میں اپنی اذیت کو برداشت نہیں کر پاتا۔ میں ان میں سے کسی کو بھی اپنی ذات سے تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ میرا چلے جانا بہتر ہے۔ "اس کی گیلی، بکھری آواز اتنی مدھم تھی کہ ابرش بمشکل سن پائی۔ وہ آنکھوں میں حزن کی نمی لئے اسے دیکھتی رہی۔

"ہم سب تمہیں سمجھتے ہیں حازم۔ تم یہ کیوں نہیں سمجھ رہے۔ میں نے بھی تو اپنی ماں کو کھویا ہے، میں تمہیں سمجھ سکتی ہوں۔ یقین کرو۔"

ابرش کی آواز بھیگ رہی تھی۔ حازم نے بے اختیار مٹھیاں بھینچیں۔ تنفس بھاری ہونے لگا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے اپنی ماں کو کیسے کھویا ہے۔ وہ اس اذیت سے بھی نہیں گزری تھی جس سے وہ گزرا تھا۔ وہ اسے نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ سارا منظر زبان پر نہیں لا سکتا تھا۔ صرف سوچنے سے ہی وہ پاگل ہونے لگتا تھا، بتانا تو پھر دور کی بات تھی۔

"حازم۔"

اس نے سرخ پڑتی دھندلی آنکھوں سے اسے دیکھا پھر چیئر پر آ بیٹھا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ ابرش یاسیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"حازم پلیز۔ بات سمجھو۔ میں تمہیں یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔"

وہ خاموش رہا۔

"تم چاہتے کیا ہو؟"

"مرنا چاہتا ہوں۔ مدد کرو گی؟ "اب کہ لہجہ سپاٹ تھا۔ اذیت مفقود تھی۔

"یعنی کہ مرنے والوں کے لئے مرنا چاہتے ہو مگر جو تمہیں دیکھ کر جیتے ہیں، ان کے لئے جینا نہیں چاہتے؟ "اس کا لہجہ بکھرا سا تھا۔ "میرا ابھی جینے کو دل نہیں کرتا تھا جب امی چلی گئی تھیں۔ تب تم نے کیوں مجھے امید دلائی تھی؟ پھر سے جینا کیوں سکھایا تھا؟ جب آخر میں تم نے مجھے چھوڑ ہی دینا تھا۔" وہ اذیت سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔ وہ اب سپاٹ نہیں رہ سکا۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ابرش۔۔"

"ایسے بھی کوئی وعدہ نبھاتا ہے؟ "اس نے سختی سے گال رگڑا۔ ڈوبتے سورج کی روشنی میں سلور موتیوں کا بریسلٹ چمکا۔

حازم کی نظریں اس کے بریسلٹ پر جم گئیں۔

"میں تمہارے لئے گفٹ لایا ہوں۔"

"مجھے نہیں چاہئے تمہارا گفٹ۔ جاؤ یہاں سے۔"

"آئی ایم سوری آبی۔ میں اب تمہیں کبھی نہیں تنگ کروں گا۔ پرامس۔"

وہ اپنا وعدہ نہیں نبھا سکا۔ وہ کیوں ابرش سے کئے وعدے نہیں نبھا پاتا تھا؟

"تمہیں کوئی پروا نہیں ہے تو ٹھیک ہے میں سب سے کہہ دیتی ہوں کہ تمہیں بھول جائیں۔ دیٹس فائن۔ "وہ تیزی سے کہتی اس کے قریب سے گزرنے لگی۔ حازم نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑا۔

"ابرش میری بات سنو۔"

"کیا سنوں میں؟ "وہ اس کی طرف پلٹی۔ "تمہیں پرواہی نہیں ہے۔ تمہیں مامی جان کی پروا نہیں ہے جو تمہاری فکر میں دن رات ہلکان ہوتی رہتی ہیں۔ تمہیں ماموں کی پروا نہیں جو تمہاری صورت میں اپنی بہن کو دوسری بار کھو رہے ہیں۔ تمہیں احمر اور میرال کی پروا نہیں۔ اور میں تو کسی کھاتے میں ہی نہیں ہوں۔ "کانچ سے زخمی کر دینے والی آواز میں گیلی گلابی آنکھوں سے اسے دیکھتی کہتی گئی۔ حازم نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور کرب سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے پروا ہے ابرش۔"

"تم اکیلے رہے تو پاگل ہو جاؤ گے۔ تم یہ کیوں نہیں سمجھ رہے؟"

"آریان ہے یہاں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش گہری سانس لے کر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی اور نم آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم موقع ملتے ہی آریان کو بھی ڈاج دے جاؤ گے۔"

حازم نے تھک کر اسے دیکھا۔

"ہم دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ چاہے تم اس بات کو کتنا ہی جھٹلا لو۔ تمہارے لئے مجھے چھوڑنا آسان ہو گا لیکن میں اپنے وعدے نبھاتی ہوں۔ وہی وعدہ جو میں نے تم سے کیا تھا۔

For better, for worse, in sickness, in health until death tear us apart.

جہاں تک میری استطاعت ہو گی تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گے۔ جہاں تک میری قدرت ہو گی، میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

حازم نے سر گرا دیا۔ ہار مان لی، شکست تسلیم کر لی۔ یہ تکلیف اس کی تھی۔ اسے ابرش کو اس میں نہیں گھسیٹنا تھا۔ وہ اس سے کئے وعدے نبھانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے آنسوؤں کا مداوا کرنا چاہتا تھا۔

"تم چلو گے نا؟ "ابرش نے پھر سے خوف کے تحت پوچھا تھا۔

حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آس، امید اور تڑپ دیکھی۔ سر کو دھیرے سے اثبات میں خم دیا۔

ابرش اسے دیکھتی رہ گئی۔ تکلیف تب ہو رہی تھی جب وہ نہیں مان رہا تھا۔ اذیت اب بھی ہو رہی تھی جب وہ مان گیا تھا۔

اس نے چہرے پر پھسلتے آنسوؤں کے ساتھ بنا کچھ کہے اس کا ہاتھ تھپکا۔

حازم نے شکستگی سے آنکھیں بند کر لیں۔

وہ چہرے پر پانی کے چھینٹے مار کر باتھ روم سے نکلا تو بیڈ پر ابرش اس کا بیگ تیار کر رہی تھی۔ آخری شرٹ تہہ لگا کر رکھی اور زپ چڑھا کر اسے دیکھا۔ وہ صوفے پر بیٹھا جھک کر جوگرز کے تسمے باندھ رہا تھا۔ اس نے ایک طائرانہ نظر کمرے پر ڈالی اور پھر ٹھٹک کر رکی۔ آنکھیں سکیڑے آگے آئی اور جھک کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی دوائیوں کے نام پڑھے۔ وہ اینٹی ڈپریسنٹ اور نیند کی گولیاں تھیں۔

"یہ تم کب سے لے رہے ہو؟ "مڑ کر ایک شاکی نگاہ اس پر ڈالی۔ حازم نے سر اٹھا کر دیکھا پھر اٹھ گیا۔

"جب سے ضرورت پڑی ہے۔ "ٹیبلٹ اس کے ہاتھ سے لے کر بیگ کی زپ کھول کر اندر رکھی اور جھک کر باقی بھی اٹھا کر اندر ڈال دیں۔

"احمر کے ساتھ آئی ہو؟"

لب کاٹتے ہوئے ابرش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

لاؤنج میں آریان کے سامنے بیٹھا احمر تکان سے پیشانی رگڑ رہا تھا۔ ابرش کو نکلتے دیکھ کر دونوں بے اختیار اٹھے۔ اس کے ہاتھ سیاہ بیگ تھا۔

"وہ نہیں مانا؟" احمر کے لہجے میں یاسیت تھی۔

"مان گیا ہے بھائی۔ کچھ کالز کر رہا ہے۔ "اس نے رسان سے کہا۔

احمر نے تھک کر آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ آریان نے نرمی سے اس کا کندھا تھپکا۔ ابرش دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ آنکھیں رگڑتا کمرے سے نکل رہا تھا جب احمر کو دیکھ کر پل کے لئے ٹھٹکا۔

"سلام۔ "سر کو خم دیا۔

احمر لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔ وہ صدیوں کا بیمار لگ رہا تھا۔ زرد چہرہ، آنکھوں تلے حلقے، وجود پر چھائی پژمردگی اور آنکھوں کی تھکن۔ وہ اسی گھاٹی میں اتر گیا تھا جہاں سے احمر اسے کھینچ کر واپس لایا تھا۔ ریاضت واقعی خاک ہو گئی تھی!

BEING THE STRING OF YOUR KITE

احمر بنا کچھ کہے پلٹ گیا۔ آنکھیں بار بار گیلی ہوتی تھیں جنہیں وہ رگڑ دیتا تھا۔

آریان نے گہری سانس لے کر حازم کو دیکھا پھر آگے آیا۔

"کل پلان بنائیں گے۔ فائنل اٹیک کے لئے ٹائم نہیں ہے۔ اپنا خیال رکھنا حازم پلیز۔ "آخر میں اس نے منت سے کہا تھا۔ حازم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ آریان بے اختیار اسے گلے لگا لیا۔

"کچھ بھی کرنے سے پہلے ایک دفعہ میرے بارے میں سوچ لینا۔ میں تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں، تمہارے بغیر نہیں۔ سالوں قبل تم نے مجھ سے کہا تھا اور میں مان گیا تھا۔ آج میں تم سے یہی چیز مانگ رہا ہوں۔ میری فیملی صرف تم ہو حازم۔ یاد رکھنا۔ "اس کی آواز میں کرچیاں سی تھیں۔ آنکھیں بھیگنے لگیں۔

حازم نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔اس کے پاؤں میں بہت سی بیڑیاں ڈال دی گئیں۔

****

لاؤنج میں تناؤ پھیلا تھا۔

مظہر کے سامنے کرنل عاصم اور التمش بیٹھے تھے۔دائیں طرف ماہ گل اضطرابی انداز میں انگلیاں مروڑ رہی تھیں۔میرال عاصم کی وجہ سے کمرے میں تھی۔دیوار گیر شیشے کی کھڑکیوں کے پار سیاہ ہوتا آسمان دکھائی دے رہا تھا۔یہ مغرب کے بعد کا وقت تھا۔

"معذرت عاصم۔میں یہ نہیں مان سکتا۔ "مظہر کا لہجہ بے لچک تھا

"ایک دفعہ مل لینے سے کچھ نہیں ہو گا۔آپ اتنے پوزیسو کیوں ہو رہے ہیں؟"
التمش خاموشی سے بیٹھا دونوں کو سن رہا تھا۔اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"اگر اتنا ہی پوزیسو اپنی بہن کے لئے ہوتا تو وہ آج زندہ ہوتی۔ "وہ زہر خند لہجے میں بولے۔

"میں نے ناجیہ کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ "التمش نے تحمل سے کہا۔مظہر نے استہزائیہ انداز میں اس کو دیکھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پل پل جو تم نے اسے ذہنی اذیت دی ہے،وہ تو کچھ بھی نہیں ہے نا؟"

"میں تم سے ناجیہ کی نہیں،حازم کی بات کرنے آیا ہوں۔"

"میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"ان کا لہجہ سپاٹ تھا۔

ان میں سے کسی نے التمش کو نہیں بتایا تھا کہ حازم کی یادداشت واپس آگئی ہے ورنہ وہ کبھی یہاں نہ آتا۔آج رات یہاں آنا التمش رضا قمر کی زندگی کی دوسری بڑی غلطی تھی۔پہلی فاش غلطی اس نے سولہ سال قبل کی تھی۔

اسی پل لاؤنج کا دروازہ کھلا۔سب نے بے اختیار مڑ کر دیکھا۔

احمر اور ابرش اندر داخل ہو رہے تھے۔ماہ گل سانس روکے اٹھ کھڑی ہوئیں۔احمر کا رنگ سامنے بیٹھے التمش کو دیکھ کر بری طرح اڑا تھا۔اس نے گھبرا کر باپ کو دیکھا جو ناسمجھی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

احمر اور ابرش کے پیچھے آتے حازم کو دیکھ کر مظہر کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔وہ پریشانی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

ماہ گل حازم کو دیکھ کر بے قراری سے اس کی طرف بڑھیں۔انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ بمشکل مسکرایا۔سانس اندر ہی اندر رک رہا تھا۔ماہ گل نے اس کی پیشانی چوم کر اسے گلے لگا لیا تھا۔حازم رضا کو ایک دفعہ پھر اپنی روح جھلستی محسوس ہوئی۔ایک ایسا ہی وقت تھا جب اس کے گھر آنے پر ناجیہ اسے گلے لگا لیتی تھیں۔

"یہ کیا حالت بنالی تم نے ہاں؟ماں پر ترس نہیں آتا کیا؟ "وہ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گیلی آواز میں کہہ رہی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں۔آپ پریشان نہ ہوں۔ "دھیمے لہجے میں ان کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔وہ انہیں' ماں 'نہیں کہہ سکا۔ ماں ناجیہ تھیں۔اس نے اتنا عرصہ یہ کیسے کیا تھا؟دل الٹی برچھی سے زخمی ہو رہا تھا۔

ماہ گل اب ابرش کو گلے لگا کر روتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کر رہی تھیں۔وہ آگے سے خفا ہو رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

گہری سانس کھینچتے حازم کی نظر عاصم کے دائیں جانب کھڑے شخص پر پڑی جو بے قرار نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

حازم حیدر رضا کا وجود زلزلوں کی زد میں آگیا تھا۔اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔

یہ یہاں کیسے؟

"بابا نے کچھ نہیں کیا حیدر۔یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

وہ گیلا اور ہارا ہوا لہجہ اس کی سماعتوں میں گونجا تو اسے لگا کہ اس کا دماغ پھٹنے والا ہے۔

"حازم۔ "التمش بے قراری سے اس کے قریب آیا۔

"رضا ایسا نہیں کر سکتا۔"

بھوری ویران آنکھوں میں خون اترنے لگا۔ پیشانی کی رگیں تن گئیں۔ حازم نے دونوں ہاتھوں سے اس کا سر پکڑا اور دیوار پر دے مارا۔

"حازم نہیں۔"

اس پر جیسے کوئی جنون سوار ہو گیا تھا۔ وہ پے در پے اس کا سر دیوار پر مار رہا تھا لیکن لرزتے ہاتھوں میں اتنی طاقت نہ تھی۔ عاصم اور احمر نے بد دقت دونوں کو الگ کیا۔ ماہ گل اور ابرش سن کھڑی بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"حازم کیا کر رہے ہو؟ پاگل ہو گئے ہو؟ "احمر نے جیسے اسے جھنجھوڑا تھا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ جسم کانپ رہا تھا۔ چہرہ سفید اور ہونٹ بے رنگ ہو رہے تھے۔ آنکھوں میں وحشت تھی، خوف تھا۔

"اس نے۔۔ "اس کی آواز غراہٹ زدہ سی تھی۔ "اس نے میری بہن۔۔ کو بیچ۔۔ دیا۔ "سانسیں اتھل پتھل ہو رہی تھیں۔

ان سب پر ساتوں آسمان ٹوٹے تھے۔ گردن سے خون صاف کرتا التمش سن رہ گیا۔

"یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو حازم؟ "مظہر کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"وہ۔۔ وہ آئے تھے۔ "خود کو چھڑاتا پیچھے ہٹا۔ آنکھوں کے آگے بار بار اندھیرا چھا رہا تھا۔ سینے میں عجیب سی جکڑن ہو رہی تھی۔

"وہ عروش کو۔۔ لینے آئے تھے۔ انہوں نے ماں کو۔۔ مار دیا۔ "اس کے جملے بے ربط تھے مگر مفہوم پورے تھے اور یہ مفہوم ان کی جان نکالنے کے لئے کافی تھی۔

"حازم تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ "التمش نے تاویل دینی چاہی۔

وہ نفی میں سر ہلاتا پیچھے ہٹا۔ قدموں پر کھڑے رہنا مشکل ہو رہا تھا۔

"میرے سامنے۔۔انہوں نے۔۔ماں کو مار دیا۔"

یہ آخری جملہ تھا جو اس کے لبوں سے نکلا تھا اور اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

"حازم۔"

احمر نے بروقت اسے سنبھالا تھا۔ ابرش اور ماہ گل کے پیروں تلے زمین کھسکی تھی۔

"کیا یہ موت ہے؟ "ڈوبتے ذہن میں آخری سوال ابھرا تھا۔

زندہ رہ کر مر جانا اس کا کمال تھا۔

****

(اپنی کہانی کو یہیں روک کر ہم ماضی کے لمبے سفر پر نکلتے ہیں۔)

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

قصرِ عمر گواہی دے گا کیسے کیسے کرب سہے ہیں
کیسی کیسی رت گزری ہے ہم پر اتنے سالوں میں

تاریخ تھی ۱۲ اگست۔

ان کی زندگیوں کے قرطاس پر پھیلا سیاہ دن۔

جس نے آنکھوں سے ستارے نوچ لئے۔

کئی سانسوں کو تہی داماں کر چھوڑا۔

تین زندگیاں تباہی کی نظر ہوئیں۔

خون اور سیاہی کی ان مٹ کہانی۔

عروش نے نم بالوں میں برش پھیرتے ہوئے ہیئر بینڈ اٹھایا اور بالوں کو آگے سے جکڑتے ہوئے اپنا عکس دیکھا۔وہ خاموش سی لگ رہی تھی۔ہیزل آنکھوں میں اداسی کی ہلکی سی رمق تھی۔دوپٹہ شانوں پر پھیلاتے ہوئے اس نے مڑ کر حازم کو دیکھا جو سر جھکائے ہوم ورک کر رہا تھا۔لبوں پر خوبصورت سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

دبے قدموں آگے بڑھی اور اس کے مخصوص ہیئر اسٹائل میں جمے براؤن بالوں کو ہاتھ پھیر کر خراب کر دیا۔بال بے ترتیب ہو کر ماتھے پر بکھر گئے۔

"عرشی۔۔ "وہ روہانسا ہو گیا۔پین کا کیپ ٹھک سے بند کیا۔عروش مسکرا کر اس کے سامنے بیٹھی۔

"میں آپ سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ "اس نے خفگی سے رخ موڑ لیا۔

"اوہ اچھا۔ "وہ زیر لب مسکراتی ہوئی اٹھی اور گھوم کر پھر اس کے سامنے آ بیٹھی۔وقفے وقفے سے اس کی چوڑیاں کنکھتی تھیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب میرے بال دوبارہ سیٹ کریں۔ "استحقاق سے مطالبہ کیا۔

"مگر تم مجھے ایسے زیادہ پیارے لگتے ہو۔"

"میں ہر ہیئر اسٹائل میں اچھا لگتا ہوں۔اب جائیں۔"

"جناب کی خوش فہمی تو دیکھو۔"وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"فیکٹ ہے۔مانیں یا نہ مانیں۔ "اس نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

عروش نے ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھایا اور اس تک آئی۔

"تم نے آج خالہ کے گھر نہیں جانا تھا؟" برش اس کے بالوں میں پھیرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ اس کے سوال پر حازم کے تاثرات بگڑے تھے۔

"جانا تھا۔ لیکن خالہ نے فون نہیں اٹھایا اور ماں نے کہا کہ آج مت جاؤ۔ شائد خالہ گھر پر نہیں تھیں۔"

"مگر تم نے تو ابرش کے ساتھ اس کا چارٹ بنانا تھا۔ اب کیا کرو گے؟" عروش نے آخری دفعہ برش پھیرا۔

"پتہ نہیں۔ اگر رات کو چاچو آ گئے تو ان کے ساتھ چلا جاؤں گا۔"

"مگر وہ تو شائد پرسوں آئیں گے۔"

حازم کے چہرے کے زاویئے مزید بگڑ گئے۔ آنکھوں میں خفگی امڈ آئی۔

"چاچو کو ایک دن رکنا چاہئے تھا۔"

"ان کی اپنی لائف ہے حیدر۔ ہمیں مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ تم بابا کے ساتھ چلے جاؤ۔"

"کبھی بابا کو رات کو جلدی آتے دیکھا ہے؟"

عروش ہلکا سا ہنس دی۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ چلو پڑھو اب۔"

"واہ۔ سارا دھیان بھٹکا کر کہہ رہی ہیں کہ اب پڑھو۔" وہ بھی کھٹاک سے بولا تھا۔

"تم پر ابرش کا اثر ہو رہا ہے۔ زبان بہت چلنے لگی ہے۔" عروش نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

"چلیں آپ نے اتنا تو مانا کہ اس کی زبان بہت چلتی ہے۔ مجھ سے پوچھیں، اسے جھیلنا کتنا مشکل کام ہے۔"

"بالکل مشکل ہی ہے، اسی لئے آج تمہارا اس سے نہ ملنے پر موڈ سخت آف تھا۔" عروش نے جیسے اسے لتاڑا تھا۔

وہ گڑبڑا کر پیچھے ہوا اور بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے نوٹ بک اٹھالی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"مجھے پڑھنے دیں۔"

عروش مسکرا کر اسے دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ایک نظر اس پر ڈال کر کمرے سے نکلی۔اس کا رخ کچن کی طرف تھا۔

ڈسپنسر سے گلاس بھرتے ہوئے اس نے مڑ کر ناجیہ کو دیکھا۔ جو برتن اسٹینڈ میں لگا رہی تھیں۔

"امی مجھے میتھس کی ایکسر سائز سمجھنی تھی۔کب فری ہوں گی؟"

"عصر کے بعد ان شاءاللہ کروادوں گی۔"

اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔کچھ یاد آنے پر آنکھوں میں اداسی ابھری۔

"بابا آئیں گے آج؟"

"وہ پہلے کب اتوار کے دن آتے ہیں؟ "وہ مصروف سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی طرف پلٹیں۔

عروش لب بھینچے انہیں دیکھتی رہی۔نجانے کیوں دل بھر رہا تھا۔اسے خود پر حیرت ہو رہی تھی۔

"امی ایک سوال پوچھوں؟"

"ہوں؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

عروش نے گہری سانس بھر کر انہیں دیکھا جو اب سلاد کے لئے کھیرے کاٹ رہی تھیں۔

"آپ بھی حیدر سے مجھ سے زیادہ محبت کرتی ہیں؟"

ناجیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔اس نے نظریں چرا لیں۔

"ایسے کیوں سوچ رہی ہو بیٹا؟ "انہوں نے نرمی سے پوچھا البتہ آنکھوں میں تشویش امڈ آئی تھی۔

"بابا بھی کرتے ہیں۔سو میں نے سوچا آپ سے بھی پوچھ لوں۔ "اس کے یاسیت بھرے لہجے پر ناجیہ کے دل کو دھکا لگا۔

کل رات وہ رضا کے لئے گھر آنے پر پانی کا گلاس لائی تھی۔ جس پر اس نے دیر سے لانے پر اسے جھڑک دیا۔ حازم رضا کے ساتھ ہی بیٹھا اسے دن بھر کی ساری روداد سنا رہا تھا، جسے وہ توجہ سے سن رہا تھا۔ عروش بھی پاس ہی بیٹھ گئی تو بات بات پر اسے جھڑکتا رہا۔ اس کی آنکھوں کی نفرت اور لہجے کی کرختگی محسوس کرنا ایک تیرہ سال کی لڑکی کے لئے مشکل نہیں تھا۔

"کیا میرے کسی عمل سے تمہیں لگا عروش کہ میں تم سے محبت نہیں کرتی یا حازم سے زیادہ کرتی ہوں؟"

عروش نے لب کاٹتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"تو بیٹا ایسے نہیں سوچتے۔ میں ہوں نا تمہارے پاس۔ میرا پیار میری بیٹی کے لئے کافی تھی۔"

انہوں نے نرمی سے اس کے بالوں کو چومتے ہوئے کہا۔

" رہا حازم۔ تو وہ بچہ ہے عروش۔ میں اسے تھوڑی توجہ زیادہ دیتی ہوں تو صرف اس لئے کہ اس کا سیکھنے کا فیز ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرا ذرا سا چوکنے پر وہ غلط راہ پر لگ جائے اور اپنے باپ جیسا بن جائے۔"

"وہ نہیں بنے گا۔ "عروش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے پاس ماں کا پیار اور بھائی کا احساس تھا۔ یہ اس کے لئے کافی ہونا چاہئے۔ باپ کی محبت کا حصہ تو ہمیشہ خالی ہی رہنا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

تبھی باہر دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی تھی۔ ناجیہ کا دل نجانے کیوں بری طرح دھڑکا۔ وہ تیزی سے باہر نکلیں۔ عروش نے کھیرے کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے حیرت سے انہیں جاتے دیکھا۔

باہر حازم نے دروازہ کھولا تو چار ہٹے کٹے آدمی اسے سائیڈ پر ہٹاتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"کون ہو تم لوگ؟ "حازم دروازہ بند کر کے تیزی سے ان کی طرف آیا۔ ناجیہ نے کرنٹ کھا کر دوپٹہ سر پر ڈالا اور آگے آئیں۔

"ہم رضا کے جاننے والے ہیں۔ "

عروش حیرت سے دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔

"وہ گھر پر نہیں ہیں۔ آپ جا سکتے ہیں۔ "ناجیہ کا لہجہ کرخت تھا۔

"ہمیں رضا نے ہی بھیجا ہے۔"

عروش اور حازم نے نا سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ناجیہ کا دل بری طرح کسی منجدھار میں ڈوبا تھا۔کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے ہونے لگا۔

وہ چاروں لحیم شحیم تھے اور سرمئی شلوار قمیضوں میں ملبوس تھے۔انہوں نے عجیب طرز کے رومال باندھ رکھے تھے۔

"کیا چاہیئے تم لوگوں کو؟"

ان میں سے ایک آگے بڑھا۔اس کے دائیں ہاتھ اور گردن کے بائیں طرف اوپر تلے چار دائرے بنے تھے اور ان کے اوپر صلیب کا نشان بنا تھا۔

"میں شکرا ہوں۔رضا آج جوئے میں ہار گیا تھا۔رقم اس کے پاس نہیں تھی سو اس نے کچھ بیچا ہے۔ "اس کی آواز بھاری اور سپاٹ تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہیں جو لے کر جانا ہے لو اور یہاں سے چلے جاؤ۔"ناجیہ سختی سے بولیں۔

"ہم واقعی چلے جائیں گے اگر تم شرافت سے ہمارے حوالے وہ شے کر دو۔ " شکرا نے اپنے پیچھے کھڑے آدمی کو اشارہ کیا۔وہ دو قدم آگے آیا اور ناجیہ کو کوئی کاغذ تھمایا۔

"رضا احمد نے پچاس لاکھ کی شرط ہارنے پر اپنی بیٹی عروش رضا کو بیچ دیا ہے۔"

اس آدمی کی آواز کوئی صور تھا جو عروش کے کانوں میں پھونکا گیا۔وہ بے اختیار لڑکھڑائی۔سانس رکا تھا،موت وارد ہوئی تھی۔وہ بے دم سی ماں کو دیکھے گئی جن کے ہاتھوں سے کاغذ چھوٹ کر نیچے گرا تھا۔

حازم پریشانی سے ماں اور بہن کے متغیر ہوتے چہرے دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ ساری گفتگو اس کے سر پر سے گزر رہی تھی۔

"یہ۔۔یہ جھوٹ ہے۔ رضا ایسا نہیں کر سکتا۔ "ناجیہ کی آواز لڑکھڑائی تھی۔ گھر کے در و دیوار نے ان کا مذاق اڑایا کہ وہ سترہ سال اس کے ساتھ گزارنے کے باوجود بھی یہ کہہ سکتی ہیں۔

حازم تشویش سے عروش کے پاس آیا جو کسی لاش کی طرح سفید پڑ گئی تھی۔ ساکت، سامت۔

"عرشی۔"اس نے اس کی کہنی ہلائی۔ وہ اس کے کندھے تک آتا تھا۔

"تم رضا کے سائن دیکھ چکی ہو۔ "سپاٹ سی آواز گونجی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں عرشی۔ بابا نے کیا کیا ہے؟"

عروش خشک آنکھوں کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھے گئی۔ بس اتنا سا ساتھ تھا؟ سب ختم ہوا؟

"کچھ نہیں کیا۔۔بابا نے۔۔یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ "گیلی آواز اور ہارا ہوا لہجہ۔ وہ بھائی کو باپ کے خلاف نہ کر سکی۔ وہ اس کا اعتماد اور یقین نہ ختم کر سکی۔ وہ خود کے لئے بے حس ہو گئی تھی۔

"تم کچھ بھی لے لو۔۔سارا سامان لے لو۔۔مگر میری بیٹی کو نہ لے کر جاؤ۔۔خدا کے لئے۔"

حازم نے اپنی ماں کو ان کے سامنے گڑگڑاتے دیکھا۔ ہاتھ جوڑ کر بلکتے دیکھا۔

"جو طے ہوا ہے ہم وہی لیں گے۔ "شکرا کی آواز سپاٹ تھی۔ یہ تو اس کا روز کا کام تھا۔

"حیدر۔"

سرگوشی پر اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔ عروش کی آنکھوں میں کچھ نہیں تھا۔ ہر احساس سے خالی، ہر جذبے سے عاری۔

"وہ تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں۔۔تم بھاگ جاؤ۔ "اسے اب بھی اس کی فکر تھی، اس کی پروا تھی۔

"ایسے مت کرو۔ خدا کے لئے۔ تم کچھ بھی کہو گے میں کروں گی مگر میری بیٹی کو چھوڑ دو۔"

"بکواس بند کرو۔ مجھے غصہ دلایا نا تو بہت برا حشر کروں گا۔ "شکرا کھردرے لہجے میں بولتا پستول کی نال کو ٹھوڑی پر رگڑ رہا تھا۔

"میں آپ کو اور ماں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ "اس کا لہجہ اٹل تھا۔

"حیدر پلیز ضد نہ کرو۔"

"میں نے کہا نا۔ میں نہیں جاؤں گا۔"

زندگی میں پہلی دفعہ عروش کو اس کی ڈھٹائی پر غصہ آیا تھا۔

"چلو پکڑو لڑکی کو۔ ایک گھنٹے میں سے پندرہ منٹ پہلے ہی ضائع ہو چکے ہیں۔ "

عروش نے دہشت زدہ ہو کر ماں کو دیکھا۔ اس کا وجود سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگا۔ ناجیہ تیزی سے اس کے آگے آئیں۔ ان کی رنگت فق پڑ رہی تھی۔

"دیکھو۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ اللہ کا واسطہ ہے ایسا نہ کرو۔ میں تمہیں ہر رقم دینے کے لئے تیار ہوں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان میں سے ایک نے درشتی سے بازو پکڑے انہیں سائیڈ پر کیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے بمشکل گرنے سے بچیں۔ انہوں نے جیسے ہی عروش کو پکڑا، اسے جیسے کرنٹ لگا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔ "اس نے وحشیانہ انداز میں چیختے ہوئے تڑپ کر خود کو چھڑانا چاہا۔

"عروش۔ نہیں پلیز اسے چھوڑ دو۔"

ماں اور بہن کی چیخ و پکار حازم کے اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔ وہ خوفزدہ سا دو قدم پیچھے ہٹا۔ عروش ویسے ہی ان کی گرفت میں مچل رہی تھی۔ اس کی کلائی کی چوڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹ چکی تھیں۔ شکرا نے طیش سے عروش کے گال پر زناٹے دار تھپڑ جڑ دیا۔ لمحے بھر کو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ منہ میں خون کا ذائقہ گھل گیا۔

"ایسامت کرو۔ "ناجیہ کے دل کے ہزار ٹکڑے ہوئے تھے۔ آنکھوں سے آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے۔ ان کے سر پر ایک شخص بندوق تانے کھڑا تھا۔

حازم منجمد رہ گیا۔ کوئی جوار بھاٹا اس کے اندر پکنے لگا۔ بمشکل خود کو روکتے ہوئے وہ تیزی سے پلٹا۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ وہ دبے قدموں کمرے میں داخل ہوا۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ لرزتے ہاتھوں سے ناجیہ کا موبائل اٹھایا اور فون بک کھولی۔ دوسرا ڈائل شدہ نمبر مظہر کا تھا۔ تیسری گھنٹی پر فون اٹھالیا گیا۔

"السلام وعلیکم ناجیہ۔ کیسی ہو؟ "مظہر کی متبسم آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ حازم کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ چکی تھیں۔

"ماموں۔ پلیز جلدی آجائیں۔ "اس کا لہجہ کانپ رہا تھا۔ سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔

"حازم۔ کیا ہوا بیٹا؟ امی ٹھیک ہیں؟ "مظہر اس کی آواز پر بری طرح چونکے تھے۔

اسی پل زور سے اس سے فون کھینچا گیا۔ وہ کرنٹ کھا کر مڑا۔ قدموں سے جان نکلنے لگی۔ نثار نامی آدمی نے اسے گھورتے ہوئے کال کاٹی اور موبائل دیوار پر دے مارا۔ ایک جھٹکے سے حازم کو بازو سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے باہر لے آیا۔ اس کی گرفت بہت آہنی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

صحن میں ویسے ہی ناجیہ بلک رہی تھیں۔ نثار نے حازم کو شکرا کے سامنے کھڑا کیا۔ عروش کا دل پل کے لئے رکا۔

"سردار اس نے مظہر کو کال ملادی ہے۔"

ناجیہ نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ دو حازم کے آگے کھڑے تھے۔ ایک نے عروش کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور ایک ان کے سر پر بندوق تانے کھڑا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ تم لوگوں سے ایک بچے پر نظر نہیں رکھی گئی؟ "شکرا پوری قوت سے دھاڑا تھا۔ حازم کا دل لرز گیا۔ اس نے مٹھیاں بھینچ کر ہاتھوں کی لرزش روکنے کی کوشش کی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی کال کرنے کی؟"

اس نے ہاتھ گھما کر زناٹے دار تھپڑ حازم کے چہرے پر جڑ دیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا تھا۔

"نہیں۔ "ناجیہ تڑپ اٹھیں۔ اس کا ہونٹ پھٹ گیا تھا۔

"رک جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ۔۔ چلنے کے لئے تیار ہوں۔ اسے چھوڑ دو۔ "عروش کی بھیگی آواز نے ناجیہ کی سماعتوں میں سیسہ انڈیلا تھا۔

"نہیں۔ عروش کیا کہہ رہی ہو؟ "ان کا لہجہ لڑکھڑایا تھا۔ آنکھیں سرخ تھیں۔ لب کپکپا رہے تھے۔

حازم سن رہ گیا۔ وہ لوگ اس کی بہن کو زبردستی لینے آئے تھے۔ وہ مزاحمت کر رہی تھی۔ مگر وہ اسکے لئے جانے کو تیار ہو گئی تھی۔ اس نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"نہیں عرشی۔ پلیز ان کے ساتھ نہ جائیں۔ پلیز۔ "اس کے لہجے میں منت تھی۔ آنکھوں میں پانی بھر رہا تھا۔

عروش کا دل بری طرح ڈوبا۔

"چلو۔ لے چلو اسے گاڑی میں۔۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"رکو۔ پہلے وعدہ کرو امی اور حیدر کو چھوڑ دو گے۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ "اس کی آواز میں پنہاں درد ناجیہ کی جان نکال رہا تھا۔

"وعدہ کرتے ہیں۔ ویسے بھی ہمیں صرف تم سے سروکار ہے۔"

عروش نے لب بھینچ کر سسکیاں روکیں۔ سینے میں دبی چیخیں دفن کر دیں۔ ایک شکوہ کناں نظر آسمان پر ڈالی۔ ہیزل آنکھوں میں اتنی تڑپ تھی کہ ناجیہ کو اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا۔ انہوں نے سفید کپڑوں میں ملبوس اپنی بیٹی کو دیکھا۔ وہ ان کی جان تھی۔ غموں کی ساتھی تھی۔ رازوں کی ہم نوا تھی۔ ان کے دل کو ہمیشہ ٹھنڈک پہنچائی تھی۔ ان کے قدموں تلے جنت کمانے کے لئے وہ ان کے پیروں کی زمین بنی تھی۔ کیسے اس کے مقدر میں یہ سب لکھ دیا گیا۔

قصور صرف ایک ہی تھا۔

وہ بیٹی تھی!

"امی خدا حافظ۔ "وہ آخری الفاظ تھے۔زندہ کسی قبر میں اتارے جانے سے قبل کیا گیا الوداع۔ سب کھو دینے کی پکار۔

"عروش۔ نہیں اسے چھوڑ دو خدا کے لئے۔ "اب کہ ناجیہ چیخی تھیں۔اذیت رگوں میں اتر رہی تھی۔حازم کو اپنا آپ فنا ہوتا محسوس ہوا۔عروش اس کے قریب آ رکی۔اس نے دوپٹے سے اس کے ہونٹ سے رستا خون صاف کیا۔

"حازم۔ "بھیگی آواز سے پکارتے ہوئے اس نے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔دس سالوں میں پہلی بار اسے اس نام سے پکارا تھا جو اس کی ماں نے اسے دیا تھا۔گویا اپنا وجود اس کی زندگی سے بے دخل کر دیا تھا۔

"امی کے بعد میں نے سب سے زیادہ تم سے محبت کی ہے حازم۔میرے لئے اپنا خیال رکھنا۔وہ بننا جو میں تمہیں بنانا چاہتی تھی۔"

حازم نے تڑپ کر اس کے یخ ہوتے ہاتھ تھامے۔

"پلیز عرشی رک جائیں۔ایسا نہ کریں۔میں آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گا۔پرامس۔پلیز میرے ساتھ رہیں۔میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا عرشی پلیز۔ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔بھوری آنکھوں میں دل کو کاٹتا درد تھا۔ایک آنسو عروش کی آنکھوں سے ٹوٹ کر گرتا چلا گیا۔وہ اس کی زندگی تھا۔اس کے آنسو روح کو زخمی کرتے تھے۔

"بس کرو تم دونوں۔ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ "شکرا نے جھٹکے سے دونوں کے ہاتھ علیحدہ کئے اور عروش کو لے جانے کا اشارہ کیا۔

"نہیں۔عرشی۔۔رک جائیں۔۔پلیز۔ "حازم کو خود کو آزاد کرانے کے لئے مچلا۔اسے روکنے کے لئے تڑپا مگر نثار کی قوت مضبوط تھی۔

عروش نے آنکھیں میچے سرمئی دروازے کی دہلیز پار کر لی۔

ناجیہ کو لگا کہ ان کی روح کٹ کر الگ ہو گئی ہے۔ سانس لینے میں دقت ہونے لگی۔

"اللہ۔ "وہ لڑکھڑا کر گری تھیں۔

"ماں عرشی کو روکیں۔ پلیز ماں۔ "وہ ویسے ہی رو رہا تھا۔

شکرا ناجیہ کے سامنے آرکا۔ انہوں نے بمشکل سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سرخ آنکھوں میں وحشت تھی۔

"تمہارے بھائی کو آنے میں بیس منٹ لگیں گے۔ تب تک ہم تمہاری بیٹی سے کیا وعدہ پورا کرتے ہیں۔ "وہ خباثت سے مسکرایا۔

"اللہ۔۔ اللہ تمہیں برباد کرے۔ تم موت کے لئے تڑپو مگر تمہیں موت نہ آئے۔ "ان کی آواز پھٹ رہی تھی۔ شکرا ہنس دیا۔

"میری فکر چھوڑو۔ اپنی فکر کرو۔ جانتی ہو ہم تمہارے ساتھ کیا کریں گے؟ "وہ ہلکا سا مسکرایا۔ "ہم تمہارے اعضاء بیچیں گے اور تمہارے بیٹے کو اپنی تنظیم میں شامل کریں گے۔"

ناجیہ کے سر پر کوئی پہاڑ ٹوٹا تھا۔ آنکھوں میں بے یقینی ابھری۔ عروش نے انہیں بچانے کے لئے اپنی قربانی دی تھی۔ وہ رائیگاں جا رہی تھی۔

"دیکھو۔ تمہیں جو کرنا ہے میرے ساتھ کرو۔ لیکن حازم کو چھوڑ دو۔ اسے جانے دو۔ وہ بچہ ہے۔ "وہ ایک دفعہ پھر تڑپ اٹھیں۔ ایک دفعہ پھر ان فرعونوں کی منت کی تھی۔

شکرا کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہی بچہ ایک دن ہماری تنظیم کا لیڈر بنے گا۔ ہم بچوں کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑتے۔"

ناجیہ کا دل ڈوبنے لگا۔ سینے میں سانس اٹک رہا تھا۔ انہوں نے دھندلی پڑتی آنکھوں سے حازم کو دیکھا۔

"حازم حیدر رضا۔"

"تم یہ چاہتی ہو کہ حازم مجھ سے نفرت کرے؟"

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ وہ انسان رہے، فرعون نہ بنے۔"

شکرانا ناجیہ پر پستول تانے دو قدم پیچھے ہٹا۔ حازم نے فنا ہوتے وجود کے ساتھ یہ منظر دیکھا۔

"نہیں۔ماں۔ "وہ چیخا۔اتنی زور سے کہ اسے لگا کہ اس کی روح کے پرخچے اڑ گئے۔

"میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ وہ خدا کی حدود سے ٹکرنہ لے۔میرا بیٹا رہے۔میرا حازم رہے۔"

ناجیہ کے ارد گرد صرف سناٹا تھا۔وحشت کا سناٹا، موت کی خاموشی۔انہوں نے نیم کھلی آنکھوں سے حازم کو بلکتے دیکھا۔وہ ان تک آنے کے لئے خود کو چھڑا رہا تھا۔اس کی بھوری آنکھوں میں صرف وحشت تھی۔

"عروش میری روح ہے اور حازم میرا قلب ہے۔"

شکرانے ٹریگر پر دو دفعہ انگلی دبائی۔ناجیہ کے وجود کو جھٹکے لگے۔سینے سے خون ابلنے لگا۔حازم کے حلق سے چیخ نکلی۔ اس پل حازم حیدر رضا کا ایک حصہ وہیں مر گیا تھا۔وجود کے پرخچے اڑے تھے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اکھڑتی سانسوں اور ڈوبتے ابھرتے اندھیروں میں انہوں نے حازم کو دیکھا۔

"زین کی ماما اسے چھوڑ کر چلی گئیں۔آپ تو نہیں جائیں گی نا؟"

"میں بھلا اپنے حازم کو چھوڑ کر جا سکتی ہوں؟"

"پرامس کریں۔"

"پکا پرامس۔"

اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑی تھی۔ جسم کا روم روم کانپ اٹھا تھا۔ موت اندھیرے میں ڈھل گئی۔ روشنی غائب ہو گئی۔ بس ناجیہ کے جسم سے نکلتا خون تھا جو ہر شے پر بہہ رہا تھا۔ حازم فنا ہو رہا تھا۔

"عروش۔"

ناجیہ کے لبوں پر وہ نام تڑپ کر مچلا تھا۔ موت سیاہ پر پھیلائے ان کی طرف آنے لگی۔ جسم سے روح کا بندھن ٹوٹنے لگا۔

"حازم۔"

وہ آخری لفظ تھا۔ وہ آخری سرگوشی تھی۔ جو حازم کو کسی چیخ کی طرح متوحش کر گئی۔ وہ پکار اس کے جسم میں انگارے بھر گئی۔

جو آخری منظر ان کے سامنے تھا وہ حازم کا سفید پڑتا چہرہ تھا۔ وہ اسے چھوڑ کر جا رہی تھیں۔ وہ اپنے حازم کو تنہا چھوڑ کر جا رہی تھیں۔

سانس ٹوٹا تھا، لرزتے لب ساکت ہوئے، بند آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرتا چلا گیا۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

بند آنکھیں، زرد چہرہ، جامنی ہونٹ، سینے سے ابلتا خون، چہرے پر خشک آنسوؤں کے نشان۔

وہ منظر حازم حیدر رضا کے ٹکڑے کرتا چلا گیا۔ ایک موت ناجیہ مری تھیں اور ایک موت حازم مرا تھا۔

"ماں۔" اس کی چیخ میں اتنا درد تھا کہ اسے اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا۔ "ماں پلیز اٹھیں۔ ماں میری بات سنیں۔ مجھے دیکھیں ماں۔ ایسے نہیں کریں۔۔" وہ چیختے ہوئے انہیں پکار رہا تھا۔ درد سے جان نکل رہی تھی۔ سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔

"ماں مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں پلیز۔۔ ایسا نہ کریں ماں۔۔" وہ بے حال ہو رہا تھا جب نگاہوں میں خنجر کے پھل کی چمک الجھی۔ شکرا خنجر لئے اس کی ماں پر جھک رہا تھا۔

"نہیں۔"

ایک وحشت تھی جو اس کے وجود پر چھانے لگی۔ اس نے سختی سے آنکھیں بند کر لیں۔ اتنی قوت سے کہ اس کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ وہ اپنی ماں کی لاش کی بے حرمتی نہیں دیکھ سکا۔ جسم سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

"جلدی کرو لاش بوری میں ڈالو۔"

حازم لب بھینچے کپکپاہٹ روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھٹتے ہوئے دل کے ساتھ اس پل اس نے اپنے مر جانے کی دعا کی تھی۔ دس سال کی عمر اور انتہا کی بربادی۔ جسم کو توڑتا درد۔ اکھڑتی سانسیں۔

بمشکل اس نے آنکھیں کھولیں تو دھندلی بصارت میں دیوار پھلانگتے دو افراد کو دیکھا۔ ان دونوں نے کچھ اٹھا رکھا تھا۔ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس نے اپنی ماں کو ڈھونڈنا چاہا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ فرش پر پھیلے خون کے سوا وہاں کوئی نہیں تھا۔ زندگی تمام ہوئی.

اسی پل اس کے سر کے پچھلے حصے پر کوئی بھاری چیز ماری گئی۔ رگوں کو چیرتی اذیت خون میں اتر گئی۔ آنکھیں میچیں وہ کراہا۔ تکلیف دل کو کاٹنے لگی مگر کوئی احساس نہ تھا۔ اذیت روح میں اترنے لگی مگر محسوس نہ ہوئی۔

دوسری ضرب پہلے سے شدید تھی۔ وہ بے جان ہو کر گر گیا۔ سر سے ابلتا خون چہرے اور گردن پر بہنے لگا۔ آنکھیں نیم وا تھیں مگر کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وجود بے جان پتھر ہو رہا تھا۔ اس کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔ ذہن تاریکی میں ڈوبنے لگا۔

"حیدر آج رات تمہارے فرسٹ آنے کی خوشی میں ہم پارٹی کریں گے۔" عروش کھکھلا رہی تھی۔

"تمہیں مجھے گفٹ دینا ہو گا۔" سر پر درجن بھر کلپس لگائے ابرش خفگی سے بولی۔

"یار حازم۔ تمہارے ساتھ انسان کرکٹ نہیں دیکھ سکتا۔ دماغ ہل کر رہ جاتا ہے۔" احمر نے کجھنجھلاہٹ سے کہا۔

"زم بھائی۔" میر ال نے اسے دیکھ کر قلقاری ماری۔

"آج رات میرے پاس رک جاؤ حازم۔" زہرہ محبت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"ینگ مین تم تو کمال کے ہو۔" مظہر کی آنکھوں میں ستائش تھی۔

"تم دن بدن ڈھیٹ ہوتے جا رہے ہو۔" عاصم برہمی سے ڈانٹ رہے تھے۔

"میں اپنے بیٹے کی بات ٹال سکتا ہوں؟" رضا اسے ریمورٹ کارز دے رہا تھا۔

"مجھے ماما جان کہا کرو لڑکے۔" ماہ گل ڈپٹنے والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"زندگی صرف حازم کے وجود سے مکمل لگتی ہے۔" ناجیہ نے گیلی آنکھوں کے ساتھ اس کی پیشانی چومی۔

لبوں سے سسکاری نکلی اور نیم مردہ آنکھیں بند ہو گئیں۔

دنیا اندھیرے اور سناٹے میں ڈوب گئی۔

****

ڈاکٹر طٰہٰ کے کمرے میں موت سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سامنے مظہر مضطرب سے بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھوں میں پریشانی تھی۔ طٰہٰ نے گہری سانس لے کر سر اٹھایا اور دونوں کہنیاں میز پر ٹکاتے ہوئے مظہر کو دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم سے تمہارا کیا رشتہ ہے مظہر؟" انہوں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"میری بہن کا بیٹا ہے۔" بمشکل گلا تر کرتے ہوئے جواب دیا۔

"جب پولیس وہاں پہنچی تو کیا حازم کے ماں باپ وہاں نہیں تھے؟"

مظہر نے شکستگی سے نفی میں سر ہلایا۔ طٰہٰ نے ترحم سے انہیں دیکھا۔

"مجھے صرف اس بات کی حیرانی ہے کہ بچے نے سروائیو کیسے کر لیا؟" انہوں نے عینک لگاتے ہوئے فائل اپنی طرف کھسکالی۔ مظہر لب کاٹتے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے دوران علاج اس کے دل کی دھڑکن رک گئی تھی۔ اسے کارڈیک اریسٹ ہوا تھا۔"

مظہر شل رہ گئے۔ ان کے چہرے پر بے یقینی ابھری۔ طٰہٰ اسی طرح فائل پڑھ رہے تھے۔

"سر پر پڑنے والی بدترین ضرب نے دماغ کو بری طرح متاثر کیا ہے، جس نے اسے ایمنیژیا کی طرف دھکیل دیا ہے اور اسٹل۔" انھوں نے سر اٹھایا۔ "اس کی بریدینگ (سانس) نارمل نہیں ہے۔"

مظہر نے کرب سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

"ایک بات رہتی ہے مظہر۔" طٰہٰ نے تکان سے کہا۔ "پولیس کے پہنچنے سے قبل بے ہوشی کے دوران اس کی گردن کاٹنے کی کوشش کی گئی تھی۔ مگر شائد تب پولیس پہنچ گئی تھی اور وہ لوگ فرار ہو گئے۔ خنجر صرف آدھا انچ اندر اترا تھا۔"

مظہر نے کئی آنسو اندر دھکیلے۔ درد دل کو کاٹ رہا تھا۔

"یہ ایمنیژیا۔۔ کیا پرماننٹ ہے؟" انہوں نے تکلیف سے پوچھا۔

"نہیں لیکن لانگ ٹرم ضرور ہے کیونکہ اس کے بعد دماغ کو ہیلنگ کے لئے کافی وقت چاہئے۔ لیکن کسی بھی وقت کوئی بھی چیز یا انسان دیکھ کر یا اگر ایمنیژیا سے پہلے والے حالات ری کریٹ ہو گئے تو یادداشت واپس آنے کے کئی چانسز ہیں۔"

مظہر خاموشی سے سن رہے تھے۔ اذیت انگ انگ میں اتر رہی تھی۔

"لیکن تب تک یہ ایک لمبا سفر ہے مظہر۔ ایمنیژیا اپنے ساتھ ڈپریشن، بدترین ٹینٹرمز اور انگزائیٹی لاتا ہے۔ تمہیں اس کی ایکسٹرا کیئر کرنی ہو گی۔ اس کے موڈ سوینگز کو طریقے سے ہینڈل کرنا ہو گا۔ ابھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایمنیژیا سے پہلے والا حادثہ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کا دماغ کیسے ری ایکٹ کرتا ہے۔ اگر وہ کوشش کرے گا تو یہ اچھا

سائن ہے۔ لیکن اگر وہ ہسٹیریک ہو گا تو پھر کام لمبا ہے۔ کیونکہ ایمیژیا سے پہلے والے حالات جسم پر برے اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔"

"کیا وہ نارمل ہو جائے گا؟ "مظہر نے ڈولتی امید کے ساتھ پوچھا۔

"ٹائم لگے گا لیکن اگر پراپر کیئر کوئی تو ضرور۔ "انہیں یقین تھا۔

مظہر نے لب بھینچے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ آئی سی یو کے کمرے میں آئے تو ماہ گل بیڈ کے دائیں طرف حازم کا ہاتھ تھامے زیر لب کچھ پڑھ رہی تھیں۔ مظہر نے تکلیف سے اسے دیکھا۔

بند آنکھیں، زرد نچڑا چہرہ اور دائیں گال پر نیل کا نشان۔ کئی ڈرپس اور ٹیوبز سینے اور بازوؤں پر لگی تھیں۔ گردن کے دائیں طرف شہ رگ پر پٹی بندھی تھی۔ وہ اکسیجن ماسک کے زریعے آہستہ آہستہ سانس لے رہا تھا۔ انہوں نے سر اٹھا کر مانیٹر کو دیکھا جس پر اچھلتی، کودتی، نشیب و فراز میں جاتی لکیریں دکھائی دے رہی تھیں۔

وہ ماہ گل کے ساتھ کرسی کھینچ کر بیٹھے۔

"گل۔ تم حازم کا خیال رکھ لو گی نا؟"

ماہ گل نے چونک کر انہیں دیکھا۔ وہ زمانوں کے شکستہ لگ رہے تھے۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟"

"میں اسے یہی بتاؤں گا کہ وہ ہمارا بیٹا ہے، جو کہ وہ ہے اور یہ سب۔۔" انہوں نے اس کی چوٹوں کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ سب ایکسیڈنٹ کا نتیجہ ہے۔"

ماہ گل کے چہرے پر تذبذب ابھرا۔

"کیا یہ اس کے ساتھ صحیح ہو گا؟"

" میں اسے نہیں بتا سکتا گل کہ اس کی ماں اور بہن کھو چکی ہیں۔ وہ پہلے ہی اسٹیبل نہیں ہے۔ یہ چیز اسے تباہ کرے گی۔ "آنکھوں کو مسلتے وہ ہارے ہوئے لگ رہے تھے۔

"میں تمہیں محبت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن اسے یہ کبھی محسوس نہ ہو کہ تم نے اس میں یا احمر میں کوئی فرق کیا ہے۔ تم یہ کر لو گی نا؟"

ماہ گل نے گہری سانس لی۔

"میری طرف سے پوری کوشش ہو گی۔ لیکن یہ سب کیا احمر کو اثر انداز نہیں کرے گا؟"

"میں اسے سنبھال لوں گا۔ دونٹ وری۔"

ماہ گل نے اثبات میں سر کو خم دیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ بس ناجیہ کو ڈھونڈنے پر دھیان دیں۔ حازم کو میں سنبھال لو گی۔ اس کی طرف سے بے فکر رہیں۔"

مظہر نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

احمر نے اسٹڈی کا دروازہ کھولا۔ مظہر نے کتاب سے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر ہلکا سا مسکرائے۔

"بابا آپ نے بلایا تھا؟ "وہ ان کے سامنے کرسی کھینچتے ہوئے بیٹھا۔

مظہر نے کتاب سائیڈ پر کی اور عینک اتارتے ہوئے اسے دیکھا۔

"جی۔ کچھ بات کرنی تھی۔ آپ کی ماما جان کیا کر رہی ہیں؟"

"حازم اور میرال کے پاس ہیں۔"

وہ چند لمحے خاموش رہے۔

"آپ جانتے ہو حازم یہاں کیوں ہے؟" انہوں نے گہری سانس لے کر پوچھا۔ احمر نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کے بال لاپروائی سے ماتھے پر بکھری تھے۔ آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔

"کچھ لوگوں نے ناجیہ پھپھو اور عروش کو اغوا کر لیا ہے۔" اذیت بکھری تھی۔ تکلیف سوا ہوئی۔

احمر سن رہ گیا۔ آنکھوں میں خوف ابھرا۔

"اسی لئے میں حازم کو اپنے گھر لے آیا ہوں۔ آپ نے اس کا رویہ دیکھا ہے؟"

"جی۔ وہ بالکل چینج ہو گیا ہے۔" وہ فکر مندی سے بولا۔

"ایسا اس لئے بیٹا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"مگر ماما جان نے کہا ہے کہ اسے کچھ یاد نہیں ہے۔ وہ سب بھول گیا ہے۔"

"احمر آپ اس کے بڑے بھائی ہو۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ آپ نے اس کا بہت خیال رکھنا ہے اوکے؟"

احمر نے اثبات میں سر ہلایا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس کی ماما اس کے پاس نہیں ہیں۔" ان کی آنکھوں میں نمی چمکی۔ "اب ہم اس کی فیملی ہیں۔"

احمر نے بے چینی سے انہیں دیکھا۔

"وہ کب ٹھیک ہو گا؟"

"جلد ہی ان شاء اللہ۔ آپ کو یاد ہے موسیٰ اپنے ساتھ اپنے بھائی ہارون کو لے کر گئے تھے۔ کیوں؟"

"کیونکہ بھائی ایک مضبوط سپورٹ سسٹم ہوتا ہے۔" احمر نے جھٹ سے جواب دیا۔ مظہر نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"آپ حازم کا سپورٹ سسٹم بنو گے تو آپ کو کیا ملے گا؟"

احمر کی آنکھوں میں ناسمجھی ابھری۔ مظہر مبہم سا مسکرائے۔

"ایک اچھا دوست اور بہترین بھائی۔ کیا یہی آپ کی ڈیمانڈ نہیں تھی؟"

انٹرورٹ اور اپنے دائرے میں رہنے والے احمر نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"اس کی ماں نہیں ہے احمر۔ اب آپ کی ماما اس کی ماما ہیں۔ اب وہ ہماری فیملی ہے۔ "انہوں نے پھر سے یقین دہانی کروائی۔

"میں سمجھ گیا ہوں بابا۔ آپ ٹینشن نہ لیں۔ میں حازم کا ہمیشہ خیال رکھوں گا۔"

یہ بارہ سالہ احمر کا اپنے باپ سے وعدہ تھا۔ جو وہ اپنی آخری سانس تک نبھانے والا تھا۔ مظہر آنکھوں میں حزن کی نمی لئے فخر سے اپنے بیٹے کو دیکھتے رہے جس نے ہمیشہ کی طرح آج بھی ان کا مان بڑھایا تھا۔

****

اس نے جھک کر جوگرز کے تسمے باندھے اور سر اٹھا کر ماہ گل کو دیکھا جو میڈیسن کے پتے سے ٹیبلیٹ نکال رہی تھیں۔ چہرے پر بیزاری در آئی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں ٹھیک ہوں اب۔ "اس کی آواز مدھم سی تھی۔

ماہ گل نے پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا، جسے اس نے ابرو بھینچے تھام لیا۔

"بالکل۔ تمہاری حالت دیکھ کر پتہ چل رہا ہے۔ "مصروف سے انداز میں بیڈ سے جیکٹ اٹھا کر اسے تھمائی اور ہینگر اٹھا لیے۔

"حازم چلیں؟ "احمر سر پر پی کیپ پہنتا اندر داخل ہوا۔

"یہ سامنے قطعے تک ہی تو جانا ہے، اتنی تیاری کیوں کر رہے ہو؟ "ماہ گل نے ہینگر وارڈروب میں لٹکاتے ہوئے پوچھا۔ احمر نے کندھے اچکائے۔

"اس کو لے کر جانا آسان ہے؟ یہ قطعے تک جانا بھی ایسا ہی جیسے جہاد میں جانا۔" اس نے حازم کی طرف اشارہ کیا جو خاموشی سے دونوں کو سنتا جیکٹ کی زپ چڑھا رہا تھا۔

"چلو، اب جاؤ۔ مغرب سے پہلے آجانا اور خیال رکھنا او کے؟"

وہ دونوں سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ ماہ گل نے گہری سانس لے کر دونوں کو جاتے دیکھا۔

ڈوبتی شام کا فسوں ان کے گھر کے سامنے موجود سبز قطعے پر چھا رہا تھا۔

"چار دن پہلے آئے تھے یہاں۔ روز آنے میں کیا حرج ہے۔" احمر نے خفگی سے رخ موڑا۔

"میں نے تمہیں کب منع کیا ہے؟" وہ درخت کے تنے سے ٹیک لگائے گھاس مسل رہا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ آنے کی بات کر رہا ہوں۔"

اسی پل ان کے سامنے سیاہ بوٹ آرکے۔ انہوں نے حیرت سے سر اٹھایا۔ اگلے ہی پل دونوں بے اختیار اٹھے۔ وہ چار لوگ تھے۔

"کیا چاہیئے تم لوگوں کو؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ان کے حلیے بتا رہے تھے کہ انہیں کیا چاہیئے پھر بھی احمر نے کرخت انداز میں پوچھا۔ لب دبائے حازم نے ارد گرد دیکھا۔ سنسان سڑک اور مسدود راستے۔

"دیکھو لڑکے۔ خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" ان میں سے ایک نے حازم کو بازو سے پکڑا۔ احمر کی آنکھوں میں خوف امڈ آیا۔ حازم نے بازو کو مخصوص زاویے پر موڑا اور ایک جھٹکا دے کر ہاتھ چھڑایا اور سرعت سے دو قدم پیچھے ہٹا۔ شکرانے حیرت سے اسے دیکھا۔

"نہ بہن کو سکون تھا نہ اسے چین ہے۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"بہت شوق ہو رہا ہے بھاگنے کا؟ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ اس لڑکے کو ختم کرو، اگر یہ ہمارے ساتھ نہیں چلتا تو۔۔" احمر کی طرف اشارہ کیا۔ اسی پل احمر نے دانت خود کو قابو کرنے والے کی کلائی میں گاڑ دیئے۔ وہ بلبلا کر پیچھے ہٹا۔ دوسرے نے آگے بڑھ کر اس کی کلائیاں تھام کر پیچھے کو لے جانی چاہیں۔ اس کے ناخن اندر تک اتر گئے۔ وہ بن پانی کے کسی مچھلی کی طرح تڑپا تھا۔ مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔ کلائیاں رگڑتی چلی گئیں۔ بے اختیار وہ کراہا تھا۔

دوسری طرف شکر اسرخ آنکھوں سے آگے بڑھا اور حازم کی گردن دبوچنی چاہی لیکن وہ کرنٹ کھا کر دائیں طرف ہو گیا۔ شکرا کے ناخن اس کی گردن پر بنے کھرنڈ کو اکھاڑتے چلے گئے۔ خون رسنے لگا۔ وہ سنبھل بھی نہ سکا تھا کہ پیچھے سے کسی نے کلوروفارم میں بھیگا رومال اس کی ناک سے لگا دیا۔ دماغ اندھیرے میں ڈوبنے لگا۔ اس کا جسم ڈھیلا پڑتا گیا۔

"حازم۔" اسے ہوش کھوتے دیکھ کر احمر بے اختیار چیخا تھا۔ ان اغوا کاروں کے پاس پستول نہیں تھے، اسے لگا تھا کہ وہ اپنے سیلف ڈیفنس سے انہیں چکما دے سکتے ہیں مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

"حازم میری بات سنو۔ حازم۔۔" احمر نے تڑپ پر کر پکارا تھا۔ آنسو آنکھوں میں جمع ہونے لگے۔

جیسے ہی انہوں نے حازم کو گاڑی میں ڈالا، اس کے ہاتھ قابو کئے کھڑے شخص نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا اور سرعت سے وین کی طرف لپکا۔ احمر توازن برقرار نہ رکھنے کی وجہ لڑکھڑا کر گرا تھا۔ وین کے دروازے بند ہوئے اور ایک جھٹکے سے وین آگے بڑھ گئی۔ اسی پل ایک سفید کار اس کے پیچھے زن سے گزری تھی۔

ماہ گل نے میرال کے اوپر کمبل اوڑھا کر فیڈر سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور جیسے ہی سیدھی ہوئیں، احمر بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کی اڑی رنگت اور کلائیوں سے ٹپکتا خون دیکھ کر ماہ گل کا سانس پل کے لئے رکا تھا۔

"احمر یہ کیا ہوا ہے؟" انہوں نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھامے۔

"ماما جان۔" وہ رو رہا تھا۔ ماہ گل نے کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں اس کے پیچھے دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس لمحے انہیں اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی۔

"حازم کہاں ہے احمر؟" انہوں نے بے قراری سے پوچھا۔ رنگت فق پڑنے لگی تھی۔

"وہ۔۔وہ اسے لے گئے ماما جان۔"

اس کے ہاتھوں پر ماہ گل کی گرفت مضبوط ہوئی۔دل بری طرح ڈوبا۔پیروں تلے زمین کھسکی تھی۔انہوں نے ویسے ہی احمر کا ہاتھ تھامے لرزتے ہاتھ سے موبائل اٹھایا۔وہ مظہر کو کال کر رہی تھیں۔ان کے زرد پڑتے چہرے پر خوف تھا۔

"مظہر،حازم۔۔حازم کو اغوا کر لیا ہے۔"پلکوں پر آنسو لدے تھے۔وہ گہرے گہرے سانس لے کر خود پر جیسے قابو پا رہی تھیں۔

"مجھے۔۔مجھے نہیں پتہ،اسے ڈھونڈ کر لائیں پلیز۔وہ پہلے ہی ٹھیک نہیں تھا۔"

احمر لب کاٹتے ہوئے اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا جو سخت وحشت زدہ لگ رہی تھیں۔کال بند کر کے وہ الماری کی طرف بڑھ گئیں۔فرسٹ ایڈ باکس لا کر وہ بیڈ پر بیٹھیں۔احمر نے نظریں جھکائیں۔ان کے ہاتھ لرز رہے تھے۔اسے نہیں سمجھ آ رہا تھا کہ وہ خود پر قابو کیوں پا رہی ہیں؟

"ماما جان۔"اس نے گیلی سی آواز میں انہیں پکارا۔وہ سر جھکائے اس کی کلائی پر روئی پھیر رہی تھیں۔

"کچھ نہیں ہو گا بیٹا۔کچھ بھی نہیں ہو گا۔آپ کے بابا اسے ڈھونڈنے گئے ہیں نا،سب ٹھیک ہو جائے گا۔"ضبط سے حلق دکھ رہا تھا۔آنسوؤں کی وجہ سے سامنے کا منظر دھندلا رہا تھا۔بمشکل انہوں نے پٹی کی گرہ لگائی اور سر اٹھا کر احمر کو دیکھا۔اس کے سفید پڑتے چہرے پر خوف تھا۔انہوں نے اسے خود سے لگا لیا۔آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے۔احمر بھی ماں کی آغوش میں پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

اس لمحے اسے احساس ہوا تھا کہ حازم علی حمزہ اس کے لئے کتنا ضروری تھا۔

ماہ گل نے نرمی سے اس کے بال ہٹائے اور جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

"پریشان نہیں ہو بیٹا۔ادھر لیٹ جاؤ۔بس کچھ دیر میں بابا آ جائیں گے۔"وہ ایک بارہ سال کے لڑکے کو بہلا رہی تھیں جو کہ اغوا کی تمام تلخ حقیقتوں کو جانتا تھا۔احمر نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

اس پر کمبل اوڑھا کر ماہ گل باہر آ گئیں۔ آہستگی سے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھیں۔ نظریں جھکا کر اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ وہ اس کی ماں نہیں تھیں، پھر کیوں ایسی تکلیف ہو رہی تھی کہ دل کا کوئی حصہ کٹ گیا ہو۔ اسے ان کے گھر آئے تین ہفتے ہو چکے تھے، ان دنوں میں اس نے ایک دفعہ بھی اسے ماں کہہ کر نہیں پکارا تھا۔ وہ ان سے ہمیشہ نگاہیں چرا لیتا تھا۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ دل پھٹنے پر آ گیا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ مغوی بچوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ انہیں کہاں کہاں سے گزارا جاتا ہے۔ ایک زمینی جہنم ہوتی ہے جہاں وہ بچے دھکیل دیئے جاتے ہیں۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز بس روئے جا رہی تھیں۔ جیسے روح میں کانٹے اتر گئے ہوں۔

اور یہ پہلی مرتبہ تھا کہ ماہ گل نے حازم کے لئے آنسو گرائے تھے۔

****

میجر عاصم نے سر اٹھا کر اس بند پڑی فیکٹری کو دیکھا جو ویرانے میں تنہا کھڑی تھی۔ ان کے ہاتھ اسٹیرنگ وہیل پر مضبوطی سے جمے تھے۔ چہرہ سرخ پڑ رہا تھا۔ آنکھوں میں طیش تھا۔

ہمیشہ کی طرح عصر کی نماز کے بعد وہ اس پارک میں آ گئے جہاں کبھی کبھار احمر اور حازم آیا کرتے تھے۔ مگر آج انہیں دیر ہو گئی تھی اور یہی دیر ان کے مہلک ثابت ہوئی۔ جب تک وہ وہاں پہنچے، وین کے دروازے بند ہو رہے تھے۔ انہوں نے ایک نظر احمر پر ڈالی، اس کے زخمی ہاتھ اور سفید پڑتا چہرہ ہر کہانی سنا رہا تھا۔ انہوں نے بنا کچھ سوچے سمجھے کار اس وین کے پیچھے بڑھا دی۔

دروازہ کھول کر وہ باہر نکلے۔ فیکٹری کے ارد گرد کھڑی دیواریں چھوٹی تھیں۔ عقبی حصے سے وہ آسانی سے پھلانگ کر اندر داخل ہوئے۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لیکن دائیں طرف مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ تھی۔ وہ ریوالور ہاتھوں میں تھامے دیوار کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ ایک موڑ کے اختتام پر انہیں وہ چاروں افراد کھڑے دکھائی دیئے۔

"تم سلطان کو کال کر کے بلالو۔ ہم اب نکلتے ہیں۔ سرخ پوائینٹ سے بھی ایک لڑکے کو اٹھانا ہے۔ "نقاب پہنے ایک شخص کہہ رہا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

"پہلے تو ایسا نہیں ہوا کہ کسی لڑکے کو اغوا کیا ہو اور باس کو بلانا پڑا ہو۔ "دوسرے شخص کے چہرے پر الجھن تھی۔

"ہمیں جتنا کہا گیا ہے، بس وہی کریں تو بہتر ہو گا۔ "سرد آواز میں کہتا وہ پلٹ گیا۔ اس کے ہمراہ دوسرا شخص بھی آگے بڑھ گیا۔ اب پیچھے وہ دورہ گئے تھے۔

"مجھے ان کے باس کے آنے سے پہلے حازم کو یہاں سے نکالنا ہے۔ اگر وہ آگیا تو کام لمبا ہو جائے گا۔ "عاصم نے بڑبڑاتے ہوئے اس شخص کو دیکھا جو اب موبائل نکال رہا تھا۔ انہوں نے گہری سانس لی اور اوٹ میں کھڑے ہو کر پے در پے فائر کئے۔

ان دونوں کے ہاتھوں سے پستول نکل گئے۔ چہرے کے رنگ بھی ساتھ ہی اڑے۔

عاصم نے اگلے فائر ان کی ٹانگوں پر کئے۔ دبی دبی چیخیں ان کے حلق سے نکلیں۔ عاصم چند لمحے انہیں دیکھتے رہے، وہ ان کے سامنے نہیں جانا چاہتے تھے۔ وہ گھوم کر اس اینگل پر آئے کہ اب ان دونوں زخمیوں کی ان کی طرف پشت تھی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھے اور ریوالور بیک وقت ان کے سروں کے پچھلے حصوں پر دے مارا۔ نازک حصے پر لگنے سے ان کے حواس کھو گئے۔ عاصم نے سر اٹھا کر اس بند دروازے کو دیکھا۔ وہ لاکڈ نہیں تھا۔ ذرا سا دباؤ ڈالنے سے دروازہ بھاری چرچراہٹ کے ساتھ کھل گیا۔ اندر زرد روشنی پھیلی تھی۔ سیلن زدہ کمرہ جس میں کارٹنز کی بھرمار تھی۔ بائیں دیوار کے ساتھ حازم موجود تھا۔

عاصم کا دل پل کے لئے رکا پھر وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور چہرہ کندھے پر ڈھلکا تھا۔ گردن کے زخم سے بدستور خون رس رہا تھا۔ عاصم نے لرزتی انگلیاں اس کی گردن پر رکھیں۔ نبض چل رہی تھی۔ وہ تھک کر بیٹھے۔ سرخ پڑتی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

"حازم۔ "آہستگی سے گیلی آواز میں پکارا۔ جواب ندارد۔ آنسو لڑھکنے لگے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آئی ایم سوری۔ میں تمہارے پاس نہیں تھا۔ مجھے ہونا چاہئے تھا۔ مجھے رک جانا چاہئے تھا۔ "ان کی بکھری سی آواز بہت مدھم تھی۔ آنکھیں رگڑتے ہوئے انہوں نے موبائل نکالا۔ وائس کنورٹر آن کیا۔ چند گھنٹیوں بعد مظہر نے کال اٹھالی۔

"السلام علیکم۔ آپ کا بیٹا، شہر کے شمال میں موجود بند فیکٹری میں ہے۔ پولیس کو لے کر جلدی یہاں آجائیں۔ "
اس کے ساتھ ہی انہوں نے کال کاٹ دی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کال کے دوران ان کا نمبر ٹریس کر لیا جائے۔

موبائل جیب میں ڈال کر انہوں ایک نظر حازم پر ڈالی۔ چند لمحے لب کاٹتے وہ اسے دیکھتے رہے پھر اس کے ماتھے پر آئے بال پیچھے ہٹائے۔ وہ جانتے تھے کہ اسے گرتے بالوں سے سخت چڑ تھی۔ آنکھیں بھیگنے لگیں۔ جھک کر اس کی پیشانی چومی۔ کئی آنسو گرے تھے۔ وہ وہیں رہنا چاہتے تھے۔ اس کے پاس، اس کے ساتھ۔

بمشکل ہمت مجتمع کرتے وہ وہاں سے اٹھے۔ قدموں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ پلٹ کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔

حازم نے میجر عاصم کی ہمت ختم کر دی تھی۔

وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اپنے سے جڑے ہر شخص کی ہمت یونہی ختم کرنے والا تھا۔

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ماہ گل نے پٹی اٹھاتے ہوئے احمر کو دیکھا جو اپنے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سینے پر بازو لپیٹے حازم کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت سے جذبات تھے۔ ماہ گل نے جھک کر حازم کی گردن کے زخم کی ڈریسنگ چینج کی۔ اسے بازیاب ہوئے دوسرا دن تھا۔ وہ زیادہ تر نشہ آور ادویات کے زیر اثر رہتا تھا۔ گہری سانس لے کر انہوں نے پائیوڈین کا کیپ بند کیا اور کمبل اس پر برابر کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئیں۔

"کیا بات ہے احمر؟ "

کٹ الماری میں رکھتے ہوئے وہ اس تک آئیں اور بیڈ پر بیٹھتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا اور نفی میں سر ہلایا۔

"کچھ بھی نہیں۔"

"کیا بات ڈسٹرب کر رہی ہے؟" انہوں نے محبت سے اس کے بال پیچھے کرتے ہوئے پوچھا۔ احمر چند لمحے انہیں دیکھتا رہا پھر سر ان کی گود میں رکھ کر پاؤں لمبے کر لئے۔

"حازم کے ساتھ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟" اس نے مدھم لہجے میں پوچھا۔ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے ماہ گل نے گہری سانس لے کر دوسرے بیڈ کی طرف دیکھا۔

"آزمائشیں تو سب کے لئے ہوتی ہیں بیٹا۔ بس شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔"

"مگر وہ ابھی چھوٹا ہے، اسے ان سب چیزوں کا کیا پتہ؟"

اس کے بے چینی سے پوچھنے پر ماہ گل یاسیت سے مسکرائیں۔

"وہ ناجیہ کا بیٹا ہے احمر۔ اس نے اپنے بچوں کو دنیا کے لئے تیار کیا تھا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

احمر چند لمحے خاموش رہا۔

"اگر پھپھو کبھی نہ ملیں تو؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔ ماہ گل کا دل پل کے لئے ڈوبا۔

"مل جائیں گی ان شاء اللہ۔ آپ کے بابا ڈھونڈ رہے ہیں نا۔"

"اگر وہ کبھی نہ ملیں اور حازم کو سب یاد آ گیا تو؟ اگر اس نے اپنی ماما کے بارے میں پوچھا تو؟ "گہری آواز میں وہ آہستگی سے پوچھ رہا تھا۔ ماہ گل نے بے اختیار لب کاٹا۔

"اللہ بہتر کرے گا بیٹا۔ مستقبل کے بارے میں پریشان نہیں ہوتے۔ جو ہونا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔ ہم نہیں روک سکتے۔ "انہوں نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

احمر نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

****

وہ خاموشی سے سر تکیے پر گرائے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ کمرے کا پھیلاوہ سمیٹ رہی تھیں۔ قریب ہی کارپٹ پر میرال بلا کس بکھیرے بیٹھی تھی۔ احمر سکول جا چکا تھا۔

"حازم بیٹا۔ اب ناشتہ کر لو۔ "انہوں نے اس کے سائیڈ ٹیبل پر چیزیں سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

وہ چند لمحے انہیں دیکھتا رہا۔

"ماں۔ "اس کی دھیمی آواز میں کچھ تھا جس نے ماہ گل کے دل کو زخمی کیا تھا۔ اس نے احمر اور میرال کی طرح انہیں ماما جان نہیں کہا تھا، اس نے انہیں اسی لفظ سے پکارا تھا جیسے وہ ناجیہ کو بلاتا تھا۔ انہوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟ "وہ آہستگی سے اس کے پاس بیٹھیں۔

"آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں جائیں گی نا؟ "نظریں جھکائے اس نے دھیرے سے پوچھا تھا۔ ماہ گل اسے چند لمحوں کے لئے دیکھتی رہیں۔

"ایسے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

حازم نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔اس کی بھوری ویران آنکھوں میں بے بسی تھی۔ جیسے وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ کیوں پوچھ رہا تھا۔وہ بس عادتا ان کے دوپٹے کو مروڑ رہا تھا۔ماہ گل نے اسے محبت سے خود سے لگا لیا۔

"میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر کیوں جاؤں گی؟"

حازم نے تھک کر آنکھیں بند کر لیں۔ جسم جانتا تھا کہ ایسا وعدہ پہلے بھی کیا گیا تھا جو ایفا نہیں ہوا۔ مگر دماغ نے ارد گرد بلند دیواریں کھڑی کر رکھی تھیں۔ماہ گل نے جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

"میں یہیں ہوں۔ ہم سب یہیں ہیں۔ چلو اب اٹھو، ناشتہ کرتے ہیں۔"

دروازے سے نکلتے ہوئے ماہ گل نے مڑ کر اسے دیکھا۔وہ پیشانی رگڑ رہا تھا۔

اس کی اذیتوں کا سفر طویل تھا۔

****

سلطان نے گہری سانس لے کر شکرا کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔

"تو وہ لڑکا ایک بار پھر بچ گیا؟" اس کی آواز میں ٹھنڈک تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"باس، اس دفعہ معاف کر دیں۔ ہم پھر کوشش کریں گے اور۔۔ "شکرا بے بسی سے تیز تیز کہہ رہا تھا۔سلطان نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"پہلے وہ لڑکی فرار ہو گئی، لڑکے کو تم جان سے نہ مار سکے اور اب تیسری دفعہ اغوا بھی نہ کر سکے۔ کیا سزا ہونی چاہئے تمہاری؟ "عادتا انگوٹھی ٹھوڑی پر مسل رہا تھا۔ شکرا اندر تک کانپ گیا۔

"بب باس۔ میری۔۔۔"

اسی پل کمرے کا دروازہ کھلا اور بھاری قدموں کو چاپ ابھری۔ شکرا نے مڑ کر دیکھا اور پھر اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ وہ ایک اونچا لمبا بھاری بھر کم جسامت والا شخص تھا۔ چہرے سے حیوانیت ٹپک رہی تھی۔ ساتھ کھڑا آدمی سوٹڈ بوٹڈ تھا۔ حلیے سے وکیل لگ رہا تھا۔

"اسے لے جاؤ۔ جو حال کرنا ہے، وہ جانتے ہو۔" سلطان نے بے تاثر انداز میں شکرا کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے دہشت زدہ ہو کر اسے دیکھا۔

"نہیں باس۔۔ ایک موقع اور دے دو۔۔ اس دفعہ قسم سے کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔۔ باس میری بات سنو خدا کے لئے۔"

"اسے چھوڑ دو، تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔"

"خدا کرے تم موت کے لئے تڑپو مگر تمہیں موت نہ آئے۔"

سلطان بیزاری سے اس کا چیخنا چلانا سن رہا تھا، جسے وہ جلاد صفت آدمی گھسیٹتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ دروازہ بند ہوتے ہی وہ وکیل کی طرف متوجہ ہوا۔

"ایک شخص کو جیل سے نکالنا ہے۔۔ نام التمش رضا قمر ہے ڈیٹیلز اس فائل میں ہیں۔" اشارہ میز کی طرف کیا۔

وکیل نے سر کو خم دیا اور آگے بڑھ کر فائل اٹھالی۔ چند لمحے ورق گردانی کرنے کے بعد سر اٹھایا۔

"ہو جائے گا۔ لیکن وقت لگے گا۔"

******

رات کے کسی پہر ایک جھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ نظر سامنے سجدہ ریز وجود پر پڑی تھی اور پھر ٹھہر گئی۔ کمرے میں سائیڈ لیمپس جل رہے تھے۔ اے سی کولنگ کی وجہ سے ہلکی ہلکی ٹھنڈک تھی۔

اس کی پیشانی پسینے سے تر ہونے لگی۔ خوف پھر کپکپی بن کر جسم میں دوڑا تھا۔

ماہ گل نے کسی احساس کے تحت گردن موڑی تھی۔

وہ کمبل مٹھیوں میں بھینچے،لب باہم پیوست کئے،بھاری ہوتے تنفس کے ساتھ انہیں دیکھ رہا تھا۔ماہ گل پریشانی سے اٹھ کر اس کی طرف آئیں۔

"حازم کیا ہوا ہے بیٹا؟ کہیں درد ہو رہا ہے؟ "انہوں اس کی پیشانی سے بال ہٹاتے ہوئے اس کا یخ ہوتا ہوا ہاتھ تھاما۔

"وہ۔۔وہ آرہے ہیں۔ "اس کا جسم کپکپا رہا تھا۔

انہوں نے جھک کر اسے اپنی آغوش میں لیا۔

"شش۔کوئی نہیں آرہا۔میں ادھر ہی ہوں اپنے بیٹے کے پاس۔ریلیکس۔"

ان کی آغوش میں سکون تھا،تحفظ تھا۔اس کا خوف زائل ہونے لگا۔

"آرام سے سو جاؤ۔میں یہیں ہوں۔سب ٹھیک ہے۔ "وہ اسے ساتھ لگائے وہیں نیم دراز ہو گئیں۔مختلف آیات اور دعائیں پڑھ کر اس پر پھونکتی رہیں۔ان کا دوپٹہ مٹھی میں جکڑے وہ پرسکون ہونے لگا۔ماہ گل نے گردن موڑ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی دوائیوں اور ٹیبلیٹس کو دیکھا۔انہوں نے تاسف سے اسے دیکھا جس کا ہلکا ہلکا تنفس اس بات کا غماز تھا کہ وہ سو چکا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پتہ نہیں کیسے ذہن سے نکل گیا؟ "وہ خود سے بڑبڑاتے ہوئے آہستگی سے اٹھ بیٹھیں۔ٹیبل سے آئنٹ منٹ اٹھا کر تھوڑی سی انگلی پر نکالی اور جھک کر اس کی گردن پر لگے کٹ پر ملنے لگیں۔

"ماں۔ "وہ ہلکا سا کسمسایا۔

"شش۔میں ادھر ہی ہوں۔ریلیکس۔ "انہوں نے کیپ لگاتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔گہری سانس لے کر انہوں نے دوسرے بیڈ کی طرف دیکھا جہاں احمر پرسکون سا سو رہا تھا۔

حازم کی آدھی ذمہ داری احمر نے اٹھالی تھی۔ وہ اس کے ساتھ سارا دن گزارتا تھا۔ اپنے سکول اور ٹیچرز کے قصے سناتا رہتا، بھلے ہی حازم کی طرف سے کوئی جواب نہ آتا۔ وہ زبردستی اسے باہر لے جاتا اور اس کے کسی انکار کو خاطر میں نہیں لاتا۔ احمر کو صرف ایک بات تکلیف دیتی تھی کہ

"حازم کی ماما نہیں ہیں۔"

یہ بات اس کے دل میں کھب چکی تھی۔ وہ عام بچوں کی بہ نسبت بغیر کسی غصے اور خفگی سے اس کے ٹینٹر مز برداشت کرتا تھا اور اسے خاموشی سے گلے لگالیتا۔ حازم بالکل خاموش رہ جاتا۔ وہ احمر کو کبھی خود سے دور نہیں کر سکا۔ وہ اسے کبھی نہیں جھٹک سکا۔ وہ اس کا عادی ہوتا جارہا تھا۔

ماہ گل بھی احمر کو پہلے سے زیادہ توجہ دینے لگی تھیں کہ اس کے دل میں حازم کے خلاف کوئی جذبہ نہ بھڑکے۔

گیلی آنکھوں سے احمر کا چہرہ دیکھتے انہوں نے جھک کر اس کا ماتھا چوما۔ دل نے بے اختیار ان کی ابدی خوشیوں کی دعا مانگی تھی۔

****

یہ ایک پرانا سا کمرہ تھا۔

وسط میں موجود پلنگ پر چودہ سالہ عالم خاموشی سے بیٹھا تھا۔ آنکھیں ویران تھیں اور چہرہ سپاٹ تھا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور سلطان اندر داخل ہوا۔ کندھوں پر شال ڈالے وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا اور آہستگی سے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"کیا سوچا تم نے عالم؟" اس کے سرد لہجے میں نرمی تھی۔

عالم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں پتھر سی سختی تھی۔

"مجھے بدلہ لینا ہے، ہر ایک سے۔ ہر ایک کو ویسے ہی تباہ کرنا ہے جیسے مجھے میرے ماں باپ کو کیا گیا تھا۔" اس کی آواز کاٹ دار تھی۔ سلطان نے گہری سانس خارج کی۔ کندھوں سے بوجھ سرکا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ایک اور زندگی اس کے جنون کی نظر ہوئی تھی۔

****

"اور میری تو کوئی غلطی بھی نہیں تھی مگر پھر بھی مجھے اتنی ڈانٹ پڑی۔ "احمر روہانسے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

حازم خاموشی سے سینے پر بازو لپیٹے اسے سن رہا تھا۔ اسے وہاں آئے ایک سال ہو چکا تھا۔ سر کی چوٹ بھر چکی تھی۔ مگر گردن کا وہ نشان مستقل ہو چکا تھا۔ اس کے رویئے میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی سوائے اس کے کہ اب وہ ٹینٹرمز کے ہاتھوں چیختا نہیں تھا۔ لیکن اس کی ذات ویسے ہی خول میں بند تھی۔ وہ راتوں کو ویسے ہی خوفزدہ ہو کر اٹھ جایا کرتا تھا۔ ویسے ہی اس پر ڈپریشن کا دورہ پڑتا تھا۔

"وہ آریان ہے ہی اتنا بدتمیز۔ دو سال جونیئر ہے مگر حرکتیں ایسی کرتا ہے کہ گلا دبانے کو دل چاہتا ہے۔ "احمر کی آدھی باتوں میں آریان کا ذکر ہوتا تھا۔ وہ اس کے خلاف سخت بھرا ہوتا تھا۔ ہر روز حازم آریان کا کوئی نیا کارنامہ سنتا تھا۔

"اگلے مہینے جب تم سکول جاؤ گے تو اس سے بچ کر رہنا۔ وہ ہر نئے آنے والے بچے کے ساتھ پرینک کرتا ہے۔ "

حازم نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر نے ایک سال کے وقفے کے بعد اسے سکول بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن وہ ایسا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنے دائرے میں رہنا چاہتا تھا، کسی دائرے کو اوورلیپ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر ماہ گل کے بار بار سمجھانے پر وہ بمشکل راضی ہوا تھا۔

اسی پل میرال کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ دونوں اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔

"بس کسی طرح میرا میٹرک ہو اور میں ادھر سے نکلوں۔"

"وہ انسان ہے یا جن؟ کہ تم جو اس سے اتنا تنگ آئے ہوئے ہو۔ "حازم نے کافی دیر بعد اس کی کتھا سننے کے بعد سوال کیا تھا۔

"آفت ہے۔مجھے تو شیطان کا سینئر منسٹر لگتا ہے۔۔۔"

پٹر پٹر بولتے احمر کی زبان کو بریک لگی۔میرال اپنے چاکلیٹ سے لتھڑے ہاتھوں سے اس کی سفید بیڈ شیٹ پر نقش و نگار بنا چکی تھی۔اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

"میرال۔۔یہ کیا کیا ہے؟ "اس نے بوکھلا کر ٹشو باکس سے ٹشو کھینچے۔ "واللہ۔اگر ماما جان نے یہ ڈیزائن دیکھ لئے نا تو ہم تینوں کو الٹا لٹکا دیں گی۔"

میرال کے ہاتھوں اور منہ پر چاکلیٹ لگی تھی۔فراک پر بھی براؤن دھبے نظر آ رہے تھے۔

"ایسے کھاتے ہیں چاکلیٹ؟ کتنی دفعہ کہا ہے کہ سارا ریپر نہ اتارا کرو۔ "وہ اسے ڈپٹتے ہوئے ٹشو سے اس کا منہ صاف کر رہا تھا۔اتنی سی ڈانٹ پر میرال کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔اس نے پانی سے لدی آنکھوں سے حازم کو دیکھا جس کا دل فورا پسیجا تھا۔

"ڈانٹ کیوں رہے ہو اسے؟ داغ ہی تو لگے ہیں۔"

"یہی داغ ہمیں ماما جان کے تھپڑ تک لیڈ کریں گی۔"

"اب ماں اتنی بھی ہٹلر نہیں ہیں۔"حازم نے تردید کی۔

میرال اپنے ہاتھ چھڑا کر حازم کی طرف لپکی۔اس سے پہلے وہ کچھ کر پاتا وہ چڑھ کر اس کی گود میں بیٹھ گئی۔

"میرال۔ "وہ صدمے میں رہ گیا۔اس کی سفید شرٹ کا حال بھی بیڈ شیٹ جیسا ہوا تھا۔

"بس؟ اور لے لو اس کی سائیڈ۔ٹانگ جتنی بھی نہیں ہے اور کارنامے دیکھو۔"

میرال نے کینہ توز نظروں سے اسے دیکھا۔

"گندا بائی۔"

احمر سکتے میں چلا گیا۔ حازم نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔

"احمر۔۔حازم۔۔میں کھانا لگانے لگی ہوں۔ آجاؤ۔" ماہ گل بولتے بولتے رکیں۔

احمر کھینچ کر بیڈ شیٹ اتار رہا تھا اور حازم میرال کی ہاتھ ٹشو سے صاف کر رہا تھا۔

"یہ کیا کیا ہے تم لوگوں نے؟"

"میرال نے کیا ہے۔ "احمر نے فورا کہا۔

"نئیں۔ میں نے نئیں کیا۔" میرال کی طرف سے بھرپور نفی ہوئی۔

"اف میں کیا کروں تم لوگوں کا؟ دماغ گھما کر رکھ دیتے ہیں۔ "انہوں نے خشمگیں نگاہوں سے تینوں کو گھورا۔ "حازم اٹھ کر کپڑے چینج کرو اور احمر بیڈ شیٹ بدل لو۔ میرال ادھر آؤ کپڑے چینج کروں۔"

میرال نے وہیں سے ہاتھ اٹھا دیئے کہ مجھے اٹھا کر لے کر جایا جائے۔ ماہ گل نے گہری سانس لی اور جھک کر اسے اٹھا لیا۔

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہئے۔ آج تمہارا پہلا دن ہے؟"

حازم بیزار سا کرسی کی ہتھ پر پنسل رگڑ رہا تھا جب وہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ آریان ابراہیم کندھوں پر بیگ ڈالے مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سر اثبات میں جنبش دیتے ہوئے چہرہ سیدھا کر لیا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"آریان ابراہیم سے دس فٹ دور رہنا۔"

پس منظر میں احمر کی آواز گونجی تھی جسے اس نے پورے استحقاق سے نظر انداز کیا تھا۔

"بیٹھ سکتے ہو۔"

اور آریان ایسے خوش ہوا جیسے ہفت اقلیم کا خزانہ مل گیا ہو۔ حازم نے شک بھری نظروں سے اسے دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔

سارا وقت آریان کسی شریف اور مہذب انسان کی طرح بیٹھا رہا۔ حازم نے کئی بار الجھ کر اسے دیکھا۔ احمر کی کھینچی شبیہ کے مطابق تو اسے اب تک کسی کا لنچ کھا جانا چاہئے تھا۔ ایک آدھ کو چلتے ہوئے دھکا دے دینا تھا اور فی الحال کسی کے بیگ سے کلبلاتا ہوا کیڑا نکل آنا چاہئے تھا۔

"آریان بیٹا۔ آج تو بہت خاموشی ہے کلاس میں؟" اردو کے سر شعیب نے مسکرا کر کہا تھا۔

"سر اب سے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تارک الدنیا ہو جاؤں گا۔" وہ جس سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہا تھا، پوری کلاس منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ حازم کو تو سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ کیا ہونا چاہتا ہے۔

"آپ کو تارک الدنیا کا مطلب بھی پتہ ہے؟" سر نے بمشکل مسکراہٹ لبوں پر روکی۔

"دنیا کو چھوڑ دینا تارک الدنیا کہلاتا ہے۔" وہاں مکمل اعتماد تھا۔

"بیٹا دنیا کی مصروفیات چھوڑ کر ویرانوں میں بسیرا کر لینا تارک الدنیا کہلاتا ہے۔"

"جی سر لیکن بزرگ کہتے تھے کہ کم بولو لیکن جامہ بولو۔"

"کیا کہتے تھے بزرگ؟ کیا بولو؟" سر نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"جامہ یعنی comprehensive" اس نے مسکرا کر کہا۔ حازم نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔

سر شعیب نے صدمے سے اسے دیکھا۔ وہ تلفظ غلط ادا کر رہا تھا۔

"جامہ نہیں جامع ہوتا ہے۔" انہوں نے بمشکل خود کو آخر میں 'ڈفر' کا اضافہ کرنے سے روکا تھا۔

"اب حقیقت کی دنیا میں واپس آجائیں اور خود کو شاہین سمجھنا چھوڑ دیں۔ بڑی مہربانی ہو گی۔"

آریان نے اس عزت افزائی پر کندھے اچکا دیئے۔ یہ تو روز کا کام ہے۔

****

"تم نے آریان سے دوستی کر لی؟ "احمر نے سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ ان دونوں بریک ٹائم اکھٹے دیکھ چکا تھا۔

حازم جو پین لبوں میں دبائے سوال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے سوال پر چونک کر سر اٹھایا۔

"وہ اچھا لڑکا ہے۔ "دفاعی انداز تھا۔

احمر نے گہری سانس لے کر کندھے اچکائے۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ برا ہے۔ بس حد سے زیادہ شرارتی ہے۔ اکثر اس کی شرارتیں اپنی حد کراس کر لیتی ہیں۔ اگر وہ تمہیں اچھا لگا ہے تو میں نہیں روکوں گا لیکن بس دھیان رکھنا۔"

حازم نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"احمر تمہارا بھائی ہے؟ "اگلے دن آریان نے بہت حیرانی سے پوچھا تھا۔ حازم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟ "وہ دو انگلیوں سے کتاب کا کونا موڑ رہا تھا۔

"نہیں لیکن تم بھائی لگتے تو نہیں ہو، بائی فیس کہہ رہا ہوں۔ یعنی آنکھوں کا کلر بھی کافی ڈفرنٹ ہے۔ "

حازم نے کندھے اچکا دیئے۔

"خیر چھوڑو۔ ویسے بھائیوں کی کوئی بات نہیں ماننی چاہئے۔ "اس نے جیسے جتایا۔

حازم نے بیزاری سے اس کے بھاشن سنے۔ پتہ نہیں ان دونوں کو ایک دوسرے کیا مسئلہ تھا؟

"ہو گیا؟اب برائے کرم مجھے ٹیسٹ ریوائز کرنے دو۔ "اس نے سر کتاب پر جھکا دیا۔ آریان چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں باہر جا رہا ہوں۔فارغ ہو کر وہیں آ جانا۔"

حازم نے سر ہلا دیا۔

وقت خاموشی سے بہتا گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد آریان بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔حازم نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا؟"

"وہ۔۔تمہاری ماما کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔احمر تمہارا اڈوٹوریم میں انتظار کر رہا ہے۔جلدی جاؤ۔"

کسی نے حازم کا دل اتنی زور سے مٹھی میں بھینچا کہ اس کا سانس رکنے لگا۔خوف،شدید خوف تھا جو اس پر حاوی ہونے لگا۔اگلے ہی پل وہ آریان کو ہٹاتا تیزی سے اڈوٹوریم کی طرف بھاگا۔یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی اس کی جان نکال رہا ہو۔

BEING THE STRING OF KITE

"میں بھلا اپنے بیٹے کو چھوڑ کر کیوں جاؤں گی؟"

اڈوٹوریم خالی اور نیم اندھیر تھا۔وہاں کوئی نہیں تھا۔تبھی عقب سے قہقہہ گونجا۔وہ آہستگی سے پلٹا۔اس سے چند قدم دور آریان مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"یار حازم یہ تو بس مذاق تھا۔تم تو زیادہ ہی سیریس ہو گئے تھے۔ "اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔حازم کی آنکھوں میں کوئی تاثر تھا جس نے اس کی مسکراہٹ غائب کی تھی۔وہ دو قدم آگے آیا۔

"سوری برو۔یہ صرف تمہارا ویلکمنگ پرینک تھا۔"اس کا لہجہ اب کہ مدافعتی تھا۔

حازم بھاری ہوتے سانس کے ساتھ لب بھینچے اسے دیکھتا رہا پھر پوری قوت سے اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔ چوکھٹ میں کھڑا احمر سن رہ گیا۔ اس تک کسی نے خبر پہنچادی تھی، وہ آریان کو جانتا تھا۔ وہ حازم کے شدید ری ایکشن کو بھی جانتا تھا۔ وہ تیزی سے ان کی طرف آیا۔

آریان ساکت سا اسے دیکھ رہا تھا۔

"اٹ واز ناٹ آجوک۔" بھاری ہوتی آواز اور ضبط سے دکھتے گلے کے ساتھ وہ صرف یہی کہہ سکا تھا۔

"حازم۔ چلو میرے ساتھ۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ہے۔ "احمر رسان سے کہتا آگے آیا۔

حازم اسے گھورتے ہوئے جھٹکے سے وہاں سے پلٹ گیا۔ احمر نے بے بسی سے اسے جاتے دیکھا پھر آریان کی طرف مڑا۔

"کیا تھا یہ؟ "دانت پر دانت جمائے وہ غرایا۔

آریان خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"تم اپنے مذاق اپنے تک رکھا کرو۔ اس طرح کی گھٹیا حرکتوں سے کول بننے کی کوشش مت کیا کرو۔ آئندہ میرے بھائی سے دور رہنا۔ ورنہ تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ "تنفر سے کہتے ہوئے وہ مڑ گیا۔

آریان ابراہیم کے اندر کوئی سناٹا تھا جس نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔

احمر کلاس روم میں آیا تو حازم سر جھکائے بیگ میں چیزیں ڈالتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر اس کی طرف آیا۔

"حازم، یہ کیا کر رہے ہو؟"

"گھر جا رہا ہوں۔ "سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔ احمر کو اس کی آواز بھیگی ہوئی محسوس ہوئی۔

"بس دو ہی تو پیریڈ رہ گئے ہیں۔ پھر اکٹھے چلیں گے۔ "اس نے رسان سے سمجھانا چاہا۔

وہ جواب دیئے بنا اپنے کام میں مشغول رہا۔

"یار حازم، یہ صرف مذاق تھا۔"

اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا، ہاتھ میں پکڑی نوٹ بک میز پر پٹخ دی۔

"یہ مذاق نہیں تھا۔ یہ بالکل بھی مذاق نہیں تھا۔" اس نے چبا چبا کر کہا۔

احمر نے گہری سانس لے کر اس کے ہاتھ سے نوٹ بک لی اور نرمی سے اسے دیکھا۔

"میرا اگلے پیریڈ میں ایک ضروری ٹیسٹ ہے۔ اس کے بعد چلیں گے۔ اتنا انتظار تو کر ہی سکتے ہو نا میرا؟"

حازم نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔

"مجھے ماں سے ملنا ہے۔" اس کا انداز ضدی سا تھا۔

احمر نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ حازم نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ چند گرم آنسو پھسل گئے۔

"کچھ بھی نہیں ہوا حازم۔ ماما جان بالکل ٹھیک ہیں۔ بس کچھ دیر بعد ہم چلتے ہیں۔ اوکے؟" وہ اس سے علیحدہ ہوا اور دونوں شانوں سے تھامے دھیرے سے سمجھایا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

چوکھٹ میں کھڑا آریان پلٹ گیا۔ چہرہ خاموش سا تھا۔ اسے ان بھوری ویران آنکھوں میں ابھرتی نمی اور ان میں چھائی وحشت اور خوف نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

****

کشن سیٹ کر کے ماہ گل جیسے ہی مڑیں، لاؤنج کا دروازہ کھولے وہ دونوں اسکول یونیفارم میں اندر داخل ہوئے۔ وہ ہلکا سا مسکرائیں۔ انہیں دیکھ کر حازم کے قدم پل کے لئے رکے پھر اگلے ہی لمحے وہ بھاگتا ہوا ان سے لپٹ گیا۔ احمر نے گہری سانس بھر کر بیگ کندھوں سے اتارا۔

"کیا ہو گیا ہے؟ آج ماں پر بڑا پیار آ رہا ہے۔ "ماہ گل نے متبسم لہجے میں کہتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا مگر تب ہی انہیں احساس ہوا کہ وہ رو رہا تھا۔ ان کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"حازم کیا ہوا بیٹا؟ اسکول میں لڑائی ہوئی ہے؟" انہوں نے پریشانی سے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے پوچھا۔ مگر وہ ویسے ہی سسکتا رہا۔

"احمر کیا ہوا ہے؟ "اس کے دونوں ہاتھ تھامے انہوں نے پیچھے کھڑے احمر سے پوچھا۔ وہ کندھے اچکائے آگے آیا اور دھیمے لہجے میں ساری بات بتا دی۔ ایک لمحے کے لئے ماہ گل کچھ بول ہی نہ سکیں۔ پھر گہری سانس لے کر اسے صوفے پر بٹھایا اور اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ نرمی سے اس کے بال پیچھے کئے۔ وہ اب آنکھیں رگڑ رہا تھا۔

"میں یہیں ہوں حازم۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ہے۔ "اس کے بال پیچھے کرتے ہوئے انہوں نے نرمی سے کہا۔ حازم نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"میں بہت ڈر گیا تھا ماں۔ بہت زیادہ۔ "اس کا لہجہ تکان زدہ تھا۔ وجود پر پژمردگی چھائی ہوئی تھی۔ ماہ گل نے یاسیت سے اس کا چہرہ دیکھا۔

وہ بے حد حساس ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ جو بھی ہوا تھا، اس نے اندر تک اسے مسخ کر دیا تھا۔ اس کی برداشت اور ہمت سب ختم کر دی تھی۔ اس وقت انہیں احساس ہوا کہ جس طرح وہ ناجیہ کے لئے پوزیسو تھا، اس کا وہی رویہ ان کے ساتھ بھی تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ زیادہ اسٹریس لینا اس کے لئے ٹھیک نہیں تھا۔ انہوں نے اس کے گرد بازو حمائل کر کے اسے خود سے لگا لیا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا حازم۔ اب پریشان نہیں ہونا۔ ریلیکس۔ "وہ آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

رات کو میرال کو سلانے کے بعد انہوں نے مظہر کو دیکھا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کتاب پڑھ رہے تھے۔ ان کے دیکھنے پر گردن موڑی اور سوالیہ ابرو چکائی۔

"بات کرنی تھی آپ سے۔ "انہوں نے گہری سانس لی۔

"سن رہا ہوں۔ "وہ واپس کتاب کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"مجھے لگتا ہے کہ حازم کو سائیکاٹرسٹ کے پاس لے کر جانا چاہئے۔ "میرال پر کمبل برابر کرتے ہوئے انہوں نے آہستگی سے کہا۔ مظہر نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"کیوں؟ کچھ ہوا ہے کیا؟ مجھے تو لگتا ہے کہ اب اس کے ٹینٹرمز کا مسئلہ بھی ٹھیک ہو گیا ہے۔ "انہوں نے حیرانی سے کہا۔

ماہ گل نے گہری سانس لے کر افسوس کرتی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"پہلے وہ ٹینٹرمز کی وجہ سے چیختا تھا، اب کمرے میں بند ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے ڈپریشن اور اسٹریس کا وہی حال ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔"

مظہر چند لمحے لب دبائے سوچتے رہے۔

"اچھا میں کچھ کرتا ہوں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

لاؤنج میں شور برپا تھا۔ ماہ گل آلو کے آمیزے کو کباب کی شکل دیتے ہوئے ٹرے میں رکھتی جا رہی تھیں۔ میرال کی گڑیا بلند آواز میں لہکتے ہوئے کچھ گا رہی تھی اور میرال بھی اپنی گڑیا کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے نغمہ سرائی کر رہی تھی۔ صوفے پر پاؤں لمبے کئے حازم ہاتھ میں پکڑی کتاب کو پڑھ کم اور گھور زیادہ رہا تھا۔ چہرے پر بیزاری چھائی ہوئی تھی۔ تبھی لاؤنج میں احمر داخل ہوا۔ اس کے کٹے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"کون آیا تھا باہر؟ "ماہ گل نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آریان۔ "اس نے حازم کو دیکھا جس نے لمحے بھر کے لئے کتاب چہرے سے ہٹائی اور پھر آگے کر لی۔

"حازم تم سے ملنے آیا ہے۔"

"میں نہیں ملنا چاہتا۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا۔

ماہ گل نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"غلط بات ہے حازم۔ گھر آئے مہمان کے ساتھ ایسا نہیں کرتے۔ چلو اٹھو اور اس سے مل کر آؤ۔"

"تو احمر مل لے نا اس سے۔ میں نہیں ملنا چاہتا۔" اس نے صفحہ موڑتے ہوئے کہا۔

"وہ تم سے ملنے آیا ہے اور تم ہی جاؤ گے۔ اس طرح کسی کو انتظار کروانا نہایت غلط بات ہے۔" اب کہ ان کے لہجے میں سختی تھی۔ یہی سختی ان دونوں کو سیدھا رکھتی تھی۔ وہ کسلمندی سے سیدھا ہوا اور کتاب سائیڈ پر ڈال دی۔

"غلطی انسانوں سے ہی ہوتی ہے، ہمیں بغیر اکڑے دوسروں کو معاف کر دینا چاہئے حازم۔ کیونکہ غلطیاں ہم بھی کرتے ہیں۔ سو اکڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اوکے؟"

اس نے بے دلی سے سر ہلا دیا۔

آریان سینے پر بازو لپیٹے ارد گرد دیکھ رہا تھا جب قدموں کی چاپ ابھری۔ اس نے بے ساختہ سامنے دیکھا۔ سیاہ ٹی شرٹ پہنے وہ بال پیچھے کو جمائے سنجیدہ لگ رہا تھا۔ بھوری آنکھوں میں ویرانی تھی۔ گردن پر لگا مستقل کٹ کا نشان واضح تھا۔

آریان بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم۔"

وہ جواب دیتے ہوئے کرسی گھسیٹ کر اس کے مقابل بیٹھا اور سوالیہ انداز میں ابرو چکائے۔

"کہو۔ کیا بات ہے؟" اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

آریان خاموشی سے اسے چند پل دیکھتا رہا۔ کسی سے معافی مانگنا انتہائی کٹھن کام تھا۔ اس نے اعتراف کیا۔

"دیکھو۔ کل جو بھی ہوا، اس کے لئے آئی ایم رئیلی سوری۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہاراری ایکشن اتنا انٹینس (شدید) ہو گا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ "وہ نادم سا اسے دیکھتا کہہ رہا تھا۔

حازم چند لمحے خاموش رہا پھر گہری سانس لے کر سر کو خم دیا۔

"اٹس اوکے۔ لیٹ اٹ گو (بھول جاؤ)"

آریان کے تنے کندھے ڈھیلے پڑے۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی۔

"تھینکس۔"

یہ ان کی نہ ختم ہونے والی شاندار دوستی کا آغاز تھا۔

****

وقت سرکتا گیا یہاں تک کہ ہماری کہانی سات سال آگے بڑھ گئی۔

ڈائننگ ہال میں چمچ کے ٹکرانے کی آواز گونج رہی تھی۔ مظہر نے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے حازم کو دیکھا جو جھک کر میرال کی کوئی بات سن رہا تھا۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"حازم۔ "ان کے پکارنے پر اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"جی؟" پلیٹ پرے کر کے گلاس لبوں سے لگا لیا۔ وہ کھا چکا تھا۔

"آگے کا کیا پلان ہے؟"

اس کا ایف ایس سی کا رزلٹ آ چکا تھا۔ احمر نے انٹر میڈیٹ کے بعد یونیورسٹی جوائن کر لی جہاں وہ بزنس پڑھ رہا تھا اور آج ٹرپ پر مری گیا ہوا تھا۔ گلاس رکھتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"آرمی جوائن کرنی ہے۔" وہ اب پیچھے کو بیٹھا انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

ماہ گل نے چونک کر اسے دیکھا پھر مظہر کو۔ جو ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گئے تھے۔

"عروش چاہتی ہیں کہ میں آرمی میں جاؤں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

"وہ بننا جو میں تمہیں بنانا چاہتی تھی۔"

"اوکے۔" انہوں نے گہری سانس لے کر سر کو خم دیا۔ "ٹیسٹ وغیرہ کب ہیں؟" وہ نارمل لہجے میں سوال کر رہے تھے۔

"اگلے ماہ۔ آریان کا بھی یہی پلان ہے۔" کندھے اچکا کر اطلاع دی۔ تبھی اس کا موبائل بجا۔

"میں آتا ہوں۔" وہ موبائل اٹھاتا وہاں سے اٹھ گیا۔

اس کے جاتے ہی ماہ گل نے پریشانی سے مظہر کو دیکھا جو کسی گہری سوچ میں گم تھے۔

"آپ نے اس کو اتنی آسانی سے اجازت کیوں دے دی؟"

مظہر نے چونک کر حیرانی سے انہیں دیکھا۔

"کیا مطلب؟ اور کیا کرتا؟ احمر کو بھی ایسے ہی اجازت دی تھی۔"

ماہ گل نے نفی میں سر ہلایا۔

"میرا مطلب تھا کہ اسے نارمل ہوئے سال بھی نہیں ہوا۔ ایسے کیسے آرمی جوائن کر لے گا؟" ان کی تشویش بجا تھی۔

مظہر نے گہری سانس لے کر انہیں دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اولاد کا کیریئر ان کا ایسا فیصلہ ہوتا ہے جس پر والدین کو اثر انداز نہیں ہونا چاہئے۔ اپنی مرضی اور اپنی لاحاصل خواہشات کا بوجھ اولاد پر نہیں ڈالنا چاہئے گل۔ یہ چیز ان کی زندگی تباہ کر دیتی ہے۔ انہیں پڑھائی کے میدان میں وہی کرنا چاہئے جس میں وہ مہارت رکھتے ہوں۔ "انہوں نے نرمی سے سمجھایا۔

ماہ گل نے بے بسی سے سر جھٹک دیا۔ وہ اپنا خوف انہیں نہیں بتا سکیں۔

وہ لان میں آئیں تو حازم درخت سے ٹیک لگائے کال کر رہا تھا۔ وائٹ ہوڈی پہنے اس نے بال پیچھے کو جما رکھے تھے۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ بھوری کی آنکھوں کی تھکن اور ویرانی سات سالوں بعد مفقود ہو چکی تھی۔

وہ اسے دیکھتی لان چیئرز پر آ بیٹھیں۔ سردیوں کی نرم سی دھوپ ہر چیز پر چھا رہی تھی۔

"آپ نے کیسے آج شرف بخش دیا مجھ غریب کو؟ "کال بند کر کے وہ ان کی طرف آیا اور ہشاش بشاش لہجے میں کہتے ہوئے کرسی پر بیٹھا۔ ماہ گل نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

"تم نے پہلے تو کبھی ذکر نہیں کیا آرمی کا؟"

اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔ آنکھوں میں ناسمجھی ابھری۔

"وقت ابھی تھا تو ابھی ہی بتانا تھا نا۔ کیوں؟ خیریت ہے؟"

"تم آرمی کیوں جوائن کرنا چاہتے ہو؟"

وہ گہری سانس لے کر پیچھے ہوا۔ بالوں میں عادتاً انگلیاں چلاتے ہوئے کندھے اچکائے۔

"پتہ نہیں۔ بس ایک وجدان ہے کہ وہی میری منزل ہے۔ وہی میرا کنارا ہے۔ "اس کا لہجہ مدھم سا تھا۔

ماہ گل نے یاسیت سے اسے دیکھا۔ ان گزرے سالوں میں انہیں یہ احساس ہی نہ ہوا کہ کب وہ ان کے لئے اتنا ضروری ہو گیا تھا۔

"اللہ تمہیں کامیاب کرے۔ "وہ آہستگی سے بڑبڑائیں۔

****

اب ہم حال کی اسی کربناک رات میں واپس جاتے ہیں۔

"حازم پلیز اٹھو۔ آنکھیں کھولو حازم۔۔"

ابرش روتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ احمر ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ مظہر بار بار پیچھے مڑ کر اسے پکارتے تھے۔

"ابرش بیٹا کچھ نہیں ہو گا۔ ہمت کرو۔ "ان کی اپنی آواز لرز رہی تھی۔

ابرش کے ہاتھوں میں اس کا ہاتھ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

جب لوگ برستی بارش میں عبید کی لاش لائے تھے تو ان کا ہاتھ بھی ٹھنڈا تھا۔ جب اس نے آخری دفعہ زہرہ کو دیکھا تھا تو ان کے ہاتھ بھی ٹھنڈے تھے۔

"نہیں اللہ۔ پلیز اس دفعہ نہیں۔ "اس کا دل بند ہو رہا تھا۔

گاڑی کی لائٹ میں وہ اس کا نیلا پڑتا چہرہ اور سفید ناخن دیکھ سکتی تھی۔ وہ اس کا رک رک کر چلتا سانس بھی محسوس کر سکتی تھی۔

"حازم پلیز یہ نہیں کرو۔ اٹھو نا پلیز۔ ایسے مت کرو۔ "آنسو تیزی سے چہرے پر پھسل رہے تھے۔

"ابرش اسے سی پی آر دو۔ جلدی کرو۔ ہم بس پہنچنے والے ہیں۔ "احمر نے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

وہ لرزتے دل اور کانپتے ہاتھوں سے اسے سی پی آر دیتی رہی۔

ایمرجنسی تک وہ اس کے ساتھ رہی۔ اس نے حازم کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ گیلی آنکھوں سے وہ ارد گرد مچی افراتفری دیکھتی رہی پھر وہ اسے آئی سی یو لے گئے۔ اس نے کرب سے دروازہ بند ہوتے دیکھا۔

وقت بدل گیا تھا لیکن خوف اسی انداز میں، اسی رستے سے آلپٹا تھا۔ وہی اذیت اپنا آپ دہرا رہی تھی۔

"آپ نے کیوں اس گھٹیا شخص کو گھر آنے دیا تھا؟ "احمر طیش سے ان کی طرف پلٹا۔

"وہ عاصم کے ساتھ آیا تھا۔ میں کیسے منع کر سکتا تھا؟ "ان کا لہجہ بکھرا سا تھا۔ وہ سر ہاتھوں میں گرائے ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھے تھے۔

"آپ کی اس رحمدلی نے اسے موت کے منہ میں پہنچا دیا ہے۔ "احمر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ التمش کو جان سے مار دے۔

"احمر۔ "مظہر نے تکلیف سے سر اٹھا کر دیکھا۔ "کیا حازم سچ کہہ رہا تھا؟"

احمر انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ ابرش نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ انہیں کوئی تردید، کوئی تسلی چاہئے تھی۔

"بابا وہ جھوٹ کیوں بولے گا؟"

آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر مظہر کے چہرے پر پھسلنے لگے۔ انہوں نے چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے احمر؟ وہ اس کی بیٹی تھی۔ اس کا دل کیوں نہیں کانپا تھا؟"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

احمر آہستہ سے ان کے ساتھ بیٹھا۔ ابرش اسی طرح دھندلی آنکھوں سے دیوار سے ٹیک لگائے آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کی کوئی غلطی نہیں ہے بابا۔ کام ڈاؤن۔ "احمر نے ساتھ لگائے تسلی دی۔

"میری غلطی ہے احمر۔ اس دن مجھے حازم نے کال کی تھی۔ اس نے سب کو چھوڑ کر مجھے کال کی تھی۔ میں نہیں پہنچ سکا۔ میں انہیں نہیں بچا سکا۔"

احمر نے کرب سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

"اسے جو بھی یاد آیا ہے بدترین ہے احمر۔اس قدر برا ہے کہ مجھے لگ رہا تھا کہ اس کا نروس بریک کر جائے گا۔"

اپنے اندر کرب، بے بسی اور اذیت سموئے وہ رات گزرتی رہی۔

******

یوں اذیت سہنا یہ بتاتا ہے کہ تمہارے احساسات آج بھی زندہ ہے۔درد محسوس کرنا ہی تمہاری سب سے بڑی طاقت ہے۔پھر جو یہ سمجھ جائے،اس کے لئے زندگی کی یہ جنگ لڑنے آسان ہو جاتا ہے۔

عجب سوال کیا آندھیوں نے پتوں سے

شجر سے ٹوٹ کر گرنا بتاؤ کیسا لگا

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

بابِ چہارم

”خونِ دل میں ڈبو لیں انگلیاں میں نے“

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

لاؤنج میں وحشت ناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔

کرنل عاصم نے کسی بھوکے شیر کی طرح التمش کا گریبان جکڑا۔ آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

"کیا کیا ہے تم نے عروش کے ساتھ؟ کیا کہہ رہا تھا حازم؟" وہ غرائے۔

التمش نے بدقت نفی میں سر ہلایا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ وہ جھوٹ۔۔"

عاصم نے پوری قوت سے اس کے منہ پر مکا دے مارا۔ وہ الٹ کر گرا۔ کراہتے ہوئے بمشکل گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ ہونٹ پھٹ گیا، منہ میں خون کا ذائقہ گھل گیا۔ عاصم نے جھک کر اس کا کالر دبوچا۔

"وہ مرنے تک پہنچ گیا ہے اور تم بکواس کر رہے ہو کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔" سرخ بھبھوکا چہرہ لئے وہ دھاڑے۔ التمش نے بے ساختہ لبوں پر زبان پھیری۔

"سچ بتاؤ ورنہ مار مار کر تمہارا برا حشر کر دوں گا۔"

اس نے بے بسی سے انہیں دیکھا اور پھر سر جھکا دیا۔

آسمان سے کوئی تارا ٹوٹا تھا۔ ٹوٹ کر سمندر میں جا گرا۔ روشنی غائب ہو گئی۔ ستارا ڈوب گیا۔

"۔۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس دن حازم گھر پر ہو گا۔ اس نے اپنی خالہ کے گھر جانا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ ناجیہ کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ مجھے لگا تھا کہ اگر حازم کے ساتھ اس کی ماں ہوئی تو وہ بہن کا زخم بھول جائے۔ مجھے۔۔ مجھے سچ میں بہت پچھتاوا ہے عاصم۔ میرا یقین کرو۔ "ان کی آنکھوں میں ابھرنے والی بے یقینی اور شاک دیکھ کر اس نے بے بسی سے کہا۔ عاصم متغیر ہوتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہے تھے۔

"چاچو پلیز آج رک جائیں نا۔"

ان کی گرفت اس کے کالر پر ڈھیلی ہوئی۔ وہ اسے چھوڑ کر پیچھے ہوئے۔ گہرے سانس لیتے ہوئے وہ خون آشام آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ اس سے پہلے کہ میں تمہیں جان سے مار دوں۔ " آواز غراہٹ زدہ سی تھی۔ مٹھیاں بھینچے وہ خود پر قابو پا رہے تھے۔ آنکھوں میں پانی جمع ہو رہا تھا۔
التمش شکستگی سے انہیں دیکھتا پلٹ گیا۔

عاصم نے لرزتے ہاتھوں سے موبائل نکالا اور فون بک میں پہلا نمبر ڈائل کیا۔

"آریان۔" ان کا لہجہ کانپ رہا تھا۔ برداشت ختم ہو رہی تھی۔

"یس سر۔ میں التمش کا پیچھا کر رہا ہوں۔ وہ میری رینج میں ہی ہے۔ میں نے کار پر ٹریسر بھی لگا دیا۔ اگر ڈاج دے گا تو بھی ہم اسے پکڑ لیں گے۔ "آریان محتاط انداز میں ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ نگاہیں سامنے جمی تھیں۔ وہ اور بھی کئی سوال پوچھنا چاہتا تھا لیکن فی الحال آن ڈیوٹی تھا سو خاموش رہا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوکے۔ "عاصم نے کال کاٹ دی۔ بمشکل خود کو گھسیٹتے کار تک آئے اور دروازہ کھولا۔ اسٹیرنگ ویل تھامے انہوں نے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ پیشانی سٹیرنگ ویل سے ٹکادی۔ دل کسی الٹی برچھی سے زخمی ہو رہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد آریان نے اپنے اپارٹمنٹ کا لاک گھمایا اور اندر داخل ہوا۔ کی چین انگلیوں میں گھماتا وہ لاؤنج میں آیا تو ٹھٹھک کر رکا۔ سامنے صوفے پر کرنل عاصم آنکھیں موندے بیٹھے تھے۔

"سر۔ "اس نے تشویش سے انہیں پکارا۔

آواز پر انہوں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور سر کے خم سے اسے بیٹھنے کا شارہ کیا۔

"پراگریس؟"آنکھوں کو مسلتے ہوئے انہوں نے بھاری آواز میں پوچھا۔

آریان نے گہری سانس لی اور ان کے مقابل صوفے پر آ بیٹھا۔

"میں نے التمش کا کامیابی سے تعاقب کر لیا ہے سر۔ وہ لوگ غائم قصر میں چھپے ہوئے ہیں۔"

عاصم بے اختیار چونکے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"غائم قصر؟ جو شہر سے باہر کنارے پر واقع ہے؟"

آریان نے سر کو خم دیا۔

"جی سر۔ غائم قصر یعنی جی کیو جسے ڈائیورژن دینے کے لئے کیو جی رکھا ہوا ہے۔ اب آپ بتائیں، ریڈ کب کرنا ہے؟"

"ابھی نہیں، تین چار دن ٹھہر جاؤ۔ ابھی ہمارے پاس بارہ دن ہیں۔"

آریان چند لمحے خاموش رہا پھر آنکھیں سکیڑ کر انہیں دیکھا۔

"سب ٹھیک رہا سر؟ حازم نے التمش سے مل لیا؟"

زخم پھر سے رسنے لگا۔ عاصم نے اذیت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"التمش کو حازم سے ملانا بہت برا آئیڈیا تھا آریان۔" ان کے انداز میں شکستگی تھی۔

آریان نے چونک کر انہیں دیکھا۔ دل لمحے بھر کے لئے ڈوبا تھا۔

"کیا ہوا ہے سر؟ حازم ٹھیک ہے نا؟" اس نے بے قراری سے پوچھا تھا۔ کوئی خوف تھا جو اس کے اندر امڈ رہا تھا۔

عاصم نے آہستگی سے سر کو نفی میں ہلایا۔ وہ ذرا سی جنبش آریان ابراہیم کو اندر تک ہلا دینے کے لئے کافی تھی۔ چہرہ زرد پڑنے لگا۔

"کیا ہوا تھا؟" اس کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ وہ خود بمشکل سن سکا۔ عاصم نے شکستگی سے اسے دیکھا۔

"التمش نے اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے بیچ دیا تھا۔" آنسو پھر گرنے لگے۔

آریان سناٹے میں رہ گیا تھا۔ آنکھوں میں بے یقینی ابھری۔

"عروش نے کہا کہ میں گھٹیا بیٹا ہوں۔ میں انہیں نہیں بچا سکا آر۔"

"انہوں نے حازم کے سامنے اس کی ماں کو مار دیا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عاصم کی آواز کسی پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اس کی سماعتوں میں انڈیلی گئی۔ اذیت رگوں میں اترنے لگی۔ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"اس آخری منظر کی اذیت اتنی شدید ہے کہ میری برداشت ختم ہونے لگتی ہے۔"

وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتا رہا۔ دماغ سب ماننے سے انکاری تھا۔ لرزتے ہاتھوں سے چابی اٹھائی اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ پیچھے بیٹھے عاصم کو مکمل فراموش کر چکا تھا۔

عاصم نے کرب سے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

****

راہداری کے آخری کمرے میں کرب پھیلا ہوا تھا۔

میرال شل سی سامنے دیکھ رہی تھی۔ جہاں ماہ گل جائے نماز بچھائے چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بے آواز رو رہی تھیں۔ وہ التمش کی زبانی ساری کہانی سن چکی تھیں۔ وہ بے جان ہوتے قدموں سے اٹھی اور ماہ گل کے سامنے فرش پر آ بیٹھی۔ انہوں نے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا۔ ان کی آنکھیں سرخ اور متورم ہو رہی تھیں۔ میرال نے بنا کچھ سر ان کے گھٹنے پر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ ماہ گل نے لب کاٹتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔ چہرے پر آنسو پھسل رہے تھے۔

"بیٹی کو بیچنے کے لئے اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی اس میں؟ "ڈوبتی گیلی آواز میں اس نے ہارے ہوئے انداز میں پوچھا۔" کوئی اپنی ہی بیٹی سے اتنی نفرت کیسے کر سکتا ہے؟"

"کفارِ مکہ کر لیتے ہیں۔ "ماہ گل کی آواز میں کرچیاں تھیں۔ دل درد سے پھٹ رہا تھا۔

میرال نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنسو بے اختیار بہنے لگے۔

"اس نے حازم بھائی کی زندگی تباہ کر دی ماما جان۔ کوئی اتنا سفاک کیسے ہو سکتا ہے؟ "وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ماہ گل کی روح اندر تک زخمی ہو گئی تھی۔ انہوں نے لب بھینچ کر سسکیاں روکیں۔ جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا بیٹا۔" اس کا سر تھپکتے ہوئے انہوں ہاتھ کی پشت سے چہرہ رگڑا۔ ایک شکوہ نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھی تصویر پر ڈالی۔

جسے انہوں نے کھو دیا تھا، وہ اب کبھی نہیں ملنے والا تھا۔

****

"ابرش بیٹھ جاؤ۔"

احمر نے پکارا تھا۔ وہ پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اور لب مسلسل ہل رہے تھے۔ نظریں آئی سی یو کے بند دروازے پر جمی تھیں۔ دل ڈوب رہا تھا۔ سرد ہاتھ کا لمس ہر جگہ حاوی ہو رہا تھا۔ اسی لمحے کوریڈور میں قدموں کی چاپ ابھری۔ احمر نے گردن موڑ کر دیکھا، ایک لمحے کے لئے وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ آہستگی سے کھڑا ہوا۔

وہ آریان تھا۔ اڑی رنگت اور خشک ہوتے ہونٹ۔ وہ بے قراری سے احمر کے قریب آیا۔

"احمر، حازم کہاں ہے؟ "اس کی آواز آخر میں ہلکی سی کانپی تھی۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گا آر۔ ڈونٹ وری۔ "وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"ہوا کیا تھا؟ "اس نے ہراساں نگاہوں سے مڑ کر بند دروازے کو دیکھا۔

احمر نے گہری سانس لی۔

"بی پی ہائی ہو گیا تھا۔ ہارٹ ریٹ میں بھی پرابلم ہو رہی ہے۔ ڈاکٹرز کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ "اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

آریان نے بمشکل سانس کھینچا۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔

اسی پل دروازہ کھلا اور سرجیکل ماسک اتارتا ڈاکٹر باہر نکلا۔ وہ دونوں بے اختیار اس کی طرف لپکے۔ ابرش آگے نہیں بڑھ سکی۔ وہ سن سی کھڑی انہیں ڈاکٹر سے بات کرتے دیکھتی رہی۔ ہاتھوں کو باہم ملا کر لرزش روکنے کی کوشش کی۔

"ہی از فائن ناؤ۔ اسٹیبل ہے اب۔ "احمر نے تھکن سے چور لہجے میں اسے اطلاع دی۔

کوئی آبشار تھی جو اس کی جھلستی روح کو پر پھوار ڈال گئی۔ آنسو بھل بھل بہنے لگے۔ وہ کرسی پر گر سی گئی۔

"اللہ۔"

فرط جذبات سے وہ صرف یہی کہہ سکی۔ وہ اسے چھوڑ کر نہیں گیا تھا، اس نے اپنا وعدہ نبھایا تھا۔ لبوں پر ہاتھ رکھے بمشکل سسکیاں روک سکی۔

"مجھے۔۔ مجھے اسے دیکھنا ہے۔ "کانپتی آواز میں لبوں سے نکلا تھا۔

"بس کچھ دیر تک، پھر مل لینا۔ "احمر تسلی دیتا جانے کو مڑا جب اس نے پیچھے سے پکارا۔

"بھائی میں رات رکنا چاہتی ہوں۔"

وہ بے اختیار اس کی طرف پلٹا اور نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں ابرش۔ تم گھر جا کر آرام کرو۔ میں ادھر ہی ہوں۔"

"بھائی۔۔"

"ابرش وہ اسٹیبل ہے اب۔ ابھی مل لو۔ صبح تک ڈسچارج کر دیں گے۔ "نرم سے تحکم سے کہتا وہ پلٹ گیا۔

ابرش نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر دیوار سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

احمر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اسے واقعی آرام کی ضرورت تھی۔ جسم درد سے ٹوٹ رہا تھا۔ سر میں الگ درد تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

آریان کرسی کھینچ کر ڈاکٹر کے سامنے بیٹھا۔ چہرہ ہنوز زرد تھا۔ ڈاکٹر نے فائل سے سر اٹھایا اور گہری سانس لی۔

"دیکھیں میجر صاحب فی الحال تو کوئی پرابلم نہیں ہوئی لیکن اگر ڈپریشن اور اسٹریس کی یہی کنڈیشن رہی تو ہارٹ پرابلم کا رسک ہو سکتا ہے۔"

آریان نے لب کاٹتے ہوئے انہیں دیکھا پھر سر کو خم دیا۔

"ابھی تو سب کنٹرول میں ہے لیکن ہارٹ بیٹ وقتاً فوقتاً اوپر نیچے ہو جاتی ہے، کیئر کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی فزیکل پرابلم ہوا تو کیریئر کے لئے بھی مسئلہ ہو سکتا ہے۔"

"اب یہ اسے کون سمجھائے؟ "آریان زیر لب بڑبڑایا۔

احمر نے ابرش کو اشارہ کیا اور خود باہر کی طرف بڑھ گیا۔ عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ ابرش نے گہری سانس لی اور ہمت مجتمع کرتے ہوئے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ اندر مانیٹر کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ لب دبائے قدم قدم چلتی بیڈ کے قریب آئی۔ سانس حلق میں اٹکنے لگا۔

زرد نچڑا چہرہ، بند آنکھوں تلے گہرے حلقے اور آہستگی سے چلتا تنفس۔ گردن پر لگا کٹ۔ ماتھے پر بکھرے بال۔

"اس نے میری بہن کو بیچ دیا۔"

تکلیف رگوں میں سرایت کرنے لگی۔ دل کسی الٹی برچھی سے زخمی ہونے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر مانیٹر پر اچھلتی کودتی لکیروں کو دیکھا۔ گیلی ہوتی آنکھوں سے آنسو لڑھکنے لگے۔

"حازم۔ "دھیرے سے پکارا۔ مگر اس کی پلکوں میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔

"میں بہت ڈر گئی تھی حازم۔ بہت زیادہ۔" وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔ نظریں اس کی بند آنکھوں پر جمی تھیں۔ آنسو تیزی سے لڑھک رہے تھے۔ چند پل اسے دیکھتی رہی پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے ماتھے پر آئے بال نرمی سے پیچھے کیے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ "چہرہ رگڑتے ہوئے اس نے کرب سے آنکھیں بند کر کے کھول کر اسے دیکھا۔

وہ ویسے ہی آنکھیں بند کئے غنودگی کے عالم میں تھا۔ بے ہوش، بے خبر۔ تبھی بند آنکھوں کے پار ایک منظر روشن ہوا۔

وہ ایک اندھیری سرنگ تھی جس کے پار اسے روشنی دکھائی دی۔ اس نے تیزی سے قدم اس کی طرف بڑھائے۔ دہانے تک پہنچ کر وہ مبہوت رہ گیا۔

وہاں ناجیہ تھیں۔اس کی ماں۔

وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔ان کے بال آدھے بندھے تھے۔ہیزل آنکھوں میں جاذبیت تھی۔ایک سکون کا ہالہ تھا جو ان کے گرد محسوس ہو رہا تھا۔اسے دیکھ کر وہ محبت سے مسکرائیں۔

"ماں۔" وہ حیرت زدہ سا ان کے قریب آیا۔

ناجیہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور سرنگ سے باہر نکل آئیں۔وہ ایک کھلا سا میدان تھا۔تاحد نگاہ گھاس پھیلی تھی۔ہلکی سی چھایا چاروں طرف چھائی ہوئی تھی۔گھاس پر بیٹھتے ہوئے ناجیہ نے اسے دیکھا۔

"کیسا ہے میرا بیٹا؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیسا ہو سکتا ہے آپ کے بغیر؟" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔چہرے پر خالی پن تھا۔آنکھیں ویران تھیں۔

ناجیہ کی آنکھوں میں یاسیت ابھری۔

"آپ نے اچھا نہیں کیا ماں۔مجھے آپ کی ضرورت تھی اور آپ نے مجھے چھوڑ دیا۔میں اس آخری منظر سے کبھی پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔میرا ایک حصہ اسی دن مر گیا تھا جب وہ حادثہ ہوا تھا اور دوسرا حصہ اس دن مر گیا تھا جب مجھے سب یاد آ گیا تھا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ گیلی آنکھوں سے سامنے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ناجیہ نے نرمی سے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

"ایسے مت کیا کرو حازم۔مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

وہ خاموشی سے ان کے پیچھے پھیلے میدان کو دیکھتا رہا۔وہ ان کی آنکھوں میں نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ہمت ہی نہیں تھی۔

"تم کیا سوچ رہے ہو؟"

اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"آپ کبھی نہیں سننا چاہیں گی۔"

"یعنی میری ریاضت خاک میں ملانا چاہتے ہو؟ "ان کی آواز میں گہری اداسی تھی۔

"زندگی میں نے گزارنی ہے۔ مجھے اس اذیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے جو بھی کرنا پڑا، میں کروں گا۔ "اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جس پر سرسراتے پتوں نے سانس روک کر اسے دیکھا۔

ناجیہ لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھتی رہیں۔

"تم وہ نہیں ہو حازم، جسے میں نے چھوڑا تھا۔"

"مسکرا کر نہیں تجسس سے دیکھئے مجھے

کہ جو میں پہلے تھا اب رہا نہیں۔"

کندھے اچکائے جواب دیا۔ ناجیہ ہلکا سا مسکرائیں۔

"میں نے ساری زندگی صرف ایک چیز کی تڑپ رکھی تھی حازم کہ میری اولاد فوزالعظیم کی حامل ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ میری اتنی دعاؤں اور التجاؤں کو نہیں ٹھکرائے گا۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اور اتنا یقین کیوں ہے آپ کو؟ "گردن موڑ سوال کیا۔ نظریں ان کے آدھ کھلے بالوں پر جمی تھیں۔

"کیونکہ میں نے تمہیں ایسے لوگوں کے درمیان چھوڑا ہے جو تمہیں شیطان نہیں بننے دیں گے۔"ان کے لہجے میں اکساتا ہوا چیلنج تھا۔ حازم نے سر جھٹک دیا۔

"ان میں سے کسی کو تمہاری ذات سے تکلیف نہیں ملنی چاہئے حازم۔ تم اپنے پاس موجود رشتوں کا مان رکھو گے۔"

اس نے کرب سے انہیں دیکھا مگر کچھ نہیں کہا۔ ناجیہ آہستگی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ منظر اندھیرے میں ڈوبنے لگا۔ اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ دل پر جیسے کسی نے پیر رکھ دیا تھا۔

"ماں میری بات سنیں۔ "اس نے تڑپ کر انہیں پکارا۔

"اپنا خیال رکھنا حازم۔ میرے لئے اپنا خیال رکھنا۔ کوئی ایسا کام نہ کرنا جو روز محشر میرا سر جھکا دے۔ "ان کی آواز اندھیرے میں گڈمڈ ہو رہی تھی۔

"ماں ایک دفعہ رک جائیں پلیز۔ "اسے اپنی شکستہ آواز سنائی دی۔

"تم میرے بیٹے رہو گے حازم، جس پر مجھے فخر ہے۔ تم ناجیہ کے حازم رہو گے۔ تم فرعون نہیں بنو گے۔"

ان کی آواز اندھیرے میں آہستہ ہوتی گئی یہاں تک کہ سناٹا چھا گیا۔

آئی سی یو میں آکسیجن ماسک سے سانس لیتے حازم کی بند آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر کنپٹی پر بہتا گیا۔

******

رات کے گیارہ بجے ٹیرس پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اسے گھر آئے ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا تھا، تب سے وہ ایک پوزیشن میں اکڑوں بیٹھی تھی۔ گہری سانس لے کر تاریک آسمان کو دیکھا۔ آج وہاں چاند نہیں تھا لیکن مدھم ٹمٹماتے ہوئے تارے جگمگا رہے تھے۔

"فار گاڈ سیک امی۔ سولہ سال انہوں نے کبھی مڑ کر پوچھا نہیں اور آپ آج بھی یہی امید لگا کر بیٹھی ہیں کہ وہ آج بھی ہمیں یاد کرتی ہوں گی۔"

کس پل کیا یاد آیا تھا۔ اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

"سالوں ہم تڑپتے رہے تب کہاں تھا حازم؟"

بند آنکھوں سے آنسو لڑھکنے لگے۔

"اللہ مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میرے اور حازم کے لئے یہی بہتر تھا۔ آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں جانتا۔ بس میری اتنی التجا ہے کہ بابا کو، امی کو، ناجیہ خالہ اور عروش کو اپنے پاس بہترین جگہ دیجئے گا۔ ہمارے رستے دلوں کو پر سکون کر دیں مالک۔۔"

کتنی ہی دیر وہ بلکتے ہوئے اپنے اور حازم کے لئے دعا کرتی گئی۔ آہستہ آہستہ وجود پر سکون چھانے لگا۔ سکینت اترے لگی۔ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ کب وہ وہیں کرسی سے سر ٹکائے سو گئی۔

******

اندھیرا بہت دبیز تھا، لیکن دور کہیں سفید روشنی کا مبہم سا تصور تھا۔ آوازیں تھیں اور مدھم شور تھا۔ سرمئی دروازے والا گھر، اسکارف لپیٹے مسکراتی ہوئی لڑکی، ہیزل آنکھوں کی جاذبیت۔ اس دھندلے ہوتے منظر میں سب تھا اور وہ وہی رک جانا چاہتا تھا۔۔ ناجیہ مسکراتے ہوئے اس کا ماتھا چوم رہی تھیں۔ سورج کی زرکار روشنیوں میں چمکتا وہ منظر بند آنکھوں پر ٹھہر گیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے آگے بولنے کی؟" رضا دھاڑا تھا۔ اس نے اپنی ماں کا چہرہ پھیکا پڑتے دیکھا۔ خوشیوں کے رنگ ماند پڑنے لگے۔ روشنیاں مدھم ہونے لگیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں، اسے چھوڑ دو۔"

منظر اندھیرے میں ڈوبنے لگا۔ سب فنا ہونے لگا۔ اذیت ہر طرف حاوی ہونے لگی۔

"تمہیں جو کرنا ہے میرے ساتھ کرو مگر حازم کو جانے دو۔"

اس نے ہر منظر کو اندھیرے میں ابھرتے، ڈوبتے اور راکھ ہوتے دیکھا۔ اگلے ہی پل اس کی آنکھ کھل گئی۔ ایک دم سانس کھینچتے ہوئے اس نے دائیں ہاتھ کو جنبش دینی چاہی۔ اس کا ہاتھ مضبوط گرفت میں تھا۔ مانیٹر کی بیپ، ڈاکٹرز نرسز کی آوازیں، بازو میں اترتی سوئی کی چبھن۔ پلکیں بھاری ہونے لگیں۔ آنکھوں پر لدا بوجھ بڑھنے لگا۔ سفید منظر دھندلانے گیا۔

"حازم۔۔ "وہ اس کا ہاتھ تھامے اس پر جھکا ہوا اسے پکار رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

اس کے کافی دیر بعد اسے ہوش آیا۔ چند لمحے وہ پلکیں جھپکاتا رہا۔ شیشے کی کھڑکیوں سے جامنی آسمان دکھائی دے رہا تھا۔ کسی موجودگی کے احساس کے تحت اس نے نگاہیں موڑیں۔ احمر دائیں طرف کرسی ڈالے آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ چہرے پر تکان تھی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"احمر۔۔ "بدقت اس نے پکارا۔ احمر نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے سیدھا ہوا۔

"حازم۔۔ تم ٹھیک ہو نا؟ "وہ بے قراری سے آگے آیا۔

اس نے آہستگی سے سر کو جنبش دی۔ احمر لب کاٹتے ہوئے اس کی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔ خالی اور ویران۔

"ماما جان؟ "اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ احمر بمشکل سن سکا۔

"وہ ٹھیک ہیں، پریشان نہ ہو۔"

حازم نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"حازم۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہوں؟" وہ خاموش نگاہوں سے سفید چھت کو دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر خالی پن کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"ناراض ہو؟"

حازم نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں یاسیت تھی۔

"تم سے کبھی ناراض ہوا ہوں؟ ہو سکتا ہوں؟"

احمر کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس نے نرمی سے اس کے ماتھے پر آئے بال پیچھے کئے۔

"میں نے تمہیں بہت مس کیا تھا۔ "وہ محبت سے کہہ رہا تھا۔ حازم خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ اس سے اتنی محبت نہ کیا کرے۔ پہلے اسے سب کی محبت اپنا حق لگتی تھی اور اب صرف اس کے کندھے جھکا دیتی تھی۔

"بابا ٹھیک ہیں؟" بہت دیر بعد اس نے آہستگی سے پوچھا تھا۔ احمر نے اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹا لیں۔

"تم سب جانتے ہو پھر سوال کیوں کر رہے ہو؟ کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا حازم، کچھ بھی نہیں۔ سب ٹھیک ہونے میں ایک لمبا عرصہ لگے گا۔"

حازم خاموشی سے چھت کو دیکھتا رہا۔

وہ جانتا تھا کہ اب کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا!

****

التمش خاموشی سر صوفے کی ہتھ سے ٹکائے چھت کو گھور رہا تھا۔ آنکھوں میں بہت سے جذبات تھے۔

"آپ کو پتہ ہے انسان کو منہ کے بل کیا چیز گراتی ہے؟" ہیزل آنکھوں میں برف سی ٹھنڈک تھی۔ "اس بات کا زعم کہ جو اس کا ہے، وہ ہمیشہ اس کا ہی رہے گا۔ دھیان رکھئے گا۔"

ہاں، آج منہ کے بل ہی تو گرا تھا وہ۔ ساری زندگی وہ خود سے جڑے لوگوں سے نفرت کرتا رہا۔ جس سے محبت تھی، اس نے بھی اس کی محبت منہ پر دے ماری تھی۔ آج اس کا بت پاش پاش ہوا تھا۔

اور اس لمحے اسے احساس ہوا کہ اس نے اپنے بیٹے کی زندگی کس طرح تباہ کر دی تھی اور یہ احساس بہت جان لیوا تھا۔ کئی گرم آنسو چہرے پر پھسل گئے۔ اس نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

اور یہ صرف حازم کی زندگی نہیں تھی جو اس نے تباہ کی تھی، اس کی گردن پر کئی لوگوں کا خون تھا۔ وہ تمام لڑکے جن کو اس نے نشے کا عادی بنا دیا تھا، وہ بچے جنہیں اغوا کیا تھا۔ قصور بہت زیادہ تھا۔

جانتے ہو سب سے جان لیوا لمحہ کون سا ہوتا ہے؟

آگاہی کا لمحہ۔

اپنے اندر ابھرتی وحشت سے خوفزدہ ہو کر وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ سانس بھاری ہو رہا تھا۔ کچھ تھا جو اعصاب پر حاوی ہو رہا تھا۔

تاریک کمرے کے کونے پر عروش کا عکس ابھرا تھا۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں برف سی ٹھنڈک تھی۔ التمش نے گھبرا کر رخ موڑ لیا۔

*****

جھک کر جوگرز کے تسمے باندھتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر احمر کو دیکھا جو ڈاکٹر سے ہدایات لے رہا تھا۔ کھڑکی کے شیشوں کے پار دوپہر ابھرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ موسم میں خنکی محسوس ہو رہی تھی۔ سورج بادلوں کے پیچھے چھپا اپنی ساری تمازت کھوئے ہوئے تھا۔

"ابھی یہیں انتظار کرو۔ میں ڈسچارج فائل لے کر آتا ہوں۔" احمر کہتے ہوئے ڈاکٹر کی معیت میں باہر بڑھ گیا۔ حازم نے ایک نظر اسے جاتے دیکھا پھر ساتھ رکھی جیکٹ اٹھالی۔ تبھی اس کا موبائل بجنے لگا۔ جیکٹ پہنتے ہوئے اس نے رک کر دیکھا۔ گہری سانس لی اور موبائل اٹھالیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"السلام علیکم۔"

دوسری طرف ابرش ایک لمحے کے لئے خاموش رہ گئی۔ اسے شائد امید نہیں تھی کہ وہ کال اٹھالے گا۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہو؟" اس کی آواز میں اذیت کی ہلکی سی رمق تھی۔

"ٹھیک۔" فون کان اور کندھے کے درمیان رکھے اب وہ جیکٹ کی زپ چڑھا رہا تھا۔

"کب واپس آنا ہے؟ احمر بھائی تو کال ہی نہیں اٹھا رہے۔" وہ بمشکل آنسو پیتے ہوئے نارمل لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ یوں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"کچھ دیر تک آتے ہیں۔ اس کا موبائل رات ڈیڈ ہو گیا تھا۔"

ابرش نے گہری سانس لی۔ اسے ڈھونڈنے سے بھی اس کی آواز یا لہجے میں کچھ نہیں مل رہا تھا۔ عجیب خالی پن تھا۔

"صحیح۔ میں انتظار کروں گی۔ اپنا خیال رکھنا۔ فی امان اللہ۔"

ابرش نے کال کاٹ دی۔ موبائل ہٹا کر اس نے جیکٹ میں ڈال دیا۔ اس کے چہرے میں کچھ بدل گیا تھا۔ کچھ ایسا جو کوئی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ خاموش، خالی اور سپاٹ۔

دروازہ کھول کر وہ باہر نکل آیا۔ سامنے راہداری میں احمر چلتا آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر رکا پھر سر کو خم دیتا مڑ گیا۔

"آریان سے بات ہوئی؟" ڈرائیونگ کرتے ہوئے احمر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ کھڑکی سے باہر بھاگتے مناظر دیکھ رہا تھا۔

"نہیں۔ کیا وہ آیا تھا؟" اس نے نگاہیں ہٹائے بغیر سوال کیا۔

"ہاں آیا تھا۔ رات کو میں زبردستی واپس بھیج دیا تھا۔ شام کو آئے گا۔" احمر نے گہری سانس لے کر کہا۔

اسے حازم کا رویہ پریشان کر رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر کیوں وہ نارمل بی ہیو کرنے کی کوشش کر رہا ہے، جب وہ نارمل نہیں ہے؟ کوئی بات نہیں، کوئی شکوہ نہیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

میرال اور ابرش لان میں ہی تھیں۔ چیئرز پر آمنے سامنے بیٹھی وہ دونوں خاموش لگ رہی تھیں۔

"زندگی کتنی بے یقینی کا شکار ہوتی ہے نا آبی؟" میرال سر کرسی کی پشت سے ٹکائے آسمان پر چھائے بادلوں کو دیکھ رہی تھی۔ ابرش نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا اور سر کو خم دیا۔

تبھی دروازہ کھلا۔ وہ دونوں بے اختیار اٹھیں۔ احمر پیچھے آتے حازم سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میرال تیزی سے آگے بڑھی اور حازم کے گلے لگ گئی۔ ابرش لب کاٹتے ہوئے قریب آئی۔ سیاہ آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی کرب امڈ آیا تھا۔

"آپ بہت برے ہیں بھائی۔ ایسے بھی کوئی کرتا ہے کیا؟ "میرال خود پر قابو نہ رکھ سکی تھی اور روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ حازم نے گہری سانس لے کر اس کا سر تھپکا۔

"آئی ایم سوری۔ اب ایسے تو مت کرو۔" اس نے بے بسی سے کہا تھا۔

میرال آنکھیں رگڑتی اس سے علیحدہ ہوئی اور گیلی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں ماما جان کو بتاتی ہوں۔"

احمر کی معیت میں وہ اندر بڑھ گئی۔

حازم نے گہری سانس خارج کرتے ابرش کو دیکھا جو سینے پر بازو لپیٹے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کے دیکھنے پر سر خم دیا۔ سیاہ آنکھوں میں شکوہ تھا۔

"تم سے میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں کھونے سے ڈرتی ہوں۔" جتاتا ہوا لہجہ تھا۔ "تم نے بھی میرا امتحان لینا ضروری سمجھا۔"

"میں نے تو ایک عرصہ ہوا خود کو کھو دیا ہے۔ تمہارا کیا امتحان لیتا؟" خالی اور بے تاثر لہجہ۔ کوئی اپنائیت نہیں، کوئی احساس نہیں۔ ابرش اسے دیکھ کر رہ گئی۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔ یہ وہ شخص نہیں تھا جو آخری دفعہ پورچ میں کھڑا بادلوں سے ڈھکے آسمان تلے مسکرا کر اس سے بات کر رہا تھا۔

وہ مسکراہٹ کھو گئی تھی۔ وہ چمک ماند ہو چکی تھی۔ دھند میں لپٹے مناظر تحلیل ہو گئے تھے۔

"حازم۔"

ماہ گل کی آواز پر دونوں بے اختیار مڑے۔ حازم ایک پل کے لئے رکا تھا پھر قدم ان کی طرف بڑھا دیئے۔ ماہ گل نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے گلے نہیں لگا سکیں، انہیں لگا کہ وہ یہ حق کھو چکی ہیں۔ انہوں نے آہستگی سے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا۔

"کیسی طبیعت ہے؟ "گیلی لرزتی آواز میں وہ بس یہی پوچھ سکیں۔ حازم نے ایک نظر انہیں دیکھا۔

وہ ناجیہ نہیں تھیں۔ وہ ماہ گل تھیں اور ماہ گل کا اپنا مقام تھا۔ وہ اس کے لئے کیا تھیں، وہ خود بھی نہیں جانتی تھیں۔

اس نے بازو ان کے گرد حمائل کر کے انہیں خود سے لگا لیا اور آنکھیں موند لیں۔ ماہ گل ایک لمحے کے لئے سن رہ گئیں ،اگلے لمحے ان کے چہرے پر آنسو پھسلنے لگے۔ اس نے بنا کچھ کہے انہیں ساتھ لگائے رکھا۔ وہ ویسے ہی روتی رہیں۔

"میں ادھر ہی ہوں ماما جان۔ آپ کے پاس۔ "اس نے جھک کر ان کی پیشانی پر لب رکھے۔

اینٹرنس میں کھڑے احمر نے گہری سانس لی تھی۔

"اس نے میرے حصے کی محبت نہیں لی تھی۔ یہ اس کا حصہ تھا۔ یہ اس کے لئے مقرر تھا۔ "وہ آہستگی سے بڑبڑایا۔ ساتھ کھڑی میرال نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"آئی ایم پراؤڈ آف یو بھائی۔"

"سو ایم آئی۔ "اب کہ وہ میرال کو دیکھتا ہلکا سا مسکرایا۔

ماہ گل آہستگی سے اس سے علیحدہ ہوئیں اور ہاتھ کی پشت سے چہرہ رگڑا پھر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ان کے دیکھنے پر ہلکا سا مسکرایا۔ اس کی بے جان مسکراہٹ روح کو زخمی کرتی تھی۔

"اب فریش ہو جاؤ، میں کھانا لگاتی ہوں۔"

"بابا کہاں ہیں؟ "بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے نارمل لہجے میں پوچھا۔

"اپنے کمرے میں۔ سو رہے ہیں۔"

وہ سر ہلاتا اندر بڑھ گیا۔ ابرش خاموشی سے سینے پر بازو لپیٹے اسے جاتے دیکھتی رہی۔ آنکھوں میں پر سوچ لکیریں چھائی ہوئی تھیں۔ کچھ عجیب لگ رہا تھا۔

کسی ان کہے معاہدے کے تحت وہ سب اس موضوع سے احتراز برت رہے تھے۔

****

اس نے آہستگی سے کمرے کا دروازہ بند کیا، لاک لگایا اور کمر دروازے سے ٹکائے وہ نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ عجیب گھٹن تھی جو محسوس ہو رہی تھی، اس نے جیکٹ کی زپ کھینچ ڈالی۔ سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ چہرے پر بے بسی تھی۔ آنکھوں میں اذیت ہلکورے لے رہی تھی۔

بہت مشکل تھا۔ آخری حدوں تک تکلیف دہ تھا یہ ظاہر کرنا کہ وہ ٹھیک ہے۔ اپنی اذیت ان سے چھپا لینا بہت کٹھن تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ وہ سب اس کی تکلیف پر تڑپ اٹھتے ہیں سو اب وہ انہیں یہی دکھائے گا کہ سب ٹھیک ہے۔ کیونکہ اس کی تکلیفوں پر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسے اب ان کے ساتھ نارمل رہنا تھا۔ اذیت کہاں ہے، درد کتنا ہے، تکلیف کیسی ہے۔ یہ سب اس کا تھا، اس کے اثرات ان تک نہیں جانے چاہئے تھے۔

"دیکھ لیں ماں۔ تباہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو گیا ہوں مگر لبوں پر حرفِ شکایت نہیں لایا اور آپ اب بھی کہتی ہیں کہ میں نے آپ کی ریاضت خاک میں ملا دی۔" وہ آہستگی سے بڑبڑایا۔

کمرے میں رکھی اشیاء یاسیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ٹیرس کے گلاس ڈور کے پار بادلوں سے ڈھکا آسمان دکھائی دے رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

دروازے پر دستک ہوئی اور پھر آہستگی سے دھکیلا گیا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے مظہر نے گردن موڑ کر دیکھا اور سن رہ گئے۔ وہ جھک کر پائیدان پر جوگرز اتار رہا تھا۔ مظہر دھیرے سے سیدھے ہوئے۔

"السلام علیکم۔" ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے آہستگی سے کہا۔

مظہر خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔

"ہاسپٹل سے کب آئے؟ "ان کے لبوں سے دھیرے سے نکلا۔

"ایک گھنٹہ پہلے۔ میرال نے کہا کہ آپ کھانا نہیں کھائیں گے۔ کیوں؟ "بالکل نارمل لہجہ تھا۔ لیکن وہ ان کی آنکھوں میں نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ کیسے دیکھ سکتا تھا؟ اسے دیکھتے مظہر کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ بہت سے سوال زبان تک آئے، بہت سے دبا دیئے۔

"بھوک نہیں تھی۔"

"لیکن آپ کو کھانا تو پڑے گا۔ میں اتنے دنوں بعد گھر آیا ہوں، آج بھی نہیں کھائیں گے؟" لہجے میں شکوہ سا تھا۔

اور کوئی مظہر سے پوچھتا کہ وہ اندر اٹھتا کرب کیسے دبا رہے تھے۔ سامنے بیٹھا لڑکا بڑا ہو گیا تھا، لیکن ان کے لئے آج بھی وہی بچہ تھا جسے وہ اپنے گھر لائے تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ اپنے باپ پر گیا ہے مگر مظہر جانتے تھے کہ وہ ان کی بہن کا عکس تھا۔

"بابا؟ "

اسے دیکھتے مظہر نے بمشکل سر کو خم دیا۔ وہ ہلکا سا مسکرایا۔ کھوکھلی ہوتی مسکراہٹ۔

"چلیں فریش ہو جائیں۔ ہم ٹیبل پر ویٹ کر رہے ہیں۔ "وہ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھنے لگا جب مظہر نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑا۔ وہ اٹھتے ہوئے رک گیا۔

"تمہارے پاس کرنے کے لئے کوئی شکوہ نہیں ہے؟ "انہوں نے یاسیت سے پوچھا۔

حازم نے گہری سانس لی۔ چہرہ بے تاثر رہا۔

"کیسا شکوہ؟"

"میں نے تم سے سب چھپایا تھا۔" انہوں نے کرب سے کہا۔

"بتایا ہوتا تو کیا کر لیتا؟ "اس کے لہجے میں خود کے لئے واضح تمسخر تھا۔"جب کچھ یاد ہی نہیں تھا تو میں کیا کر سکتا تھا۔ سب بھول جائیں بابا۔ ایک برا خواب سمجھ کر سب بھول جائیں۔ سب ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔"

وہ تکلیف سے اسے دیکھتے رہ گئے۔ وہ اتنی آسانی سے کیسے کہہ رہا تھا؟

"جو مری وہ میری بہن تھی حازم۔"کئی آنسو تھے جو مظہر کے چہرے پر لڑھک گئے۔

اور حازم کو جیسے یکدم سینے میں شدید درد اٹھا۔ ایک لمحے کے لئے اسے لگا کہ شائد وہ مرنے لگا ہے مگر دوسرے ہی لمحے سب ٹھیک ہو گیا۔ اس نے گہری سانس کھینچتے انہیں دیکھا۔

"تو پھر ان کے لئے دعا کریں۔"لہجہ بے تاثر تھا۔

مظہر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پیچھے ہوئے۔ آنکھوں میں بہت کچھ راکھ ہوا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر انہیں دیکھا۔

"یہ بات بھول جائیں بابا کہ میں آپ سے اس بات پر ناراض ہوں گا کہ آپ نے مجھ سے چھپایا تھا۔ مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے، میں کسی سے ناراض نہیں ہوں۔ چلیں اب فریش ہو جائیں۔ "وہ ان کا ہاتھ تھپکتا اٹھ کھڑا ہوا۔

مظہر آنکھوں میں حزن کی نمی لئے اسے جاتے دیکھتے رہے۔

"تمہاری موت نے اسے تباہ کر دیا ہے ناجیہ۔ "رستے دل کے ساتھ وہ بڑبڑائے۔

****

"کیا سوچ رہی ہو ابرش؟"

ابرش نے چونک کر ماہ گل کو دیکھا اور پھر زبردستی مسکرائی۔ وہ رات کے کھانے کے بعد کچن سمیٹ رہی تھی۔ کافی بناتی ماہ گل کو وہ الجھی ہوئی لگی تھی سو نرمی سے پوچھ لیا۔

"کچھ بھی نہیں مامی جان۔" اس نے کیبنٹ کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ میرال ان دونوں سے بے نیاز برتن اسٹینڈ میں لگا رہی تھی۔ ابرش چند لمحے لب دبائے ماہ گل کو دیکھتی رہی۔

"مامی جان۔" اس کے پکارنے پر انہوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"حازم نے آپ سے کوئی بات کی؟ خالہ یا عروش کے بارے میں؟ کوئی بھی بات؟"

ماہ گل نے گہری سانس لے کر نفی میں سر ہلایا۔

"وہ کبھی بھی کچھ بھی نہیں کہے گا۔ میں جانتی ہوں۔" ان کے لہجے میں یاسیت تھی۔

"ان سب باتوں کو چھوڑیں ماما جان۔ بھائی آ گئے ہیں اور اور ٹھیک ہیں۔ ہمارے لئے بس یہی کافی ہونا چاہئے۔" میرال نے اکتا کر کہا۔ ماہ گل نے مڑ کر ملامتی نظروں سے اسے گھورا۔

"یہ لو آبی۔" انہوں نے دو مگ ٹرے میں رکھ کر کاؤنٹر پر رکھے۔ ابرش نے آگے بڑھ کر ٹرے اٹھالی اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔

اسٹڈی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اندر نرم سی گرمائش تھی۔ زرد سیلینگ لائیٹس جل رہی تھیں۔ گول میز کے کنارے حازم لیپ ٹاپ روشن کئے بیٹھا تھا۔ کرسی پر پیچھے کو ٹیک لگائے وہ گال تلے مٹھی رکھے سوچتی نگاہوں سے اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ ساتھ چند پیپرز بکھرے تھے۔

ابرش نے ہلکی سی دستک دے کر دروازہ کھولا۔ اسے آتے دیکھ کر حازم نے بکھرے ہوئے کاغذات سمیٹے اور فائل میں لگانے لگا۔ ابرش نے کافی کا مگ اس کے آگے رکھا۔ ابرو بھینچ رکھے تھے۔

"اتنا کون سا ضروری کام ہے جو ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوتے ہی شروع کر دیا ہے؟" وہ خفگی سے کہتی کرسی کھینچ کر بیٹھی۔ حازم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سر پر حجاب کی طرح دوپٹہ لئے ہوئے اس نے کندھوں کے گرد شال لپیٹ رکھی تھی۔ چہرہ زرد روشنیوں میں بھی دمک رہا تھا۔

"کچھ خاص نہیں۔بس کچھ ڈاکومنٹس دیکھ رہا تھا۔" رسان سے کہتے ہوئے اس نے مگ اٹھالیا اور دوسرے ہاتھ سے لیپ ٹاپ آف کرنے لگا۔

"احمر بھائی کہہ رہے تھے کہ آریان نے آنا ہے۔ آٹھ تو بج ہی گئے ہیں۔ "اس نے کلاک پر نظر ڈالی۔

"گھنٹے تک آجائے گا۔کچھ کام پڑ گیا تھا۔"

ابرش چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔وہ ایک ہاتھ میں کافی کا مگ تھامے دوسرے میں پین انگلیوں پر گھما رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟ "اس نے آہستگی سے پوچھا۔

حازم نے چونک کر اسے دیکھا پھر ہلکا سا مسکرایا۔

"اتنی پروا؟ "لہجہ متبسم تھا۔بچپن میں وہ اسے ایسے ہی چڑاتا تھا اور وہ چڑ بھی جاتی تھی۔

ابرش گیلی ہوتی آنکھوں سے دھیرے سے ہنسی۔بہت کچھ یاد آیا، بہت سے احساسات جاگے۔وہ ویسے ہی مسکرا کر اسے دیکھے گیا۔

"میں اب تمہاری باتوں پر زچ نہیں ہوتی۔تب بیوقوف تھی۔" آنکھیں رگڑتے ہوئے اسے جتایا۔

حازم نے ستائشی انداز میں سر کو خم دیا۔

"اور مجھے یقین آگیا۔"

چند پل خاموشی چھاگئی۔ابرش نے لب کاٹتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"تم پتھر ہو گئے ہو یا بے حس؟" اب کہ اس کا لہجہ زخمی تھا۔

"برف۔ "بے تاثر انداز۔

ابرش نے سمجھ کر سر ہلا دیا اور گیلی ہوتی آنکھوں کو رگڑا۔

"پھر پگھل سکتے ہو۔ ذرا سی آنچ اور تم اپنے اصل کی طرف لوٹ آؤ گے۔"

وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ گویا اب فرق نہیں پڑتا۔

"کہہ دینے سے غم مٹ نہیں جاتے لیکن جن کے ساتھ زندگی بھر کا ساتھ ہو، ان سے شئیر کر لینا چاہئے۔ دل کے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں۔" اس نے جیسے جتایا تھا۔

"زندگی کس نے دیکھ رکھی ہے؟" وہ آہستگی سے بڑبڑایا۔

ابرش نے چونک کر اسے دیکھا۔ سیاہ آنکھوں خوف لہرایا۔ وہ آگے ہوئی۔

"تم کیا کرنے کا سوچ رہے ہو؟"

حازم نے کندھے اچکائے۔

"کچھ بھی نہیں۔ کیا میں نے کچھ کہا؟"

ابرش نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ آنکھیں سکیڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ضروری نہیں ہر بات کہی جائے۔ تم کچھ غلط نہیں کرو گے حازم۔" اس نے آخر میں تنبیہ کی تھی۔ مٹھی بھینچ رکھی تھی۔ آنکھوں میں خوف تھا۔

"میں کچھ نہیں کر رہا آبی۔ تم خوامخواہ وہمی ہو رہی ہو۔" اس نے پیچھے کو ٹیک لگاتے ہوئے ہاتھ سے گردن کی پشت دبائی۔ چہرے پر ریلیکسڈ سا تاثر تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں تم سے زیادہ جانتی ہوں اور میں جانتی ہوں کہ تم کچھ پلان کر رہے ہو۔"

"پلان تو کر رہا ہوں۔ لیکن اپنے ٹارگٹ کو پکڑنے کا۔ سو تم پریشان نہ ہو۔ ایوری تھنگ از فائن۔ "اس نے نرمی سے تسلی کروائی۔ ابرش بے بسی سے اسے دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کر اٹھی۔

"کچھ بھی کرنے سے پہلے اپنی ماں کے بارے میں سوچ لینا۔ جو تمہارے پاس ہے اور جو تم سے دور ہے۔ "زخمی انداز میں باور کرواتے ہوئے وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

حازم خاموشی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ سر جھٹکتے ہوئے لیپ ٹاپ آن کرنے لگا۔

آخر یہ لڑکی کیسے اسے جان لیتی ہے؟

****

لان پر چھائی رات ٹھنڈی اور گہری ہو رہی تھی۔ حازم جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے باہر آیا۔ ٹیبل کے ارد گرد رکھی کرسیوں پر احمر اور آریان بیٹھے تھے۔ اسے آتے دیکھ کر احمر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا ہے، دو احمق اکھٹے ہو گئے۔ جب ٹھنڈ میں مرنے لگو تو اندر آ جانا۔"

حازم نے حیرت سے گردن موڑ کر اسے جاتے دیکھا پھر آریان کو دیکھا جو نظریں اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اسے کیا ہوا؟" پوچھتے ہوئے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا۔

آریان نے کندھے اچکائے۔

"ہم دونوں سے تنگ ہے۔"

"کیوں؟"

"مجھے اندر آنے کو کہہ رہا تھا، میں نہیں مانا اور تمہارے رویئے سے پریشان ہے۔"

"میرے رویئے کو کیا ہوا؟ نارمل ہی تو ہے۔" اس نے ہاتھ جیکٹ سے نکال کر آپس میں رگڑے۔ آریان نے بغور اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ڈھونڈنے سے بھی کچھ نہیں مل رہا تھا۔ نارمل اور بے تاثر انداز۔

"تمہارا نارمل ہونا ہی ابنارمل ہے۔" آریان کے لہجے میں کچھ زخمی سا تھا۔ حازم نے گہری سانس لی اور آگے ہوا۔

"جو بھی ہوا ہے، میرے ساتھ ہوا ہے۔ تکلیف بھی صرف مجھے ہی ہونی چاہئے۔ میری اذیتوں میں ان سب کا کوئی حق نہیں ہے۔ سو میں نارمل ہوں۔ سب ٹھیک ہے۔" خالی لہجہ تھا۔

باہر آتے احمر نے اس کے الفاظ سنے تھے۔ دل ایک لمحے کے لئے ڈوبا تھا۔

ان سب؟ تو اب وہ سب غیر ہو گئے؟

وہ آگے آیا اور ہاتھ میں تھامی ٹرے تقریباً پٹخ کر میز پر رکھی اور ایک شکوہ کناں نظر اس پر ڈالتا مڑ گیا۔

"اس نے سن لیا۔" آریان نے گہری سانس لے کر پیچھے کو ٹیک لگائی۔ حازم نے کراہ کر اسے دیکھا۔

"تم بس مجھے پھنسوانے کے لئے ہی پیدا ہوئے ہو۔ بتا نہیں سکتے تھے کہ وہ پیچھے کھڑا ہے۔" خفگی سے کہتے آگے بڑھ کر کافی کا مگ اسے تھمایا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا تمہیں میرے سامنے یہ اداکاری کرنے کی ضرورت ہے؟ جب تمہیں سب یاد آیا تو میں تمہارے ساتھ تھا۔ میں نے تمہاری حالت دیکھی ہے حازم۔ میرے سامنے یہ خول مت چڑھایا کرو۔ زہر لگتے ہو۔" وہ تلخ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ حازم نے بے اختیار پیشانی رگڑی اور اسے دیکھا۔

"میں ٹھیک ہوں آریان۔ پلیز مجھے ٹھیک رہنے دو۔" اس کے لہجے میں منت تھی۔ "میں اس سب سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ لیکن میں کوشش کر رہا ہوں اور مجھے کوشش کرنے دو۔"

آریان اسے دیکھ کر رہ گیا۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکنے لگا جسے اس نے نگل لیا۔ اسی پل اس کا موبائل بجا۔ اس نے نکال کر دیکھا اور گہری سانس لی۔

"یس سر؟"

حازم نے چونک کر اسے دیکھا۔ چہرے پر غیر آرام دہ سا تاثر ابھرا۔ آریان نے موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

"کرنل عاصم ہیں۔" آہستگی سے کہا۔

حازم نے موبائل اس سے لے کر کان سے لگالیا۔ آریان لب کاٹتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میجر حمزہ رپورٹنگ سر۔" آواز بے تاثر تھی۔

"اٹس کرنل عاصم۔ کل تم صبح آٹھ بجے بیس پہنچو گے۔ سینئرز نے بلایا ہے۔ "ان کی آواز بھاری اور مدھم سی تھی۔

کچھ تھا جس نے حازم کو ایک دفعہ پھر اسی اذیت میں دھکیل دیا تھا۔ آواز نئی نہیں تھی لیکن رشتہ بہت پرانا تھا۔

"اوکے سر۔ میں پہنچ جاؤں گا۔"

عاصم نے کال کاٹ دی۔ حازم نے موبائل آریان کی طرف بڑھا دیا۔

"طبیعت کیسی ہے؟ "آریان نے موبائل جیب میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ اب آنکھوں کو رگڑ رہا تھا۔

"اگر تمہاری ڈپریشن اور اسٹریس کی یہی حالت رہی تو ہارٹ پر ابلم کا خدشہ ہو سکتا ہے حازم۔ یہ چیز کتنی نقصان دہ ہو گی، تم جانتے ہو۔"

حازم خاموشی سے سینے پر بازو لپیٹے سن رہا تھا۔ سر کو خم دیا۔ آریان چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر جانے کے لئے اٹھا۔

"کل اپارٹمنٹ میں آجانا۔ ریڈ کی تفصیلات فائنل کرنی ہے۔ "ہڈ سر پر ڈالتے ہوئے آریان نے یاددہانی کروائی۔

"بیس سے واپسی پر آجاؤں گا۔"

آریان نے سر کو خم دیا اور جانے کے لئے مڑ گیا۔

****

جیکٹ کی زپ کھینچتے ہوئے وہ لاؤنج میں آیا تو ماہ گل اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر بے اختیار رکیں۔

"آریان چلا گیا؟"

"جی۔ "وہ جواب دیتا صوفے پر بیٹھا اور سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ "احمر کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں۔ خیریت؟" انہوں نے شال اپنے گرد لپیٹتے ہوئے پوچھا۔

"جی سب ٹھیک ہے۔ بس بات کرنی تھی اس سے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اب آرام کرو۔ "وہ جانے کے لئے مڑ گئیں۔ وہ خاموشی سے انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ چند لمحے لب دبائے کچھ سوچا پھر اٹھ کر احمر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے پر دستک دی۔

"فرمایئے؟"

اندر سے احمر کی بیزار آواز ابھری۔ وہ دروازہ دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ کمرے میں صرف سائیڈ لیمپ جل رہا تھا۔ حازم نے سوئچ دبایا اور لائٹ جل اٹھی۔ ہیٹنگ سسٹم آن تھا سو وہ جیکٹ اتار تا بیڈ کے قریب آیا جہاں احمر نے اسے دیکھ کر بازو پھر آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔ کمبل گردن تک چڑھا لیا۔

"اب میں تمہیں مناؤں؟ کم آن یار، وہ بس ایک بات تھی۔ "وہ بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے بولا۔ احمر کی طرف سے کوئی جنبش نہ ہوئی۔ اس نے لب دبائے کمبل کھینچ دیا۔

"کیا ہے؟ "احمر جھنجھلا کر اٹھ بیٹھا۔ آنکھوں میں خفگی تھی۔ حازم نے بنا کچھ کہے بازو اس کے گرد حمائل کر کے سر اس کے کندھے سے ٹکا دیا۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے احمر بچپن میں کیا کرتا تھا۔

وہ ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گیا۔ آنکھوں میں حزن کی نمی ابھرنے لگی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا جو تم نے اخذ کیا ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا تھا کہ سب میری وجہ سے تکلیف میں نہ ہوں۔"

"پہلے تو کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا۔ "احمر کی آواز زخمی سی تھی۔

"پہلے کوئی اذیت بھی نہیں تھی۔"

احمر خاموش رہ گیا پھر اسے خود سے علیحدہ کیا۔ گیلی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"میں نے خود کو یہ بھلا دیا ہے حازم کہ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔ مجھے یہ یاد مت دلایا کرو۔ تمہاری تکلیفوں پر میرا بھی حق ہے۔"

حازم کے لبوں پر سوگوار سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ کچھ کہنے والا تھا جب حلق میں جیسے کچھ اٹکا تھا۔ وہ بے اختیار کھانسا۔ سینے میں درد اٹھنے لگا۔ احمر نے پریشانی سے اسے دیکھا جس پر کھانسی کا برا دورہ پڑ چکا تھا۔ لمحوں میں چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

"حازم۔ "احمر بے اختیار اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ سر کو پیچھے گرائے گہرے گہرے سانس لیتا نڈھال لگ رہا تھا۔ کھانسی تھم چکی تھی لیکن چہرے کی رنگت بحال نہیں ہوئی تھی۔

"کوئی انفیکشن ہے کیا؟ "احمر پانی کا گلاس بھر کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بمشکل سیدھا ہو کر بیٹھا۔ ایک نظر اپنے گلاس تھامے ہاتھ کو دیکھا جس کے ناخن سفید پڑ رہے تھے۔ سر جھٹک کر گلاس لبوں سے لگا لیا۔

"حازم؟"

"شائد بدلتے موسم کا اثر ہو۔ میں میڈیسن لے لوں گا۔ ڈونٹ وری۔ "وہ اب سنبھلا ہوا لگ رہا تھا لیکن آواز ہنوز بوجھل تھی۔ احمر آنکھیں سکیڑے اسے دیکھتا رہا۔

"انسانوں کی طرح کہیں ٹک کر آرام کر لو تو نہ یہ حالت ہو۔ "احمر نے اسے جھڑکنا اپنا فرض سمجھا۔ اس نے خفگی سے اسے دیکھا پھر بنا کچھ کہے سر جھٹک دیا۔

******

آسمان کے کناروں سے سفیدی ابھر رہی تھی۔ فضا میں ٹھنڈ بڑھ گئی تھی۔ حجاب کی پن کھولتے ابرش اپنے کمرے سے نکلی تو جیسے ٹھٹک کر رکی۔ ابرو بھینچ گئے۔

"کدھر؟ "سینے پر بازو لپیٹے خفگی سے پوچھا۔

حازم جو اپنے کمرے کا دروازہ بند کر رہا تھا، بے اختیار مڑا۔ خاکی یونیفارم پر خاکی پی کیپ پہنے وہ کلائی پر گھڑی باندھتا آگے آیا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"بیس جا رہا ہوں۔" آواز بھاری اور زکام زدہ سی تھی۔

ابرش نے گردن موڑ کر کلاک کو دیکھا۔ چھ بج رہے تھے۔

"یہ کون سا ٹائم ہے؟"

"مادام، پہنچنے میں ہی ڈیڑھ گھنٹہ لگ جائے گا۔ آٹھ بجے تک پہنچنا ہے۔"

"گڈ، اور ناشتہ؟ "

وہ ہلکا سا مسکرایا۔ کچھ کہنے ہی والا تھا جب۔۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جی بالکل۔ اتنی پروا۔ اب کچن میں آؤ۔ میں ناشتہ بنا دیتی ہوں۔ "وہ اس کے بولنے سے پہلے ہی بول اٹھی۔ تحکم سے کہتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"آبی، میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔" اس نے پیچھے سے پکارا۔

"آٹھ بجے پہنچنا ہے۔ ناشتہ پندرہ منٹ میں ہو جائے گا۔ بحث مت کرو۔"

ایک ہلکی سی مسکراہٹ حازم کے لبوں کو چھو گئی۔ اتنے دنوں میں یہ پہلی دفعہ تھا جب وہ دل سے مسکرایا تھا۔ اس کے پیچھے کچن تک آیا۔ وہ انڈے نکال چکی تھی، اب تیزی سے پھینٹ رہی تھی۔

"رات سوئے نہیں تھے؟" مصروف سے انداز میں پوچھا۔ دوپٹہ سر سے ڈھلک کے کندھوں پر گرا تھا۔

"نہیں۔ سر میں درد تھا۔" وہ جیب سے موبائل نکالتے ہوئے بولا۔

ابرش نے ایک نظر مڑ کر دیکھا۔ وہ سر جھکائے موبائل پر لگا تھا۔ گہری سانس لے کر کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"واپسی کب تک ہے؟"

"پتہ نہیں۔ شائد رات تک۔" وہ موبائل سائیڈ پر رکھ چکا تھا۔ اب پی کیپ اتارے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔ کچھ یاد آنے پر ابرش کو دیکھا جو کافی میکر کا بٹن دبا رہی تھی۔

"ماما جان نہیں اٹھیں؟" اس نے کلائی موڑ کر گھڑی دیکھی۔

"اٹھ گئی ہوں گی۔ ویسے اگر میں نہ آتی تو بنا ناشتے کے چلے جاتے؟"

"اس میں اتنی عجیب بات کیا ہے؟" اس نے کندھے اچکائے۔

ابرش نے مڑ کر خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہیں ٹریک پر رکھنا کتنا مشکل کام ہے۔" وہ سر جھٹک کر چولہے کی طرف متوجہ ہوئی۔

حازم خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"تم ایسا کرو ناشتہ بناؤ، میں رات کو آ کر کر لوں گا۔ نو ایشوز۔" انتہائی سنجیدگی سے مشورہ دیا۔ ابرش نے لب بھینچے اس کے سامنے ٹرے اور کافی کا مگ رکھا۔ آنکھوں میں خفگی امڈ آئی۔

"تمہیں پتہ ہے یہ پانی کتنا ٹھنڈا ہے؟" اس نے ہاتھ دھوتے ہوئے یاددہانی کروائی۔

حازم نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اب خفگی سے ہاتھ خشک کر رہی تھی۔

"تو؟ "مسکراہٹ دبائے اس نے ابرو چکائی۔

"میں کیا کہہ رہی ہوں؟ "وہ بے نیازی سے کندھے جھٹکتے مڑ گئی۔

پھیلاوہ سمیٹ کر اپنے لئے کافی بنائی۔تب تک وہ ناشتہ کر چکا تھا۔مگ میز پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔وہ کاؤنٹر سے ٹیک لگائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"شکرن۔ "پی کیپ پہنتے ہوئے سر کو خم دیا۔

ابرش ہلکا سا مسکرائی۔

"جلدی آجانا۔"

حازم جانے کے لئے مڑا تو پیچھے سے اس نے پکارا۔وہ لب دبائے اس کی طرف پلٹا۔

"مس کرو گی؟"مسکراہٹ لبوں تک روکتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں لیکن تم ڈل لگ رہے ہو۔خیال رکھنا۔"وہ دھیمے لہجے میں بولی۔سیاہ آنکھیں اس پر جمی تھی۔وہ لمحے کے لئے خاموش رہ گیا پھر گہری سانس لیتا مڑ گیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

ابرش خاموشی سے اسے جاتے دیکھتی رہی۔آنکھوں میں پانی ابھرنے لگا۔

وہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی مگر ہمت نہیں ہوتی تھی۔ان کا زمانوں کا ساتھ تھا،وہ چاہتی تھی کہ وہ اس سے سب شئیر کرے،اس کو اپنی اذیتوں کا بتائے مگر وہاں خاموشی تھی اور ابرش کو اس کے فیصلے کا احترام تھا۔اگر وہ نہیں بتانا چاہتا تو وہ نہیں کریدے گی۔کبھی نہ کبھی خود بتادے گا۔

******

ہمیشہ کی طرح ماہ گل سے مل کر وہ گھر سے نکل آیا۔آہستہ آہستہ آسمان روشن ہو رہا تھا۔گہری سانس لے کر اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور کار آگے بڑھ گئی۔تھوڑی دیر قبل کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔اب وہی بھوری آنکھوں

کی ویرانی تھی۔ تبھی اس کا پرسنل موبائل بجا۔ نمبر دیکھ کر اس نے کچھ سوچا پھر وائس کنورٹر آن کرتے ہوئے کال پک کر لی۔

"حیدر قمر؟ "دوسری جانب کھردرے لہجے میں پوچھا گیا۔

"ہاں۔ "یک لفظی جواب دیتے ہوئے موڑ کاٹا۔ اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر در آیا تھا۔ کچھ سپاٹ اور برف سا۔

"ڈیٹیلز؟"

"کل شام تک مل جائیں گی۔"

دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی۔ وہ نمبر ٹریس ایبل نہیں تھا۔ وہ اسے ٹریس نہیں کر سکتے تھے۔ وہ مطمئن تھا۔

"یعنی میری ریاضت خاک میں ملانا چاہتے ہو؟"

"تم ناجیہ کے حازم رہو گے، تم فرعون نہیں بنو گے۔"

اس نے بے اختیار سر جھٹکا اور ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ جیسے ان ذہن میں گونجتی آوازوں سے پیچھا چھرانا چاہ رہا ہو۔

"آپ نے مجھے چھوڑ دیا ماں، سو اب مجھے پروا نہیں۔ "وہ سامنے دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

تقریباً چار گھنٹوں بعد وہ کار آریان کے اپارٹمنٹ کے سامنے روک رہا تھا۔ سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے باہر نکلا۔ چہرہ زرد سا تھا۔ سر بھی بوجھل ہو رہا تھا۔ چابی سے دروازہ کھول کر اندر رہوا۔ جیسے ہی لاؤنج میں آیا، قدم بے اختیار رکے تھے۔ آنکھوں میں بہت کچھ زخمی ہوا تھا۔ آہستگی سے آگے بڑھا اور سیلیوٹ کیا۔

کرنل عاصم نے سر کو خم دیتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آریان سر جھکائے کوئی فائل دیکھ رہا تھا۔

"بیس سے ہو آئے؟"ان کا لہجہ بالکل نارمل تھا۔

"جی۔ "اس کی نظریں دیوار پر لگی کیلی گرافی پر جمی تھیں۔ "سینئرز کے بقول ریڈ اگلے ہفتے کرنا ہے۔تب تک سیکیورٹی ٹائٹ رہے گی۔"

"اگلے ہفتے کیوں؟ اگر ان کا بھاگنے کا کوئی پلان ہوا اور وہ ہاتھ سے نکل گئے تو؟ "آریان نے تشویش سے کہا۔

"پتہ نہیں۔ آرڈر یہی ہے۔ وہ لوگ غائم قصر میں چھپے ہیں؟ "حازم نے نظروں کا رخ اس کی طرف موڑا۔

آریان نے سر کو خم دیا۔

"ہاں لیکن زیرِ زمین۔ کیونکہ غائم قصر کی تلاشی لی جا چکی تھی۔ اس وقت وہ وہاں نہیں تھے۔ سو کوئی انڈر گراؤنڈ راستہ ہو گا۔"

"راستہ ہم ڈھونڈ لیں گے۔ اب آریان تم یہ سارے ثبوت بیس پہنچاؤ کرنل زوہیب تک۔ اعلی حکام تک پہنچانے کی ذمہ داری ان کی ہے۔ ہمارا کام بس انہیں گرفتار کرنا ہے، جو ہم اگلے ہفتے کریں گے۔ "عاصم نے فائل اٹھا کر سینٹرل ٹیبل پر رکھی۔

"انہوں نے لازمی کوئی نہ کوئی اسکیپنگ روٹ رکھا ہو گا۔ ہمیں اس کنڈیشن کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ "آریان نے پر سوچ انداز میں کہا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"قصر کے ارد گرد کا پندرہ کلو میٹر کا ایریا انڈر سیکیورٹی ہے۔ بھاگنا اتنا آسان نہیں ہے، لیکن ہمیں پھر بھی تیار رہنا چاہیئے۔"

آریان فائل اٹھاتے ہوئے اٹھا اور انہیں سیلیوٹ کرتے ہوئے مڑ گیا۔ حازم نے گردن موڑ کر اسے جاتے دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔ عاصم خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے جو سر جھکائے چابی صوفے کی ہتھ پر رگڑ رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ ناراض مت ہونا، لڑ کر غصہ اتار لینا۔ "چند لمحوں بعد ان کی بھیگی آواز گونجی۔

حازم نے بے اختیار انہیں دیکھا۔ ان کی نم ہوتی آنکھیں اس پر جمی تھیں۔ اس نے نظریں چرا لیں اور کندھے اچکا دیئے۔

"میں ناراض نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے کسی بات کا غصہ ہے۔" بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے پیچھے کو ٹیک لگائی۔ عاصم خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

"میں نے بھابھی اور عروش کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی تھی، کئی سال کرتا رہا۔ "انہوں نے کرب سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ حازم کو ایک دم گھٹن محسوس ہوئی تھی۔ بے اختیار گردن مسلی۔ وہ اس موضوع کی طرف نہیں جا سکتا تھا۔ ہمت نہیں تھی۔

"آپ۔۔ کہاں رہے اتنے سال؟" موضوع بدلنے کے لئے تیزی سے پوچھا۔ چہرہ لمحے کے لئے متغیر ہوا تھا۔

عاصم نے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ چہرے پر کرب بکھرا تھا۔

"میں تمہیں بچا نہیں سکا۔"

"میری قسمت میں یہی لکھا تھا، یہی ہونا تھا۔ "وہ انہیں نہیں دیکھ رہا تھا۔ کسی کی آنکھوں میں دیکھنے کے لئے بہت ہمت چاہئے ہوتی ہے اور فی الحال اس کی ہمت ختم ہو چکی تھی۔ عاصم نے گہری سانس لی۔

"تم اس سب سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"غلط کر رہا ہوں؟"

عاصم نے نفی میں سر ہلایا۔

"طریقہ غلط ہے۔ تم فرار حاصل کر رہے ہو۔ اذیتوں کو فیس کرنا چاہئے حازم۔ ورنہ یہ اندر سے انسان کیو دیمک کی طرح کھا جاتی ہیں۔"

وہ خاموش رہا۔

"اپنی رپوٹس دیکھی ہیں؟"

اس نے چونک کر انہیں دیکھا پھر نفی میں سر کو جنبش دی۔

"لیکن آریان بتا چکا ہے۔"

"تم جس راہ پر چل رہے ہو، یہ صرف تمہیں کسی فزیکل پرابلم سے دوچار کرے گی۔ آرمی سے ڈسکوالیفائی الگ ہوگے۔" وہ جیسے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ وہ خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ انہوں نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ بدل گیا تھا، یا شائد بے حس ہو گیا تھا۔

"میں کوشش کر رہا ہوں۔" وہ وہاں سے اٹھ جانا چاہتا تھا لیکن احترام کے باعث ایسا نہیں کر پا رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں ٹھہری نمی اسے بے چین کر رہی تھی مگر درمیان میں سالوں کی کھائی تھی جسے پاٹنا کم از کم ابھی اس کے بس میں نہیں تھا۔

"ابرش کیسی ہے؟" انہوں نے آہستگی سے پوچھا۔

حازم بے اختیار چونکا۔

"ٹھیک ہے۔"

"میں اس کی طبیعت نہیں، شخصیت پوچھ رہا ہوں۔ تم خوش ہو اس کے ساتھ؟" وہ بالکل ایک باپ کی طرح سوال کر رہے تھے۔

وہ انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ خوش؟ مگر سر جھٹک دیا۔

"جی۔" یک لفظی جواب تھا۔

عاصم نے گہری سانس لی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم جاسکتے ہو۔ لیکن ریڈی رہنا۔ "انہوں نے پیچھے کو ٹیک لگاتے ہوئے اجازت دی۔ شائد وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ ابھی غیر آرام دہ ہے۔ وہ سر ہلاتا اٹھا اور سیلیوٹ کرتا مڑ گیا۔

وہ خاموشی سے اسے جاتے دیکھتے رہے۔ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرا جسے انہوں نے رگڑ دیا۔

******

وہ گھر آیا تو لاؤنج میں مظہر لیپ ٹاپ سامنے رکھے ٹائپنگ کر رہے تھے۔ وہ قدم قدم چلتا ان کے مقابل صوفے پر آ بیٹھا۔ مظہر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور سوالیہ ابرو چکائی۔

"کام تھا آپ سے۔"

مظہر نے گہری سانس لے کر لیپ ٹاپ سائیڈ پر کر دیا۔

"کہو۔ "پیچھے کو ٹیک لگائے اب وہ منتظر سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"مجھے گھر کی چابی چاہئے۔ "اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

کون سا گھر، کہاں کی چابی۔ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

مظہر اسے دیکھتے رہ گئے۔

"تمہیں خود کو اذیت دینے کا کیوں اتنا شوق ہے؟ "انہوں نے جیسے بے بسی سے پوچھا تھا۔

"آپ نے وہاں کی ہر چیز سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔ کیوں؟ "ان کا سوال نظر انداز کر دیا۔

"وہ تمہاری امانت تھا، میں جانتا تھا کہ ایک دن تم سوال کرو گے۔ "انہوں نے کرب سے پیشانی رگڑی۔ پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ گردن موڑے شیشے سے پار بادلوں سے ڈھکے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔

"تم وہاں کیوں جانا چاہتے ہو حازم؟ "ان کے لہجے میں تکان تھی۔

حازم نے نگاہوں کا رخ ان کی طرف موڑا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی تاثر تھا جو مظہر نے گزرے دنوں میں پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ زخمی پن، کرب، اذیت۔ ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"کیونکہ میرے پاس جانے کے لئے کوئی قبر نہیں ہے۔" ضبط سے بھاری ہوتی آواز میں کرچیاں سی تھیں۔ ان کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ اذیت ایک بار پھر رگوں میں اترنے لگی۔ انہوں نے سر جھکا کر آنکھوں کو رگڑا۔

"میرے کمرے میں سائیڈ ٹیبل کے پہلے دراز میں چابی ہے۔ وہاں سے لے لو۔"

وہ چند لمحے انہیں دیکھتا رہا، پھر جانے کے لئے اٹھا۔

"تم اتنے مضبوط نہیں ہو کہ وہاں جا سکو۔ اتنا چھوٹا غم بھی نہیں کہ وہاں جا کر سہہ سکو۔"

مظہر کی بھیگی اور پر اذیت آواز نے پل کے لئے اس کے قدم روکے تھے۔ رستے دل کا خون اندر ہی اندر گرنے لگا تھا۔ بمشکل اس نے قدم کمرے کی جانب موڑ دیئے۔ گیلی ہوتی آنکھوں کو رگڑتے اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اندر لائیٹس جل رہی تھیں۔ تکیے پر کور چڑھاتی ماہ گل نے مڑ کر دیکھا، دل پل کے لئے رکا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں اتری نمی دیکھ چکی تھیں۔ حازم بھی انہیں دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔ شائد اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ بھی کمرے میں ہوں گی۔ ماہ گل نے رخ موڑ کر سست روی سے تکیہ بیڈ پر سیٹ کیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کچھ چاہئے؟" آہستگی سے پوچھتے ہوئے وہ مڑیں۔

"ایک چابی چاہئے تھی۔ بس وہی لینے آیا تھا۔"

نظریں ان سے چرائے وہ سائیڈ ٹیبل کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہیں۔ انہوں نے آخری دفعہ اس کی آنکھوں میں آنسو تب دیکھے تھے جب آریان نے ان کے ایکسیڈنٹ والا مذاق کیا تھا اور آج کئی سالوں بعد ان آنکھوں میں ٹھہری نمی دیکھی تھی۔ دل نئے سرے سے زخمی ہوا تھا۔

"کب تک آؤ گے ؟ "کچھ تھا ان کی زخمی سی آواز میں جس نے حازم کو انہیں دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ چابی جیکٹ کی جیب میں ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"پتہ نہیں۔ شائد دیر لگ جائے۔ آپ انتظار مت کیجئے گا۔"

"خیال رکھنا۔ "وہ ڈریسنگ ٹیبل کی طرف مڑ گئیں۔ حازم خاموشی سے انہیں دیکھتے ہوئے باہر چلا گیا۔ ماہ گل نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ کئی آنسو چہرے پر لڑھک گئے۔ ایک ان کہا سا فاصلہ تھا جو دونوں کے درمیان آ گیا تھا۔

******

اپنے اندر دہشت ناک کہانی سموئے وہ منہدم ہوتی بستی ویران تھی۔ فضا میں حبس اور باسی ہوئے خون کی بو رچی تھی۔ ایک قطار میں کھڑے گھروں پر کسی مغضوب بستی کی طرح وحشت چھائی ہوئی تھی۔ رات کے اس پہر صرف اکا دکا اسٹریٹ لیمپس جل رہے تھے۔ وقفے وقفے سے کتوں کے بھونکنے اور گیدڑوں کے رونے کی آواز خاموشی کو توڑتی تھی اور پھر سکوت چھا جاتا تھا۔

اسی قطار کے چوتھے گھر کے سرمئی دروازے کے آگے ایک کار جھٹکے سے رکی تھی۔ ٹائر چرچرائے اور خاموشی مجروح ہوئی۔ کار کی ہیڈ لائیٹس بجھ گئیں۔ شائد وہ خون کی باس تھی، زخموں کی اذیت تھی یا پھر روح کی چیخیں تھیں جو کار میں بیٹھے وجود پر چھانے لگی تھی۔ اسٹیرنگ ویل پر جمے اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑنے لگے۔ اس نے سر اٹھا کر اس خاموش گھر کو دیکھا۔ اندر تک اذیت اتری تھی۔ دل سے رستا خون اندر ہی اندر گرنے لگا۔ گہری سانس لے کر اس نے جیسے خود پر قابو پایا تھا۔ کار کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا۔ اسٹریٹ پول کی مدھم روشنی میں اس کے نقوش واضح نہیں تھے۔ مگر آنکھوں میں حزن اور ویرانی عیاں تھی۔ بلیک جینز پر بلیک ہوڈی پہنے کندھوں پر سیاہ بیگ تھا۔ بھاری ہوتے قدم اس نے دروازے کی طرف بڑھائے۔ بھاری چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلتا گیا۔ اندھیرے میں ڈوبے صحن میں مدھم سی روشنی پھیلی تھی۔ اس نے دروازے کے ساتھ دیوار پر لگے سوئچ کو دبایا۔ اندھیرے کا پردہ چاک ہوا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

صحن اس کے وجود کی طرح خاموش اور ویران تھا۔ایک اذیت سی اسے اپنی لپیٹ میں لینے لگی۔سانس بھاری ہونے لگا۔ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکے تھے۔

"اسے چھوڑ دو۔خدا کے لئے میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

وہ درد ویسا ہی تھا۔تکلیف اور اذیت بھی ویسی ہی تھی۔اس کی آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔وجود شعلوں کی زد میں آچکا تھا۔وہ خود کو گھٹنوں کے بل گر کر بلکتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ اپنی روح کے پرخچے اڑتے دیکھ سکتا تھا۔

"میں تمھارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔اسے چھوڑ دو۔"

اس دفعہ اسے سب یاد تھا۔ہر نشتر،ہر زخم اور ہر چیخ۔اس دفعہ وہ جانتا تھا۔اس کا حال،اس کا مستقبل سب مٹ گیا تھا۔ماضی رہ گیا تھا۔ماضی ہر جگہ تھا۔

اس نے بمشکل قدم اندھیرے میں ڈوبے برآمدے کی طرف بڑھائے۔ستون پر لگے سوئچ آن کئے۔ سامنے دو کمرے تھے۔جن کے سرمئی دروازے آدھ کھلے تھے۔وہ برآمدے کے ستون کے ارد گرد اس لڑکی کو بھاگتے دیکھ سکتا تھا۔اس کی کھکھلاہٹیں گھر کے ہر کونے سے ابھر رہی تھیں۔

"جب بھی تمھیں دیکھتی ہوں،پتہ ہے کیا دل کرتا ہے؟"

"کیا؟ "اس نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"یہی کہ تمھارا ہیئر اسٹائل خراب کر دوں۔"

"میں اب بات ہی نہیں کروں گا۔"

اس نے بے اختیار ماتھے پر بکھرے بھورے بال پیچھے کئے تھے۔

کمرہ ویسا ہی تھا جیسے اس نے آخری دفعہ چھوڑا تھا۔قطار میں لگے تین سنگل بیڈز کی بیڈ شیٹس صاف ستھری اور بے شکن تھیں۔دائیں طرف دیوار گیر کھڑکی تھی۔جس کے آگے پردے گرے تھے۔ڈریسنگ ٹیبل پر سب اشیائے سلیقے

سے رکھی تھیں۔ برش، پرفیومز، ہینڈ لوشن اور کونے میں رکھا ائیر فریشنر۔ سائیڈ پر چوڑیوں کا سٹینڈ رکھا تھا۔ جس میں مختلف رنگوں کی چوڑیاں سجی تھیں۔

اس کے دل میں ہوک اٹھی۔ بھوری آنکھوں میں کرب عود آیا۔ وہ اس کا چوڑیوں کے معاملے میں جنون جانتا تھا۔ وہ اپنی چوڑیوں پر کوئی سمجھوتا نہیں کرتی تھی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے چوڑیوں کو چھوا۔ چوڑیاں ٹکرائیں، کھنک پیدا ہوئی۔ جیسے وہ ہمیشہ اسے تنگ کرنے کے لئے کرتا تھا، مگر اس دفعہ، اتنے سالوں بعد اسے ڈانٹنے وہ نہیں آئی۔ وہ پلٹ کر الماری کی طرف آیا اور بے جان ہوتے ہاتھوں سے پٹ کھولے۔ اندر نظر پڑتے ہی اس کا دل کٹا تھا۔ سانس رکنے لگا۔ آنکھوں میں جلن اتری۔

وہاں لٹکے کپڑے ویسے ہی تھے جیسے کبھی کسی نے چھوا ہی نا ہو۔ ان سے اٹھتی خوشبو آج بھی، اتنے سالوں بعد اپنے ارد گرد محسوس ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ گرم مائع سے بھیگنے لگا۔ دفعتاً نگاہوں میں کچھ الجھا۔ اس نے نظریں جھکائیں۔ زرد کور والے اس البم پر گرد پڑی تھی۔ اس نے آہستگی سے اسے اٹھایا اور سینے سے لگا لیا۔ لرزتے لبوں پر صرف ایک ہی بات تھی۔

"رب الرحمنی۔۔"

سینے میں ابھرتے کرب اور روح کی سسکیوں کو وہ کیسے دبا رہا تھا، وہی جانتا تھا۔

"تم اتنے مضبوط نہیں ہو کہ وہاں جا سکو۔ اتنا چھوٹا غم بھی نہیں کہ وہاں جا کر سہہ سکو۔"

اسے منع کیا گیا تھا، تنبیہ کی گئی تھی۔ مگر وہ نہیں مانا تھا۔ اب اندازہ ہو رہا تھا کہ مار خور کے بیج سینے پر لگانے کے باوجود وہ اتنا مضبوط نہیں ہوا تھا کہ اس منظر سے جڑی اذیت کو برداشت کر سکے۔ وہ آج بھی اسی درد کے ہاتھوں ٹوٹتا تھا۔

وہ پنجوں کے بل بیٹھا اور الماری کا اندرونی دراز کھولا۔ اس میں کتابیں اور رجسٹرز وغیرہ تھے۔ کافی کنگھالنے کے بعد اسے وہ سلور رنگ کا چمکتا کارڈ ملا تھا۔ اس نے کھولے بغیر بیگ میں رکھ دیا۔ انھی میں سے کچھ رجسٹرز نکال کر اس نے وہ بھی ڈال دیئے۔ سر اٹھا کر ہینگرز میں لٹکے استری شدہ کپڑوں کو دیکھا۔ سرخ بھیگی آنکھوں سے وہ چند لمحے دیکھتا رہا

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

پھر ہاتھ بڑھا کر سوٹ اتارے اور ہینگر سے نکالتے ہوئے بیگ میں رکھے۔ ایک سفید ململ کا دوپٹہ الگ کر کے بیڈ پر رکھا۔ مڑ کر دیکھا۔ تیسرے بیڈ کے اوپر ایک پینٹنگ جگمگا رہی تھی۔

"یاایتھاالنفس المطمئنہ

ارجعی الی ربک راضیۃ المرضیۃ"

وہ لب بھینچے دیکھتا رہا۔ ایک کرب تھا جو چہرے پر بکھرا تھا۔ حزن کا سمندر تھا جو آنکھوں میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آہستگی سے ہاتھ بڑھایا اور پینٹنگ اتار لی۔ ہاتھ جیسے جھلس گئے تھے۔ وہ لمس آج بھی اسی پینٹنگ میں خطاطی کے پیچھے کھڑے سفید پہاڑوں پر پھیلی سلور چاندنی پر ثبت تھا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟" اسی بیڈ پر بیٹھے اس نے ناجیہ کو پینٹنگ لگاتے دیکھا تو اشتیاق سے پوچھا۔ وہ مسکرا کر مڑیں اور سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھا جس کی بھوری آنکھوں میں چمک تھی۔

"یہ ایک پکار ہے۔ ابدی زندگی کی نوید ہے۔ جس کو مرتے وقت یہ سننے کو مل جائے نا تو سمجھو اسے سب مل گیا۔ فوز العظیم اس کا مقدر بن گئی۔"

"یہ کیسے ملتی ہے؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس کے لئے جلنا پڑتا ہے۔ اتنا کہ دنیا کی آگ بے اثر ہونے لگے۔ کھونا پڑتا ہے، زخم سہنے پڑتے ہیں۔ اور پھر جب یہ نوید سننے کو مل جائے تو ہر خسارہ نفع بن جاتا ہے، ہر زخم کو قرار آجاتا ہے۔ سب بھول جاتا ہے۔ اگر کچھ یاد رہتا ہے تو رب اور اس کی پکار۔"

اس کے چہرے پر پھسلتے آنسو پینٹنگ کے شیشے پر گر رہے تھے۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے بھی سب کھو دیا تھا، کیا اسے بھی یہ منادی سننے کو ملے گی؟ مگر مسؤول کوئی نہ تھا۔

سینے میں ہوتا درد بڑھنے لگا تھا۔ وہ گہرے سانس کھینچتا بیڈ پر بیٹھ گیا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"رب انصرنی۔۔ "سسکتے ہوئے اس کے لبوں سے نکلا تھا۔

اسی پل اس کا موبائل بجا۔ بیل بجتی رہی لیکن اس نے کال نہیں اٹھائی۔ سر دونوں ہاتھوں میں گرائے وہ وہیں بیٹھا رہا۔ بیل بند ہوئی تو اس نے بنا کچھ دیکھے موبائل وائبریشن پر لگا دیا۔ گردن موڑ کر اس سفید ململ کے دوپٹے کو دیکھا۔ لرزتے ہاتھوں سے دوپٹہ ہاتھوں میں لیا۔ اس دوپٹے سے آج بھی مہک محسوس ہو رہی تھی۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ جھک کر آہستگی سے دوپٹہ چوم لیا۔

"ماں۔ "لرزتی کانپتی سرگوشی میں اس نے پکارا تھا۔ مگر اندر باہر صرف سناٹا تھا۔

"ماں، پلیز ایک دفعہ آجائیں۔ بس ایک دفعہ ماں میرے پاس آجائیں۔ "اب کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ سارے برداشت کے بند فنا ہوئے۔ ہمتوں کی باڑ بکھر گئی۔ دل کے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ وہ خود ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔ ڈوبتے کمرے میں وہ تنہا بکھر رہا تھا۔ دوپٹہ کسی متاع حیات کی طرح جکڑے وہ ہر چیز سے بے نیاز بس بلک رہا تھا۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے سولہ سال قبل تڑپا تھا۔ کرب کا احساس ہر طرف حاوی ہو رہا تھا۔

وہ نہیں آئیں جو ہر دفعہ اس کے زخم پر تڑپ اٹھتی تھیں۔ وہ کہاں سے انہیں لائے؟ کہاں سے اس اذیت سے چھٹکارا حاصل کرے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

باہر بادل کڑکے اور پھر بارش برسنے لگی۔ وہ اس سب سے بے نیاز بس اپنی اذیتوں کے ہاتھوں ختم ہو رہا تھا۔ اسے بس اپنی ماں چاہئے تھی اور بس ماں ہی چاہئے تھی۔

****

کلاک پر رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ بارش ہنوز پوری قوت سے برس رہی تھی۔ ابرش کسی جلے پیر کی بلی کی طرح لاؤنج میں چکر کاٹ رہی تھی۔ بار بار ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھتی جس پر کوئی نوٹیفیکشن نہیں تھا۔ وہ حازم کو سات کالز ملا چکی تھی لیکن اس نے ایک بھی پک نہیں کی۔

وہ دانت سے ناخن چباتی صوفے پر جا بیٹھی۔ آنکھوں میں پریشانی چھائی ہوئی تھی۔ بار بار سر جھٹک کر خود کو منفی خیالات سے نکالتی مگر باہر برستی بارش اسے ہولا رہی تھی۔ کچھ سوچ کر دوبارہ کال ملائی، آخری گھنٹی پر اٹھالی گئی۔

"حازم۔ "اس نے بے قراری سے پکارا۔ دوسری طرف خاموشی تھی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔

"حازم، کیا ہوا ہے؟ تم کچھ بول کیوں نہیں رہے۔ "آنکھیں بھرنے لگیں۔

"تم۔۔ جاگ رہی ہو؟ "وہ بدقت بول سکا تھا۔ بھاری اور زکام زدہ ہوتی آواز۔ درد سے پھٹتا سر۔

"تم گھر کیوں نہیں آرہے ہو؟"

"تم سو جاؤ آبی۔۔ میں لیٹ آؤں گا۔ "وہ رک رک کر کہہ رہا تھا۔ جیسے بمشکل بول پا رہا ہو۔ ابرش لب کاٹتے ہوئے خود کو روک رہی تھی۔ کچھ غلط ہونے کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔

"تم کہاں ہو حازم؟ سچ سچ بتاؤ۔ "اسے پہلے ہی اس کا رویہ کھٹک رہا تھا، اب اس کا یکدم غائب ہو جانا مزید ہولا رہا تھا۔

"آبی۔۔ میں کچھ نہیں کر رہا۔ ٹرسٹ می، صبح تک آجاؤں گا۔ تم آرام سے سو جاؤ۔ "اس کی آواز بہت دھیمی تھی جیسے ڈوب رہی ہو۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم، پلیز کچھ غلط مت کرنا۔ "وہ رو پڑی۔ آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے۔

"آبی، نہیں کرو پلیز۔ آئی سوئیر میں کچھ نہیں کر رہا۔ بلیو می۔ "دوسری جانب وہ گہرے گہرے سانس لیتا بدقت اسے تسلی دے رہا تھا۔

"تم۔۔ تم کب آؤ گے؟ "ہاتھ کی پشت سے چہرہ رگڑتے اس نے لرزتی آواز پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"صبح تک۔ اب ریلیکس ہو جاؤ۔ آئی ایم فائن۔"

"فی امان اللہ۔ "اس نے کال کاٹ دی اور چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔ اس وقت صرف رونے کو دل چاہ رہا تھا۔ وہ بدقت اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ وضو کیا اور جائے نماز بچھالیا۔ رونے کے لئے بہترین جگہ۔ سجدے میں سر رکھتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ کیا کرے؟ کیسے سب ٹھیک کرے؟ بے بسی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ بارش ویسے ہی برس رہی تھی۔

******

آنسو ختم ہونے لگے، ہمت جواب دینے لگی۔ وہ بیڈ پر جو گرز سمیت نیم دراز نڈھال سا گہرے گہرے سانس لیتا چھت کو دیکھ رہا تھا۔ دوپٹہ ویسے ہی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔ بارش ویسے ہی تیزی سے برس رہی تھی۔ فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ مگر اسے کوئی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ بس گھٹن تھی جو چھا رہی تھی۔ بمشکل سیاہ ہوڈی کی زپ کھینچی۔ تبھی موبائل دوبارہ وائبریٹ ہونے لگا۔ اس نے آہستگی سے موبائل اٹھایا۔ چند لمحے اسکرین کو دیکھتا رہا۔ تھکن کے احساس سے آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ مگر اسی نمبر کی پہلے بھی سات کالز آچکی تھیں۔ اس نے کال اٹھالی۔

وہ ابرش تھی اور سخت ہراساں لگ رہی تھی۔ بمشکل اس کو تسلی دی۔ پتہ نہیں وہ مطمئن ہوئی یا نہیں لیکن اس نے فون بند کر دیا۔ گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے نظریں پھر چھت پر ٹکا دیں۔ تھکاوٹ اتنی ہو گئی تھی کہ ڈرائیو کر کے جانے کی ہمت نہیں تھی سو وہیں آنکھیں موندے لیٹا رہا۔

"یعنی میری ریاضت خاک میں ملا دو گے؟"

"حازم پلیز کچھ غلط مت کرنا۔"

بند آنکھیں پھر گیلی ہونے لگیں مگر اس نے سختی سے رگڑ دیں۔ وہ وہی کرے گا جو اس کی اذیت کو ختم کر سکے۔ دیٹس اٹ!

وقت سرکتا رہا یہاں تک کہ دور کہیں فجر کی اذانیں گونجنے لگیں۔ بارش تھم چکی تھی۔ آنکھیں رگڑتا وہ کسلمندی سے اٹھ بیٹھا۔ بوجھل ہوتا سر جیسے چکرا رہا تھا۔ دوپٹہ آہستگی سے تہہ لگا کر بیگ میں رکھا اور باہر کی طرف قدم بڑھا

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR TE

دیئے۔باہر صحن کا فرش گیلا تھا۔وہ تیزی سے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔وہ صحن کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔وہی وحشت ناک منظر روح کے پرخچے اڑا دیتا تھا۔

بیگ پسنجر سیٹ پر رکھا اور آخری نظر گھر پر ڈالی۔کئی آنسو چہرے پر لڑھک گئے۔آنکھیں بند کر کے گہری سانس کھینچی اور چہرہ رگڑتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

لان خاموش پڑا تھا۔اس نے قدم لان کے عقبی حصے کی طرف بڑھا دیئے۔وہاں اس کے کمرے کا بیک ڈور تھا۔چابی جیب سے نکالتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا۔اندر خاموشی اور اندھیرا تھا۔سوئچ دبایا۔کمرہ لمحوں میں روشن ہو گیا۔بیگ صوفے پر رکھا،جھک کر زپ کھولی اور سفید دوپٹہ نکال کر بیڈ پر رکھ دیا اور خود باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کی جھری سے پھوٹتی روشنی دیکھ کر ابرش نے دروازہ دھکیلا۔قدم پل کے لئے تھم گئے۔وہ سر جھکائے قبلہ رو بیٹھا تھا۔کسی کے موجودگی کے احساس سے اس نے گردن موڑ کر دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے کہا تھا،سو جانا۔"جیکٹ اتارتے ہوئے اس نے نارمل لہجے میں کہا۔ابرش خاموشی سے سینے پر بازو لپیٹے اسے دیکھتی رہی۔اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ابرش؟ "اس نے نرمی سے اسے پکارا۔وہ قدم قدم چلتی بیڈ کے کنارے بیٹھی اور ڈبڈبائی نگاہوں سے پیچھے رکھا دوپٹہ اٹھالیا۔حازم نے نظروں کا رخ موڑ لیا۔چند لمحے وہ دوپٹے پر انگلیاں پھیرتی رہی پھر زخمی ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

سرخ آنکھیں،زرد پڑتا چہرہ اور وجود پر چھائی تھکن۔وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"گھر گئے تھے؟ "سرگوشی کی صورت میں لبوں سے آزاد ہوا۔

حازم نے کنپٹی دو انگلیوں سے دباتے ہوئے سر ہلایا۔ابرش کی آنکھوں سے آنسو تیزی سے گرنے لگے۔

"پھر؟"

حازم نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔کرب بکھر گیا۔تاثرات مسخ ہو گئے۔درد پھر اٹھنے لگا۔

"وہاں کچھ نہیں تھا آبی۔ لیکن وہاں سب تھا۔" اس کی آواز گیلی ہونے لگی۔ آنکھوں میں پھر نمی اترنے لگی۔ جھلستی روح میں اتری کرچیاں نئے سرے سے اذیت دینے لگیں۔

"وہاں ماں کی خوشبو تھی۔ میں واپس نہیں آنا چاہتا تھا۔ وہاں میرا سب کچھ تھا۔" وہ گیلی آنکھوں کے ساتھ نظریں جھکائے دوپٹے کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔ ابرش لب بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میری برداشت ختم ہو رہی ہے، یا شائد سب ختم ہو رہا ہے۔" اس کی مدہم ہوتی آواز ڈوب رہی تھی۔ وہ خود میں فنا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ ابرش کا دل بری طرح دھڑکا۔

"ایسے مت کہو، حازم۔" اس نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ بخار میں تپ رہا تھا۔ "مشکل ہے، میں جانتی ہوں لیکن ایسے ہمت مت ہارو۔" اس کے چہرے سے پھسلتے آنسو اس کے ہاتھ پر گر رہے تھے۔ زخمی ہوتی سیاہ آنکھیں اس پر جمی تھیں۔

"ہر اذیت ختم ہو جائے گی۔ ہر سفر کا اختتام ہو جائے گا۔ یاد ہے تم نے کیا کہا تھا؟ چند سالوں کی اذیت اور پھر ابدی سکون۔ ایسے مت کرو۔ پلیز۔"

حازم نے تھک کر نفی میں سر ہلایا۔ زرد چہرے کے ساتھ وہ نڈھال لگ رہا تھا۔ وہ واقعی ہمت ہار چکا تھا۔ ابرش کرب سے اسے دیکھتی رہی۔

"بس کرو، میڈیسن لو اور آرام کرو۔" چہرہ رگڑتے ہوئے اس نے کہا۔ آگے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا اور میڈیسن نکالی۔ پانی کا گلاس بھر کر اس کی طرف بڑھایا۔ بنا کچھ کہے اس نے گلاس تھام لیا۔

"یہ تمہاری آزمائش ہے حازم۔ تمہیں اسے پاس کرنا ہے۔ خالہ اور عروش تمہارے پاس ہونے کا انتظار کریں گی۔"

کمبل ٹھیک کرتے حازم کے ہاتھ رکے۔ سر اٹھا کر ابرش کو دیکھا جو ویسے ہی گیلی ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

کوئی احساس تھا جس نے حازم کو اندر تک ہلا دیا تھا۔ وہ سیاہ آنکھوں سے نظریں چرائے لیٹ گیا اور کمبل گردن تک تان لیا۔ ابرش نے کرب سے اسے دیکھتے ہوئے جھک کر سائیڈ لیمپ جلایا اور لائٹ آف کرتی آہستگی سے پلٹ گئی۔ سناٹے اور اندھیروں کے ساتھ وہ تنہا رہ گیا۔

اندھیرے میں اس کے سرہانے رکھا سفید دوپٹہ دمک رہا تھا۔

******

"حازم۔۔ "ڈوبتی ابھرتی سانسوں میں کی گئی آخری سرگوشی۔ سینے سے ابل کر تالاب بناتا خون۔

وہ کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھا۔ اگلے ہی پل کھانسی سے بے حال ہو گیا۔ سینے میں شدید درد اٹھنے لگا۔ سینے کو مسلتا وہ بے اختیار کراہا۔ چہرہ پسینے میں بھیگنے لگا۔ بمشکل سانس کھینچتے ہوئے کہنی کے بل ذرا سا اٹھا۔ درد برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ اس نے کمبل مٹھیوں میں بھینچ لیا۔ سانس حلق میں اٹکنے لگا۔ تبھی سینے میں ہوتا درد کم ہونے لگا۔ لب بھینچے وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ سر تکیے پر گرا دیا۔ تھکن کے احساس سے آنکھیں بند کر لیں۔ لمحوں میں ہی جسم تھکن سے ٹوٹنے لگا تھا۔

"اگر کوئی فزیکل پرابلم ہوئی تو مسئلہ ہو جائے گا۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کیا واقعی اس کے ساتھ کوئی مسئلہ تھا؟ شائد اسے چیک اپ کروا لینا چاہئے تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے سفید پڑتے ناخنوں پر ڈالی۔ چند لمحے وہ آنکھیں بند کئے سانس بحال کرتا رہا، پھر گردن موڑ کر کلاک کو دیکھا۔

شام کے چار بج رہے تھے۔

اف۔ وہ ماتھا رگڑتا اٹھ بیٹھا۔ اس نے اتنا کیسے سو لیا تھا؟ اور کوئی جگانے بھی نہیں آیا تھا۔

شاور لے کر وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑا بالوں کو برش کر رہا تھا، جب دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور دھکیل کر کھولا گیا۔ وہ رات دروازہ لاک نہیں کر سکا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔

"السلام علیکم۔ جاگ گئے؟"

وہ ماہ گل تھیں۔ سر پر دوپٹہ لپیٹے ہمیشہ کی طرح پر سکون لگ رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام۔ آپ نے جگایا کیوں نہیں؟" وہ برش رکھ کر ان کی طرف پلٹا۔ وہ نرمی سے مسکرائیں۔

"ابرش نے کہا تھا کہ تم فجر کے بعد آئے تھے، سو میں نے ڈسٹرب نہیں کیا۔ "وہ اب کمرے پر طائرانہ نظر ڈال رہی تھیں۔ تکیے کے ساتھ رکھا سفید دوپٹہ نگاہوں میں الجھا۔ آنکھوں میں کرب اتر آیا۔ انہوں نے آہستگی سے دوپٹہ اٹھا لیا۔

"وہ خود کہاں ہے؟ "صوفے پر بیٹھا حازم جھک کر جوگرز کے تسمے باندھ رہا تھا۔

"میرال کے کمرے میں، کچھ ڈسکس کر رہی ہیں۔ "دھیمی آواز میں جواب دیتے ہوئے مڑیں۔ "تم رات اپنے گھر گئے تھے؟"

حازم نے چونک کر سر اٹھایا پھر گہری سانس لی۔ وہ آہستگی سے دوپٹہ تہہ لگا رہی تھیں۔

"جی۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیوں کر رہے ہو ایسے؟ "وہ اب بیڈ پر بیٹھے یاسیت سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"کیا کر رہا ہوں؟ "اس نے آنکھوں میں حیرت سموئے پوچھا۔ تسمے باندھ کر سیدھا ہوا۔

"اگر ٹھیک نہیں ہو تو ماں کو آکر کیوں نہیں کہتے کہ مجھے درد ہو رہا ہے۔ پہلے تو کبھی اپنے زخم نہیں چھپائے۔ اب ایسا کیا ہو گیا ہے؟ "وہ شکوہ کرتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔ وہ آہستگی سے اٹھا اور ان کے پاس آ بیٹھا۔

"تین ہفتے ہو چکے ہیں ماما جان۔ سب ٹھیک ہے۔ آپ کیوں اتنا پریشان ہوتی ہیں؟" وہ نرمی سے انہیں دیکھتا کہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں تھکن تھی۔ وہ خود پر خول چڑھانے کی کتنی بھی کوشش کر لے، وہ سب اسے جانتے تھے۔

"تمہیں اپنی ماں کی اذیت تڑپاتی ہے اور تم چھپا لیتے ہو۔ کیوں؟"

وہ خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔

"میں رات کو آپ سے تفصیلی بات کروں گا اوکے؟ ابھی لیٹ ہو رہا ہوں۔" اس نے بازو ان کے گرد حمائل کر کے انہیں خود سے لگا لیا۔ ماہ گل نے آنکھیں میچ کر کئی آنسو اندر اتارے۔

"کہاں جانا ہے؟"

حازم نے ٹھٹک کر انہیں دیکھا۔ آج سے پہلے تو کبھی بھی نہیں پوچھا تھا۔

"بس ایک کام ہے۔" بے اختیار نظریں چراتے ہوئے رسان سے کہا۔

"وہ باپ کہلائے جانے کے لائق نہیں ہے مگر کچھ غلط مت کرنا حازم جو ناجیہ کی اور میری عمر بھر کی ریاضت مٹی میں ملا دے۔" گھمبیر لہجے میں وہ اسے بہت کچھ باور کروا گئیں۔

حازم انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ وہ ابرش سے کترا کر نکلنا چاہ رہا تھا اور یہاں ماہ گل بھی وہی بات کہہ رہی تھیں۔ آخر اس کی زندگی سے جڑی عورتیں اسے اندر تک کیسے جان لیتی تھیں؟

"ڈونٹ وری ماما جان۔ میں کچھ نہیں کر رہا۔ پریشان نہ ہوں۔ رات کو بات کریں گے۔" دنیا کا سب سے مشکل کام ماں سے جھوٹ بولنا ہی ہوتا ہے۔ اسے آج اندازہ ہوا تھا۔

ماہ گل نے اس کی پیشانی چومی اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں انتظار کروں گی۔" وہ باہر کی طرف بڑھ گئیں۔ اس نے ایک نظر انہیں جاتے دیکھا اور دوسری نظر ساتھ رکھے تہہ شدہ دوپٹے پر ڈالی۔

فیصلہ ہمیشہ ہمارا ہوتا ہے۔

****

عصر کے بعد سائے لمبے ہو رہے تھے۔کار سنسان راستوں پر بھاگ رہی تھی۔کچے پکے راستے اور اطراف میں تیزی سے بھاگتے درخت۔ آریان ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا ڈرائیو کر رہا تھا۔

"گاڑی میری ہے اور تم اتنے استحقاق سے ڈرائیو کر رہے ہو۔یہ دن بھی آنا تھا۔ "احمر نے ڈیش بورڈ سے موبائل اٹھاتے ہوئے جتایا۔ آریان نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

"کیا کر سکتے ہیں؟"

"اگر گاڑی خراب ہو گئی تھی تو اپنے بھائی نما دوست کو بلا لینا تھا۔میرا خیال کیوں آیا؟"

"شیور۔اسے نیند سے جگا دیتے۔میں اسے ہی کال کر لیتا۔ "اس نے بے نیازی سے کہا۔

"ایک تو سردی پتہ نہیں کیوں اتنی بڑھ گئی ہے؟ "احمر نے جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے جھنجھلا کر کہا۔

"کیونکہ کل بارش ہوئی تھی۔"

"یہ حازم کہاں ہے؟گھر پر تو نہیں ہے۔ "احمر میرال کا میسج پڑھ کر چونکا۔وہ ان دونوں کے آنے کی بابت پوچھ رہی تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کرنل عاصم نے کسی کام سے بھیجا ہو گا۔"آریان نے گاڑی روکی۔

"تمہارا یہ پوائنٹ تو نہیں تھا۔"احمر نے حیرت سے اس خستہ حال عمارت کو دیکھا۔

"یہاں سے کچھ پیپرز اٹھانے ہیں۔ سمجھو یہ ہمارا اڈا ہے۔"

"انٹرسٹنگ۔جلدی آنا۔ "احمر نے اسے سیٹ بیلٹ کھولتے دیکھ کر کہا۔

"تم بھی آ جاؤ۔مجھے ٹائم لگ جائے گا۔"

عمارت کے اندر گھپ اندھیرا تھا۔دونوں نے اپنے موبائلز پر لائٹ آن کر رکھی تھی۔

"تم لوگ اتنے شیور کیسے ہوتے ہو کہ اندر کوئی گھات لگائے نہیں بیٹھا؟ "احمر حیرت سے ارد گرد بکھرا سامان دیکھ رہا تھا۔یوں لگ رہا تھا جیسے گھمسان کا رن پڑا ہو۔

"ہمارے پاس اپنے طریقے ہیں برو۔ "آریان آئی سکینر کے آگے کھڑا تھا۔

اس کے بعد نجانے کہاں کہاں سے آریان چھپے دروازے کھولتا رہا یہاں تک کہ وہ اس تہہ خانے کی سیڑھیاں اترنے لگے۔

"آئی ایم امپریسڈ۔ "احمر ستائش سے کہہ رہا تھا۔

"حیرانی ہوتی اگر تم نہ ہوتے۔ "

آریان کی مسکراہٹ یکلخت غائب ہوئی۔ سیڑھیاں اترتے اس کے قدم پل کے لئے رکے پھر وہ آخری اسٹیپس پھلانگ کر اترا۔

"کیا ہو گیا ہے بھائی؟"

ہال میں زرد سی روشنی پھیلی تھی۔ طویل میز پر رکھا ٹیبل لیمپ جل رہا تھا۔ کئی کاغذ بکھرے تھے۔ لیپ ٹاپ کھلا تھا اور اسکرین روشن تھی۔ ساتھ رکھے کافی کے مگ سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ آریان کی نگاہوں میں کچھ الجھا۔ اس کی نظریں اسکرین تک گئیں۔

اسکرین پر ای میل کھلی تھی۔ کسی حیدر قمر کی جانب سے 'کوورٹ اور گنائزیشن' کو میل کی گئی تھی۔ احمر نے بھی جھک کر اسکرین دیکھی۔ آریان کرسر کو نیچے لایا تو ان دونوں کو جیسے کرنٹ لگا۔ سامنے التمش رضا قمر کی تصویر جگمگا رہی تھی۔

اسی لمحے اسکرین گرا دی گئی۔ ان دونوں نے جھٹکے سے سر اٹھائے۔ حازم ان کے سامنے کھڑا لیپ ٹاپ اٹھا رہا تھا۔

"کیسے آنا ہوا؟ "اس کے تاثرات بالکل نارمل تھے۔ کاغذ فائل میں لگاتے ہوئے اس نے احمر سے پوچھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ "احمر کو جواب دینے سے قبل ہی آریان نے درشتی سے پوچھا۔

"کام کر رہا تھا۔"

"ایسا کون سا کام ہے جو یہاں ہو رہا ہے؟ "آریان آنکھوں میں چبھن لے کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"کچھ خاص نہیں۔ جسٹ آرینڈم تھنگ۔"

"حازم تم نے کوورٹ او گنائزیشن کو میل کیوں کی ہے؟ "آریان کا لہجہ کھردرا تھا۔ احمر خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"انہیں ایکسپوز کر رہا ہوں۔ "اس کا جواب تیار تھا۔

آریان نے ایک جھٹکے سے اسے گریبان سے پکڑا اور دیوار سے لگا دیا۔ احمر حق دق رہ گیا۔

"مجھے سچ سچ بتاؤ۔ ورنہ مار مار کر تمہارا حشر کرنے میں میرا ہاتھ ذرا نہیں چوکے گا۔ "وہ غرایا تھا۔ حازم خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"آر کیا کر رہے ہو؟ بیٹھ کر بات کی جا سکتی ہے۔ "احمر پریشانی سے دو قدم آگے آیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم نہیں جانتے احمر۔ کوورٹ اور گنائزیش ایک ہیومن ٹریفکنگ اور گنائزیشن ہے۔ انسانوں کی خرید و فروخت کرتی ہے اور۔۔"

"میں نے التمش رضا کو بیچنے کی ڈیل کی ہے۔ بس یا کچھ اور؟ "اس کا لہجہ بالکل ٹھنڈا تھا۔ ہر جذبے سے عاری۔ ہر احساس سے مبرا۔

آریان شل رہ گیا۔ احمر نے اڑی رنگت کے ساتھ حازم کا سپاٹ چہرہ دیکھا۔ اس کے کالر پر آریان کی گرفت ڈھیلی ہوئی۔ وہ اسے چھوڑ کر نفی میں سر ہلاتا دو قدم پیچھے ہٹا۔ چہرے پر صدمہ تھا۔

"تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ "احمر سن تھا۔

"میں کر چکا ہوں۔ "اس نے کندے اچکائے۔

"تم۔۔نے یہ کیوں کیا؟"

آریان کی بے یقین آواز پر اس نے تلخی سے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پر تپش مسکراہٹ۔

"Get into my shoes Aryan Ibrahim and then ask the same question from yourself"

(میری جگہ پر خود کو رکھو اور پھر یہی سوال خود سے پوچھو۔)

اس کا لہجہ پر تپش تھا۔ آواز انگارہ تھی۔ آریان خاموش رہ گیا۔

"لیکن تم نے ڈیل کنفرم نہیں کی۔ تم اسے روک سکتے ہو۔ "آریان نے ڈوبتی کشتی کا سہارا لینا چاہا۔

احمر لب کاٹتے ہوئے سینے پر بازو لپیٹے دنوں کو سن رہا تھا۔ وہ حازم کو جانتا تھا۔ وہ آریان کو بھی جانتا تھا۔ دونوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں ہٹے گا، وہ یہ بھی جانتا تھا۔

"اور میں ایسا کیوں کروں گا؟ "

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کچھ کر ڈالے۔

"تم سمجھ کیوں نہیں رہے حازم؟ اگر یہ بات آؤٹ ہو گئی تو تمہارا کوئی کورٹ مارشل ہو جائے گا۔"

"میرا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ میں یہ سب معلومات کسی اور کو دے چکا ہوں اور اس ایکس وائے زی کو تم نہیں جانتے۔ میرے غائب ہوتے ہی وہ اس اور گنائزیشن سے ڈیل کرے گا۔ میرے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

آریان تھک کر کرسی پر بیٹھا۔ حازم ویسے ہی دیوار سے ٹیک لگائے کہہ رہا تھا۔

"تم بتانا چاہتے ہو تو بتا دو۔ میں نہیں روکوں گا۔ کسی پرانی بات یا دوستی کا حوالہ نہیں دوں گا۔ تم آزاد ہو۔ اپنا کام کرو، مجھے میرا کام کرنے دو۔"

"یہ غلط ہے حازم۔ یہ تمہارے ضمیر کو مار دے گا۔ تم اس گلٹ کے ساتھ نہیں رہ پاؤ گے۔ کسی کو تباہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ "آریان نے بے بسی سے کہا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا۔"اس کا چہرہ ہنوز سپاٹ تھا۔

"دیکھو۔ مجھے پتہ ہے۔ یہ مشکل ہے۔۔ مگر پلیز بھول جاؤ حازم۔ لیٹ اٹ گو۔"

"میں کیوں بھول جاؤں؟ "وہ چیخا۔ جسم میں انگارے اتر گئے۔ پیشانی کی رگیں تن گئیں۔

"میں ہی کیوں ہر دفعہ بھولوں؟ مجھ سے یہ توقع مت رکھو کہ میں اپنی کہانی کی ہیپی اینڈنگ کرنے کے لئے اس شخص کو معاف کر دوں گا جس نے میری ماں اور بہن کو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ مجھے کوئی وائٹ نائٹ سیوئیر نہیں بننا۔ مجھے صرف بدلہ چاہئے۔ "وہ بھاری ہوتے تنفس کے ساتھ چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔ بھوری آنکھوں میں صرف تنفر تھا۔ آریان آنکھوں میں تڑپ اور حزن کی نمی لئے اسے دیکھتا رہا۔

"تمہاری ماں کو بدلے کی ضرورت نہیں ہے حازم۔ انہوں نے اپنا مقدمہ بہترین عدالت میں درج کروا دیا ہے۔ تم وہ بوجھ خود پر نہ لادو جو تم اٹھا نہیں سکتے۔ "آریان گیلی آواز کے ساتھ گویا منت کر رہا تھا۔

حازم نے استہزائیہ سر جھٹکا۔

"یہ میرا بدلہ ہے آریان۔ یہ حازم کا حازم کے لئے لیا گیا بدلہ ہے۔ یہ میرا قصاص ہے اور میں اسے معاف نہیں کروں گا۔"

"یہ قصاص نہیں ہے۔ قانون نے اسے مجرم نہیں مانا تھا۔ تم صرف خود کو تباہ کر رہے ہو۔"

"تباہ میں پہلے ہی ہو چکا تھا۔ بس علم میں اب آیا ہے۔ "اس کے لہجے میں خود کے لئے کوئی ترحم نہیں تھا۔ یوں جیسے کسی دوسرے کی بات کر رہا ہو۔

"ان کا کیوں نہیں سوچ رہے جو زندہ ہیں؟ کیوں انہیں پل پل مار رہے ہو؟ "آریان نے بھیگی آواز میں استفسار کیا تھا۔ حازم کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

" انہی کا سوچا ہے آریان۔ ورنہ میرے پاس دو راستے ہیں۔ خود کو مار دوں اور اذیت سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پالوں یا پھر اپنے مجرم کو ویسے ہی تباہ کروں جیسے اس نے مجھے کیا ہے۔ میرے پاس آپشنز تھے اور دونوں بھی کر سکتا تھا۔"

آریان شل رہ گیا۔ اس کی سوچ یہاں تک پہنچ گئی تھی؟ وہ ساکت سا بے یقینی کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

"مجھے ماما جان کی انویسٹ منٹ یاد آئی جو انہوں نے ساری زندگی مجھ پر کی ہے۔ مجھے ابرش سے کیا گیا وعدہ یاد آیا۔ سو میں نے دوسرا راستہ چن لیا۔ "اس کی آواز میں کاٹ تھی، لہجہ بے لچک تھا۔

"تیسرا راستہ ہے حازم۔ "آریان نے تکلیف سے کہا۔

"میرے لئے نہیں ہے۔ "اس نے رد کر دیا۔

"ایک لڑکی تھی، نہایت سحر انگیز پرسنیلٹی کی مالک۔"

احمر کی مدھم اور کرب میں ڈوبی آواز تہہ خانے میں گونجی۔ ان دونوں نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ وہ اسے فراموش کر چکے تھے۔

"بابا اکثر مجھے اس کی باتیں سنایا کرتے تھے۔ وہ بہت ہی عجیب تھی۔ اسے صرف ایک ہی فکر رہتی تھی کہ اسے اپنے رب کا قرب حاصل ہو جائے، وہ اپنے رب کو نہ کھو دے، یہی اس کا خوف تھا، یہی اس کی تکلیف تھی۔ وہ لوگوں کو بہت معاف کرتی تھی۔ بابا اسے اکثر ڈانٹتے تھے کہ لوگ تمہیں ہلکا لیں گے، تمہاری قدر نہیں کریں گے۔ وہ جواب دیتی کہ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ مجھے آسمانوں پر معاف کر دیا جائے۔"

آریان خاموشی سے حازم کی بدلتی رنگت دیکھ رہا تھا۔ احمر ویسے فرش پر نظریں گاڑے کرب سے کہہ رہا تھا۔

"وہ پریولیجڈ تھی۔ اس کے پاس محبت کرنے والے رشتے تھے۔ لیکن اس نے وہیں مار کھائی جہاں اکثر لڑکیاں ہار جاتی ہیں۔ اس کی قسمت میں لکھے جانے والا شخص اسے ڈیزرو نہیں کرتا تھا۔ وہ اس کی قدر نہیں کرتا تھا۔ ہر لمحہ ایک ذہنی ٹارچر تھا جو وہ جھیلتی تھی۔"

حازم کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔ دماغ کی رگ گویا پھٹنے کو تھی۔

"لیکن اسے پراہ نہیں تھی۔ وہ اپنی بیٹی کو بھی اسی راہ پر لگا رہی تھی جس پر وہ خود گامزن تھی۔ رب کو پانے کی جستجو۔ اپنی بیٹی کو باپ کی حرام کمائی سے بچانے کے لئے وہ ایک کالج میں جاب کرنے لگی۔ وہ اور اس کی بیٹی ایک دوسرے کو کافی تھیں۔ ان کی اپنی دنیا تھی کہ پھر ایک تیسرا وجود آیا۔"

احمر نے زخمی نگاہیں اٹھا کر حازم کو دیکھا۔ وہ گلابی پڑتی آنکھوں میں کرچیاں لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تب وہ لڑکی خوفزدہ ہوئی تھی کہ اگر اس کے بیٹے کی رگوں میں دوڑتے خون نے اثر دکھا دیا تو؟ اگر اس کے بیٹے نے اپنے باپ کا عکس قبول کر لیا تو وہ کیا کرے گی؟ تب اس نے ٹھان لیا تھا کہ وہ اسے ایک ایسا انسان بنائے گی جس پر وہ فخر کر سکے۔"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایک اطمینان اس کے رگ وپے میں اترتا چلا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ احمر اسے کنوینس کر لے گا۔ حازم کو دیکھا تو دل جیسے بری طرح ڈوبا تھا۔ وہ صدیوں کا ہارا لگ رہا تھا۔

"اس نے لڑکی نے پھر جان ماری تھی اپنے بیٹے پر حازم۔ اس کے وجود کو بھڑکتے شعلوں سے بچانے کے لئے اس نے دس سال لگا دیئے۔ بس اتنا سوچو کہ اگر وہ جان لے کہ اس کا بیٹا جان بوجھ کر سقر کی بھڑکتی آگ میں اتر رہا ہے تو اس کی کیا حالت ہو گی؟ کیا اذیت ہو گی؟"

حازم نے لب کاٹتے ہوئے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ آنکھیں بند کئے شکستہ سا دیوار کے ساتھ بیٹھتا چلا گیا۔ وہ تسخیر ہو رہا تھا۔

"جو ساری عمر مخلوقِ خدا کو خدا کے لئے معاف کرتی رہی، آج اس کا بیٹا ایک انسان کو تباہ کر کے اپنا رتبہ کھو رہا ہے۔ اپنے اندر کی جلتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے وہ اپنی دائمی زندگی داؤ پر لگا رہا ہے۔ پھر کیا تم ان سے سر اٹھا کر مل پاؤ گے حازم؟ کیا خود کو ساری زندگی ناجیہ کا بیٹا کہہ سکو گے؟ سودا بہت مہنگا ہے۔"

احمر بھیگی آنکھوں کے ساتھ آہستگی سے بولتا ہوا اٹھا اور قدم قدم چلتا حازم کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا۔ اس کا یخ ہوتا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ حازم نے سر نہیں اٹھایا۔ وہ لبوں پر خاموشی لئے اندر کی چیخیں سنتا رہا۔

"بارہ سال کی عمر میں تمہاری حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ آج تک نبھاتا آیا ہوں اور آخری سانس تک نبھاتا رہوں گا۔ تمہیں جانتے بوجھتے کسی غلط راستے پر نہیں چلنے دوں گا۔ لڑ کر، ڈانٹ کر جیسے واپس لانا پڑا، لاؤں گا۔"

احمر نے نرمی سے اس کے گرد بازو حمائل کر کے اسے خود سے لگا لیا۔ حازم آج بھی اسے خود سے دور نہیں کر سکا۔ احمر نے اسے وہیں سے قابو کیا تھا جہاں سے کیا جا سکتا تھا۔ وہیں ہاتھ رکھا تھا جہاں سب سے زیادہ درد ہوتا تھا۔

"مجھے۔۔ مجھے اسے معاف نہیں کرنا۔ میں نہیں کر سکتا۔" چند لمحوں بعد اس کی بکھری آواز گونجی۔ اذیت سے چور، لرزتی کانپتی ہوئی۔ وہ تباہ ہوا تھا اور بری طرح ہوا تھا۔

"تمہیں اسے معاف کرنے کی ضرورت نہیں ہے حازم۔ بس اتنا کہ کوئی غلط راستہ نہ اپناؤ۔ کوئی ایسا کام نہ کرو جو تمہارے اور عالم کی درمیان کی لکیر کو ختم کر دے۔ جو تمہاری یکسانیت کو فنا کر دے۔"

وہی بڑا بھائی تھا۔ اسے ہی اپنے بھائی کو سنبھالنا تھا۔ بھلے ہی وہ اپنے پروں پر اڑنا سیکھ چکا تھا لیکن اسے آج بھی احمر کی ضرورت پڑتی تھی۔

****

بے جان ہوتے ہاتھوں سے سرمئی دروازہ دھکیلا۔

صحن ویسے ہی خاموش پڑا تھا۔ ڈوبتی شام کا فسوں ہر چیز پر چھا رہا تھا۔ چند پل گلابی پڑتی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم۔ اتنی دیر لگادی۔ کب سے انتظار کر رہی ہوں؟ "خفا سی آواز اس کے عقب سے ابھری۔ وہ آہستگی سے پلٹا۔

ناجیہ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے، بال آدھے کیچر میں باندھے جھک کر اپنے سامنے کھڑے بیٹے کے کندھوں سے بیگ اتار رہی تھیں۔ چہرے پر نرم سی خفگی تھی۔

"ماں کل اسپورٹس ڈے ہے ناتو اسی کی پریکٹس کر رہا تھا۔ "دس سالہ حازم کا چہرہ دھوپ کی تمازت سے گلابی پڑ رہا تھا۔

"چلو اب چینج کرو، میں کھانا لگاتی ہوں۔ "وہ اس کے بکھرے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتے ہوئے بولیں۔

ان دونوں سے نظریں چراتا حازم واش بیسن کی طرف بڑھ گیا۔ پانی کی دھار کو دیکھتے ہوئے اس نے ہاتھوں کو نیچے رکھا۔ وضو کر کے بنا چہرہ خشک کئے وہ آستینیں برابر کرتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

نیم اندھیر کمرہ پر سکون اور ٹھنڈا سا تھا۔

بیڈ سے جائے نماز اٹھا کر بچھایا اور گہری سانس خارج کرتے کھڑا ہو گیا۔ کندھے خود بخود جھک گئے۔ ساری اذیتیں جاگنے لگیں۔ دل میں بے اختیار ٹیس اٹھی۔

سلام پھیر کر اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ انہی ہاتھوں سے نجانے کتنا کچھ وہ کھو چکا تھا۔

"اللہ۔ "اب آواز کانپی تھی۔ آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ بس اسی کے سامنے رونا تھا۔ آنسو صرف اس کے سامنے بہانے تھے۔

ناجیہ کے جسم سے خون ابل رہا تھا۔ اسے آخری دفعہ پکارتے ہوئے ان کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

"رضیتُ۔۔) "میں راضی ہوں (آنسو تیزی سے گرنے لگے۔ اس نے سر جھکا لیا۔ لب بھینچتے ہوئے اندر ابھرتی چیخوں کو دبا دیا۔

عروش نے گیلی آنکھوں سے اسے دیکھا پھر سرمئی دروازہ پار کر لیا۔

"رضیت یُاربی۔ "اس کی آواز سرگوشی کی صورت میں اوپر جارہی تھی۔ لرزتی کانپتی، بکھری ہوئی آواز۔ ایک دفعہ پھر دل کے ہزار ٹکڑے ہوئے تھے۔

وہ پنجوں کے بل قبر کے آگے بیٹھا تھا۔ کتبے پر ' زہرہ عبید ' لکھا تھا۔ پس منظر میں ابرش کا گیلا اور بکھرا لہجہ گونج رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ میرے اندر یہ سب سہنے کی ہمت ہے۔ اگر نہ ہوتی تو آپ کبھی مجھے ان آزمائشوں میں نہ ڈالتے۔ میرے پاس شکوہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ جو کھویا ہے، وہ آپ کی امانت ہے۔ میں نے آپ کو آپ کی امانت لوٹا دی۔ "آنسو تیزی سے لڑھک رہے تھے۔ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ آج بے حد شکستہ لگ رہا تھا۔

ماہ گل روتے ہوئے اسے گلے لگا رہی تھیں۔ احمر اس کے بال پیچھے کرتے ہوئے گیلی آنکھوں سے اسے کچھ کہہ رہا تھا۔

"لیکن پلیز اب اور کوئی آزمائش مت دیجئے گا اللہ۔ اب ہمت نہیں ہے۔ اب کسی رشتے کو کھونے کی ہمت نہیں ہے۔ اب کسی کو مجھ سے مت چھینئے گا ، پلیز۔ "اس کے لہجے میں منت تھی، ضد تھی۔ چہرے پر تکان تھی۔ وہ واقعی تھک گیا تھا۔

میرال اس کے کندھے سر ٹکائے مدھم بھیگی آواز میں اسے تسلی دے رہی تھی۔ آریان کی آنکھوں میں اسے کھو دینے کا واضح خوف تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہر خواب چکنا چور ہو گیا اللہ۔ لیکن اب جو بچ گیا ہے، اسے میرے پاس رہنے دیجئے گا۔ میرے ساتھ اب وہ مت کیجئے گا جو میں سہہ نہ سکوں۔ مجھے کبھی تنہا مت چھوڑیئے گا اللہ۔ "دھیمی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے اس نے سر بیڈ کے ساتھ ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ سر بھاری ہو رہا تھا۔

"تمہیں وہ سورۃ الحج میں اصطفیٰ اور اجتبیٰ والا لنک یاد ہے؟"

عروش کی چوڑیوں کی آواز گونجی۔ اس نے بے اختیار آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ رائیٹنگ ٹیبل پر بیٹھی سر جھکائے کچھ لکھ رہی تھی۔ حازم سن رہ گیا۔ کس وقت کیا یاد آیا تھا؟

ٹیبل پر پیر لٹکائے بیٹھے بچے نے کندھے اچکائے۔وہ فریش لگ رہا تھا۔بال پیچھے کو جمے تھے۔

"یاد ہے۔"

"وہ لنک میں نے تلاش کیا تھا۔سو اب تمہاری باری ہے۔ "اس نے پین سے چہرے پر آئی لٹ پیچھے کرتے ہوئے اسے یاد دہانی کروائی۔

"میں اسپورٹس ویک کے بعد ڈھونڈوں گا۔ابھی آپ ہی ڈھونڈھیں۔ "

اس بچے کو دیکھتی حازم کی آنکھیں پھر گیلی ہونے لگیں۔

وہ خوش قسمت تھا۔وہ خوش قسمت ترین تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔کچھ گرم آنسو چہرے پر پھسل گئے۔

"تھک گئے ہو؟ "ناجیہ کی شفیق آواز گونجی مگر اس دفعہ اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔

"بہت۔ "وہ ہلکا سا بڑبڑایا۔

"جو دنیا سے نہ تھکے وہ مومن کیسا؟ "

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ ویسے ہی آنکھیں موندیں بیٹھا رہا۔اصطفیٰ اور اجتبیٰ کا قصہ۔عروش اور حازم کا قرآن کا سفر۔

ایک دھند سی چاروں طرف چھانے لگی تھی۔وقت پیچھے کو سرکتا گیا۔

کمرے میں پر سکون سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔حجاب کی پن سیٹ کرتے ہوئے عروش نے سامنے بیٹھے حازم کو دیکھا جو قرآن سامنے رکھے آنکھیں سکیڑے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ دونوں بیڈ پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔چپس سے بھری پلیٹ درمیان میں رکھی تھی۔اردگرد جسٹرز،مارکرز اور پیپرز بکھرے تھے۔دفعتاً حازم نے سر اٹھا کر عروش کو دیکھا۔چہرے پر بے بسی تھی۔

"آئی کوئیٹ۔ مجھے نہیں مل رہا۔" اس نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ عروش ہلکا سا مسکرائی۔ ہیزل آنکھوں میں چمک تھی۔

"مجھے تین گھنٹے لگے تھے، تم پندرہ منٹ میں نہیں سمجھ سکتے۔ خیر، یہ میں بتا رہی ہوں۔ اگلا تم ڈھونڈو گے اوکے؟" قرآن اپنی طرف کرتے ہوئے اس نے یاد دہانی کروائی۔ حازم نے سر ہلایا۔

وہ دونوں قرآن میں تدبر نہیں کرتے تھے۔ وہ آیات کے درمیان ربط ڈھونڈتے تھے۔ لفظوں کی گہرائیوں میں جاتے تھے۔ یہ کام بہت دلچسپ تھا۔

"اب، دھیان سے سننا۔ عربی میں چننے کے لئے دو لفظ آتے ہیں۔ اصطفیٰ اور اجتبیٰ۔ ان دونوں کا مطلب چوز کرنا ہی ہے، لیکن اگر صرف یہی مطلب ہوتا تو اللہ ایک ہی مضمون میں دونوں الفاظ استعمال نہ کرتے۔ اصطفیٰ ایسی چوزنگ کو کہتے ہیں جس میں سراسر اپنی مرضی شامل ہو، یعنی کسی کو اپنی رضا سے چننا، اپنی پسند کے مطابق چننا۔" وہ سانس لینے کو رکی۔ حازم لب کاٹتا توجہ سے سن رہا تھا۔

"اجتبیٰ ایسا چننا ہے جس میں اگلے کی خصوصیات دیکھ کر چنا جائے۔ جیسے جاب کے لئے صرف ان کو چنا جاتا ہے جو اس کے اہل ہوں، یہاں ہماری پسند کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ یہ اجتبیٰ ہے۔ لیکن اصطفیٰ میں ہماری مرضی ہوتی ہے۔ اب سورۃ الحج کی آخری آیات دیکھتے ہیں۔" عروش نے قرآن کا صفحہ پلٹایا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اللہ یصطفی من الملکۃ رسلا و من الناس ان اللہ سمیع بصیر" (۲۲:۷۵)

(فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسلوں کو اللہ چن لیتا ہے۔)

"اب اس میں اللہ نے فرمایا کہ اس نے اپنے رسولوں کو اصطفیٰ کیا ہے۔ یعنی رسولوں کی بعثت سراسر اللہ کی مرضی ہے۔ ہم سوال نہیں اٹھا سکتے کہ اس نے عرب رسول ہی کیوں چنے؟ آخری رسول ﷺ بنی اسماعیل کی اولاد میں سے کیوں آئے جو کہ یہودیوں کا سب سے بڑا اعتراض تھا۔ اللہ کے رسولوں کو چننا اللہ کی مرضی ہے، یہ اللہ کی پسند ہے۔ ہمیں اسے قبول کرنا ہے۔"

"ھو اجتبکم۔"

(تمہیں چن لیا گیا ہے۔)

"مومنوں کے لئے اجتبیٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔یعنی اللہ نے جس کو مسلمان بنایا ہے،اس کی اندر کی خصوصیات کی وجہ سے بنایا ہے۔اس میں مسلمان بننے کی اور وہ تمام آزمائشیں سہنے کی ہمت تھی،اسی لئے اسے مسلمان کے طور پر چوز کیا گیا ہے۔کوئی بات،کوئی خیر،کوئی ٹیلنٹ،کچھ تھا جس کی بنا پر اللہ نے ہمیں مسلمان بنایا ہے۔اس آیت میں ہر اس مسلمان کے لئے حوصلہ ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ میں بے کار ہوں،جو اپنے اندر کے شر کے ہاتھوں مایوس ہے،جو یہ سمجھتا ہے کہ ہدایت اس کے لئے نہیں ہے۔اگر تم میں یہ سب سہنے کی ہمت نہ ہوتی تو تم مسلمان ہی نہ ہوتے۔ڈیٹس اٹ۔اینڈ آف دی ڈیبیٹ۔سو۔۔"اس نے سر اٹھا کر اسے جو دیکھا جو محویت سے سن رہا تھا۔

"جب بھی کوئی مشکل آئے تو سوچا کرو کہ اللہ نے تمہیں اجتبیٰ کیا ہے۔یہ سب برداشت کرنے کی پوٹینشل ہے،اسی لئے تم پر یہ آزمائش آئی ہے۔ویسے۔۔"مسکراہٹ دبائی۔" اس آیت کے اگلے حصے میں بھی ایک بہت خوبصورت لنک موجود ہے،تلاش کر سکتے ہو؟"

اس نے قرآن اس کی طرف بڑھایا۔حازم نے تذبذب سے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا۔عروش نے پیچھے کو ٹیک لگاتے ہوئے چپس کی پلیٹ اٹھالی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

(تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا۔)

آیت پڑھتے ہوئے حازم کی آنکھوں میں الجھن امڈ آئی۔لب دانتوں سے دبائے وہ چند لمحے ترجمہ دیکھتا رہا۔آنکھیں سکیڑے اس کے انداز میں نا سمجھی تھی۔سر اٹھا کر عروش کو دیکھا جو چپس کھاتے ہوئے اپنے رجسٹر کے صفحے پلٹا رہی تھی۔اس کے دیکھنے پر سوالیہ ابرو چکائی۔

"دین میں کوئی تنگی نہیں اور دین ابراہیمؑ کا۔"اس نے جیسے دہرایا۔"سب زیادہ تکلیفیں تو ابراہیمؑ کے حصے ہی آئی تھیں نا۔پھر آسانی کو ان سے کیسے جوڑ دیا؟"

عروش کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کلوز انف۔" اس نے جیسے سراہا۔(کافی قریب ہو)

چند منٹ خاموشی چھائی رہی۔

"ایک سیکنڈ۔ "اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ بھوری آنکھوں میں چمک ابھری۔ عروش بے اختیار سیدھی ہوئی۔ حازم حیدر رضا کے لنک مبہوت کر دیتے تھے۔

"آپ ڈھونڈ چکی ہیں؟ "

عروش نے سر ہلایا۔ حازم نے گہری سانس لی اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ابراہیمؑ کو جس طرح آزمایا گیا، ویسے کسی کو نہیں آزمایا گیا۔ وہ ہر آزمائش کے آگے سر جھکا دیتے تھے۔ یہاں مسلمانوں کے لئے ایک تسلی ہے۔ کہ جو اللہ آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے، صحرا میں پانی کا چشمہ جاری کر سکتا ہے، ذبح ہوتے ہوئے بیٹے کو بچا سکتا ہے۔ اس رب کے آگے تمہاری تنگی کچھ بھی نہیں۔ اس دین پر عمل کرتے ہوئے تمہیں جو بھی مشکلات آ رہی ہیں، ان سب سے وہ واقف ہے۔ اس سب سے گزرنے کی ہمت بھی وہی دے گا۔ جیسے ابراہیمؑ کو دی تھی۔ از دیٹ اٹ؟ " اس نے تائیدی انداز میں ابرو چکایا۔ عروش نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"احسنتِ۔ وہ ہر آزمائش کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ اس نے تمہیں اجتبیٰ کیا ہے۔ تمہارے اندر سب سہنے کی ہمت تھی۔۔ سو جس نے ابراہیمؑ کو تنہا نہیں چھوڑا، وہ تمہیں بھی نہیں چھوڑے گا۔ "اس نے جیسے اسے یاد دہانی کروائی تھی۔

عروش دنیا کی تکلیفوں اور دین میں آئی مشکلات کے حوالے سے اس کی ذہنی سازی کرتی رہتی تھی تاکہ جب وقت آئے تو وہ تیار ہو۔

لیکن جب وقت آیا تو وہ سب بھول گیا تھا۔ وہ تیار نہیں تھا۔

وہ وہیں سر ٹکائے آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ کرب تھا جو چہرے پر بکھرا تھا۔ اذیت تھی جو انگ انگ سے عیاں تھی۔ دور کہیں مغرب کی اذانیں گونجنے لگیں تھیں۔

****

ابرش نے مگ لبوں سے لگاتے ہوئے میرال کو دیکھا جو موبائل پر جھکی تیزی سے اسکرولنگ کر رہی تھی۔ دوسرے صوفے پر بیٹھی ماہ گل چائے پیتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔

"کیا سوچ رہی ہیں مامی جان؟"

ماہ گل نے چونک کر اسے دیکھا پھر ہلکا سا مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"کچھ نہیں بیٹا۔۔"

وہ کہہ رہی تھیں جب لاؤنج کا دروازہ کھلا اور احمر اندر داخل ہوا۔ چہرہ خاموش سا تھا۔

"السلام علیکم۔ "سلام کرتا وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

پیچھے آتے حازم نے کنپٹی دباتے ہوئے اسے جاتے دیکھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"اب انہیں کیا ہو گیا ہے؟ "میرال نے حیرت سے ماہ گل کی طرف دیکھا، جنہوں نے تکان سے کندھے اچکائے۔

"میں دیکھتی ہوں۔" وہ اٹھ کر احمر کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"اپنے شوہر نامدار کے پاس نہیں جائیں گی؟ "میرال نے مسکراہٹ دبا کر ابرش سے پوچھا جو گہری سوچ میں گم تھی۔ اس کے سوال پر چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کندھے اچکائے۔

"دونوں ہی کچھ کر کے آئے ہیں۔ مامی جان دیکھ لیں گی۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

احمر جوگرز سمیت بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا،ماہ گل کو اندر آتے دیکھ کر بے اختیار سیدھا ہوا۔

"خیریت ہے؟ کدھر سینگ پھنسا کر آئے ہو؟" وہ اسے سامنے بیٹھتے ہوئے بولیں۔وہ آنکھیں رگڑتا تکان سے مسکرایا۔

"کہیں بھی نہیں۔سب اوکے ہے۔"

"لگ تو نہیں رہا۔تم دونوں کی آپس میں کوئی بات ہوئی ہے؟" وہ آنکھیں سکیڑے گویا اس کا چہرہ پڑھنا چاہ رہی تھیں۔

"کیا ہو گیا ماما جان۔میں کہہ رہا ہوں نا کچھ بھی نہیں ہوا۔آپ خوامخوہ پریشان ہو جاتی ہیں۔سب ٹھیک ہے۔" ان کا ہاتھ دبا کر رسان سے تسلی دی۔وہ چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہیں پھر سر جھٹک دیا۔

"چلو پھر فریش ہو جاؤ۔میں کھانا لگا دیتی ہوں۔"

"حازم سے پوچھ لیں،میں کھا چکا ہوں۔" وہ اب جھک کر جوگرز کے تسمے کھول رہا تھا۔

"وہ تمہارے ساتھ نہیں تھا؟" انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔

"نہیں، آریان کہیں گیا ہوا تھا،واپسی پر اس گاڑی خراب ہو گئی تھی تو میں اسے لینے چلا گیا تھا۔حازم سے بعد میں ٹکراؤ ہوا تھا۔" وہ انہیں دیکھے بغیر تفصیلی انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اچھا چلو،پھر آرام کرو۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

کمرے میں زرد سیلنگ لائیٹس جل رہی تھیں۔حازم بیڈ پر بیٹھا گولیاں ہتھیلی پر نکال رہا تھا۔وہ جانتا تھا کہ ابھی نیند نہیں آئے گی سو گولیاں استعمال کرنی پڑیں گی۔ویسے بھی اسے آج کل ان کے بغیر نیند نہیں آتی تھی۔گلاس سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ کمبل گردن تک تان کر لیٹ گیا۔سرہانے وہی سفید دوپٹہ رکھا ہوا تھا۔چند لمحے وہ اسے دیکھتا رہا پھر آنکھیں موند لیں۔

چند لمحوں بعد ہلکی سی دستک کے بعد دروازہ کھلا۔اس نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اتنی جلدی سونے لگے ہو؟ "ماہ گل نے حیرانی سے پوچھا۔وہ کہنی کے بل ذرا سا اٹھا۔

"جی،بس آج ذرا تھک گیا ہوں۔"

"چلو۔پھر آرام کرو۔ "وہ جانے کے لئے مڑیں۔

"ماما جان۔"اس نے آہستگی سے پکارا۔وہ بے اختیار اس کی طرف پلٹیں۔

"تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ سکتی ہیں؟"

ماہ گل نے کئی آنسو پیچھے کو دھکیلے اور آہستگی سے بیڈ کے کنارے بیٹھیں۔وہ ویسے ہی لیٹے ہوئے ذرا سی گردن موڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟"نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے پوچھا۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔کسی خوف کے تحت ان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

"اگلے ہفتے مجھے التمش کو گرفتار کرنا ہے۔"اس کا لہجہ مدھم سا تھا۔

"کیوں؟ "ماہ گل نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جس مشن پر میں کام کر رہا ہوں،وہ اس سے جڑا ہے۔مگر اسے اس جرم کی سزا نہیں ملے گی،جس نے کئی زندگیاں تباہ کر دیں۔وہ ثابت ہی نہیں ہو گا۔"لہجے میں بے بسی بھری اذیت تھی۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

"بہت کچھ کرنا چاہتا تھا،مگر کچھ نہیں کر پایا۔ "بے بسی کی انتہا کو چھوتی اس کی آواز ہاری ہوئی لگ رہی تھی۔لمحے بھر کے لئے ماہ گل کا دل ڈوبا۔

"میں اسے ویسے ہی تڑپانا چاہتا تھا جیسے اس نے میری بہن کو تڑپایا تھا۔ اسی طرح میں نے اسے بیچنے کی ڈیل کی تھی۔ وہ لوگ صرف اس کو خریدنے پر بس نہیں کرتے، اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا کہ وہ موت کے لئے تڑپ اٹھتا۔ میں اس کے ساتھ وہی کرنا چاہتا تھا جو اس نے عروش کے ساتھ کیا تھا۔"

اس کے بالوں میں چلتا ماہ گل کا ہاتھ کانپا تھا۔ آنکھوں میں شاک لئے وہ اسے دیکھتی رہیں۔

"مگر میں نہیں کر سکا۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکا۔ مجھے احمر نے روک دیا۔ اس نے مجھے ماں کا حوالہ دے کر روک دیا۔" اس کی بند آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ لہجہ شکست خوردہ تھا۔

ماہ گل نے تھکن کے احساس سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ بھاری بوجھ کندھوں سے سرکا تھا۔

"جس نے مجھے تباہ کر دیا، میں اسے تباہ نہیں کر سکا۔"

"حازم۔" انہوں نے بے اختیار اسے ٹوکا۔ "تم نے بہترین کام کیا ہے۔ تم نے قانون ہاتھوں میں نہیں لیا۔ ایسے مت کہو۔"

حازم نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ سرخ ہوتی آنکھوں میں کچھ زخمی ہوا تھا۔ بنا کچھ کہے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اگر احمر نہ مجھے روکتا تو میں وہی کرتا۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ مجھے اس اذیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے جو بھی کرنا پڑتا، میں کر دیتا۔ مگر اب ہمت نہیں ہے۔"

"تم ہمت ہار رہے ہو حازم؟"

"میں ہمت ہار چکا ہوں ماما جان۔ مجھ سے اب نہیں برداشت ہوتا۔ میں کس اذیت کو دباؤں؟ ماں کے خون کو بھول جاؤں یا عروش کی آہوں کو۔ مجھ سے اب کچھ برداشت نہیں ہوتا۔" تھکن، اذیت، بے بسی۔ ہر احساس سے اس کا لہجہ لڑکھڑا رہا تھا۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"کیا تم نے گزرے دنوں میں کوئی بھی نماز چھوڑی ہے حازم؟ "ماہ گل نے نرمی سے پوچھا۔اس نے بنا کچھ کہے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"کیوں؟"

وہ خاموش رہا۔جواب کئی تھے مگر اس نے کوئی پیش نہیں کیا۔ماہ گل ہلکا سا مسکرائیں۔

"کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ تمہاری آزمائش ہے۔تم جانتے ہو کہ تمہیں اس میں سرخرو ہونا ہے۔تم یہ بھی جانتے ہو کہ ایک دن یہ اذیت ختم ہو جائے گی۔لیکن تم ابھی برداشت نہیں کر پا رہے۔تم نے کسی کو کچھ نہیں کہا۔میں جانتی تھی کہ تم نہیں کہو گے، کوئی شکوہ نہیں کرو گے۔اپنی اذیتوں کو چھپا لینا تم نے اپنی ماں سے ورثے میں لیا ہے۔لیکن کیا تم نے اس سے کہا جس نے یہ آزمائش ڈالی ہے؟ "وہ نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔بے اختیار حازم کا سانس رکا تھا مگر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کی آنکھوں میں ٹھہری نمی دیکھتیں۔

"تم نے اسے نہیں کہا حازم، تم نے اسے نہیں بتایا کہ تمہاری برداشت ختم ہو رہی ہے۔تم نے اس کے ساتھ اپنے درد کی شدت نہیں شئیر کی۔تمہیں اسے بتانا چاہیے تھا۔"

وہ خاموشی سے آنکھیں بند کئے سن رہا تھا۔وہ ماہ گل نہیں بول رہی تھیں، وہ ناجیہ بول رہی تھیں۔نرم اور چاشنی لئے پر سکون لہجہ۔

"آزمائش کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم بکھر نہیں سکتے، ہم رو نہیں سکتے۔بس ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑے رہیں۔اونہوں۔اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دو۔اسے سب بتاؤ، ہر درد، ہر تکلیف اور ہر اذیت۔وہ جانتا ہے لیکن یقین کرو جب تم اسے بتاؤ گے کہ اب تم سے برداشت نہیں ہو رہا تو وہ تمہاری ہمت کو بڑھا دے گا۔وہ تم پر اپنی سکینت اتار دے گا۔اس سے سب شئیر کیا کرو۔ "وہ ویسے ہی یاسیت سے کہتی اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔

"خود کے ارد گرد اتنی بلند دیواریں نہ کھڑی کرو، جو کوئی پھلانگ نہ سکے۔ تم نے آریان کو اپ لفٹ کیا تھا، تم نے ابرش کو تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ تم ان کے بدترین وقت میں ان کے ساتھ تھے، اب انہیں موقع دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھڑے ہو سکیں۔ اگر انسان رشتوں کے بغیر جی سکتا تو اللہ رشتے نہ بناتا کیونکہ اس نے کوئی شے بے مقصد نہیں بنائی۔" ان کی نرم آواز اس کی جلتی روح پر جیسے کوئی پھوار گرا رہی تھی۔ سلگتی آگ ٹھنڈی پڑنے لگی۔ نیند کا غلبہ اس پر حاوی ہونے لگا۔

"تمہاری برداشت ختم نہیں ہوئی حازم، بس ابھی زخم تازہ ہے۔ تمہیں ناجیہ اور عروش نے اس سب کے لئے تیار کیا تھا۔ تم وہ سب فراموش نہ کرو جو انہوں نے تمہیں سکھایا تھا۔ تم ناجیہ کے بیٹے ہو، اتنی جلدی ہمت نہیں ہارو گے۔"

"میں ماہ گل کا بیٹا بھی ہوں۔" وہ آنکھیں بند کئے آہستگی سے بڑبڑایا۔ ذہن اندھیرے میں ڈوب رہا تھا۔

ماہ گل نے لب بھینچ کر کئی سسکیاں دبالیں۔ پلکوں پر ٹکے آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے۔

"آپ اس بات سے انکار کرتی ہیں؟" اس نے نیند کے خمار سے سرخ ہوتی آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔

ماہ گل نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"میں انکار کر سکتی ہوں؟" ان کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"آپ نے وعدہ کیا تھا، کہ ہمیشہ میرے پاس رہیں گی۔" آواز ڈوب رہی تھی۔

"کیا آج تک چھوڑا ہے؟" آنکھیں رگڑتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"آپ کا احساس نہ ہوتا تو میں کب کا زندگی ہار چکا ہوتا۔ آپ میرے لئے کیا ہیں، آپ خود بھی نہیں جانتیں۔" بے اختیار اس نے ان کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی تھی۔

"میرے پاس رہئے گا۔" بے بسی بھری منت تھی اس کے انداز میں۔ ماہ گل لب کاٹتے ہوئے کئی جذبات اندر دبا دیئے۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ ان کے لئے کیا ہے؟

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں یہیں ہوں حازم۔ میں یہیں ہوں۔ "انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی چومی۔ کوئی سکون تھا جو اس کے چہرے پر چھانے لگا۔

ماہ گل نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی رہیں یہاں تک کہ اس کا تنفس ہموار ہوتا گیا۔ آج عرصے بعد وہ نیند میں پر سکون لگ رہا تھا۔ اجتبیٰ کے سفر نے اسے بدل دیا تھا۔ ان کا ہاتھ ہنوز اس کی ڈھیلی ہوتی گرفت میں تھا۔

"حیاک اللہ وابا ک اللہ۔ "اس کی بند آنکھوں کو دیکھتی وہ آہستگی سے بڑبڑائیں۔

****

ایک ہفتے بعد:

فجر کی نماز کے بعد آسمان دھیرے دھیرے روشن ہو رہا تھا۔ فضا میں خنکی بھی کافی بڑھ گئی تھی۔ یخ پڑتے ہاتھوں سے اس نے دروازہ دھکیلا۔ لان میں ابرش پودوں کو دیکھتی کچھ سوچ رہی تھی۔ آہٹ پر بے اختیار پلٹی۔

"اتنی ٹھنڈ میں باہر کیا کر رہی ہو؟ "حازم نے ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں ڈالتے ہوئے خفگی سے پوچھا۔ اسے دیکھتی وہ ہلکا سا مسکرائی۔ شال کندھوں پر لپیٹے اس کی ناک اور گال سردی سے سرخ پڑ رہے تھے۔

"میں روز اس وقت تھوڑا وقت باہر گزارتی ہوں، تم آج لیٹ آئے ہو۔ "شانے اچکاتے ہوئے جتایا۔ حازم نے ملامتی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر سر جھٹکتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

"سنو۔ "وہ اس کے پیچھے لپکی۔

لاؤنج میں نرم سی گرمائش پھیلی ہوئی تھی۔ بے اختیار سکون محسوس ہوا۔

"آج رات فری ہو گے؟ "ہاتھوں کو باہم رگڑتے ہوئے پوچھا۔ حازم نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اسے دیکھا۔

"شائد، کیوں؟ "پاؤں لمبے کر کے ٹیبل پر رکھے اور موبائل نکالتے ہوئے ناسمجھی سے پوچھا۔

"آج میں اور میرال اسپیشل ڈنر بنانے کا سوچ رہے ہیں۔ "وہ اس کے مقابل صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

حازم نے کندھے اچکائے۔

"شیور۔ لیکن اگر میں نہ آیا تو؟" سرسری سے انداز میں پوچھا۔

ابرش نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔ "استحقاق سے کہہ کر پیچھے ہوئی۔

"بہترین۔ پھر تو میں ساری زندگی گھر نہیں آؤں گا۔" مسکراہٹ دبائے اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ابرش کی آنکھوں میں صدمہ امڈ آیا۔

"تم۔۔ "اسے سمجھ ہی نہیں آئی کہ اس کی شان میں کون سا قصیدہ پڑھے، سو پیر پٹخ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا سنو تو۔۔ اسپیشل ڈنر میں میرے لائق کوئی خدمت؟ "اس نے پیچھے سے پکارا۔

ابرش تپ کر پلٹی۔

"کیوں؟ تم نے تو گھر ہی نہیں آنا تھا۔ "سینے پر بازو لپیٹ کر جتایا۔

"ہاں لیکن اپنی ماما جان سے ملنے تو آسکتا ہوں نا۔" گردن پیچھے کو پھینک کر بے نیازی سے جواب دیا۔ ابرش بڑبڑا کر سر جھٹکتے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ حازم ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے جاتے دیکھتا رہا۔

****

سورج کی نرم سی دھوپ ہر چیز پر چھانے لگی۔ ایسے میں نو بجے حازم اپنے کمرے کے ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں کی ویرانی سپاٹ پن میں بدل چکی تھی۔ گیلے بال ماتھے پر گرے تھے۔ وہ سیاہ ہوڈی کی آستینیں چڑھانے لگا۔

"عروش کو چھوڑ دو۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے، ایسے نہ کرو۔"

تنفس بھاری پڑنے لگا۔ آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ کرب کو دبایا اور پھر آنکھیں کھولیں۔ بھوری آنکھیں پھر سپاٹ ہو چکی تھیں۔ ٹیبل سے گھڑی اٹھا کر کلائی پر باندھی۔

"میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں، اسے چھوڑ دو۔"

گال پر وہی لمس محسوس ہوا تھا۔ سپاٹ آنکھوں میں خون اترنے لگا۔ ماتھے کی رگیں تن گئیں۔ مٹھیاں بھینچ کر سر جھٹکا اور برش اٹھالیا۔

"حازم۔۔"

گہری سانس لے کر خود پر قابو کرتے ہوئے اس نے پرفیوم اسپرے کیا۔ آخری نظر اپنے عکس پر ڈالی اور جانے کے لئے مڑ گیا۔

دروازے پر دستک ہوئی اور پھر ابرش اندر داخل ہوئی۔

"میں سوچ رہی تھی۔۔" اس کی زبان کو بے اختیار بریک لگا۔ حازم صوفے پر بیٹھا جوگرز کے تسمے باندھ رہا تھا۔

"تم کہیں جا رہے ہو؟"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہاں، آج فائنل اٹیک ہے۔" سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

ابرش کو نجانے کیوں اس کا لہجہ سرد اور سپاٹ سا لگا تھا۔ دل بری طرح دھڑکا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم نے کوئی گیم پلان کی ہے جو۔۔"

"جو؟" وہ تسمے باندھ کر سیدھا ہوا اور سوالیہ ابرو چکائی۔

"جو آخر میں تمہیں نقصان پہنچائے گی۔" اس کی آنکھوں میں کوئی خفیف سا خوف تھا۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے؟" بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے نارمل لہجے میں پوچھا۔

"تم اتنے پر سکون پچھلے کئی دنوں سے تو نہیں تھے۔"

وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

"تم اتنی وہمی کیوں ہو آبی؟"

"تم نے بنا دیا ہے۔ "شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جتایا۔ حازم پل کے لئے خاموش ہوا۔

"کچھ بھی پلان نہیں کیا میں نے۔ بس میں اور آریان ان کے ٹھکانے پر جائیں گے اور انہیں گرفتار کر لیں گے۔ اب آگے اگر انہوں نے میرے لئے کچھ پلان کیا ہو تو میں لاعلم ہوں۔"

ابرش لب بھینچے اسے دیکھتی رہی۔ کچھ تھا جو اسے صحیح نہیں لگ رہا تھا۔ اس کا پر سکون انداز یا سرد ہوتا لہجہ۔

"کچھ بھی کرنے سے قبل یاد رکھنا کہ تمہاری ایک فیملی ہے جو تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ تمہارا کوئی بھی غلط قدم انہیں زندہ درگور کر دے گا۔ بی کیئر فل۔ "اس نے انگشت شہادت اٹھا کر تنبیہ کی تھی۔ حازم اس کا انداز دیکھتا ہلکا سا مسکرایا۔ سر کو خم دیا۔

"جیسا آپ چاہیں۔"

"گڈ۔ تمہارے لئے یہی بہتر رہے گا۔ "اس نے قدم دروازے کی طرف بڑھا دیئے۔ نکلنے سے پہلے ایک نظر پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ موبائل نکالے کوئی نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ نجانے کیوں دل شدت سے دھڑکا۔ ایک پل کے لئے اسے روک لینے کو دل چاہا تھا۔

"فی امان اللہ۔ "وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

اس بات سے مکمل انجان کہ وہ اسے ایک لمبے عرصے کے لئے کھونے والی تھی۔

ہمارا خوف ہر دفعہ ہمارے سامنے ضرور آتا ہے۔

مگر ہم انسان بے خوف ہو کر جی بھی نہیں سکتے۔

****

شہر سے دور کھڑے غائم قصر کے ارد گرد پندرہ کلو میٹر تک سادہ لباس میں اہلکاروں نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔ محاصرہ ایک دائرے کی صورت میں دور تک پھیلا تھا۔ سڑک کے کنارے لگی درختوں کی طویل باڑ کے پیچھے کھڑے حازم نے آریان کو دیکھا جو موبائل پر کچھ دیکھ رہا تھا۔

"فیلڈ سیٹ ہے؟"

"ہاں، گزشتہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی یہاں سے باہر نہیں نکلا۔ وہ سب اندر ہی ہیں۔ اگر کوئی انڈر گراؤنڈ اسکیپنگ روٹ ہو گا تب بھی ہمارے اس سرکل سے باہر نہیں نکل سکتے۔ آج ان شاءاللہ ان کا کام ختم ہے۔"

حازم نے سر ہلایا۔ کلائی موڑ کر گھڑی دیکھی۔ گہری سانس خارج کرتے ہوئے آسمان کو دیکھا۔

"رب انصرنی۔ "وہ ہلکا سا بڑبڑایا۔ پھر دو انگلیاں اٹھا کر حملے کا اشارہ دے دیا۔

محتاط انداز میں سیڑھیوں کی مدد سے فوجیوں نے اندر چھلانگ لگا دی۔ آہنی دروازہ کھول دیا گیا۔ ریوالور ہاتھوں میں تھامے وہ دونوں تیزی سے اندر داخل ہوئے۔

"Find the hidden door, as soon as possible."

(جتنی جلدی ہو سکے، چور دروازہ ڈھونڈو۔)

حازم نے بلیوٹوتھ کے ذریعے حکم دیا۔ وہ سب پورے ایریے میں پھیل گئے۔ حازم اور آریان چند سپاہیوں کے ساتھ لان میں ہی تھے۔ انہیں آواز نکالنے کی اجازت نہیں تھی۔

سلطان نے موبائل نکالا اور ایک نظر التمش اور عالم پر ڈالتا اٹھ گیا۔

"کیا تم لوگ تیار ہو؟ "اس نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

"یس باس۔ ٹریپ تیار ہے۔ وہ جیسے ہی وہاں آئے گا، دبوچ لیا جائے گا۔"

سلطان نے موبائل نیچے کیا۔ سرخ آنکھوں میں حیوانیت سا تاثر تھا۔ یوں جیسے اس نے موت قبول کر لی ہو۔

"میں اپنے ڈوبنے کی علامت کے طور پر

دریا میں ایک عدد بھنور چھوڑ جاؤں گا۔"

وہ سرد لہجے میں گنگنایا۔ طویل میز کی طرف آیا اور سرمئی کوروالار جسٹر اٹھالیا۔

لان کے عقبی حصے میں وہ دونوں موجود تھے۔ انہیں اس اکھڑی اور کچلی ہوئی گھاس پر شک ہوا تھا۔ کیونکہ وہ مسل شدہ حصہ ایک چوکور کی صورت میں تھا۔ جیسے کسی سفید دیوار پر مٹیالا سا نشان ہو۔ آریان نے جھک کر گھاس اکھیڑی۔ چند تنکوں کی بجائے وہ سارا چوکور سا حصہ اکھڑتا چلا گیا۔

التمش نے ایک نظر سلطان کو دیکھا جو کونے پر بنے کمرے میں گم ہوا تھا۔ کوئی عجیب سا احساس تھا جو اسے اس لمحے ہوا تھا۔ عالم اس سب سے بے نیاز چھت کو گھور رہا تھا۔ اندر کمرے میں سلطان موبائل کان سے لگائے سن کھڑا تھا۔ چہرہ متغیر ہونے لگا۔

"انہوں نے چھاپا مار دیا ہے اور تم مجھے اب بتا رہے ہو؟" وہ دبا دبا سا غرایا۔

"باس، یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ وہ کیمرا جام کر چکے تھے۔ گاڑی تیار ہے۔ آپ نکل آئیں۔"

سلطان نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔

"تباہ تو میں ہو جاؤں گا لیکن سلامت بھی کسی کو نہیں رہنے دوں گا۔" وہ سفاکیت سے بڑبڑایا۔

اسے خود کو بچانے کی ایک آخری کوشش کرنی تھی۔

اکھڑی ہوئی گھاس کے نیچے ایک لوہے کا ڈھکن تھا۔ حازم نے بلیو ٹوتھ دبایا۔

"سیون سولجرز۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ہک پکڑ کر ڈھکن کو کھینچا۔ وہ اوپر کو اٹھتا چلا گیا۔ نیچے اندھیرے میں جاتی سیڑھیاں تھیں۔

"بیڑہ غرق ہو ان کا۔ پتہ نہیں کہاں سے اتنے واہیات راستے نکال لیتے ہیں۔ "آریان بڑبڑایا۔ انداز سے اکتاہٹ نمایاں تھی۔

"اگر نیچے وہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں تو؟ "اس نے حازم کو دیکھا۔

"تو پھر ایک آدھ مارا جائے گا اور باقی انہیں دبوچ لیں گے۔ میں اتر رہا ہوں۔ "وہ آہستگی سے سیڑھی کو پکڑ تا اندر کی طرف جھکا۔

"ریوالور ریڈی رکھنا۔ ہو سکتا ہے، وہ آگے سے تمہارا انتظار کر رہے ہوں۔ "آریان بے چینی سے اسے اترتے دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ دو تین اسٹیپس نیچے ہوا، آریان سپاہی کو اشارہ کرتا خود اس کے پیچھے اترنے لگا۔

سیڑھی ایک بند کمرے میں اتارتی تھی۔ وہ کمرہ اتنا تنگ اور گھٹن زدہ تھا کہ ایک وقت میں تین افراد ہی کھڑے ہو سکتے تھے۔ سامنے لکڑی کا بند دروازہ تھا۔ حازم نے آریان کے نیچے اترنے کا انتظار کیا۔ جیسے وہ اترا، وہ آگے بڑھا اور جھٹکے سے دباؤ ڈالتا دروازہ کھول چکا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہینڈز اپ۔"

صوفے پر بیٹھا التمش اور راکنگ چیئر پر جھولتا عالم دونوں کرنٹ کھا کر اٹھے تھے۔ چہروں کے رنگ بری طرح اڑے۔

وہ ایک چھوٹا سا ہال تھا۔ جس میں سفید لائیٹس جل رہی تھیں۔ تین بیڈز اور ایک طویل میز کے ارد گرد کرسیاں بچھی تھیں۔ کونے پر سرسراتا ہوا پردہ تھا۔

"سلطان کو تلاش کرو، جلدی۔ "حازم تحکم سے کہتا عالم کی طرف پلٹا۔ جس کی آنکھوں میں شدید خوف و ہراس تھا۔

"مہینوں کا کھیل ختم ہوا، عالم نقوی۔ "اس کا انداز طنزیہ تھا۔

عالم نے شکست خوردگی کے انداز میں کندھے جھکا دیئے۔ التمش خاموش بے بس نگاہوں سے حازم کو دیکھ رہا تھا جو اس کی طرف سے رخ موڑے کھڑا تھا۔

"سر، سلطان کہیں نہیں ہے۔ "ابرار کی بات پر اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب نہیں ہے؟ وہ یہاں سے باہر نہیں نکلا۔"

"حازم۔"

آریان کے پکارنے پر وہ تیزی سے اس سرسراتے ہوئے پردے کی طرف بڑھا۔ پیچھے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس کا ایک دروازہ باہر کی طرف کھلتا تھا۔ دیکھنے سے یوں لگتا تھا کہ وہ کوئی دیوار میں لگی الماری کے پٹ ہیں۔ آریان دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ دوسری جانب گھٹا توپ اندھیرا تھا۔

"یہ سرنگ ہے جو شائد یہیں کہیں قریب میں کھلتی ہے۔ "وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ حازم نے تیزی سے بلیوٹوتھ کا بٹن دبایا۔

"سر، سب کو الرٹ کر دیں۔ سلطان فرار ہو چکا ہے۔ "کال کاٹ کر وہ آریان کی طرف پلٹا۔

"شائد اس کے اندر کوئی سراغ مل جائے۔"

آریان نے سر ہلایا۔

"میں جا کر دیکھتا ہوں۔ تم ان دونوں کو ٹھکانے پر پہنچاؤ۔ ابھی تمہاری طلبی کا عندیہ آ جائے گا۔ ہمارے پاس صرف پانچ دن رہ گئے تھے۔ انہی دنوں میں ہمیں سلطان کو پیش کرنا ہے۔ "وہ فکر مند لگتا تھا۔

"وہ اس سرکل سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ڈونٹ وری ہم اسے ڈھونڈ لیں گے۔ میں تمہارے ساتھ چند سپاہیوں کو بھیجتا ہوں۔ "وہ جانے کے لئے مڑا۔ جب نگاہوں میں کچھ اٹکا تھا۔

وہ سرمئی رنگ کا پتلا سا رجسٹر تھا۔

اس نے جھک کر اسے اٹھالیا۔ وہ شائد کوئی معلومات رکھنے والا رجسٹر تھا۔اس میں پانچ خانے بنے تھے۔

نام۔عمر۔کامیابی۔ناکامی۔وجہ۔

وہ سارا خالی تھا۔کچھ بھی نہیں لکھا گیا تھا۔

یا شائد اس نے دوسری طرف سے کھولا تھا!

فی الحال اسے دیکھنے کا ٹائم نہیں تھا۔یہاں سے برامد کی جانے والی تمام چیزیں انسپکشن کے لئے بھیجی جائیں گی۔کچھ ہوا تو مل جائے گا۔

ہال میں التمش اور عالم کو ہتھکڑی لگا دی جا چکی تھی۔سارا سامان سمیٹا جا رہا تھا۔

"تم صرف ایک کٹھ پتلی تھے۔ "حازم عالم کے سامنے آرکا۔

عالم نے نگاہوں کا زاویہ اس کی طرف موڑا۔اس کی ہمیشہ سپاٹ رہنے والی آنکھوں میں آج کچھ زخمی ہوا تھا۔وہ اس وقت صرف ایک شکست خوردہ انسان لگ رہا تھا۔

"تم سے میں بعد میں تفصیلی بات کروں گا۔ابھی کیا تم سلطان کے بارے میں جانتے ہو؟ "اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"جیسا کہ تم نے کہا کہ میں کٹھ پتلی ہوں۔سو وہ مجھے کیوں بتائے گا؟ "اس کا انداز تلخ سا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔ "التمش کی آواز ابھری۔

حازم نہیں پلٹا۔نہ ہمت تھی اور نہ ہی وہ ضبط کھونا چاہتا تھا۔مگر ہاں بھوری آنکھوں میں کچھ راکھ ہوا تھا۔بے اختیار مٹھیاں بھینچیں۔

"انہیں لے جاؤ۔ "اس نے اونچی آواز میں پکارا۔ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا۔

التمش نے یاسیت سے اسے دیکھا جو ایک نظر اسے دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔ تبھی حازم کے ساتھ ایک لڑکی کا عکس ابھرا۔ ہیزل آنکھوں میں جتاتا سا تاثر تھا۔

"کیا مل گئی ساری محبت؟ "اس نے بے آواز لبوں کو جنبش دی۔ مگر آواز التمش کو بخوبی آئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں وحشت اترنے لگی۔ سپاہی اسے لے جانے لگے تھے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے مڑ کر دیکھا۔ وہ وہیں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگیں۔

ان کے جانے کے بعد حازم نے پیشانی رگڑی اور بلیوٹوتھ کا بٹن دبایا۔

"سر، وہ جانتا ہے کہ سلطان کہاں ہے؟" آواز بے تاثر تھی مگر چہرے پر اذیت تھی۔

"کون؟" دوسری طرف عاصم چونکے۔

"التمش۔ "اس نے گہری سانس لی۔ یہ بہت مشکل تھا۔ وہ شخص اس کے لئے ہمیشہ رضا رہا تھا۔ زندگی کا ایک حصہ اس نے اس سے محبت کرتے ہوئے گزارا تھا۔ لمحے بھر کو اس نے اپنا دل ٹٹولا۔

کیا اسے دکھ تھا؟

BEING THE STRING OF YOUR KITE

مگر اس کے دل میں کوئی احساس نہ تھا۔ وہ واقعی برف ہو گیا تھا۔

"میں نے آپ دونوں کی ریاضت خاک نہیں کی۔ اسے جانے دیا۔ "وہ بڑبڑایا۔ آنکھوں میں چھاتا اذیت کا تاثر شدید تھا۔

****

کرنل عاصم عجلت میں ملاقات کے کمرے میں داخل ہوئے۔ چہرے پر جھنجھلاہٹ تھی۔ سامنے بیٹھے التمش نے سر کو خم دیا۔

"سلطان کہاں ہے؟ "دبی آواز میں انہوں نے کرخت لہجے کے ساتھ پوچھا۔

"تم میرا کام نہیں کر سکے لیکن میں تمہارا کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ شائد میں بتا سکتا ہوں کہ سلطان کہاں ہے۔ "
اس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

عاصم پل کے لئے خاموش ہوئے پھر ابرو چکایا۔

"کہاں؟"

"اسی بستی میں۔ "التمش نے دھیرے سے کہا۔ بھوری آنکھوں میں کچھ راکھ ہوا تھا۔

"وہ اس بستی میں کیا کر رہا ہے؟ "عاصم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"سلطان جانتا ہے کہ حازم کی اس بستی میں کیا کہانی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جب پکڑا جائے تو وہیں سے پکڑا جائے اور تب وہ وہاں عروش کا ذکر کرے گا جس سے حازم ضبط کھو دے گا۔ وہ یہی کرتا ہے۔ اپنے ٹارگٹ کو ذہنی اذیت آخری حدوں تک دیتا ہے۔"

"کیا تم شیور ہو؟"

"نہیں لیکن نوے فیصد امکان ہے کہ وہ وہیں ہے۔ میں نے اس کے ساتھ کئی سال کام کیا ہے۔ اسے وہیں ہونا چاہیے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

عاصم تیزی سے اٹھے اور موبائل نکالتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گئے۔ التمش نے خاموش نگاہوں سے انہیں جاتے دیکھا۔

عاصم نے جھنجھلا کر موبائل کان سے ہٹایا۔

"ہر اہم موقعے پر اس کا موبائل آف ہو جاتا ہے۔ "بڑبڑا کر انہوں نے آریان کا نمبر ملایا۔

"یس سر؟"

"آریان، کیو جی کے جنوب کا ایریا کور کرو۔ شائد سلطان اس منہدم بستی میں ہے۔ دھیان سے جانا۔"

"آل رائٹ سر۔"

"اور حازم کہاں ہے؟"

"آخری دفعہ جب میری اس سے بات ہوئی تھی تو ہمارے پوائنٹ پر تھا۔"

وہ کال کاٹ کر ملاقاتی کمرے میں آئے۔ التمش ویسے ہی بیٹھا تھا۔

"اگر سلطان وہاں سے مل گیا تو شائد تمہاری سزا میں کمی ہو جائے۔"

التمش خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا پھر آہستگی سے بولا۔

"کیا تم حازم کو لا سکتے ہو؟ تمہاری بات وہ نہیں ٹالتا تھا۔"

عاصم نے زخمی ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ چہرے پر اذیت در آئی۔

"تھا۔" انہوں نے زور دیا۔ "میری بات وہ نہیں ٹالتا تھا۔ تم نے جو مجھ سے چھین لیا ہے نا التمش، اس کے لئے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا اور بہتر ہو گا کہ اسے بھول جاؤ۔ وہ کبھی نہیں آئے گا۔" وہ تنفر سے کہتے ہوئے پلٹ گئے۔ بے اختیار گیلی ہوتی آنکھوں کو رگڑا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اہلکار التمش کو لینے آ گئے تھے۔ وہ شکست خوردہ سا ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ دل کے کئی ٹکڑے ہوئے تھے۔

****

دو گھنٹے قبل:

تہہ خانے کی لائیٹس جل رہی تھیں۔ طویل میز پر دو لیپ ٹاپ کھلے تھے۔ ایک مٹھی میز پر رکھے حازم جھک کر ان پر چلتی فوٹیجز کو دیکھ رہا تھا۔ لب کاٹتے ہوئے اس کے چہرے پر تشویش تھی۔ دفعتاً ان نے بلیوٹوتھ کا آلہ دبایا۔

"آر، کچھ پتہ چلا؟"

"نہیں فی الحال ہم شمال کی سائیڈ کور کر رہے ہیں۔ ابھی تک کوئی انفارمیشن نہیں ملی۔"

"ایک بات تو کنفرم ہے کہ وہ ہمارے اس سرکل کے اندر ہی موجود ہے۔"

"ہاں، ہم دیکھ رہے ہیں۔"

کال کاٹتے ہوئے اس کی نگاہوں میں میز پر رکھا رجسٹر الجھا۔ کیو جی کے تہہ خانے سے ملنے والا سارا سامان انسپکشن کے لئے یہاں پہنچا دیا تھا۔ وہ آنکھیں سکیڑے آگے آیا اور رجسٹر اٹھا لیا۔ پہلا صفحہ الٹتے ہی اس کا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا۔

عروش رضا۔ عمر پندرہ سال۔

اس کا چہرہ نچڑنے لگا۔ بے جان ہوتی نگاہوں نے دوسرے کالم تک سفر کیا۔

ناکامی۔ وجہ: سیلف ڈیفینس۔

لرزتے ہاتھوں سے اس نے صفحہ پھاڑا اور تیزی سے لیپ ٹاپ کی طرف آیا۔ گوگل میپ کھولا اور اگلے ہی لمحے وہ جان گیا کہ سلطان کہاں ہے۔ آنکھوں میں خون اترنے لگا۔ اس پل اس کی سوچنے سمجھنے کی ہر صلاحیت ختم ہو چکی تھی۔ وہ کسی جنون سیڑھیاں چڑھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔ مٹھی میں ہنوز وہ کاغذ جکڑا تھا۔

زندگی میں پہلی دفعہ اس نے کار کو تیز ترین سپیڈ پر ڈرائیو کیا تھا۔ کوئی دھند تھی جو اس کے دماغ پر چھائی ہوئی تھی۔ رخ منہدم ہوتی بستی کی طرف تھا۔ جیسے ہی اس کی کار سرمئی دروازے سے چند میٹر دور تھی، کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور کار لہرا گئی۔ حازم نے برق رفتاری سے بریک لگا کر کار کو الٹنے سے بچایا۔ ٹائر پھاڑ دیئے گئے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھا، تین گاڑیاں اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اس نے کار ریورس کرنا چاہی مگر ٹھٹک گیا۔ پیچھے بھی دو جیپیں تھیں۔ وہ پوری طرح سے گھر چکا تھا۔

"ڈیم اٹ۔" وہ بڑبڑایا۔

اس لمحے آگے اور پیچھے سے فائرنگ ہوئی۔ وہ بجلی کی تیزی سے نیچے جھکا مگر کندھے میں درد کی شدید لہر اٹھی۔ بے اختیار لب بھینچ کر سسکی روکی۔ ان کا نشانہ گاڑی کا اگلا اور پچھلا حصہ تھا۔ وہ اسے زندہ پکڑنا چاہتے تھے۔

حازم نے ایک نظر اپنے کندھے پر ڈالی جہاں سے خون رس رہا تھا۔ جیب سے موبائل نکالا مگر اسکرین کے کونے پر کوئی سگنل نہ تھا۔ یہاں جیمرز لگائے گئے تھے۔

اسی پل کار کی ونڈ اسکرین سے کوئی گیند نما چیز ٹکرائی اور پھر چاروں طرف سیاہ مہیب دھواں پھیلنے لگا۔ بند شیشوں کے باوجود وہ دھواں اندر داخل ہو رہا تھا۔ وہ بے اختیار کھانسا۔ ذہن اندھیرے میں ڈوبنے لگا۔ بند ہوتی آنکھوں سے اس نے شیشے کے پار دیکھا۔ جیپوں سے لوگ نکل کر اس کی طرف آ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ بند مٹھی میں جکڑا کاغذ یاسیت سے سب دیکھتا رہا۔

******

آریان نے موڑ کاٹتے ہوئے ڈیش بورڈ پر رکھا موبائل اٹھایا اور کال لاگ میں 'ایچ زی' پر انگلی رکھی۔ گھنٹی جاتی رہی مگر دوسری طرف سے کال نہ اٹھائی گئی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔ آن ڈیوٹی ہو کر حازم نے اپنا نمبر کیسے بند کیا ہوا تھا۔ سر جھٹکتے ہوئے ایکسلریٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

کار جیسے منہدم بستی میں داخل ہوئی، بے اختیار اس کا پاؤں بریک پر پڑا۔ ٹائر چرچرائے اور دل بھی ساتھ ہی ڈوب گیا۔ وہ تیزی سے باہر نکلا اور کار کی طرف لپکا۔ گاڑی کے اگلے اور پچھلے شیشے چکنا چور ہو چکے تھے۔ بونٹ پر بھی کئی گولیوں کے نشان تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہی اس کا سانس رک گیا۔ سیٹ پر خون کے نشان تھے۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے خون کو چھوا۔ ابھی خون تازہ تھا یعنی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔

"حازم۔۔" کانپتی آواز میں اس کے لبوں سے نکلا۔ زمین و آسمان اسے اپنی نگاہوں کے گرد گھومتے ہوئے محسوس ہوئے۔

اسی پل اس کا موبائل بجا۔ کرنل عاصم کی کال تھی۔

"آریان، حازم کہاں ہے؟ فون بند کرنے کا یہ کون سا وقت ہے؟ تمہیں سلطان کی لوکیشن ملی یا نہیں؟ "وہ برہم لگ رہے تھے۔

"سر۔۔ "اس کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ "حازم یہاں نہیں ہے۔ اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔ "مٹھیاں بھینچ کر جیسے ضبط کیا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"یہ۔۔ یہ کیا بکواس ہے آریان۔ تمہیں یہ مذاق کا ٹائم لگ رہا ہے؟"

"سر پلیز۔ یہ کام سلطان نے کیا ہے۔ وہ حازم کو اپنی ڈھال بنا کر فرار ہو جائے گا۔ کچھ کریں سر۔ "اس نے آخر میں منت کی تھی۔

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"نہیں، وہ اتنی جلدی فرار نہیں ہو گا۔ وہ ہمارے سرکل سے باہر نہیں نکل سکتا۔ وہ اسی سرکل میں ہی ہے۔ حازم سے وہ اسکیپنگ روٹ پوچھے گا۔ میں مزید نفری بھیج رہا ہوں۔ "عاصم کا لہجہ مستحکم تھا۔

"آریان ڈونٹ لوز یور مائنڈ۔ ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے ہوں گے۔ سلطان اس سے زیادہ حازم کو زندہ نہیں رکھے گا۔ خود پر قابو رکھو اور اسے ڈھونڈو، وہ مل جائے گا۔"

آریان نے کرب سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ کال کٹ چکی تھی۔ ایک نظر پوروں پر لگے خون کو دیکھا۔

"یو کانٹ ڈو دِس۔ "وہ آہستگی سے بڑبڑایا۔ چہرہ ہنوز زرد تھا۔

******

ڈائننگ ہال میں معمول کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ شیشے کی کھڑکیوں کے پار باسی ہوتی دوپہر دکھائی دے رہی تھی۔

"ویسے آبی، مجھے لگتا ہے ہمیں کسی کا کریڈٹ کارڈ ہتھیانا چاہئے۔ آفٹر آل ہمیں رات کے لئے تیاری وغیرہ بھی تو کرنی ہے۔ "میرال کہتے ہوئے بالکل بھی احمر کو دیکھ نہیں دیکھ رہی تھی۔

"بالکل۔" ابرش نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی تائید کی۔

"آپ کیا کہتے ہیں بھائی؟" اس نے بہت معصومیت سے احمر کو دیکھا جیسے زندگی کا ہر کام اس سے پوچھ کر کیا ہو۔

"شیور۔" اس نے سر ہلایا۔ "اپنے دوسرے بھائی سے لے لینا۔ فی الحال میں تمہیں بھول چکا ہوں۔ ٹھیک ویسے ہی جیسے تم چائے بناتے وقت مجھے پہچاننے سے انکار کر دیتی ہو۔ "وہ بے نیازی سے کہہ رہا تھا۔

ماہ گل اور ابرش ہنس دیں۔ میرال نے خفت سے اسے دیکھا۔

"بھائی آپ۔۔"

تبھی احمر کا ٹیبل پر رکھا موبائل بجا۔ نمبر پر نگاہ ڈالتے ہی اس کا منہ بن گیا۔

"کیا ہوا؟ "مظہر نے سوالیہ ابرو چکائی۔

"آریان کی کال ہے۔ اب کہے گا کہ میں نے بہت ہمت اور دلیری سے مشن پورا کیا ہے، سو مجھے ٹریٹ ملنی چاہیے۔ " جل کر کہتے ہوئے اس نے موبائل اٹھایا۔

"چلیں یہ تو اچھا ہو گیا۔ مشن کمپلیٹ ہو گیا۔ اب ہم رات کو سکون سے۔۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کیا ہوا ہے آر؟" احمر کے تشویش سے پوچھنے پر میرال کی زبان کو بریک لگی۔ سب نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آریان کچھ بتاؤ گے یا نہیں؟"

ابرش مٹھیاں بھینچے، بنا پلک جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی۔ سیاہ آنکھوں میں وحشت اترنے لگی۔ دوبارہ نہیں، پلیز نہیں۔ دل میں پھوٹتی چنگاریاں روح پر پھسلنے لگیں۔

احمر کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

"تم۔۔ تم پھر مذاق کر رہے ہو؟ ایسے مذاق مت کیا کرو، آریان۔" اس نے جیسے آخر میں جیسے منت کی تھی۔

ماہ گل کا چہرہ فق پڑنے لگا۔ آریان کا احمر سے کس کے متعلق مذاق ہو سکتا تھا؟ دل کسی منجھدار میں ڈوب رہا تھا۔

"تم۔۔ تم کہاں تھے اس وقت؟" احمر کی سرخ پڑتی آنکھیں گیلی ہونے لگی۔ اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"چوبیس گھنٹے؟ وہ اسے مار دیں گے آریان۔" سارے ضبط کھو کر وہ درد سے پھٹتی آواز میں چیخا تھا۔

ساتوں آسمان ان کے سروں پر ٹوٹے تھے۔ کوئی آہستہ آہستہ ابرش کی جان نکالنے لگا۔ رنگت زرد پڑنے لگی۔ احمر نے شکست خوردہ انداز میں موبائل نیچے کیا۔

"احمر؟ " ماہ گل کی ڈوبتی آواز کانپی۔

"حازم کو اغوا کر لیا گیا ہے۔" وہ ہارے ہوئے انداز میں بڑبڑایا۔

کیا کبھی سناٹے کو چیختے ہوئے سنا ہے؟

******

جانے کتنے پہر گزرے، جب اس کا ذہن جاگنے لگا۔ آہستہ سے پلکیں جدا کیں۔ تیز روشنی سے آنکھیں چندھیا گئیں۔ بے اختیار چہرہ پیچھے کیا۔ آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولیں۔ کندھے میں درد کی شدید ٹیس اٹھی تھی۔ لب بھینچتے ہوئے گردن سیدھی کی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ ایک کرسی سے بندھا تھا۔ سامنے صوفے پر سلطان ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر پر سکون سا بیٹھا تھا۔ اسے ہوش میں آتے دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔

"ویلکم ہوم، حازم رضا۔ "چھوٹی سرخ آنکھوں میں سفاکیت تھی۔

"کئی سالوں قبل تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کی تھی، مگر تم بچ گئے۔ آج دیکھو کیسے سب میرے حق میں ہوا ہے۔ خیر، تمہارے کندھے سے گولی نکال دی ہے لیکن زخم ٹریٹ نہیں کیا۔ ایک چھوٹا سا کام کرو، پھر میں تمہیں جانے دوں گا۔" وہ دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

حازم استہزائیہ مسکرایا۔

"میں کام کروں یا نہ کروں، دونوں صورتوں میں تم مجھے مار دو گے۔ سو میں آپشن بی کے ساتھ جاؤں گا۔"

سلطان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ گویا وہ محظوظ ہوا تھا۔

"تم نے شروع سے ہی مجھے ٹف ٹائم دیا ہے۔ آج آخری بار پھر سہی۔ خیر، تمہارے پاس سے یہ ملا تھا۔" اس نے سائیڈ پر رکھا تڑا مڑا کاغذ اٹھایا۔ حازم نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ کوئی لاوا تھا جو اس کے اندر ابلنے لگا۔ چہرہ سرخ پڑنے لگا۔

"تمہارے باپ نے تمہاری بہن کو میرے ہاتھوں کو بیچا تھا۔" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

حازم کو لگا کہ اس کے دماغ کی رگ پھٹنے والی ہے۔

"وہ میرا باپ نہیں ہے۔" دانت پر دانت جمائے وہ غرایا۔

"تمہارے کہہ دینے سے حقیقت نہیں بدل جائے گی۔ تمہاری رگوں میں دوڑتا خون التمش کا ہی ہے۔ چچ چچ۔" وہ اکساتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ حازم کی آنکھوں میں خون اترنے لگا۔

"میری بہن کے ساتھ کیا کیا تھا؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سلطان نے کندھے اچکائے۔

"بہت کچھ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن افسوس کچھ نہیں کر پایا۔ وہ بھاگ گئی تھی۔" وہ انگوٹھی کو ٹھوڑی کے ساتھ رگڑ رہا تھا۔ کچھ تھا جس نے حازم کی جلتی روح پر پھوار گرائی تھی۔ کئی آنسو تھے جو اس نے پیچھے دھکیلے۔

وہ پاکیزہ تھی۔ وہ پاکیزہ رہ گئی تھی۔

اس نے تکان کے احساس سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

سلطان آگے ہوا۔

"میں تمہیں چھوڑ دوں گا لیکن تمہیں کیو جی کے گرد پندرہ کلو میٹر کے اس سرکل سے مجھے باہر نکلوانا ہے۔ اگر تم ایسا کر دو تو میں تمہیں جانے دوں گا۔"

حازم نے گہری سانس لے کر اثبات میں سر ہلایا۔

"شیور، ایک اسی کام کے لئے تو زندہ ہوں۔ بتاؤ کب نکلنا ہے؟"

سلطان کا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔ اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں۔

"تمہیں ڈھونڈنے کے لئے تمہارا دوست ہر حد پار کرے گا۔ میں تمہیں زیادہ دیر زندہ رکھنے کے حق میں نہیں ہوں۔ اسکیپنگ روٹ بتاؤ اور اپنی جان بچالو۔ مجھے میری ناکامیوں کا بدلہ لینے پر مجبور نہ کرو۔"

اب کہ درد سے پھٹتے سر کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ مسکرایا۔ سلگاتی ہوئی مسکراہٹ۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھے ڈرا سکتے ہو؟"

"میں تمہیں ڈرا سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔" سلطان نے چبا چبا کر کہا۔ حازم نے سر کو خم دیا۔

"تم اپنے تیر آزماؤ، میں جگر آزماتا ہوں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

سلطان نے گہری سانس لے کر مٹھیاں بھینچیں۔ وہ اسے غصہ دلا رہا تھا۔

"اسیکپنگ روٹ بتاؤ۔" دانت پیستے ہوئے کہا۔

"یوش! بھول جاؤ کہ میں تمہیں فرار ہونے میں مدد دوں گا۔ تمہاری گردن پر کئی لوگوں کا خون ہے۔ تم نے کئی زندگیاں تباہ کی ہیں۔ سو اب انجام بھگتو۔" لہجہ اٹل تھا۔

"کیا یہ تمہارا حتمی فیصلہ ہے؟"

حازم بنا کچھ کہے اسے دیکھتا رہا۔ آنکھوں میں سپاٹ پن تھا۔

"جیسا تم چاہو۔"

سلطان نے پیچھے کھڑے شخص کو اشارہ کیا۔ اس نے کوئی بھاری چیز اس کے سر پر دے ماری۔ اذیت اندر تک اتر گئی۔ دانت پر دانت جما کر اس خود کو کراہنے سے روکا۔ پھٹتے سر میں مزید دھماکے ہونے لگے۔

"میجر حازم، روٹ؟"

"نو کمنٹس۔"

اس کے ساتھ ہی دوبارہ اس کے سر پر ضرب لگی۔ یوں لگا جیسے سر کے ٹکڑے ہو گئے ہوں۔ تکلیف رگوں کو کاٹنے لگی۔ سرخ مائع گردن پر بہنے لگا۔ وہ آنکھیں میچے کراہا۔

"باس، یہ نہیں بتائے گا۔"

سلطان نے سوچتی نگاہوں سے حازم کو دیکھا جس کی نیم بے ہوشی کے عالم میں گردن کندھے پر ڈھلکی تھی۔

"کل تک اسے زندہ رکھ کر پوچھنا ہے۔ پھر مار دینا۔ جب ذرا سنبھل جائے تو تھرڈ ڈگری کمرے میں لے جانا۔"

اس کے حکم کے ساتھ ہی حازم کے چہرے پر سیاہ کپڑا گرا دیا گیا۔ دنیا اندھیرے میں ڈوب گئی۔ ساری روشنیاں ختم ہو گئیں۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

******

تہہ خانے میں عاصم اور آریان آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ آریان سرخ ہوتی انگارہ آنکھوں سے کہہ رہا تھا۔

"اس کی گھڑی میں موجود ٹریسر ایک پوائنٹ پر جا کر رک گیا تھا۔ میں وہاں پہنچا تو گھڑی اور موبائل دونوں سڑک کے کنارے گرے تھے۔ انہوں نے راستے میں ہی اس کی گھڑی اتار دی تھی۔ میں نے واحد کلیو بھی کھو دیا۔" اس کے لہجے میں اذیت تھی۔

"ڈونٹ وری، بس کچھ دیر میں ہم ڈھونڈ لیں گے۔" عاصم سامنے رکھے لیپ ٹاپ کو دیکھ رہے تھے۔

آریان نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ان کے چہرے پر کمپوزڈ سا تاثر تھا۔

"جس پوائنٹ پر گھڑی ملی تھی،اس کے ارد گرد کوئی مکان یا رہائش کی جگہ نہیں تھی۔سوائے اس مندر کے جو کافی عرصے سے ویران پڑا ہے۔ "وہ آنکھیں رگڑتا کہہ رہا تھا۔

"اس مندر سے تقریباً گیارہ میٹر کے فاصلے پر بڑی بڑی جھاڑیاں ہیں اور ابھی کچھ دیر قبل ایک آدمی جھاڑیوں سے نکلا اور پچیس منٹ بعد وہ واپس ان جھاڑیوں کے پیچھے گم ہو گیا۔اس کے علاوہ یہاں کوئی ہلچل نہیں ہوئی۔ "

"یہ مندر ہانٹڈ مشہور ہے اور قوی امکان ہے کہ اسے ہانٹڈ انہوں نے ہی مشہور کروایا ہے۔فرنٹ ڈور یہ استعمال نہیں کریں گے تاکہ ان کی نقل و حرکت سے کسی راہگیر وغیرہ کو شک نہ ہو جائے۔سو آپ کہہ رہے ہیں کہ اس مندر کے اندر جانے کا کوئی خفیہ راستہ ہے؟ "آریان نے سوالیہ ابرو چکائی۔

"شائد۔لیکن ہم اپنا وقت ان کے راستے ڈھونڈنے میں ضائع نہیں کر سکتے۔چوبیس میں سے آٹھ گھنٹے ہو چکے ہیں۔جسٹ ڈائریکٹ اٹیک کریں گے۔"

آریان نے سر ہلایا۔

"میں نے ہاؤنڈز (شکاری کتے) بلا لیے ہیں۔ "کہتے ہوئے اس نے پیشانی مسلی۔ دل عجیب سے خوف کے تحت ڈوب رہا تھا۔

"میرے پاس دو راستے ہیں۔خود کو مار دوں اور اذیت سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پا لوں یا پھر اپنے مجرم کو ویسے ہی تباہ کروں جیسے اس نے مجھے کیا ہے۔میرے پاس آپشنز تھے اور دونوں بھی کر سکتا تھا۔"

اور کوئی آریان ابراہیم سے پوچھتا کہ ہاتھوں سے پھسلتی زندگی کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

******

کمرے میں نیم اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ مغرب کی ڈوبتی شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ قبلہ رو بیٹھی ابرش نے سلام پھیرا۔ چہرہ آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا۔ چند لمحے ڈبڈبائی نظروں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ کچھ تھا جو دل کو دبوچ رہا تھا۔ وہ ٹھیک نہیں تھا، وہ جانتی تھی کہ وہ ٹھیک نہیں تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کھینچ کر اسے اس سب سے نکال لے۔ آخر یہ آزمائشیں کہاں ختم ہوں گی؟

"اللہ۔"

سرگوشی آہستہ سے لبوں سے آزاد ہوئی لیکن عرش تک جا پہنچی۔

"میں راضی ہوں اللہ۔"

دل کٹ گیا۔ آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے تھے۔

"آپ کی ہر تقسیم پر میں راضی۔"

ارد گرد پھیلا سیاہ اندھیرا اس کے وجود کو لپیٹ میں لینے لگا۔ اذیت انگ انگ میں اترنے لگی۔

"آپ کی ہر آزمائش پر میں راضی۔"

اور یہ آسان نہیں تھا۔ کہ جب دل اذیت سے پھٹ رہا ہو تو شکووں کو لبوں میں دبا کر صرف 'رضیت' کہہ دینا آسان نہیں تھا۔ یہ واقعی آسان نہیں تھا۔

"میری ہر آزمائش مجھے آپ کے قریب کرے گی۔ دیر سے ہی سہی مگر میں سمجھ گئی۔ اسے میرے نصیب میں آپ نے لکھا تھا۔ اس کی زندگی میں آپ سے ہی مانگوں گی۔"

لیکن یہ آسان بن جاتا ہے۔ جب دل کو یہ یقین ہو کہ میری ہر مصیبت مجھے رب کا قرب عطا کرے گی تو رضیت کہہ دینا آسان ہو جاتا ہے۔

"آزمائش آپ نے اتاری ہے، اس کو ختم بھی آپ ہی کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے آپ مجھے نہیں ٹھکرائیں گے، آپ کسی کو نہیں دھتکارتے۔"

اور جب یہ یقین ہو جائے کہ ہر مانگی گئی دعا قبول ہوتی ہے، کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی وقت تو ہر غم پر صبر آجاتا ہے۔ ہر اذیت کو قرار مل جاتا ہے۔

"وہ میری تقدیر میں ہوا تو آپ اسے مجھ تک لائیں گے۔ اور اگر۔۔" آواز کانپی۔ "وہ میرے نصیب میں نہ ہوا تو کوئی چیز، کوئی انسان اسے نہیں بچا پائے گا۔"

سارا کھیل تقدیر کا ہے۔ لیکن تقدیر کو ایک چیز بدل دیتی ہے اور وہ دعا ہے۔ دل سے کی گئی، تڑپ کر مانگی گئی دعا میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ ناممکن کو ممکن بنا دے۔

"سب آپ کی دسترس میں ہے۔ میں آپ سے ہی مانگوں گی۔ میں معجزوں کی امید بھی رکھوں گی کیونکہ معجزے موسیٰؑ کے لئے ہوتے ہیں اور موسیٰ وہ ہوتا ہے، جسے معجزوں پر یقین ہوتا ہے۔"

دعا میں یقین نہ ہو تو محض الفاظ کا مجموعہ ہوتی ہے۔ دعا میں ضد ہونی چاہیے۔ یقین ہونا چاہیے کہ جو کبھی نہیں ہوا، وہ اب ہو گا۔ یہ یقین سمندر سے راستہ نکال دیتا ہے، ریگستان سے پانی جاری کر دیتا ہے، آگ کو گلستان کر دیتا ہے، کنویں سے نکال کر عزیز مصر بنا دیتا ہے۔

"پلیز اللہ۔ مجھ پر رحم فرمائیں۔ میں بہت کمزور ہوں اللہ۔ آپ کے سوا کوئی مجھ سے کچھ نہیں چھین سکتا۔"

زندگی تب پر سکون ہو جاتی ہے جب اس چیز پر ایمان آجائے کہ اللہ کے سوا کوئی ہم سے کچھ نہیں چھین سکتا۔ پھر نہ انسانوں کا خوف رہتا ہے نہ ناکامی کا ڈر۔

"وہ میرا آخری رشتہ ہے اللہ۔ ہر چیز کی طرح ایک نعمت۔ نعمتیں ہمارا حق نہیں ہوتیں بس آپ کا فضل ہوتی ہیں۔ میں آپ سے آپ کا فضل مانگتی ہوں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔یوں جیسے اس کا رب اس کے سامنے ہو۔ارد گرد سے بے نیاز بس چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ بکھری سی لگ رہی تھی۔اسے کھو دینے کا صرف خیال ہی دل کو الٹی برچھی سے زخمی کر رہا تھا۔وہ اذیت میں تھا اور وہ بے بس تھی۔ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے!

"میں ناامید ہو جاتی تھی، شکوہ بھی کرتی تھی۔لیکن میں نے خود سے جڑے رشتوں کا ہمیشہ مان رکھا۔میں نے کسی کے راستے میں کنکر نہیں رکھا، پلیز میرے راستے میں پہاڑ نہ کھڑا کریں۔"

اپنی نیکیوں کا وسیلہ دے کر مانگنا چاہیے۔وہ انسانوں کی طرح جتاتا نہیں ہے۔بس نرمی سے محبت سے بنا کچھ کہے ہیل کر دیتا ہے۔

"یا سمیع الدعاء! مجھے تنہا مت چھوڑیئے گا۔اس کی تکلیفیں اور آزمائشیں ختم کر دیں مالک۔اسے مجھ سے مت چھینیں۔ میں نے اسے آپ کی امان میں دیا تھا۔ہر حفاظت سے بڑھ کر بہترین۔میرے ساتھ ایسا مت کریں۔"

دوسرا وسیلہ اس کے ناموں کا ہوتا ہے۔ہر نام اس کا ہے، ہر نام میں ہمارے کسی مسئلے کا حل چھپا ہے۔بس ہمیں پکارنا ہے اور وہ سب دے دیتا ہے۔کسی کو اسی وقت اور کسی کو انتظار کروا کر۔اس کی مصلحتیں ہم نہیں سمجھ سکتے۔

"پلیز مجھے ایسے مت آزمائیں کہ میری ہمت ختم ہو جائے اللہ۔مجھے یقین ہے آپ سب ٹھیک کر دیں گے۔پلیز سب ٹھیک کر دیں اللہ۔"

وہ اتنا روئی کہ ہمت ختم ہونے لگی۔پانی آسمانوں سے نازل ہوتا ہے اس کے بعد کا سکون بھی وہیں سے اترتا ہے۔اس پر بھی سکینت طاری ہونے لگی۔دل پر سکون ہونے لگا۔وجود ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

تکان کے احساس کے تحت اس نے سر بیڈ سے ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔چہرے پر اذیت بکھری تھی لیکن دل پر سکون تھا۔جہاں اپنا درد بتا دیا تھا، وہاں سے جواب نہ آئے ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ لبوں پر بس ایک فقرہ تھا۔

"یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

اس ویرانے میں کھڑے کھنڈر کے ایک کمرے میں موجود سلطان نے رکنے کا اشارہ کیا۔ حازم کے ہاتھ مخالف سمت میں بندھے تھے۔ آنکھیں بند تھیں۔ کنپٹی اور سر کے پچھلے حصے سے بہتا خون جم گیا تھا۔ سفید ٹی شرٹ کمر سے خون سے سرخ ہو چکی تھی۔ کندھے کا زخم ویسا ہی تھا۔

سلطان کے اشارے پر پیچھے کھڑے شخص نے بیلٹ پھینک دیا۔ سلطان چلتا ہوا حازم کے قریب آیا۔

"تمہارا شاندار مستقبل ہو سکتا ہے حازم۔ تمہاری فیملی تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔ راستہ بتا دو اور اپنی جان بچا لو۔ "وہ ہمدردی سے کہہ رہا تھا۔ حازم نے بمشکل آنکھیں کھول کر دیکھا۔ بھوری آنکھیں بے تاثر تھیں۔ اذیت کے باوجود وہ ذرا سا مسکرایا۔ اس کی یہ مسکراہٹ کسی کو بھی تپانے کے لئے کافی تھی۔

"میری نہیں۔۔ اپنی فکر کرو۔۔ اگر تمہیں راستہ نہ ملا تو کیا ہو گا؟ "الفاظ بدقت لبوں سے آزاد ہوئے۔ آریان اگر اسے ڈھیٹ کہتا تھا تو ٹھیک کہتا تھا۔

"تمہاری مرضی۔ ہم دو بجے پھر شروع کریں گے۔"

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

رات کا سیاہ سناٹا ہر طرف چھا رہا تھا۔ شکاری کتے مندر کے قریب بڑھتے ہوئے ہر چیز سونگھ رہے تھے۔ چند قدم دور کھڑا آریان لب کاٹتے ہوئے سب دیکھ رہا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر عاصم کو دیکھا۔ وہ اضطرابی انداز میں ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ ان کے چہرے کا چھپا ہوا اضطراب واضح ہونے لگا تھا۔

تبھی کتے بھونکنے لگے۔ آریان بے اختیار سیدھا ہوا۔ عاصم نے بلیوٹوتھ کا بٹن دبایا۔

"بیک اپ فورس۔"

آریان کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اگر اسے دیر ہو گئی تو؟ اس نے بے اختیار سر جھٹکا۔

فورس کو پوزیشنز لینے میں دس منٹ لگ گئے۔وہ دس منٹ آریان نے سولی پر کاٹے تھے۔

"مندر کو گھیرے میں لے لیں۔پانچ بندوں کا گروپ اندر جائے گا۔کوشش کریں کہ ان کے اسلحہ استعمال کرنے سے قبل ہی انہیں ختم کر دیں۔گو آہیڈ۔ "بلند آواز میں ہدایت دیتے ہوئے آگے بڑھا۔

"آریان۔ہوش سے کام لینا۔"کرنل عاصم پیچھے سے پکارے۔

وہ سر کو اثبات میں جنبش دیتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھا۔دروازہ لاکڈ تھا۔اس نے مڑ کر اشارہ کیا۔دو سپاہی پیچھے ہوئے اور پھر بھاگتے ہوئے دروازے سے ٹکرا گئے۔لاک اکھڑ گیا۔

سامنے وسیع ہال تھا۔دروازہ کھلنے کی آواز سے دو لوگ باہر نکلے۔آریان کے سائلنسر لگے ریوالور سے نکلی گولیوں نے انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

"disperse. "

وہ تیزی سے کہتا اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں سے وہ لوگ نکلے تھے۔

سلطان کرنٹ کھا کر اٹھا۔ہاتھ تیزی سے صوفے پر رکھے پستول کی طرف گیا۔آریان نے برق رفتاری سے اس کی ٹانگوں پر فائر کیا۔وہ لڑکھڑا کر گرا تھا۔

"کہاں ہے حازم؟ "آریان نے کومبیٹ شو اس کے خون ابلتے زخم پر رکھ کر دبایا۔سلطان بلبلا اٹھا۔

"چھوڑو مجھے۔ "وہ ہذیانی انداز میں چیخا تھا۔آریان نے دباؤ بڑھا دیا۔

"اس۔۔اس کمرے میں۔۔ "ہانپتے ہوئے اس نے کونے پر اشارہ کیا۔آریان نے اس کے چہرے سے نگاہیں نہیں ہٹائیں۔

"اس کو موو کرواؤ۔ "اس نے بلند آواز میں پیچھے کھڑے ابرار کو تحکم سے کہا۔وہ تیزی سے آگے آیا اور جھک کر سلطان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگا دی۔

آریان نے مڑ کر دیکھا۔ کونے پر چھوٹا سا کمرہ تھا۔ دل بری طرح دھڑکا تھا۔ اس نے بمشکل قدم کمرے کی طرف بڑھائے۔

"میں تمہارے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔"

اندر کا منظر دیکھ کر ایک پل کے لئے اس کا سانس رکا۔ وہاں کوئی ٹھنڈے فرش پر چت لیٹا تھا۔ آریان دیوانہ وار بھاگتا ہوا آگے آیا۔ مگر اس کا چہرہ دیکھ کر قدم لڑکھڑا گئے۔

لہولہان ہوتے چہرے پر نیم مردہ سا تاثر تھا۔ لمبے لمبے کٹ ٹی شرٹ سے جھلکتے بازوؤں پر لگے تھے۔ دائیں پاؤں کے تین ناخن اکھاڑ دیئے گئے تھے۔ الیکٹرک شاکس کی وجہ سے جسم نیلا پڑ رہا تھا۔

"حازم۔" بے آواز اس کے لبوں سے نکلا۔ بے جان قدموں کے ساتھ وہ گھٹنوں کے بل گرنے والے انداز میں بیٹھا۔ کانپتی انگلیاں حازم کی گردن پر رکھیں۔

اس کا تنفس بہت آہستہ تھا۔ آریان کو لگا کہ اسے دوبارہ زندگی دے دی گئی تھی۔ اس نے بے قراری سے اس کا چہرہ تھپتھپایا۔

"حازم اٹھو۔ پلیز آنکھیں کھولو۔۔ دیکھو میں نے تمہیں ڈھونڈ لیا ہے۔" رستے دل اور گیلی آنکھوں کے ساتھ اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔ حازم نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ اس کی آدھ کھلی آنکھوں میں بے جان سا تاثر تھا۔ آریان کا دل پل کے لئے رکا۔ روح میں کرچیاں اترنے لگیں۔

"حازم۔ میری۔۔ میری بات سنو۔ آنکھیں مت بند کرنا۔ میری طرف دیکھو حازم۔۔" آریان کا چہرہ بھیگنے لگا۔

"حازم۔۔ پلیز ہوش میں رہنا۔۔ میری بات سن رہے ہو نا؟" وہ درد سے پھٹتے دل کے چیخا۔

"آر۔۔" بدقت دھیمی سی آواز میں اس کے لبوں سے نکلا۔ وہ بمشکل آنکھیں کھلی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آریان پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

"سب۔۔سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں حازم۔ تمہیں گھر جانا ہے، تم ایسا نہیں کر سکتے پلیز۔ "وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے کہہ رہا تھا۔ اگر یہ زندگی تھی تو آریان ابراہیم سو بار مر جانا چاہتا تھا۔ حازم کا ہاتھ بے جان ہونے لگا۔ سانسیں اکھڑنے لگیں۔ آدھ کھلی آنکھیں بند ہو گئیں۔

جو آخری آواز اس نے سنی وہ آریان کی چیخ تھی۔

******

کرنل عاصم بے قراری سے ہاسپٹل کے کوریڈور میں چکر لگا رہے تھے۔ آنکھیں بار بار گیلی ہوتی جنہیں وہ رگڑ دیتے۔ بنچ پر بیٹھا آریان ویران اور سرخ آنکھوں سے آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں اور یونیفارم پر خون لگا تھا۔

"آریان کسی کو بتایا ہے؟ "عاصم نے یکدم رک کر پوچھا۔ آریان نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہمت نہیں ہے۔ "اس کی آواز بھاری اور زکام زدہ تھی۔

"تمہیں انہیں بتانا چاہیے۔۔"

وہ کہہ رہے تھے جب آئی سی یو کا دروازہ کھلا۔ آریان کرنٹ کھا کر اٹھا۔

"سرمد، کیسی کنڈیشن ہے؟ "عاصم نے پوچھا۔

ڈاکٹر سرمد نے نفی میں سر ہلایا۔ آریان کا دل ڈوبنے لگا۔

"وہ بری طرح زخمی ہے۔ وائٹلز سٹیبل نہیں ہو رہے، اگلے ۲۴ گھنٹے کروشل ہیں۔ اگر اعصاب مضبوط ہوئے اور ول پاور ہوئی تو شائد سروائیو کر جائے۔"

شائد۔ آریان انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

"ایک اور بات۔۔ "وہ رکے۔ چہرے پر ہچکچاہٹ ابھری۔

آریان نے مٹھیاں بھینچیں۔ ابھی کچھ باقی تھا؟

"الیکٹرک شاکس کی وجہ سے کارڈیک سسٹم بری طرح متاثر ہوا ہے۔ اس کا آئیورٹک اسٹنوسس (ہارٹ پرابلم) ڈائیگنوز ہوا ہے۔"

ہاسپٹل کی چھت ان دونوں پر آن گری۔ آریان کے قدموں سے جان نکلنے لگی۔ چہرہ سفید پڑنے لگا۔

"اب؟ "کرنل عاصم کی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"وائٹلز اسٹیبل ہو جائیں تو اوپن ہارٹ سرجری کرنی پڑے گی۔" وہ ملال سے کہہ رہے تھے۔

آریان کو یوں لگا جیسے کوئی آہستہ آہستہ اس کی جان نکال رہا ہو۔ وہ بے اختیار کرسی پر گر سا گیا۔ وہ اس کا آخری رشتہ تھا، جو ہاتھوں سے پھسل رہا تھا۔

آئیورٹک اسٹنوسس۔ آرمی سے ڈس کوالیفائی کر دیئے جانا۔

وہ کہاں جائے؟ کیا کرے؟ اس نے بالوں میں ہاتھ پھنسا لئے۔ چہرے پر پھسلتے آنسو سفید ٹائلز پر گر رہے تھے۔

"پلیز ایسا نہیں کریں اللہ۔ "وہ بڑبڑایا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

******

کمرے میں سسکیاں گونج رہی تھیں۔ ابرش ماہ گل کا ہاتھ تھامے انہیں تسلی دینے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ وہ بنا کچھ کہے دبی دبی سسکیوں سے رو رہی تھیں۔

"آریان اسے ڈھونڈ لے گا مامی جان، اللہ پر یقین رکھیں۔"

احمر آہستگی سے اندر داخل ہوا۔ ان دونوں نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ ابرش تیزی سے کھڑی ہوئی۔

"بھائی کچھ پتہ چلا؟ "ابرش نے بے قراری سے پوچھا۔

احمر قدم قدم چلتا ماہ گل کے سامنے آرکا۔بیڈ پر بیٹھتے ہوئے ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"احمر؟" ماہ گل کی آواز کانپی۔

ابرش سن سی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔وہ کچھ بول کیوں نہیں رہا؟

"زندگی کس نے دیکھ رکھی ہے؟"

"آریان نے اسے ڈھونڈ لیا ہے ماما جان۔" گیلی، بکھری اور ہاری ہوئی آواز میں اس نے آہستگی سے کہا۔

"وہ۔۔وہ ٹھیک ہے نا؟" اس کے ہاتھوں میں دبے ماہ گل کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔احمر نے لب کاٹتے ہوئے انہیں دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلایا۔

ابرش عبید کو یوں لگا کسی نے اس کی روح کانٹوں پر گھسیٹی ہو۔بے اختیار مٹھیاں بھینچ لیں۔پلکوں پر ٹکے آنسو چہرے پر پھسلنے لگے۔

"اسے تھرڈ ڈگری ٹارچر کیا گیا ہے۔الیکٹرک شاکس کی وجہ سے۔۔" کرب سے آنکھیں موند لیں۔ "آئیورٹک سٹنوسس ڈائیگنوز ہوا ہے۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

ماہ گل نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔بمشکل نفی میں سر ہلایا۔

"ایسا۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے اتنی دعائیں مانگی تھیں۔"

احمر نے بازو ان کے گرد حمائل کر کے انہیں خود سے لگا لیا۔ماہ گل پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔احمر کے چہرے پر پھسلتے آنسو ان کے بالوں پر گرنے لگے۔

"وہ۔۔وہ اتنی تکلیف میں تھا اور مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔"

"دعا کریں ماما جان پلیز۔اسے دعاؤں کی ضرورت ہے۔" اس نے کہتے ہوئے گردن موڑ کر ابرش کو دیکھا جو سر دونوں ہاتھوں میں گرائے شل سی کاؤچ پر بیٹھی تھی۔

"ابرش۔"

اس نے سیاہ خشک آنکھیں اٹھائیں۔ان میں زخمی سا تاثر تھا۔

"بی بریو۔کچھ نہیں ہو گا۔ "احمر نے جیسے ٹوٹی پھوٹی سی تسلی دی۔

"سرجری ابھی ہو گی؟ "دھیرے سے اس کے لبوں سے آزاد ہوا۔

"ابھی اس کے وائٹلز سٹیبل نہیں ہو رہے۔جیسے ہی سٹیبل ہوں گے،وہ سرجری کے لئے لے جائیں گے۔"اس سے نگاہیں چرائے وہ ماہ گل کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے ہاسپٹل جانا ہے۔ "انہوں نے یکدم چہرہ اٹھائے کہا۔زرد پڑتے چہرے پر وحشت تھی۔

"ابھی نہیں۔ابھی وہاں سیکیورٹی ٹائٹ ہے۔چند گھنٹوں میں لے جاؤں گا۔پلیز ہمت رکھیں۔"

"چند گھنٹے؟ "انہوں نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"ہم وہاں جا کر کیا کر سکتے ہیں ماما جان؟ " اس کا لہجہ زخمی سا تھا۔

ابرش آہستگی سے وہاں سے اٹھ گئی۔اس کا رخ لان کی طرف تھا۔آسمان پر چھائی رات ٹھنڈی اور بے رحم تھی۔وہ اینٹرنس پر لگی سیڑھیوں پر بیٹھی۔وقفے وقفے سے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ٹھٹھرنے پر مجبور کر دیتا۔وہ اس سب سے بے نیاز گھٹنوں کے گرد بازوؤں کا ہالہ بنائے سر گرائے خاموش بیٹھی تھی۔اس نے سر اٹھا کر سیاہ آسمان کو دیکھا۔دل پھر رسنے لگا۔کئی آنسو چہرے پر پھسل گئے۔

"وہ آزمائش انہیں ہی دیتا ہے،جنہیں اپنا قرب عطا کرنا ہو۔"

اس نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ہر زخم رس رہا تھا۔ہر اذیت جاگ رہی تھی۔ہر خوف سامنے آ رہا تھا۔

میرال آہستگی سے اس کے ساتھ آ بیٹھی۔گردن موڑ کر اسے دیکھا جو چہرہ اٹھائے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔چہرے پر خاموش آنسو پھسل رہے تھے اور لب ہل رہے تھے۔

"آپ کیسے اتنی مضبوط بن رہی ہیں؟ "سامنے دیکھتے ہوئے اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"اور کوئی چوائس نہیں ہے۔ "لہجہ خالی تھی۔سیاہ آنکھوں میں اذیت پنہاں تھی۔

"کئی آپشنز ہیں۔"

"ہر آپشن میں رب کی ناراضگی ہے۔چند ہی تو گھنٹے ہیں۔گزر جائیں گے لیکن میرا عمل وہیں رہ جائے گا۔"

میرال نے نظروں کا رخ اس کی طرف موڑا۔

"آپ کو ڈر نہیں لگ رہا؟"

"بہت لگ رہا ہے۔اتنا کہ آج سے قبل کبھی نہیں لگا۔لیکن میں بے بس بھی اتنی ہوں۔ "وہ ویران آواز میں کہتے ہوئے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔آنکھوں سے لڑھکتے آنسو نیچے گر رہے تھے۔میرال سر جھکائے تنکے اکھاڑ رہی تھی۔

"یہ سب کب ختم ہو گا آبی؟ "اس کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

"اکثر آزمائش اپنے کرکس (اونچائی) پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔مجھے لگتا ہے،میری آخری حد یہی ہے۔اب تو اسے ختم ہو جانا چاہیئے۔ "وہ تھکن سے کہہ رہی تھی۔زرد چہرے پر اذیت بکھری تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

میرال کرب سے اسے دیکھتی وہاں سے اٹھ گئی۔اندھیرے اور ٹھنڈ میں وہ اکیلی بیٹھی رہی۔نگاہیں ویسے ہی سیاہ آسمان پر جمی تھیں۔

"جہاں تک میری استطاعت ہو گی تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔"

گرتے آنسوؤں میں تیزی آگئی۔اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔

"مجھے تمہیں کتنی دفعہ کھونا پڑے گا؟ "بند آنکھوں سے وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔زخمی ہوتا کرب میں ڈوبا لہجہ۔تھکن سے چور شکست خوردہ آواز۔

وہ تھک گئی تھی۔ وہ اسے کھونے کی اذیت کے ہاتھوں بہت تھک گئی تھی۔

****

آریان نے ہینڈل پر دباؤ ڈال کر گھمایا۔ کلائی میں پہنی گھڑی رات کے گیارہ کا وقت دکھا رہی تھی۔ سفید کمرے میں مانیٹر کی آواز گونج رہی تھی۔ سامنے کھڑکی کے شیشے میں اس کا عکس ابھرا۔

بکھرے بال، سرخ آنکھیں اور خون آلود یونیفارم۔

وہ بیڈ کے قریب آیا۔ آنکھیں دھندلانے لگیں۔ وہ وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

"حازم۔" اس نے آہستگی سے پکارا۔ آنسو چہرے پر لڑھکنے لگے۔

"میرا زعم تھا کہ میں کبھی نہیں رویا، اور دیکھو تم نے کس طرح اسے چکنا چور کیا ہے۔ تمہیں آخر مجھ پر ترس کیوں نہیں آتا؟" اس کی آواز میں ٹوٹی کرچیوں کی سی اذیت تھی۔ سر اٹھا کر مانیٹر پر بے ربط ہوتی لکیروں کو دیکھا۔ اس کے وائٹلز ابھی تک اسٹیبل نہیں ہو رہے تھے۔

"میں نے کئی سال قبل ایسے ہی ایک کمرے میں اپنا سب کچھ کھو دیا تھا۔ صرف تم رہ گئے تھے حازم، اب تم بھی یہی کر رہے ہو؟ پلیز ایسے نہ کرو۔" اس نے آہستگی سے حازم کے بے جان ہوتے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ کئی آنسو اس کے ہاتھ پر گرے تھے۔

"میں نے میجر حمزہ کو کھو دیا ہے حازم، میں تمہیں نہیں کھو سکتا۔ تم کیوں نہیں سمجھ رہے؟ بس ایک دفعہ اٹھ جاؤ پلیز۔ ایک دفعہ آنکھیں کھول دو۔" وہ شکستگی سے بڑبڑا رہا تھا۔ مگر اس کی بند پلکوں میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر آنکھیں رگڑیں۔

"اگر تم چلے گئے نا تو سب ختم ہو جائے گا۔ میرا سب ختم ہو جائے گا۔"

مانیٹر کی بیپ ویسے ہی گونجتی رہی۔ وہ شکست خوردہ انداز میں پلٹ گیا۔

****

جیل کی مٹیالی دیواریں عجیب سی وحشت خود میں سموئے کھڑی تھیں۔ سلطان بے بسی سے انگلیاں چٹخاتے ہوئے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ ساری رعونت بھاپ بن کر اڑ چکی تھی۔ کونے پر بیٹھا التمش خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔ ان دونوں سے بے نیاز عالم سر گھٹنوں میں دیئے بیٹھا تھا۔ ریمانڈنگ تک تینوں نے ایک ساتھ ہی رہنا تھا۔

"میں نے تمہارے ساتھ کام کیوں کیا تھا؟ "چند پلوں بعد التمش کی سپاٹ آواز گونجی۔ طرزِ تخاطب بدل چکا تھا۔ سلطان نے رک کر اسے دیکھا۔ چہرے پر بیزاری در آئی۔

"میں یہاں اب تمہاری پیپ ٹاک سننے نہیں بیٹھا۔ میں یہاں سے خود کو نکال لوں گا۔ میرا دماغ نہ کھاؤ۔ "اس نے ہاتھ جھلایا۔

"تم نے کہا تھا کہ اگر میں تمہارے ساتھ کام کروں گا تو تم میرے بیٹے کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔ مگر تم نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔"

"بالکل جیسے کہ اگر میں تمہیں اس سب میں نہ گھسیٹتا تب تو تم بہت ہی پار سا تھے نا۔ مت بھولو کہ اپنی بیٹی کو تم نے میرے ہاتھ ہی فروخت کیا تھا۔ "اس نے نخوت سے کہا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں نے صرف لڑکی کی ڈیل کی تھی، حازم اور اس کی ماں کی نہیں۔ تم نے میرے علم میں لائے بغیر وہ سب کیا تھا۔ "اس کا لہجہ تلخ تھا۔

سلطان کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"کیا میں نے کبھی کوئی وعدہ پورا کیا ہے؟ "انتہائی کوئی گھٹیا مسکراہٹ تھی وہ۔

التمش نے زخمی ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھا پھر رخ موڑ لیا۔

عالم ہنوز ویسے بیٹھا تھا۔

*****

کرنل عاصم بے قراری سے پرئیر روم کی طرف بڑھے۔اندر خاموش سا ہال تھا۔وسط میں آریان سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔

"آریان۔"

وہ تیزی سے اٹھتے ہوئے مڑا۔کسی احساس کے تحت سانس رکنے لگا۔وہ انہیں روکنا چاہتا تھا،کسی بھی بری خبر سے پہلے وہ انہیں روکنا چاہتا تھا۔

"وہ ٹھیک ہے آریان۔وائٹلز سٹیبل ہو چکے ہیں۔ "وہ تھک کر وہیں قالین پر بیٹھ گئے۔

آریان سن سا کھڑا انہیں دیکھتا رہ گیا۔

"آپ۔۔آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

عاصم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر تکان سے مسکرائے۔سر کو خم دیا۔

"اسے ہوش آیا تھا۔صبح سات بجے سرجری کریں گے۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان کے تنے کندھے ڈھیلے پڑے۔ابھی ایک اور دریا باقی تھا۔ سرخ ہوتی آنکھوں میں کرب جاگا۔

"سر،کیا اسے آرمی سے ڈس کوالیفائی کر دیا جائے گا؟"کسی ڈوبتی امید کے تحت اس نے آہستگی سے پوچھا۔عاصم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔چہرے پر بے بسی تھی۔

"وہ میڈیکلی ان فٹ ہو چکا ہے آریان۔ابھی آفیشل نوٹس نہیں آیا لیکن آجائے گا۔دیئر زنو چانس۔ "پیشانی کو رگڑتے ہوئے وہ اذیت سے کہہ رہے تھے۔

آریان کا دل بری طرح ڈوبا تھا۔تو کیا میجر حمزہ کا سفر یہیں تک تھا؟گہری سانس لیتے ہوئے اس نے آنکھیں رگڑیں۔موبائل نکالتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

****

آسمان کے کناروں سے سفیدی ابھر رہی تھی۔ سورج آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔ ہاسپٹل کے اس سفید کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بیڈ کے کنارے بیٹھی ابرش نے گردن موڑ کر کلاک کو دیکھا۔ سوا چھ ہو رہے تھے۔ ابھی حازم کی سرجری میں ٹائم تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔ چہرہ زرد اور تکان زدہ سا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، وہ رات سو نہیں سکی تھی۔ تب بھی نہیں جب آریان نے بتایا کہ حازم کے وائٹلز سٹیبل ہو چکے ہیں۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے اندر اٹھتے خوف کو بمشکل دبا رہی تھی۔

وہ کھڑکی کے شیشے کے پار اترتی صبح کو دیکھتے ہوئے اذکار پڑھ رہی تھی جب اپنے ہاتھ پر دباؤ محسوس ہوا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ دل پل کے لئے رکا۔

"حازم۔ "اس نے بے قراری سے پکارا۔

حازم نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے وہ غنودگی کے عالم میں پلکیں جھپکاتا رہا پھر کسی موجودگی کے احساس کے تحت نگاہیں موڑیں۔

ابرش نے کئی آنسو پیچھے دھکیلے۔ وہ اس کے سامنے نہیں رونا چاہتی تھی، ابھی تو بالکل بھی نہیں۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آبی۔ "دھیرے سے اس کے لبوں سے آزاد ہوا۔ بھوری آنکھوں میں کوئی تاثر نہ تھا۔ ذہن پوری طرح بیدار نہیں ہوا تھا۔

اور یہ حد تھی۔ اس نے سسکی روکنے کے لئے لبوں پر مٹھی رکھی مگر آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

"آبی پلیز۔ میں ٹھیک ہوں۔ "وہ بدقت کہہ پایا تھا۔ کمر اور کندھے میں درد کی شدید ٹیسیں اٹھیں۔

"میں بھی تمہیں اتنا ہی تنگ کروں گی۔ "ہاتھ کی پشت سے گال رگڑتے ہوئے اس نے ضدی سے انداز میں کہا۔ تکلیف کے باوجود حازم ذرا سا مسکرایا۔ ابرش خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ تبھی نرس اندر داخل ہوئی۔ سیاہ آنکھوں میں کرب جاگا۔ لب کاٹتے ہوئے حازم کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میم۔ "نرس نے اسے وہاں سے اٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ وہ اٹھنے لگی جب حازم نے آہستگی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ ابرش نے رک کر اسے دیکھا۔ چہرے پر اذیت لہرائی۔

"آئی ایم سوری آبی۔ آئی ایم سوری فار ایوری تھنگ۔ "لہجہ گھمبیر اور آواز بھاری ہو رہی تھی۔

اس کی ابھرتی ڈوبتی سانسوں میں کی گئی معذرت ابرش کو متوحش کر گئی۔

"خدا کے لئے حازم، میری برداشت ختم ہو رہی ہے۔ "اس نے منت کی تھی۔ سیاہ آنکھوں میں تڑپ تھی۔ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالتے ہوئے زخمی نگاہوں سے اسے دیکھتی وہ پلٹ گئی۔ حازم نے تکان سے اسے جاتے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں۔

ابرش دیوار سے ٹیک لگائے گہرے سانس لے رہی تھی۔ آنسو پلکوں پر ٹکے تھے۔ اسے ہمت دکھانی تھی۔ جہاں اتنی دکھائی وہاں کچھ دیر اور سہی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کچھ نہیں ہو گا جب تک رب نہ چاہے۔ "گال رگڑتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔ قدم پرئیر روم کی طرف بڑھا دیئے۔

چھوٹا سا ہال خاموش پڑا تھا۔ ماہ گل چہرہ ہاتھوں میں چھپائے دعا مانگ رہی تھیں۔ وہ چند لمحے پیچھے کھڑی انہیں دیکھتی رہی پھر قدم قدم چلتی ان کے قریب آئی اور آہستگی سے بیٹھ گئی۔ ماہ گل نے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا؟"ان کے چہرے پر پرسکون سا تاثر تھا۔

"وہ اسے اوٹی میں لے گئے ہیں۔ "مدھم ویران آواز میں اس نے کہا۔ ایک لمحے کو ماہ گل کا دل ڈوبا پھر سر جھٹکا۔

"مجھے کہتا ہے کہ میرے پاس رہیں اور اب خود کس طرح تنگ کر رہا ہے۔ "زخمی ہوتے لہجے میں بڑبڑائیں۔ابرش لب بھینچے انہیں دیکھتی رہی پھر بنا کچھ کہے سر ان کے گھٹنے پر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ماہ گل نے یاسیت سے اسے دیکھا۔

"مجھے امی یاد آرہی ہیں مامی جان۔"اس نے کسی بچے کی طرح شکایت کی تھی۔ماہ گل نے جھک کر محبت سے اس کی پیشانی چومی۔

"میں ہوں نا اپنی بیٹی کے پاس۔پریشان نہ ہو،سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"آپ کا بیٹا بہت بد تمیز ہے۔ "ایک اور شکایت۔ٹھیک ویسے ہی جیسے وہ ناجیہ کو حازم کی شکایتیں لگایا کرتی تھی۔ماہ گل اداسی سے مسکرائیں۔

"یہ تو ہے۔ "انہوں نے تائید کی۔

"وہ ہمیشہ میرے ساتھ یہی کرتا ہے۔میری ہمت کو داد دیں کہ میں اس کے ساتھ گزارا کرتی ہوں۔حازم کے ساتھ رہنے کے لئے نروز آف سٹیل ہونے چاہیں۔"لہجے میں بے بسی بھری خفگی تھی۔

"اتنا تنگ ہو میرے بیٹے سے؟"

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اس سے بھی زیادہ۔ "وہ واقعی ناراض لگ رہی تھی۔ماہ گل ہلکا سا مسکرائیں۔چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"ابرش،تم رات سے آئی ہوئی ہو۔ابھی گھر جا کر آرام کر لو بیٹا۔سرجری کے آٹھ گھنٹے ہیں،جلدی گزر جائیں گے۔"انہوں نے نرمی سے کہا۔

"مامی جان،میں۔۔میں نہیں جا سکتی۔ "وہ تذبذب سے بولی۔

"یہاں رہ کر تم صرف پریشان ہو گی آبی۔میری بات مان لو بیٹے۔"وہ رسان سے بولیں۔

اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔آہستگی سے سیدھی ہوئی۔ماہ گل نم آنکھوں سے مسکرائیں۔

"میں نے بہت دعائیں کی ہیں آبی۔ کچھ بھی نہیں ہو گا۔ وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ " انہوں نے اس کا ہاتھ دبا کر تسلی دی۔ ابرش کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ذرا سی تسلی انسان کو کتنا مطمئن کر دیتی ہے۔

"ان شاء اللہ۔"

****

آریان خاموشی سے سیدھ میں دیکھتے ہوئے قدم اٹھا رہا تھا۔ یونیفارم میں بال جیل سے پیچھے کئے اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ آنکھیں رت جگے کی گواہی دے رہی تھیں۔ اس کے انداز میں کچھ بدلا ہوا تھا۔ اس سے آگے چلتا جیلر تیزی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ تبھی آریان کا موبائل بجا۔

"آپ اسے باہر نکلوائیں، میں دس منٹ تک آتا ہوں۔ "سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے موبائل نکالا۔ نمبر دیکھ کر دل پل کے لئے ڈوبا تھا۔ چہرے پر سایہ سا لہرایا۔

"السلام علیکم۔ "خشک ہوتے حلق کو بمشکل تر کرتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہو آر؟ "احمر کی آواز تھکی ہوئی تھی۔

"کچھ کام سے آیا ہوں۔ خیریت ہے نا؟"اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"سرجری شروع ہو گئی ہے۔ دعا کرنا۔"

آریان نے آنکھیں میچ کر کئی جذبات دبائے۔ گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔

"سب بہترین ہو جائے گا۔ ڈونٹ وری۔ "اس نے نرمی سے اسے تسلی دی۔ تو اصو بصبر آسان نہیں ہوتا جب خود بھی دل اسی اذیت سے پھٹ رہا ہو۔

ملاقات کے اس کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ عالم بے تاثر چہرے کے ساتھ ارد گرد دیکھ رہا تھا جب اندر داخل ہوتے ذی نفس کو دیکھ کر چونکا۔ چہرے کا رنگ فق پڑتا گیا۔

"لانگ ٹائم عالم۔ "سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے آریان نے اس کے مقابل کرسی کھینچی۔

"تم۔۔"

"آریان ابراہیم یا شائد مجھے کہنا چاہئے کہ آپ کا مینجر آریان ابراہیم۔"کچھ تھا اس کے لہجے۔کچھ تمسخر اڑاتا ہوا، کچھ طنزیہ سا۔

"تم نے ہمیں دھوکا دیا؟ "عالم ابھی تک شل تھا۔

"نہیں، میں نے اپنا کام کیا تھا۔"وہ پیچھے کو ٹیک لگائے ریلیکسڈ سا بیٹھا تھا۔کچھ دیر قبل کے جذبات مفقود تھے۔

"تمہاری وجہ سے آج میں یہاں ہوں گھٹیا انسان۔ "عالم بپھر گیا۔بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے بیٹھے انسان کو جان سے مار دے۔ آریان ہلکا سا مسکرایا۔وہ اور اس کا پارٹنر جب بھی ایسے مسکراتے تھے، مقابل کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔

"چچ چچ۔اتنی بڑی بزنس ایمپائر کھڑی کرنے کا کیا فائدہ عالم نقوی؟ تم اتنے ڈمب تھے کہ مجھے پکڑ ہی نہ سکے۔کیا یہ محنت کی تھی سلطان نے تم پر؟"اس کے لہجے میں اکساتا ہوا چیلنج تھا۔

سلطان کے ذکر پر عالم کے کندھے ڈھیلے پڑے۔چہرے پر زخمی سا تاثر لہرایا۔آریان نے بغور اسے دیکھا۔

"تمہارے بارے میں ریسرچ کرتے ہوئے مجھے ایک چیز کا اندازہ ہوا کہ تمہاری اور حازم کی کہانی ایک سی تھی۔"

عالم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم دونوں نے اپنے رشتوں کو اپنے سامنے بدترین طریقے سے کھویا ہے۔حادثوں نے تم دونوں کی زندگیوں پر ان مٹ نشان چھوڑے ہیں۔اب اگلا قدم طے کرنے کے لئے راستے تم دونوں کے آگے کھلے تھے۔جیسے ہر انسان کے آگے راستے کھلے ہوتے ہیں۔اذیت ہمارا اصل سامنے لے آتی ہیں۔تم چاہتے تو لیگل طریقے سے کرئیر بنا کر پھر اپنا بدلہ لیتے مگر تمہارا راستہ غلط تھا عالم۔ "وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔عالم نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"اور پھر مجھے کبھی انصاف نہ ملتا۔"

"اب مل گیا؟"

اس کے ٹھنڈے لہجے میں پوچھنے پر عالم پل کے لئے خاموش ہوا۔

"کئی بچوں کی زندگی تباہ کر دی تم نے عالم۔ انہیں اغوا کیا، نشے کا عادی بنا دیا۔ نجانے کتنی آہیں تمہارے پیچھے ہوں گی؟ کیا ملا تمہیں یہ سب کر کے؟ کم از کم سکون نہیں ملا ہو گا۔"

"تم یہ ثابت کرنے آئے ہو کہ میں شیطان ہوں اور تمہارا دوست فرشتہ ہے؟ مت بھولو کہ اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ اگر ہوتا تب آ کر مجھے کٹہرے میں کھڑا کرتے۔ "اس کا لہجہ زہر خند تھا۔

آریان نے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"مجھے اسے ویسے ہی تباہ کرنا ہے، جیسے اس نے مجھے کیا تھا۔"

"صحیح کہہ رہے ہو۔ وہ خود بھی وہی کرنے جا رہا تھا جو تم نے کیا تھا۔ لیکن پلان کرنے میں اور عمل کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس پر شر نے غلبہ حاصل کر لیا تھا لیکن اسے اپنی ماں کی باتیں یاد تھیں مگر تم بھول گئے تھے۔ تم اپنے ماں باپ کے سکھائے گئے اسباق بھول گئے تھے۔ تمہاری اذیت تمہارے شر کو باہر لے آئی۔ تمہیں سلطان نے بھٹکایا تھا۔ حازم کو احمر نے روکا تھا۔ مگر مجھے نہیں لگتا کہ تم دونوں کو کوئی کچھ کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ تم دونوں نے ہر عمل اپنی اندرونی کیفیات پر کیا ہے۔ تم چودہ سال کے تھے عالم۔ تم خود بھی وہی چاہتے تھے جو سلطان چاہتا تھا۔ اس نے تمہارے لئے رستے آسان کر دیئے تھے۔ یہ تمہارا فیصلہ تھا، سلطان کو الزام مت دو۔ تم بھی برابر کے شریک تھے۔"

عالم کی رنگت بدل گئی۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔ آریان کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں ہاتھ میز پر رکھے ذرا سا جھکا۔

"اللہ نے ہر ایک کو چوائس دی ہے۔ دو راستے ہر ایک کے سامنے کھلے ہیں۔ مواقع سب کے پاس ہیں۔ فیصلہ ہمیشہ ہمارا ہوتا ہے۔"

وہ جانے کے لئے پلٹ گیا۔

وحشت زدہ سناٹے نے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

*****

آٹھ گھنٹے بعد:

ماہ گل نے لرزتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا۔ ڈرپ ٹھیک کرتی نرس انہیں دیکھ کر مسکرائی اور پھر سائیڈ سے نکل گئی۔ انہوں نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا۔ کمرے میں مانیٹر کی بیپ کے علاوہ کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ آہستگی سے بیڈ کے قریب آئیں۔ لیکن تبھی جیسے انہیں زور کا چکر آیا تھا۔ بے اختیار ہاتھ بیڈ کی پائینتی پر رکھا۔ کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ کئی گرم آنسو چہرے پر پھسل گئے۔

کئی طرح کی نالیوں اور ٹیوبز میں جکڑا اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے انہوں نے دھندلی پڑتی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

زرد چہرے پر خراشیں اور کٹ لگے تھے۔ بند آنکھوں تلے گہرے حلقے تھے۔ خشک ہونٹ اور مدھم سا تنفس۔

"حازم۔" انہوں نے اذیت سے پکارا۔ چہرے پر خاموش آنسو لڑھک رہے تھے۔

"ایسے کون کرتا ہے؟ کوئی اپنی ماں کو اتنا تنگ کیسے کر سکتا ہے؟" ان کے لہجے میں دل کو کاٹ دینے والا درد تھا۔ مگر حازم کی بند پلکوں میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ وہ چند لمحے گیلی ہوتی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھتی رہیں پھر جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

اب کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

******

ہاسپٹل کے لان پر ڈوبتی شام کا فسوں چھایا ہوا تھا۔ درختوں کے نیچے ویران سے گوشے میں بینچ پر احمر بیٹھا تھا۔ نگاہیں سامنے درخت سے ٹیک لگائے آریان پر جمی تھیں۔ چہرہ خاموش لگ رہا تھا۔

"تم حازم کے پاس نہیں گئے؟" کافی دیر بعد احمر نے سوال کیا۔

"گیا تھا۔ مگر وہ سو رہا تھا تو واپس آ گیا۔" وہ جو گر سے گھاس مسل رہا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو آر؟" احمر نے نرمی سے پوچھا۔ آریان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"یہی کہ خدا نے مجھے کس حد تک نواز دیا ہے۔" اس کی آواز پر سکون لگ رہی تھی۔

"تم جانتے ہو کہ حازم کی موت کے بعد سب نارمل ہو جاتے۔ سب کے پاس فیملی ہے، سوائے میرے۔" اب کہ اس کی آواز زخمی سی تھی۔ احمر خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں اسے کھونا افورڈ نہیں کر سکتا احمر۔ میجر حمزہ کو کھو دیا ہے، اب اور نہیں کھو سکتا۔" اس کی آنکھوں میں تکان امڈ آئی تھی۔

"ڈونٹ وری۔ اب وہ ٹھیک ہے آر۔" احمر کی تھکی آواز میں کرچیوں سی اذیت تھی۔ آریان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ایک بات پوچھوں؟"

"وہ میرا بھائی ہے اور بھائیوں سے محبت ہی ہوتی ہے۔ میری اس سے محبت کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔" احمر نے کندھے اچکائے۔ آریان اسے دیکھتا رہ گیا۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ میں یہ پوچھنے والا تھا؟"

احمر ہلکا سا مسکرایا۔

"کئی سالوں سے تمہیں برداشت کر رہا ہوں، اتنا تو جان ہی گیا ہوں۔"

آریان نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔احمر ویسے ہی یاسیت سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

ہاسپٹل کے اندر آؤ تو اس سرد سے ویران کوریڈور میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔دو سفید جوگرز آئی سی یو کے شیشے کے باہر آرکے۔ایک ہاتھ شیشے پر رکھے اس دراز قد ذی نفس کی آنکھوں میں کئی جذبات ابھرے۔دل نئے سرے سے کٹنے لگا۔کئی اذیتیں جاگنے لگیں۔چہرہ ماسک سے چھپائے، سر پر ہڈ گرائے نگاہیں شیشے کے پار جمی تھیں۔کئی طرح کی ٹیوبز اور نالیوں میں جکڑے حازم کے زرد پڑتے چہرے پر تکلیف دہ سا تاثر تھا۔کئی آنسو تھے جو ان آنکھوں سے ٹوٹ کر گرنے لگے۔لب بھینچ کر اس نے سسکیاں دبا دیں۔

"You make me proud."

اس کی بڑبڑاہٹ میں زخمی پن تھا۔آنکھوں میں دل کو کاٹ دینے والا درد تھا۔نگاہیں حازم کی بند آنکھوں پر جمی تھیں۔

"جنہیں تم نے کھو دیا ہے، انہیں تم پر بہت فخر ہو گا۔انہیں ہمیشہ سے تھا۔" آنکھوں سے پھسلتے آنسو ماسک میں جذب ہو رہے تھے۔وقت جیسے ٹھہر گیا تھا۔بے اختیار اس کے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے کرنے کو جی چاہا تھا۔تبھی بلیو ٹوتھ کا آلہ بجا۔اس نے گہری سانس لیتے ہوئے بٹن دبایا۔

"وہاں سے نکلو، عزم۔" بھاری مگر شستہ لہجہ کانوں سے ٹکرایا۔ہمہ وقت سنجیدہ رہنے والی آواز میں خفیف سی نرمی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حکم سنتے ہی اس کی آنکھوں میں زخمی سا تاثر ابھرا۔ایک نظر شیشے کے پار ڈالی۔کئی منظر دماغ سے جھٹکے اور بدقت قدم داخلی سمت کی طرف موڑ دیئے۔اسے چھوڑ کر جانا ہمیشہ سے کٹھن رہا تھا۔گیلی آنکھوں کو رگڑتے ہوئے اس نے بٹن دبایا۔

"تمہاری ٹائمنگ ہمیشہ سے خراب رہی ہے، سکیپر۔" اس کے لہجے سے برہمی جھلک رہی تھی۔

"I'll take it as a compliment."

دوسری طرف بے نیازی سے کہا گیا۔

سر جھٹکتے ہوئے اس نے قدم تیز کر دیئے۔ سیاہ ہوڈی میں ملبوس وہ وجود کوریڈور کے آخری سرے پر گم ہو گیا۔

یہ اس کی کہانی نہیں تھی۔ اس کی کہانی کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔

******

وہ چہرے پر بیزاری لئے آنکھیں بند کئے لیٹا تھا۔ وقتاً فوقتاً اٹھتی درد کی ٹیسیں اس پر عجیب سا چڑچڑا پن طاری کر دیتی تھیں۔ تبھی دروازہ کھلا اور پھر آہستگی سے بند کر دیا گیا۔ ماتھے پر شکن لئے اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا، اگلے ہی لمحے ساری اکتاہٹ ہوا ہوئی۔

سیاہ عبایے میں چہرے کے گرد سیاہ اسکارف لپیٹے ابرش بیڈ کے قریب آئی۔ حازم ذرا سی گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ آہستگی سے کرسی گھسیٹ کر بیٹھی۔ حازم کی نگاہ اس کے ہاتھوں پر پھسلی۔ کلائی میں پہنا بریسلٹ دمک رہا تھا۔ ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔ اس نے نظریں اٹھائیں۔ وہ گیلی ہوتی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ زرد ہوتے چہرے پر پژمردگی چھائی ہوئی تھی۔

"سلام۔" حازم نے آہستگی سے سر کو خم دیا۔ سیاہ آنکھوں میں اذیت ابھری۔

"پل پل مارنے کے بعد سلامتی بھیج رہے ہو؟" اس کی گیلی سی آواز میں شکوہ تھا۔

حازم ہلکا سا مسکرایا۔ بولا کچھ نہیں۔

"تمہیں پتہ ہے، تمہارے اندر آج بھی وہی اگلے کو زچ کر کے رکھ دینے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ کبھی تو سکون سے رہنے دو۔" آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے جتاتے ہوئے انداز میں کہا۔

"اب نہیں تنگ کروں گا، پرامس۔" لہجے میں مدافعت تھی۔ ابرش نے ہونہہ میں سر جھٹکا۔

"تمہارے کسی وعدے پر مجھے یقین نہیں ہے۔"

"مجھے پتہ ہے۔ "بھوری آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔

"بہت فخر والی بات ہے۔ "ابرش نے گیلی سانس کھینچتے ہوئے اسے شرم دلانے کی کوشش کی۔

"تم کیسی ہو؟ "چند پلوں بعد اس نے آہستگی سے پوچھا۔وہ زخمی سا مسکرائی۔

"اب ٹھیک ہوں۔"

چند لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔

"تم نے کیسے برداشت کیا تھا سب؟ "اس کے لہجے میں کرچیاں سی تھیں۔حازم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا؟"

"یہی ٹارچر۔ "

حازم پل کے لئے خاموش ہوا پھر گہری سانس لی۔

"جس اذیت سے میں گزرا ہوں،اس کے سامنے یہ سہنا آسان تھا۔ "نارمل سا لہجہ تھا۔ابرش بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وہ سب پیچھے رہ گیا ہے حازم۔وہ سیاہ باب ختم ہو گیا ہے لیکن دل اور روح پر لگے زخم کبھی نہیں بھریں گے۔میں جانتی ہوں کہ زندگی تمہارے لئے پہلے جیسی نہیں رہی۔لیکن اب بھی بہت سے لوگ ہیں جو تمہیں دیکھ کر جیتے ہیں۔ان کے لئے تمہیں زندگی گزارنی ہے۔ "وہ اس کی کلائی پر بندھی پٹی پر انگلی پھیرتے ہوئے یاسیت سے کہہ رہی تھی۔وہ تکان سے مسکرایا۔

"جیسے کہ تم؟"

ابرش چونکی پھر سنبھل کر گردن کڑائی۔

"مجھے نہیں پتہ کہ میں نے اپنا نام لیا ہے۔" کرسی پر پیچھے ہوتے ہوئے اس نے بے نیازی سے کہا۔

"لیکن تمہاری آنکھیں تو کچھ اور ہی کہہ رہی ہیں۔"

ابرش نے ڈھٹائی سے مسکرا کر اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھا۔ جہاں نرم سا مسکراتا تاثر تھا۔

"تم غلط پڑھ رہے ہو۔"

حازم ویسے ہی مسکرا کر اسے دیکھتا رہا۔

زندگی واقعی پہلے جیسی نہیں رہی تھی لیکن جیسا کہ ابرش نے کہا، اس کے پاس اب بھی کئی رشتے تھے۔ جینے کی وجہ ختم نہیں ہوئی تھی۔

****

دو ہفتوں بعد:

سردیوں کی نرم سی دھوپ لان پر چھا رہی تھی۔ میرال باہر آئی تو چیئر زپر حازم بیٹھا دکھائی دیا۔ آنکھیں موندے اس نے سر کرسی کی پشت سے ٹکا رکھا تھا۔ وہ چند لمحے لب کاٹتے اسے دیکھتی رہی پھر اس کے مقابل کرسی پر بیٹھی۔ حازم نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور سیدھا ہوا۔

"خیریت؟ آج یونیورسٹی نہیں گئیں؟" بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے متبسم لہجے میں پوچھا۔

"موڈ نہیں تھا۔" وہ پیچھے کو ٹیک لگائے ناخن کرسی کی ہتھ پر رگڑ رہی تھی۔

"وہ تو کبھی بھی نہیں ہوتا۔ اس میں کونسی نئی بات ہے؟" حازم کندھے اچکائے۔ میرال نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آپ کیسے ہیں؟"

"فٹ الحمدللہ۔ تم بتاؤ، بھابھی سے لڑائی ہو گئی ہے جو یہاں اکیلی آئی ہو؟"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

میرال ہلکا سا مسکرائی۔

"ہر کوئی آپ کے جیسا نہیں ہوتا اچھا۔"

"ہر کوئی میرے جیسا ہو بھی نہیں سکتا۔" مسکراتے ہوئے جتا دیا۔ میرال نے گہری سانس لے کر نفی میں سر ہلایا۔

"صحیح کہہ رہے ہیں۔" اس نے مان لیا۔

"طبیعت ٹھیک ہے نا؟" حازم نے ابرو چکا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں حیرانی تھی۔

میرال کلس اٹھی۔

"میں کوئی نارمل بات نہیں کر سکتی؟"

"آج تک کی تو نہیں ہے۔" کندھے اچکا کر بے نیازی سے کہا۔

میرال نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔ حازم زیر لب مسکرا دیا۔

"میں جانتی ہوں کہ میں عروش کی جگہ نہیں ہوں لیکن میری محبت غیر مشروط ہے۔"

حازم نے گہری سانس لے کر گردن موڑی۔ وہ اداس لگتی تھی۔

"عروش کی اپنی جگہ ہے میرال، وہ کوئی نہیں لے سکتا اور تمہاری اپنی جگہ ہے، اسے کوئی نہیں ریپلیس کر سکتا۔ یہاں موازنہ نہیں بنتا۔" وہ نرمی سے سمجھا رہا تھا۔ میرال ڈبڈبائی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"حازم۔"

احمر کی آواز پر اس نے بے اختیار مڑ کر دیکھا۔ وہ پھولے سانس کے ساتھ ان دونوں کے قریب آیا۔

"آریان تمہیں باہر لینے آیا ہے، ہیڈ کوارٹرز سے کال آئی ہے۔" وہ اس سے نگاہیں ملائے بغیر کہہ رہا تھا۔

میرال نے تکان سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ حازم ناسمجھی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے کال کیوں نہیں آئی؟"

"ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ "اس نے رک کر اسے دونوں شانوں سے تھاما۔ آنکھوں میں ملتجیانہ تاثر ابھر آیا۔"وہ جو بھی کہیں، خود کو سنبھال لینا پلیز۔ "

حازم کی آنکھوں میں تھکن ابھری۔

"اب کیا ہوا ہے؟ "اس نے جیسے بے بسی سے پوچھا تھا۔ میرال کا دل کٹ گیا۔

احمر نے لب کاٹتے ہوئے نفی میں سر ہلایا اور پیچھے ہوا۔

"جاؤ۔"

حازم نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی اور اندر بڑھ گیا۔ میرال نے زخمی نگاہوں سے اسے جاتے دیکھا۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا تھا؟"

احمر تھک کر کرسی پر بیٹھا اور دو انگلیوں سے کنپٹی مسلی۔

"اس کی اوپن ہارٹ سرجری ہوئی تھی میرال، سٹریس والی کوئی بات اس کے لئے ٹھیک نہیں تھی۔"

"ٹھیک تو اب ویسے بھی کچھ نہیں ہے۔ "وہ بڑبڑائی۔

******

اس نے سر اٹھا کر اپنا عکس دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں تکان ابھرنے لگی۔ دونوں ہاتھ بیسن کے دہانوں پر رکھے جھک کر اس نے گہرے سانس لئے۔

"الیکٹرک شاکس کی وجہ سے تھوڑا پرابلم ہوا تھا۔ تمہاری ہارٹ سرجری ہوئی تھی لیکن اب سب ٹھیک ہے۔ ٹینشن کی بات نہیں ہے۔"

اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔

"ایک اور بازی سہی۔ "وہ زخمی سے انداز میں بڑبڑایا۔ دھندلی پڑتی سرخ آنکھیں کھولیں۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔

کار تیزی سے سرمئی سڑکوں پر بھاگ رہی تھی۔ حازم نے گردن موڑ کر ڈرائیو کرتے ہوئے آریان کو دیکھا جس نے پچھلے پندرہ منٹ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ دونوں خاکی یونیفارم میں ملبوس تھے۔

"سلطان اینڈ کمپنی کا فیصلہ کب آنا ہے؟" ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے حازم نے سوال کیا۔

"پرسوں تک آجانے کا امکان ہے۔ "مختصراً جواب آیا تھا۔

حازم چند لمحے لب دبائے کچھ سوچتا رہا۔

"مجھے ڈس کوالیفائی کر دیا گیا ہے؟"

آریان کا پاؤں بے اختیار بریک پر پڑا تھا۔ کار بیچ سڑک کے رک گئی۔ اس نے گردن موڑ کر بے یقینی سے اسے دیکھا۔ وہ ویسے ہی سامنے دیکھ رہا تھا۔ نیم رخ سے گردن پر لگا بھورا نشان واضح تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم۔۔ تمہیں کیسے پتہ؟"

"کار چلاؤ، پیچھے والے گالیاں دے رہے ہیں۔ "

آریان نے چونک کر سائیڈ مرر سے دیکھا پھر ماتھا چھوتے ہوئے کار سٹارٹ کی۔

"حازم؟"

"قید میں جانے سے قبل مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرے ساتھ کوئی فزیکل پرابلم ہے لیکن چیک اپ کا ٹائم نہیں مل سکا۔ سب نے مجھے یہی کہا کہ میری سرجری ہوئی تھی جو کہ کامیاب ہو گئی لیکن کسی نے یہ نہیں بتایا کہ میں میڈیکلی ان فٹ ہو چکا ہوں۔ دو اور دو چار کرنا مشکل نہیں تھا۔"

اس کا انداز اس قدر بے تاثر تھا جیسے وہ کسی دوسرے کی کہانی سنا رہا ہو۔ آریان کو اپنا دل بری طرح کٹتا محسوس ہوا۔ اس نے زخمی سی نگاہ اس پر ڈالی جو کہ خاموش نگاہوں سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا۔

عمارت کے آگے کھلے سے قطعے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ آریان نے کار روکی۔

"تم جاؤ، میں یہیں انتظار کر رہا ہوں۔ "اس نے آہستگی سے کہا۔

حازم نے بنا کچھ کہے ڈیش بورڈ سے پی کیپ اٹھائی اور دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلا۔ اس کے نکلتے ہی آریان نے موبائل نکالا۔

"اسے پتہ چل گیا تھا۔"کال ملتے ہی اس نے شکستگی سے کہا۔

دوسری طرف ایک لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"پھر؟ "احمر کی آواز ابھری۔

"کوئی لفظ نہیں۔ ناٹ آسنگل ورڈ۔"اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔ "میں کیا کروں احمر؟ وہ پاگل ہو جائے گا۔"

"صبر۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

آریان نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔

عمارت میں بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ متوازن چال کے ساتھ چلتے ہوئے وہ فرسٹ فلور کے آخری کمرے کے سامنے آرکا۔ نیم پلیٹ پر لکھا عاصم قمر پڑھتے ہوئے اس نے دستک دی۔

"کم ان۔"

دروازہ دھکیل کر وہ اندر داخل ہوا۔ کرنل زوہیب نے اسے دیکھتے ہی سر کو خم دیا۔ حازم کا سپاٹ چہرہ دیکھتے ہوئے عاصم کی آنکھوں میں کرب ابھرا۔ انہوں نے نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹا لیں۔

"ہاؤ آر یو میجر حمزہ؟ "زوہیب نے جھک کر دراز کھولتے ہوئے پوچھا۔

"فائن سر۔ "اس کی آواز بے تاثر تھی۔

"تمہارے ساتھ ہوئے حادثے نے تم پر گہرے نشان چھوڑے ہیں حمزہ۔ تمہارا آئورٹک سٹنوسس ڈائیگنوز ہوا تھا اور دو ہفتوں قبل سرجری ہوئی تھی۔ از دیٹ رائٹ؟"

"یس سر۔"

"Im sorry to inform you Major Hazim that you are being disqualified from the Pak army."

اسے علم تھا لیکن پھر بھی دل میں شدید درد اٹھا تھا۔ بصارت دھندلانے لگی۔ گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے سر جھٹکا۔

زندگی میں ایک بار پھر وہ زندہ قبر میں اترا تھا۔

ایک اور جنون راکھ ہوا تھا۔

ایک اور رشتہ ٹوٹ کر بکھرا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"یہاں سائن کر دیں۔ "کرنل زوہیب نے اس کے آگے اسٹیپل ہوئے چند کاغذ رکھے۔

مٹھیاں بھینچتے ہوئے حازم نے آنکھیں میچ کر خود پر قابو پایا۔ ابھی ہمت نہیں ہارنی۔ ان کے سامنے تو بالکل بھی نہیں۔ انگلیوں میں پین تھامتے ہوئے وہ ایک ہاتھ ٹیبل پر رکھ کر ذرا سا جھکا۔ کرنل عاصم گیلی ہوتی آنکھوں سے سائن کرتے اس کے ہاتھ میں لرزش دیکھ رہے تھے۔

سائن کر کے وہ پیچھے ہوا اور لب بھینچے سینے پر لگے بیجز کھولنے لگا۔

"وہ بننا جو میں تمہیں بنانا چاہتی تھی۔"

بیجز اتار کر اس نے ٹیبل پر رکھے اور گہری سانس لے کر پی کیپ اتاری۔

"میں نہیں جانتا بس ایک وجدان ہے کہ وہی میری منزل ہے۔وہی میرا کنارہ ہے۔"

پی کیپ بیجز کی سائیڈ پر رکھتے ہوئے لمحے بھر کو اس کی انگلیاں کانپیں۔اس سب کے لئے اس نے جان ماری تھی اور اختتام وہاں ہوا تھا جہاں سوچا بھی نہیں تھا۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹا اور سیلیوٹ کر کے مڑ گیا۔مزید وہاں ٹھہرنے کی ہمت نہیں تھی۔کمرے سے باہر آ کر اس نے گہرے سانس لئے۔چہرہ متغیر ہو رہا تھا۔بس کچھ دیر اور۔

آریان نے اسے آتے دیکھا تو بے اختیار سیدھا ہوا۔حازم اسے نگاہیں ملائے بغیر اندر بیٹھا اور سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔ آریان بغور اسے دیکھا۔زرد ہوتا چہرہ بے تاثر تھا۔آنکھوں میں بھی برف سی ٹھنڈک تھی۔

آریان نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی اور بنا کچھ کہے اس کا کندھا تھپکا۔

****

اینٹی ڈپریسنٹ کی گولیاں پھانکتے ہوئے گلاس لبوں سے لگا لیا۔سر درد سے پھٹ رہا تھا۔گرے ہائی نیک شرٹ پہنے اس کے گیلے بال ماتھے پر بکھرے تھے جنہیں وہ پیچھے نہیں کر رہا تھا۔تنفس بھاری ہو رہا تھا۔کوئی آگ تھی جو اسے اندر سے جلا رہی تھی۔نجانے کیوں غصے کا شدید کا طوفان ابل رہا تھا۔بمشکل گلاس کو دیوار پر مارنے کی خواہش کو دباتے ہوئے اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور آنکھیں میچ کر گہری سانس لی۔

"یو آر ڈس کوالیفائیڈ۔"

اس نے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔اسے کوئی صدمہ نہیں تھا، کوئی دکھ نہیں تھا۔بس یہ گرمی تھی جو اسے اندر تک سلگا رہی تھی۔سب کچھ تہس نہس کر دینے کی خواہش امڈ رہی تھی۔اس نے بے اختیار گردن مسلی، مٹھیاں بھینچے خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔شدید گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔شام ڈوب رہی تھی۔

ابرش کافی کا مگ تھامے لان میں آئی تو ابرو تحیر میں اکھٹے ہوئے۔

"حازم۔"

کرسی پر سر گرائے بیٹھے حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سامنے سے بال، چہرہ اور شرٹ کا گریبان بھیگا ہوا تھا۔ جیکٹ کی زپ بھی کھلی ہوئی تھی۔

"اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ متعجب سی مقابل کرسی پر بیٹھی۔ دوپٹے سے نکلتی لٹیں چہرے کے گرد گر رہی تھیں۔ چہرے پر وہی ازلی چمک تھی۔ سیاہ آنکھیں سکیڑے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی، جب یکدم عجیب سا احساس ہوا۔

"تم ہیڈ کوارٹرز گئے تھے نا؟" اس نے یاسیت سے پوچھا۔

حازم نے بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلا دیا۔ گیلے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے اس نے گردن موڑ لی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔" اس کا لہجہ نارمل تھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"یہاں اتنی ٹھنڈ میں کیوں بیٹھے تھے؟"

"اندر کی گرمی سے تنگ آ گیا تھا۔" چہرہ خاموش سا تھا۔ ابرش نے بے اختیار لب کاٹا۔

"حازم۔"

کرسی پر سر گرائے بیٹھے حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سامنے سے بال، چہرہ اور شرٹ کا گریبان بھیگا ہوا تھا۔ جیکٹ کی زپ بھی کھلی ہوئی تھی۔

"اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ متعجب سی مقابل کرسی پر بیٹھی۔ دوپٹے سے نکلتی لٹیں چہرے کے گرد گر رہی تھیں۔ چہرے پر وہی ازلی چمک تھی۔ سیاہ آنکھیں سکیڑے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی، جب یکدم عجیب سا احساس ہوا۔ لب کاٹتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم ہیڈ کوارٹرز گئے تھے نا؟" اس نے یاسیت سے پوچھا۔

حازم نے بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلا دیا۔ گیلے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے اس نے گردن موڑ لی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں۔ "اس کا لہجہ نارمل تھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"یہاں اتنی ٹھنڈ میں کیوں بیٹھے ہو؟"

"اندر کی گرمی سے تنگ آ گیا تھا۔ "چہرہ خاموش سا تھا۔ ابرش نے بے اختیار لب کاٹا۔

"کچھ کہو گے نہیں؟"

"نہیں۔ "لہجہ بے تاثر تھا۔ "سب ویسا ہی ہو رہا ہے، جیسا ہونا تھا۔ افسوس کرنے کا فائدہ؟"

ابرش اس کو دیکھ کر رہ گئی۔

"تم۔۔"

"مجھ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں ہے آبی۔ "بے لچک انداز تھا۔

"میں یہ تو نہیں کہا۔ "وہ خائف ہو گئی۔ "میں تو بس۔۔"

"ابرش۔ "اس نے بے اختیار اس کی بات کاٹی۔ "میں اس سب سے تنگ آ چکا ہوں۔ میں صرف نارمل زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ بکھر بھی گیا، مسخ بھی ہو گیا، ہار بھی گیا۔ اب مجھے کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔ کیوں نہیں پڑ رہا؟ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے ان سب چیزوں کو قبول کر لیا۔ جو کھو دیا، وہ اس دنیا میں نہیں ملے گا۔ چاہے میرا جو بھی رویہ ہو سو جب نہیں ملنا تو کیوں میں ایک بے بس اور کمزور انسان کی طرح زندگی گزاروں؟ جیسا چل رہا ہے، چلنے دو۔ "بھوری آنکھوں میں لو دیتا تاثر تھا۔ چہرے پر سنجیدگی تھی۔ ابرش نے یاسیت سے اسے دیکھا۔

"لیکن اتنے حادثوں کے بعد انسان ہار جاتا ہے۔" اس کے لہجے میں اداسی تھی۔

"مومن نہیں ہارتا۔ " بے نیاز انداز تھا۔

"برداشت ختم ہو جاتی ہے۔ "اس نے اصرار کیا۔

"لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔" کندھے اچکائے۔(اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا)

"یہ سب سہنا آسان نہیں ہوتا۔" پھر عذر پیش کیا۔

"یہ ہمارے مفروضے ہیں۔ خود کو اتنا نازک ہم نے ہی بنایا ہوتا ہے۔ ساری زندگی اپنے کمفرٹ زون سے باہر نہیں نکلتے اور پھر جب سر پر پڑتی ہے تو سب بکھرتا محسوس ہوتا ہے۔ خود کو امن کے دنوں میں جنگ کے لئے تیار کرو، تو سب آسان ہو جاتا ہے۔ "عذر دھول بنا کر اڑا دیا۔

وہ ناجیہ کا بیٹا تھا۔ وہ اس سے بحث میں نہیں جیت سکتی تھی۔ ابرش نے اعتراف کیا۔

"تم گھر کب جاؤ گے؟ "چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"کل۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میں بھی جانا چاہتی ہوں۔"

حازم نے ذرا چونک کر اسے دیکھا پھر کندھے اچکائے۔

"اوکے۔ "سر کو خم دیا۔

ابرش مگ تھامے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لمحے کے لئے رک کر اسے دیکھا۔ وہ لب دبائے دیواروں پر چڑھی بیلوں کو دیکھ رہا تھا۔

"خالہ کو تم پر بہت فخر ہو گا۔ وہ تمہیں جس سانچے میں ڈھالنا چاہتی تھیں، تم وہی بن گئے۔ ایک وارئیر، ایک فائٹر۔ "
اس کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی۔

حازم نے خاموشی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ پل بھر کے لئے ابرش کو اس کی آنکھوں میں کچھ دکھا تھا۔ یاسیت بھرا، اداس کر دینے والا سا۔

"اس میں میرا نہیں ماما جان کا کمال ہے۔ شی سیوڈمی۔ "اس نے پھر سے اپنی ذات کو مبہم کیا۔

ابرش ہلکا سا مسکرائی۔

"تم خود کو بچانا چاہتے تھے اور انہوں نے صرف راستے آسان کیے ہیں۔ ان راستوں پر قدم تم نے خود بڑھائے ہیں۔ اعتراف کرو اور خود کو کریڈٹ دو۔ "وہ جتا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

حازم نے اسے جاتے دیکھا اور سر جھٹک دیا۔
کبھی کبھی یہ لڑکی اس کی سمجھ سے باہر ہو جاتی تھی۔

****

باسی ہوتی دوپہر منہدم بستی پر چھا رہی تھی۔ آج سورج بادلوں کے پار چھپا ہوا تھا۔ خنکی میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ حازم نے کار سرمئی دروازے کے آگے روکی۔ سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے ابرش کو دیکھا جس کی بھیگی آنکھیں دروازے پر جمی تھیں۔

"یہاں کیوں نہیں کوئی رہتا؟ "آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"انڈر گراؤنڈ سیوج کا مسئلہ بن گیا تھا سو اس جگہ کو خالی کرنا پڑا۔ "ڈیش بورڈ سے موبائل اٹھاتے ہوئے وہ باہر نکلا۔
زبرش نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔ کچھ تھا فضا میں جو اعصاب پر بھاری گزرتا تھا۔

کشادہ سا صحن خاموش پڑا تھا۔ ابرش کی آنکھوں میں پانی بھرنے لگا۔ کئی منظر تھے جو نگاہوں کے آگے لہرائے تھے۔

وہ بالوں پر کلپس لگائے ننھے ہاتھوں پر عروش سے مہندی لگوا رہی تھی۔ حازم نے ماتھے پر بل ڈالے اس سے کچھ کہا تو وہ چمک کر آگے سے جواب دے رہی تھی۔ کچن کی کھلی کھڑکی کے پار ناجیہ چولہے کے آگے کھڑی تھیں۔ گول میز کے گرد بیٹھی زہرہ کچھ کہہ رہی تھیں۔ انہوں نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔ وہ مسکراہٹ اور ہیزل آنکھوں کی جاذبیت ہر جگہ ٹھہر گئی تھی۔

ابرش نے آنکھیں بند کیں تو کئی آنسو چہرے پر لڑھک گئے۔ لب بھینچے وہ کئی جذبات پر قابو پا رہی تھی۔ گال رگڑتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اندر نیم اندھیر کمرے میں خاموشی اور سکون تھا۔ اس نے ایک نظر حازم کو دیکھا۔ وہ درمیان والے بیڈ پر بیٹھا جھک کر جوگرز کے تسمے کھول رہا تھا۔ طائرانہ کمرے پر ڈالی۔ سب ویسا ہی تھا جیسے سالوں قبل تھا، لیکن کچھ بھی ویسا نہیں تھا۔

"یہ خالہ کا بیڈ تھا نا؟ "ڈریسنگ ٹیبل سے ٹیک لگائے وہ اداسی سے مسکرائی۔

حازم نے سر جھکائے نرمی سے بیڈ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ چند لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ "اس نے سوالیہ ابرو چکائی۔

حازم نے گہری سانس لی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم مجھ سے بہتر انسان ڈیزرو کرتی ہو آبی۔ "اس کا لہجہ مدہم سا تھا۔

ابرش نے چونک کر اسے دیکھا۔ چہرے پر حیرت لہرائی۔

"مطلب؟"

"میں ویسا نہیں رہا، جیسا پہلے تھا۔ مجھے سنبھلنے کے لئے بہت لمبا عرصہ چاہیے۔ میرے ساتھ تمہاری زندگی مشکل ہو جائے گی۔ میں نے پہلے بھی بنا دی تھی۔ تم ایک نارمل اور زندہ دل انسان ڈیزرو کرتی ہو۔ "اس کے لہجے میں عجیب سی شکست خوردگی تھی۔ ابرش چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

"درست۔ وہ جو کوئی بھی ہو گا، زندہ دل بھی ہو سکتا ہے اور نارمل بھی لیکن وہ حازم نہیں ہو گا۔ "کندھے اچکائے بے نیازی سے کہا۔

حازم پل کے لئے خاموش رہ گیا پھر نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ سیاہ آنکھوں میں جتاتا سا تاثر لئے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اس کے مبہم اعترافات آج بھی اسے حیران کر دیتے تھے۔ اس نے مان لیا۔

"تمہیں میری ضرورت نہیں ہے ابرش۔ تم میرے بغیر رہ سکتی ہو۔ "اس نے جیسے زور دیا۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے اور میں تمہارے بغیر رہ سکتی ہوں۔ کوئی بھی کسی کے بغیر نہیں مرتا۔ زندگی ویسے ہی اپنی ڈگر پر چلتی رہتی ہے۔ لیکن زندہ رہنے اور جینے میں فرق ہوتا ہے اور بہت گہرا فرق ہوتا ہے۔ "گھمبیر لہجے میں وہ بہت کچھ باور کروا گئی۔ سیاہ آنکھوں میں سکون سا تھا۔

اور ضروری تو نہیں ہر بات کہی جائے۔

"تمہیں پتہ ہے، میں کہنے والی تھی کہ تمہاری باتیں مجھے بہت متاثر کرتی ہیں لیکن اب۔ "برہمی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "تم بالکل بھی عقلمندی کی باتیں نہیں کرتے۔"

اس کا انداز ایسا تھا کہ حازم نے بمشکل لبوں تک امڈتی مسکراہٹ روکی۔ سر کو خم دیا۔

"پھر تو تم بیوقوف ہوئیں نا جس کو پہلے میری باتوں نے متاثر کیا تھا۔ "انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

ابرش کلس کر رہ گئی۔ بڑبڑا کر باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ ابرو خفگی سے بھینچ رکھے تھے۔

"ناراض ہو گئیں؟ "حازم نے دوستانہ انداز میں پکارا۔

"تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟ تم تو بس یہ سوچو کہ میں کسے ڈیزرو کرتی ہوں۔ "

اوہ تو اس بات کا غصہ تھا۔ حازم نے بے اختیار بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ وہ پیر پٹخ کر باہر جا چکی تھی۔

چند پلوں بعد وہ جیکٹ کی زپ چڑھاتا باہر آیا۔ ابرش کیاری کے پاس بیٹھی نرمی سے مٹی پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ حازم کھنکھارتا ہوا اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھا۔ یوں کہ نیم رخ سے صحن نظر آرہا تھا۔ ابرش نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"کچھ اور یاد آگیا ہے؟" آواز میں واضح طنز تھا۔

"اوکے، آئی ایم سوری۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔" اس نے نگاہیں مٹی پر جھکاتے ہوئے اعتراف کیا۔ کنکھیوں سے نظر آتا صحن پھر سے زخم ادھیڑنے لگا تھا۔

"تمہیں بیٹھے بٹھائے کیا ہو جاتا ہے، حازم؟ کیا میں نے کبھی کچھ کہا؟ کوئی شکوہ کیا؟" اب کہ لہجے سے خفگی مفقود تھی۔ وہ بس حیرانی سے پوچھ رہی تھی۔ حازم نے کناروں پر اگی گھاس کو آہستگی سے چھوا۔ بولا کچھ نہیں۔

"مجھے خوشیاں نہیں چاہیں کیونکہ وہ جلدی گزر جاتی ہیں۔ مجھے صرف سکون چاہیے حازم۔ وہ ابدی ہوتا ہے۔ اور یقین کرو کہ اپنا سکون پانے کے لئے مجھے کسی اور انسان کی ضرورت نہیں ہے۔ رشتے ضرورت کے تحت نہیں ہوتے، نہ ہی ہماری خوشیاں رشتوں سے جڑی ہوتی ہیں۔ اپنی خوشی انسان کے ہاتھ میں خود ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ہر نعمت کے بعد بھی ناخوش ہوتے ہیں اور کچھ خالی ہاتھ رہ کر بھی پرسکون ہوتے ہیں۔ یہ سب جو ہو رہا ہے، غم کا ایک فیز ہی تو ہے۔ ایک دن گزر جائے گا۔ میرے لئے بس سکون میٹر کرتا ہے۔" وہ نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔ حازم نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ ابرش نے ابرو چکایا۔ وہ جانتی تھی کہ اب وہ ایسا جملہ کہے گا جس سے وہ تپ اٹھے گی۔

"اتنی لمبی تقریر کی جگہ اگر تم بس یہ کہہ دیتیں کہ تم میرے بغیر نہیں رہ سکتیں، تو میں زیادہ آسانی سے سمجھ جاتا۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے نظریں پھر جھکا دیں۔

ابرش نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں۔ آنکھوں میں خفگی امڈ آئی۔

"اس پوری تقریر کا ہی مطلب یہ تھا کہ مجھے خوش رہنے کے لئے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہونی بھی نہیں چاہیے۔" اس نے جیسے سراہا تھا۔

ابرش نے بڑبڑا کر سر جھٹک دیا۔ خاموش پڑا صحن اپنے اندر کئی کہانیاں سموئے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ باہر کھڑے درخت کی اندر کو جھکتی شاخیں اداسی سے جھول رہی تھیں۔

وقت جیسا بھی ہو گزر جاتا ہے لیکن جن پر بیتی ہو، ان کی زندگیوں پر ان مٹ نشان چھوڑ جاتا ہے۔

******

عاصم نے گہری سانس لیتے ہوئے دروازہ دھکیلا۔ کمرہ خالی تھا۔ وہ ٹیرس کے کھلے دروازے کی طرف آئے۔

ٹیرس پر نرم سی دھوپ پڑ رہی تھی۔ کرسی پر حازم پاؤں قینچی کی صورت ٹیبل پر رکھے گردن موڑے نیچے لان کو دیکھ رہا تھا۔ آہٹ پر گردن موڑی اور بے اختیار سیدھا ہوا۔ پاؤں نیچے اتارے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیسے ہو؟" اس کی مقابل کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

"ٹھیک۔"

عاصم نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ نارمل تھا۔ آف وائٹ ہوڈی پہنے، بال پیچھے کو جمائے گزرے ہفتوں کی بہ نسبت فریش لگ رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"آج فیصلہ آگیا ہے۔" وہ دھیرے سے بولے۔

حازم نے چونک کر انہیں دیکھا پھر سینے پر بازو لپیٹے پیچھے ہوا اور سوالیہ ابرو چکائی۔

"کیا؟"

"سلطان کو پرسوں پھانسی دے دی جائے گی۔ عالم اور التمش کو عمر قید کے بعد پھانسی۔"

حازم کا چہرہ سپاٹ رہا۔

"ان کے اعمال کے حساب سے بہت کم ہے۔ایک ہی دفعہ مر جائیں گے۔ "اس نے مایوسانہ انداز میں کہتے ہوئے سر جھٹکا۔عاصم چند پل اسے دیکھتے رہے۔

"خیر، میں سلطان سے ملنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ "

عاصم نے کندھے اچکائے۔

"کل دوپہر چلے جانا۔اس کے بعد ملاقات نہیں ہو سکے گی۔"

حازم نے سر کو خم دیا۔جانچتی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔جیسے ان کے کچھ کہنے کا منتظر ہو۔

"آپ صرف یہ بتانے نہیں آئے تھے۔"

عاصم نے گہری سانس لی اور دونوں ہاتھ باہم ملائے آگے ہوئے۔

"ایک کام کرو گے؟"

"کر سکا تو ضرور۔"

وہ چند لمحے تذبذب کے عالم میں اسے دیکھتے رہے۔ان کے انداز میں جھجک تھی۔

"التمش سے مل لو۔"وہ دھیرے سے بولے۔

حازم کی بھوری آنکھوں میں کچھ راکھ ہوا تھا۔اس نے زخمی نگاہوں سے انہیں دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔وہ اذیت سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"میں نہیں مل سکتا۔"اب کہ اس کا چہرہ بے تاثر نہیں تھا۔کرب اور اذیت جھلک رہی تھی۔

"حازم پلیز، اس کی آخری خواہش سمجھ لو۔"عاصم نے جیسے بے بسی سے کہا تھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میری آخری خواہش سمجھ لیں کہ میں نہیں مل سکتا۔ "انداز میں قطعیت تھی۔ کرب وجود پر حاوی ہونے لگا۔ اذیت انگ انگ میں اترنے لگی۔

"وہ تم سے مخلص رہا تھا ساری عمر۔ تم سے محبت میں کوئی کھوٹ نہیں تھی حازم۔"

"میں کیا کروں ایسی محبت کا جس نے میری فیملی تباہ کر دی۔ میں سنبھلنے کی کوشش کر رہا ہوں اور آپ نئے سرے سے میرے زخم ادھیڑ رہے ہیں۔ میں اس کے سامنے نہیں جا سکتا۔ میں گیا تو خود پر کنٹرول نہیں کر پاؤں گا اور مجھ سے کچھ ہو جائے گا۔ پلیز مجھے ایسے نہیں آزمائیں۔ "اس کی سرخ پڑتی آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ جنہیں اس نے سختی سے رگڑ دیا۔ وجود نئے سرے سے اندھیروں میں گھر گیا۔ ذات پھر فنا ہونے لگی۔

ایک شفاف سا آنسو عاصم کی آنکھوں سے ٹوٹا اور چہرے پر بہہ گیا۔ دل ہزار ٹکڑوں میں کٹا تھا۔ وہ منسخ ہوا تھا، آخری حدوں تک تباہ ہوا تھا۔

"اس نے میری منت کی تھی حازم۔ اس کے اعمال تمہاری ذمہ داری اور فرض ختم نہیں کر سکتے۔ وہ تمہارا باپ ہے۔ " انہوں نے رستے ہوئے دل کے ساتھ کہا۔

حازم نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں کرب اترنے لگا۔ اس رشتے کا حوالہ ہی روح کے پرخچے اڑا دیتا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"عروش ساری عمر اس باپ کے پیار کے لئے تڑپتی رہی۔ میری ماں نے بھی منت کی تھی ان کی کہ میری بہن کو چھوڑ دیں۔ میں نے عروش اور ماں کی منت کی تھی کہ مجھے چھوڑ کر نہ جائیں۔ جب کسی کو مجھ پر ترس نہیں آیا تھا تو مجھ سے کیوں امید رکھ رہے ہیں؟"مٹھیاں بھینچے وہ اذیت سے کہہ رہا تھا۔

"تمہیں چھوڑ کر جانا، ان کی چوائس نہیں تھی۔"

"میرے پاس بھی چوائس نہیں ہے۔ لیکن ٹھیک ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہ میرے ہاتھوں مارا جائے اور پھر میں پھانسی چڑھ جاؤں تو فائن۔ میں تیار ہوں۔ "آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"حازم پلیز۔ "عاصم نے تکلیف سے اسے دیکھا۔وہ خاموشی سے گردن موڑے ریلنگ کے پار دیکھ رہا تھا۔اس کی ساری توانائی جیسے نچڑ گئی تھی۔

"اس نے جو کیا غلط تھا اور تمہارا نقصان ناقابلِ تلافی ہے۔لیکن جب ایک انسان پلٹنا چاہ رہا ہو تو دروازے بند نہیں کرتے۔تمہاری ماں نے تمہیں لوگوں کو معاف کرنا سکھایا تھا حازم۔کیوں بھول گئے ہو؟"

حازم نے نگاہیں ان کی طرف پھیریں۔بے بسی، اذیت، درد۔

"مجھے ناجیہ کا بیٹا سمجھنا چھوڑ دیں، خدا کے لئے ایک انسان سمجھ لیں۔مجھ سے اس اعلیٰ ظرفی کی توقع نہ رکھیں۔میں آخری سانس تک اسے معاف نہیں کر سکتا۔"

"معاف کرنے کو نہیں کہا جا رہا۔بس ایک دفعہ اس سے مل لو، حازم۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔عاصم گیلی ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھتے رہے اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔اس نے نظریں نہیں پھیریں۔وہ ایک لمحے کے لئے بھی انہیں دیکھتا تو پیچھے ہٹ جاتا۔فی الحال وہ پیچھے نہیں ہٹنا چاہتا تھا۔عاصم دھیرے سے آگے آئے اور جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

حازم سن رہ گیا۔بے اختیار ہوئے آنسو آنکھوں سے ٹوٹنے لگے۔وہ انہیں جاتا نہیں دیکھ سکا۔

"میں نے تمہیں ایسے لوگوں کے پاس چھوڑا ہے جو تمہیں شیطان نہیں بننے دیں گے۔"

اس نے چہرہ رگڑتے ہوئے آسمان کو دیکھا۔وہ راضی ہونے کا دعویٰ کر چکا تھا۔

"رضیتُ۔ "وہ بڑبڑایا۔سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ایک ان دیکھی سی اداسی نے فضا کو لپیٹ میں لے لیا۔

****

کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مظہر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے حازم کو دیکھ رہے تھے۔ آنکھوں میں یاسیت جھلک رہی تھی۔ وہ ان کے سامنے گھٹنا موڑے بیڈ کے کنارے بیٹھا تھا۔ ماہ گل کمرے میں نہیں تھیں۔ حازم نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں اذیت تھی۔

"گل سے بات کرنے آئے تھے؟ "مظہر دھیرے سے پوچھا۔

لب دبائے اس نے سر کو خم دیا۔ مظہر نے گہری سانس لی۔

"عاصم سے بات ہو گئی؟"

وہ لمحے بھر کو چونکا۔

"آپ ان کا مطالبہ جانتے ہیں؟ "چہرے پر بے بسی لہرائی۔

مظہر نے سر ہلایا۔ نگاہیں اس پر ٹکی تھیں۔ ان کے مثبت جواب پر وہ تکان سے پیچھے ہوا۔

"میں کیا کروں؟ "

"کیا کرنا چاہتے ہو؟"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"پتہ نہیں۔" پیشانی رگڑتے ہوئے وہ بے بس لگ رہا تھا۔

"تم یہاں اسی لئے آئے ہو حازم کہ تم جانا چاہتے ہو لیکن خوفزدہ ہو۔ "وہ پر سکون لہجے میں بولے۔

"کس سے؟"

"اپنے آپ سے۔"

حازم نے اذیت سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ آنکھوں میں تکلیف ہلکورے لینے لگی۔

"میں خود کو نہیں سمجھ پارہا۔ میں نے اسے معاف کرنے کی بہت کوشش کی لیکن نہیں کر سکا۔ معافی صرف چند لفظ نہیں ہوتی، یہ دل کے اس احساس کا نام ہے جب ہر قسم کی کدروت سے دل کو پاک کر لیا جائے، سب بھول کر نئی شروعات کی جائے۔ یہ میں نہیں کر سکتا۔ میں کچھ بھی نہیں بھول سکتا۔ ایک دفعہ بھول گیا تھا، بہت بڑی غلطی تھی۔ اب نہیں بھول سکتا۔ "اس کی آواز بھیگنے لگی تھی۔ قسمت بھی کہاں کہاں سے اسے آزمارہی تھی۔ مظہر تکلیف سے اسے دیکھتے رہے۔

"جانا کیوں چاہتے ہو؟"

"سوال سے ڈر لگتا ہے۔ اگر خدا نے پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ میں نے دنیا میں اتنا کچھ کھو لیا ہے کہ آخرت میں کچھ بھی کھونے کا متحمل نہیں ہوں۔ اتنا سب سہہ لیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ سب رائیگاں جائے۔ میں بس اپنے کھاتے کلئیر کرنا چاہتا ہوں۔ "وہ بے بس لگ رہا تھا۔

"اس کے اعمال تمہارا فرض ختم نہیں کر سکتے۔ وہی فرض جو ایک بیٹے کا باپ کے لئے ہوتا ہے حازم۔ تم سے اس کی محبت خالص تھی۔ وہ بلا رہا ہے تو جانا چاہئے۔ آگے تمہاری مرضی ہے۔ "وہ نرمی سے سمجھاتے ہوئے پیچھے ہوئے۔ وہ چند لمحے بھیگی سرخ آنکھوں سے انہیں دیکھتا رہا پھر ہاتھ بڑھا کر ان کا ہاتھ تھاما اور لبوں سے لگا لیا۔ کسی نے اندر تک مظہر کی روح کو زخمی کیا تھا۔ آنسو چہرے پر پھسلنے لگے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING BEHIND THE

"میں آخری سانس تک آپ کا قرض دار رہوں گا۔ میرا ایک حصہ ہمیشہ حازم علی حمزہ رہے گا جس کا آپ کے سوا کوئی باپ نہیں ہے۔ مجھے بچانے کے لئے شکریہ۔ "آنسو آنکھوں میں ٹھہرے تھے۔ آواز کرب سے لرز رہی تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا حازم۔ یہ ہر باپ اپنی اولاد کے لئے کرتا ہے۔ "انہوں نے بے اختیار اسے ٹوکا۔ اس نے زخمی سے انداز میں نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"ہر باپ نہیں کرتا۔ "اس کی آواز میں زمانوں کی تھکن تھی۔ مظہر پل کے لئے خاموش ہوئے۔ دروازے کے پار ماہ گل نے کئی آنسو اندر اتارے تھے۔

*****

التمش گھٹنوں کے گرد بازوؤں کا ہالہ بنائے خاموش بیٹھا تھا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔ ایک اہلکار سلاخوں کے سامنے آرکا۔

"تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔"

التمش نے چونک کر گردن گھمائی پھر گہری سانس لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا کام کب تک ہو جائے گا؟ "اہلکار کے پاس آکر اس نے دبی دبی آواز میں پوچھا۔

"آج رات تک۔"

اس نے آنکھیں میچ کر گہری سانس لی پھر اہلکاروں کی معیت میں ملاقات کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اندر بیٹھے ذی نفس کو دیکھتے ہوئے اس کا وجود جیسے زلزلوں کی زد میں آگیا تھا۔ لمحے بھر کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

سفید شرٹ پر سیاہ لیدر جیکٹ پہنے اس کا چہرہ خاموش دکھتا تھا۔ چہرے کی رنگت بہتر ہو رہی تھی۔ آنکھوں تلے حلقے مدہم ہو رہے تھے۔ وہ سر جھکائے چابی کرسی کی ہتھ پر رگڑ رہا تھا۔ آہٹ پر بے ساختہ سر اٹھا کر دیکھا۔ تنفس بھاری پڑنے لگا۔

اسے نگاہوں کے حصار میں رکھتے ہوئے التمش بے قراری سے کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ حازم نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹالیں۔ ضبط ٹوٹنے لگا تھا۔

"حازم۔ "اس کی آواز میں تڑپ اور حزن نمایاں تھا۔ آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔ حازم بنا کچھ نظریں جھکائے میز کی سطح کو دیکھتا رہا۔

"مجھے معاف کر دو حازم۔ بہت بڑی غلطی ہو گئی مجھ سے۔ ناچاہتے ہوئے بھی تمہاری زندگی برباد کر دی۔ لیکن میرا یقین کرو، میں نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں اور ناجیہ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ میں وہ سب نہیں کرنا چاہتا تھا۔" تیز تیز کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"عروش سے اتنی نفرت کیوں تھی؟ "اس کی آواز ضبط سے بھاری ہو رہی تھی۔ حلق دکھنے لگا تھا۔ وہ نظریں اب بھی نہیں اٹھا سکا۔

التمش نے شکستگی سے اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہوا۔

"مجھے نہیں پتہ۔ مجھے کچھ نہیں پتہ۔ "اس نے بال مٹھیوں میں جکڑ لئے اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ حازم نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے سسک رہا تھا۔

ایسے ہی میں بھی تڑپا تھا۔ اس نے صرف سوچا، کہا نہیں۔

"اس سے نفرت تھی لیکن تم سے محبت تھی حازم، میرا یقین کرو۔"

"میری ماں کا کیا قصور تھا؟" نگاہیں اب التمش کے پیچھے کھڑکی کی سلاخوں پر جمی تھیں۔ جن کے پار اترتی دوپہر دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی زخمی آنکھوں میں جھلکتا تاثر دل کو کاٹ دینے والا تھا۔ التمش ویسے ہی بنا جواب دیئے بلک رہا تھا۔

"ماں اٹھیں، مجھے دیکھیں ماں۔ ایسے نہیں کریں پلیز۔"

دل میں پھر سے درد اٹھنے لگا تھا۔ حلق میں اٹکے آنسو پیچھے دھکیلے۔ سفید دوپٹہ آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔ اب برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ وہ آہستگی سے کرسی دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا۔ التمش نے وحشت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"حازم رک جاؤ۔ مجھے معاف کر دو خدا کے لئے۔ "وہ بے قراری سے اٹھا۔

حازم کے قدم زنجیر ہو گئے۔ سرخ ہوتی آنکھوں میں بہت کچھ سلگا تھا۔

"میرے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ جو تھا وہ چھین لیا گیا ہے۔ "وہ ڈوبتی آواز میں بڑبڑایا۔

پیچھے دیکھے بنا وہ باہر کی طرف بڑھ گیا۔ فرش پر بیٹھا التمش ویسے ہی بلک رہا تھا۔

عمارت سے باہر آ کر نے اس نے گہری سانس کھینچی۔ اذیت کم نہیں ہو رہی تھی۔ دروازے سے نکلتا آریان تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

"تم ٹھیک ہو؟ "اس نے بے اختیار اسے دونوں شانوں سے تھاما۔

بمشکل اس نے سر کو خم دیا۔ پیشانی پر پسینہ چمک رہا تھا۔ آریان نے پریشانی سے اس کا متغیر پڑتا چہرہ دیکھا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی حازم نے جیکٹ کی زپ کھینچی اور اتار کر پیچھے رکھ دی۔ سر ہاتھوں میں گرائے چند گہرے سانس لئے۔

"سلطان سے ملے؟" آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے آریان کو دیکھا جو رخ موڑے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہاں، اس نے جگہ بتادی ہے۔ کیسا فیل کر رہے ہو؟"

"بہتر۔ کون سی جگہ ہے؟" شرٹ کی آستین کہنیوں تک موڑتے ہوئے پوچھا۔

آریان نے جیکٹ کی جیب سے پرچی نکال کر اسے دی اور کار اسٹارٹ کرنے لگا۔ حازم نے پرچی پر ایک نظر ڈالی اور مٹھی میں دبوچ لی۔

"نومبر کی سردی پڑ رہی ہے لارڈ صاحب۔ اگر زیادہ ہی بیوی کو بیوہ کرنے کا شوق ہو رہا ہے تو مجھے بتادو۔ میں اس کارِ خیر میں حصہ ڈال دیتا ہوں۔ "موڑ کاٹتے ہوئے آریان نے طنز کیا۔

حازم نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔

آریان نے اسے گھر ڈراپ کیا اور خود واپس چلا گیا۔ حازم گھر کے اندر نہیں آیا۔ جیسے ہی آریان کی کار نظروں سے اوجھل ہوئی، وہ چابیاں نکالتا اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

شہر سے کئی کلومیٹر دور ویران سی جگہ پر ڈھلان میں اترتی سڑک تھی۔ اس نے کار اونچائی سے زرا دور روک دی اور باہر نکل آیا۔ عصر کے بعد فضا میں خنکی بڑھ رہی تھی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

قدم بقدم وہ اوپر سڑک پر چڑھ رہا تھا۔ آنکھوں میں جلن ہونے لگی تھی۔ تنگ ہوتا تنفس سینے میں اٹکنے لگا تھا۔ سڑک کے دائیں طرف کھائی سی تھی۔ جس سے بچنے کے لئے سڑک کے کنارے چھوٹی سی باڑ لگی تھی۔ اس نے باڑ پھلانگی اور مٹی پر قدم رکھے۔ اکا دکا درخت نظر آرہے تھے۔ وہ چلتا ہوا ایک درخت کے نیچے آرکا۔ چند قدموں کے فاصلے پر کھائی شروع ہو جاتی تھی۔ کھائی زیادہ گہری نہیں تھی۔ سامنے بادلوں میں ڈوبتا سورج دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چند لمحے بھیگی آنکھوں سے کھائی کو دیکھتا رہا۔

"عرشی۔ "لڑکھڑاتے لہجے میں اس نے آہستگی سے پکارا تھا۔ آنسو چہرے پر لڑھکنے لگے۔ ذات میں اترے سناٹے گہرے ہونے لگے۔ تکلیف رگ وپے میں اترنے لگی۔

"میں آپ کو نہیں بچا سکا۔ میں کچھ نہیں کر سکا۔ "وہ گھٹنوں کے بل گرا تھا۔ شکستہ وجود، ہاری ہوئی ذات۔ برداشت سے باہر ہوتا کرب، دل کو کاٹتی اذیت۔

سلطان کے مطابق یہی وہ جگہ تھی جہاں عروش نے ان غنڈوں سے بچنے کے لئے چھلانگ لگائی تھی۔ اس کا دل جیسے کوئی مٹھی میں دبوچ رہا تھا۔

"آپ یہ ڈیزرو نہیں کرتی تھیں عروش۔ ان لوگوں نے آپ سے کیا وعدہ نہیں نبھایا۔ انہوں نے ماں کو مار دیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے سب چھین لیا عرشی۔ "اس کے چہرے پر پھسلتے آنسو مٹی پر گر کر جذب ہو رہے تھے۔ وہ کئی سالوں پہلے بھی اکیلا تھا، وہ آج بھی تنہا تھا۔

اس پوائنٹ سے کافی فاصلے پر ایک سیاہ اوڈی کھڑی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے لڑکے نے گردن موڑ کر پسنجر سیٹ پر براجمان وجود کو دیکھا جس کی نگاہیں حازم پر جمی تھیں۔ آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔

"تمہیں اس کے پاس جانا چاہئے عزم۔ "اس کی آواز میں وہی خفیف سی نرمی تھی۔ چہرہ ماسک سے چھپائے پرکشش آنکھوں میں گہری سنجیدگی تھی۔

عزم نے نفی میں سر ہلایا۔

"اسے پھر سے مار دینے کا حوصلہ نہیں ہے مجھ میں، سکیپر۔ میرے اصلیت سامنے آنے پر وہ نئے سرے سے ختم ہو جائے گا۔ "اس کی آواز ضبط سے بھاری ہو رہی تھی۔

سکیپر نے گردن موڑ کر درخت سے ٹیک لگائے حازم کو دیکھا جو زخمی نگاہوں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ اس کی گلابی پڑتی آنکھوں میں ٹھہری اذیت عزم کا دل چیر رہی تھی۔ ان آنکھوں سے گرتے آنسوؤں سے زیادہ تکلیف دہ کچھ نہ تھا۔

"تمہیں مجھ میں اس کی شبیہ دکھتی تھی؟" پر سوچ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

چہرہ رگڑتے ہوئے عزم نے اثبات میں سر ہلایا۔ سکیپر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"اچھا ہے۔"

عزم کے لب مسکراہٹ میں یوں ڈھلے جیسے اس کے اچھے ہونے میں اس کا کمال تھا۔

"کیا اب ہمیں چلنا چاہئے؟ "سکیپر نے نرمی سے پوچھا۔ عزم نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"بس کچھ دیر۔ جب وہ واپس چلا جائے گا پھر ہم بھی چلے جائیں گے۔ "اس کا لہجہ ملتجی تھا۔

"اوکے اوکے۔ ریلیکس۔ ہم یہیں ہیں۔ "اس نے جیسے تسلی دی۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

عصر ڈھلنے لگی تھی۔ مغرب میں کچھ ہی وقت رہ گیا تھا۔ حازم ویسے ہی تنے سے ٹیک لگائے گردن موڑے کھائی کو دیکھ رہا تھا۔ عزم نے بے چینی سے اسے دیکھا پھر گھڑی کو۔

"یہ اب تک یہاں کیوں ہے؟"

"خیر، مجھے اس کے ارادے نیک نہیں لگ رہے۔ "سکیپر آنکھیں سکیڑے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "تم سے جڑا کوئی انسان ہو اور ڈھیٹ نہ ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟ "اس نے آخر میں کندھے اچکائے۔

عزم نے سلگ کر اسے دیکھا۔

"کہہ کون رہا ہے؟ جس نے خود کو ڈھٹائی میں اگلے پچھلے ریکارڈ توڑے ہیں۔"

سکیپر نے مسکراہٹ دبائی تبھی وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"کوئی آ گیا ہے شائد۔"

عزم نے چونک کر دائیں طرف دیکھا۔ تنے کندھے ڈھیلے پڑے۔ چہرے پر سکون سا امڈ آیا۔

"اب ہم چلتے ہیں عزم۔ یہ اسے واپس لے جائیں گے۔"

عزم آنکھیں رگڑتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ سکیپر نے گہری سانس لی اور کار آگے بڑھا دی۔

ابھی ان کا منظرِ عام پر آنے کا وقت نہیں آیا تھا۔

"میرا دل چاہ رہا ہے کہ مار مار کر تمہارا حشر کر دوں۔"

حازم نے چونک کر گردن موڑی۔ کرنل عاصم برہمی سے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ وہ گہری سانس لے کر سیدھا ہوا۔

"ایک ہی دفعہ مار دو سب کو۔ قسطوں میں کیوں مار رہے ہو؟" ابرو بھینچے وہ واقعی غصے میں لگ رہے تھے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب میں نے کیا کیا ہے؟" کنپٹی دباتے ہوئے اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"موبائل کہاں ہے تمہارا؟"

اس نے بے اختیار جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا، آنکھوں میں ناسمجھی امڈ آئی۔ یاد آنے پر ماتھے کو چھوا۔

"کار میں ہی ہے۔ ڈیش بورڈ سے اٹھانا بھول گیا تھا۔"

عاصم نے ملامتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سر جھٹکا۔

"آپ کو کیسے پتہ کہ میں یہاں ہوں؟"

"آریان نے بتایا تھا کہ اس نے تمہیں یہاں کا ایڈریس دیا ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ تمہیں خود کو اذیت دینے کا شوق ہے۔"

وہ بنا جواب دیئے گردن موڑے ڈوبتے سورج کو دیکھتا رہا۔

"گھر چلنے کا موڈ ہے یا نہیں؟"

"میں نے آپ کی بات مان لی تھی۔" اس نے نگاہیں پھیرے بنا کہا۔

عاصم پل کے لئے کچھ نہ کہہ سکے۔

"تم اس سے مل آئے؟" دھیرے سے پوچھا۔

حازم نے سر کو اثبات میں خم دیا۔ عاصم زخمی انداز میں اسے دیکھتے رہے۔

" لہجے میں جھلکتی اذیت گہری ہوئی۔

"اس نے معافی مانگی، میں نہیں دے سکا۔" نظریں اب بھی نارنجی تھال پر جمی تھیں۔ آسمان پر نیلگوں سا اندھیرا پھیل رہا تھا۔

چند لمحے خاموشی سے بہہ گئے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہیں پتہ ہے، میں کتنا ڈر گیا تھا؟" انہوں بات پلٹتے ہوئے پھر سے اسے ڈپٹا۔

"فکر نہ کریں۔ خودکشی کی کوئی خواہش نہیں ہے مجھے۔" سکون سے کندھے اچکائے۔ کچھ دیر قبل کے جذبات مفقود تھے۔ چہرہ بے تاثر تھا۔

چند پل خاموشی چھائی رہی۔

"ایک بات پوچھوں؟" حازم کی مدھم آواز گونجی۔

"نہیں۔" وہ ابھی تک خفا تھے۔

"یعنی ضرور پوچھوں۔ "اس نے اثبات میں سر ہلایا۔عاصم نے تاسف سے اسے دیکھا۔اس کے انداز بالکل بھی نہیں بدلے تھے۔

"آپ کے بھائی کے اندر اتنا زہر کیوں بھرا ہوا تھا؟ "وہ جیسے یہ سوال کافی عرصے سے پوچھنا چاہ رہا تھا۔

عاصم نے چونک کر اسے دیکھا پھر گہری سانس لے کر سر جھٹکا۔حازم درخت سے ٹیک لگائے بغور انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کچھ لوگوں کی نیچر ہی ایسی ہوتی ہے۔ضروری نہیں کہ ہر کوئی زندگی کے حادثوں کے بعد ہی تلخ ہو۔کچھ کے ساتھ ازل سے ہی یہ مسئلہ ہوتا ہے۔وہ صرف بھابھی یا عروش کے ساتھ ایسا نہیں تھا۔بچپن سے اس کا رویہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی تھا۔ہماری ماں بچپن میں ہی چلی گئی تھیں۔ابو کو ویسے بھی پروا نہیں ہوتی تھی کہ ہم دونوں کیسی زندگی گزار رہے ہیں۔ جن پر کوئی نگرانی کرنے والا نہ ہو،وہ ایسے ہی بھٹک جاتے ہیں۔ "وہ اداسی سے سامنے ڈوبتے سورج کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ کیوں نہیں ایسے ہوئے؟ "

عاصم نے کندھے اچکائے۔

"پتہ نہیں۔میں خود آج تک نہیں سمجھ سکا۔"

"اسے ماں سے اتنی نفرت کیوں تھی؟عروش سے نفرت کی وجہ ماں ہی تھیں۔یہ میں سمجھ چکا ہوں۔لیکن ماں کا کیا قصور تھا؟"وہ جانچتی نگاہوں سے انہیں دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ڈوبتی شام کا فسوں چاروں طرف چھانے لگا۔

"کہانا،وہ شروع سے ہی ایسا تھا۔بھابھی سے شادی کی وجہ مظہر بھائی کا بزنس تھا۔شروع میں اس کا رویہ اتنا برا نہیں تھا۔تب وہ خود ایک ابھرتا ہوا بزنس مین تھا لیکن جب لگاتار خسارہ ہونے لگا تب اس نے بہت بار بھابھی سے کہا کہ اپنے بھائی سے مدد لیں،جس پر انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا۔تب اس کا رویہ زیادہ برا ہونے لگا۔تمہارے پیدا ہونے تک اس کا سارا بزنس ڈوب چکا تھا۔بھابھی کی جاب کی وجہ سے اتنے برے حالات نہیں ہوئے تھے لیکن وہ خود نشے اور جوئے کی لت میں پڑ گیا تھا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم خاموشی سے سن رہا تھا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔

"ماں نے اس سے طلاق کیوں نہیں لی جب وہ فنانشلی اسٹیبل تھیں۔ "اس نے ایک اور سوال اٹھایا۔ عاصم نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"وہ کبھی ڈومیسٹک وائلنس کی طرف نہیں گیا تھا۔ تمہاری ماں یا عروش پر اس نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ اس کا زہر زبان کی حد تک تھا۔ ویسے بھی ناجیہ کی زندگی میں اس کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر تھا۔ تمہارے بعد اس کا رویہ بہتر نہ سہی لیکن بہت حد تک ٹھیک ہو گیا تھا کیونکہ تم اکثر ان دونوں کے درمیان کی کشیدگی سمجھ جاتے تھے۔ وہ کبھی نہیں چاہتا تھا کہ اپنی ماں کی وجہ سے تم اس سے نفرت کرو۔ مجھے ہمیشہ لگتا تھا کہ تم اسے بدل دو گے کیونکہ ایسا ہونے لگا تھا۔ لیکن کوئی کسی کو نہیں بدل سکتا۔" انہوں نے ملال سے کہتے ہوئے سر جھٹکا۔

حازم لب کاٹتے ہوئے کھائی کے نیچے دیکھ رہا تھا۔ کئی کنکر، جھاڑیاں اور پتھر بکھرے تھے۔ کیا چھلانگ لگانے سے قبل اس نے اسے یاد کیا ہو گا؟ حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا جسے اس نے نگل لیا۔

"میری سیلف ڈیفنس کی کلاسز لینے کا فیصلہ بھی آپ ہی کا تھا نا؟" ضبط سے آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"میں نے صرف بھابھی کو تجویز دی تھی کیونکہ ہر بچے کو خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی خود کو بچانا آنا چاہیے۔ وہ مان گئیں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں گلابی نمی چمک رہی تھی۔

"اسی سیلف ڈیفنس کی وجہ سے عروش بچ گئیں اور اسی کی وجہ سے ابرش نے خود کو بچا لیا تھا۔ تھینکس ٹو یو۔"

عاصم نے خاموش نظروں سے اسے دیکھا۔

"انہیں تم نے سکھایا تھا۔"

"اس دن اغوا ہونے پر مجھے آپ نے بچایا تھا؟" گردن ترچھی کئے وہ انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

عاصم ذرا سا چونکے۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"جاننا اتنا بھی مشکل نہیں ہے۔ "اس نے کندھے اچکا دیئے۔

عاصم نے سر جھکا کر پیشانی رگڑی۔ آنکھوں میں نئے سرے سے کرب امڈ آیا۔

"اس حادثے سے دو دن قبل تم دونوں نے مجھے رک جانے کو کہا تھا۔ اگر میں رک جاتا تو یہ شائد یہ سب نہ ہوتا۔"

"یہ تب بھی ہونا تھا۔ یہ لکھا ہوا تھا۔ "اس نے بے اختیار انہیں ٹوکا۔ عاصم کی نگاہوں میں کچھ زخمی ہوا تھا۔ وہ ناجیہ کا بیٹا اور عروش کا بھائی تھا۔ وہ کبھی بھی قسمت کو الزام نہیں دے گا۔ وہ جانتے تھے۔

"لیکن میں ایک عرصہ خود کو الزام دیتا رہا۔ میں جانتا تھا کہ مظہر بھائی تمہاری اچھی کیئر کریں گے۔ اس طرف سے مجھے بے فکری تھی۔ لیکن میں پھر بھی خود کو تم سے دور نہیں کر سکا۔ میں بار بار تمہیں دیکھنے آتا تھا۔ تم اس سب سے نکلنے میں وقت لے رہے تھے لیکن وہ سب تمہارے ساتھ تھے۔ میں جانتا تھا کہ تم ایک دن نارمل ہو جاؤ گے۔ تمہارے آرمی جوائن کرنے سے تین سال قبل میری پوسٹنگ کوئٹہ ہو گئی تھی۔ تب میں تم سے کٹ گیا تھا۔ لیکن آرمی ٹریننگ کے دوران تمہیں دیکھ کر مجھے حیرانی نہیں ہوئی تھی۔ تمہیں وہیں آنا تھا۔"

حازم نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ یہ ذکر ہر دفعہ نئے سرے سے تکلیف دیتا تھا۔ کنپٹی مسلتے ہوئے اس نے انہیں دیکھا۔ وہ سر جھکائے انگلی سے مٹی پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔

وہ جن کا قرض دار تھا، اس لسٹ میں آج اضافہ ہوا تھا۔

"اب چلتے ہیں، کافی ٹائم ہو گیا ہے۔ "عاصم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے انہیں دیکھتا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم میرے ساتھ جاؤ گے۔ گاڑی کسی سے کہہ کر منگوا لیں گے۔ "وہ تحکم سے کہتے لاک کھول رہے تھے اور وہ پہلے کب انہیں انکار کر سکا تھا جو اب کرتا۔

"چاچو۔ "اس نے آہستگی سے پکارا۔

اور کوئی عاصم قمر سے پوچھتا کہ اس پکار کا انتظار انہوں نے کتنے سالوں تک کیا تھا۔ رستا دل مزید زخمی ہونے لگا تھا۔

گاڑی کا دروازہ کھولتے ان کے ہاتھ رکے۔ آنکھیں گیلی ہونے لگیں۔ وہ دھیرے سے اس کی طرف پلٹے۔ گلابی پڑتی آنکھوں کے ساتھ وہ دو قدم آگے آیا اور ان کے گلے لگ گیا۔

لمحے کے لئے عاصم ساکت رہ گئے۔ آنکھوں میں کئی جذبات ابھرے۔ آنسو چہرے پر لڑھکنے لگے۔ وہ ان کا بیٹا تھا، جو ان تک لوٹ آیا تھا۔ انہوں نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔

****

ڈائننگ ہال میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کھڑکیوں کے پار چڑھتی صبح دکھائی دے رہی تھی۔ تبھی مظہر کا موبائل بجا۔ انہوں نے رک کر دیکھا پھر کال اٹھالی۔

"السلام علیکم۔"

دوسری طرف کی بات سن کر ان کا چہرہ پل کے لئے متغیر ہوا۔ آنکھوں میں بے یقینی ابھری۔

"کب؟" دھیرے سے لبوں سے آزاد ہوا تھا۔

کچھ تھا ان کی آواز میں جس پر سب نے ہاتھ روک کر انہیں دیکھا۔ مظہر نے پیشانی رگڑتے ہوئے کال کاٹی۔

"سب ٹھیک ہے بابا؟" احمر نے تشویش سے پوچھا۔ انہوں نے لب کاٹتے ہوئے حازم کو دیکھا۔ ان کے دیکھنے پر اس نے بے اختیار مٹھیاں بھینچیں۔ کیا کچھ اور؟

"رضا نے خودکشی کر لی ہے۔"

سب شل رہ گئے۔ پل کے لئے حازم کا سانس رکا تھا۔ بھوری آنکھوں میں تکان ابھری۔

"یہ کیسے ہوا؟" ماہ گل نے بے یقینی سے پوچھا۔ ابرش اور میرال نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اس تک کسی نے زہر پہنچایا تھا۔"

ان سے کئی میل دور جیل کی مٹیالی دیواروں پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔ اپنے کمرے میں کھڑا ایس پی پوری قوت سے چیخ رہا تھا۔

"رات کو نشہ کر کے مرے تھے تم لوگ؟ ایسے کیسے کسی نے اس تک زہر پہنچا دیا؟ "اس نے کرسی کو ٹھوکر ماری۔ چہرہ غیض سے سرخ پڑ رہا تھا۔

"وہ اس میجر کا باپ تھا۔ اب اعلی حکام کو میں کیا جواب دوں گا؟ کیسے ایک مجرم نے خودکشی کر لی؟ "وہ کف اڑاتا طیش سے غرا رہا تھا۔

دائیں طرف چھوٹے سے کمرے میں ایک وجود پر سفید چادر پڑی تھی۔

چند گھنٹوں قبل:

التمش نے نظریں جھکا کر مٹھی میں جکڑی آرسینک کی پڑیا کو دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں برف سا تاثر تھا۔ وہ فرش پر بچھے بستر پر دوزانو ہو کر بیٹھا۔ مٹیالے جگ سے پانی کی دھار اسٹیل کے گلاس میں انڈیلنے لگا۔

ناجیہ نے اس کی طرف گردن موڑی۔ ہیزل آنکھوں میں زخمی سا تاثر تھا۔

"میں نے کبھی آپ سے کوئی امید نہیں رکھی نہ ہی کچھ مانگا ہے۔ لیکن اب حازم بڑا ہو رہا ہے۔ خدا کے لئے عروش کے ساتھ اپنا رویہ کچھ بہتر کر لیں۔ وہ اب کئی سوال کرتا ہے۔ اب میں کیا اسے یہی کہہ دوں کہ اس کا باپ اس کی بہن سے نفرت کرتا ہے؟ " آواز گیلی تھی۔

"مجھے اس کسی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ حازم کو میں خود دیکھ لوں گا۔ "سپاٹ آواز میں کہتے ہوئے اس نے کمبل گردن تک تان لیا۔ ناجیہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے۔

گلاس میں گرتی دھار سے کچھ قطرے آنسو کی صورت میں باہر کو چھلکے۔ انہی پتھریلے تاثرات کے ساتھ اس نے پڑیا کھولی اور سفید پاؤڈر گلاس میں ڈال دیا۔

"بابا۔ "معصوم سی آواز پر اس نے کوفت سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ گردن موڑ کر دیکھا۔ بیڈ کی سائیڈ پر ننھی عروش کھڑی تھی۔ بالوں کو سفید موتیوں والے ہیئر بینڈ میں جکڑے ہیزل آنکھوں میں معصومیت تھی۔ ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈال کر اس نے واپس کتاب چہرے کے آگے کر لی۔

"کل سکول میں پرائز ڈسٹریبیوشن سر منی ہے۔ آپ آئیں گے؟ "نہایت آس سے پوچھا۔

"میرے پاس ان فضول کاموں کے لئے وقت نہیں ہے۔ تم نے آخر پڑھ لکھ کر کیا کرنا ہے؟ "اکھڑ آواز میں کہتے ہوئے اس نے صفحہ پلٹا۔

خوبصورت آنکھوں کی جوت بجھ گئی۔ سفید موتیوں کی چمک ماند ہوئی۔

سفید موتیوں کی طرح پاؤڈر کے ذرات پانی میں گھلتے گئے۔ اس نے گلاس اٹھا کر چہرے کے قریب کیا۔ بے رنگ پانی میں کسی کا عکس چمکا تھا۔ لمحے بھر کو ہاتھ کانپا۔

"بابا، یہ بہت آسان ہے۔ میں آپ کو کر کے دکھاتا ہوں۔ "فلور کشن پر بیٹھے بچے نے اچک کر اس کے ہاتھوں سے ریموٹ لیا اور اسکرین کی طرف رخ موڑ کر تیزی سے لیورز گھمانے لگا۔ وہ اس کی حرکت پر ہلکا سا مسکرایا۔ گال تلے مٹھی رکھے وہ خاموشی سے بھوری آنکھوں میں چمکتے رنگ دیکھتا گیا۔ اس کی آنکھیں بالکل اپنے باپ جیسی تھیں، مگر ان میں جھلکتا تاثر اس نے اپنی ماں سے لیا تھا۔ چمک، نرمی، جاذبیت۔ وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

اوپر جھولتے بلب کی روشنی پانی پر منعکس ہو کر چمکی۔ اس نے ایک پل کے لئے آنکھیں بند کیں، گہری سانس لی اور گلاس لبوں سے لگا لیا۔ آنکھوں میں چھاتا سپاٹ تاثر سخت تھا۔ وہ ساکت بیٹھا دیوار کو دیکھ رہا تھا۔

"میری بیٹی کے ساتھ ایسا مت کیا کریں۔ "آنسوؤں سے بھری ہیزل آنکھیں۔

"کاش کہ آپ نے میری محبت سمجھی ہوتی۔ "لمبے بالوں والی زخمی انداز لئے لڑکی۔

"اس نے میری بہن کو بیچ دیا۔ "ویران آنکھوں والا ہوش کھوتا نوجوان۔

اس کا سانس حلق میں اٹکنے لگا۔بے اختیار اس نے مٹھیاں بھینچیں۔سانس کھینچنے کی کوشش کی مگر بے سود۔کوئی چیز سینے کو جکڑ رہی تھی۔دونوں ہاتھوں سے گلا تھامے وہ لڑھک گیا۔جسم نیلا پڑنے لگا۔سانس گھٹنے کی بدترین تکلیف آنکھوں کے آگے اندھیرا لا رہی تھی۔اس لمحے اس کے اندر شدید خوف امڈ آیا۔اس نے چیخنا چاہا لیکن آواز گھٹ چکی تھی۔یوں لگا جیسے جسم کے اوپر سے ٹرک گزر رہا ہو۔منہ سے جھاگ نکلنے لگی۔چند سیکنڈ وہ تڑپتا رہا پھر جسم ڈھیلا پڑنے لگا۔آنکھیں اوپر کو چڑھ گئیں۔ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

"پھر گمراہ رہنے دیتا ہے اللہ جسے وہ چاہتا ہے"

******

قبرستان میں چھایا وحشت ناک سناٹا روح میں اتر رہا تھا۔ڈوبتی شام میں درختوں کے پتے ہلکی ہوا سے سرسرا رہے تھے۔

وہ پنجوں کے بل قبر کے آگے بیٹھا تھا۔نگاہیں کتبے پر لکھے نام پر جمی تھیں۔خشک آنکھیں اور بے تاثر چہرہ۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

عقب سے قدموں کی چاپ ابھری۔

"حازم چلیں؟ "آریان کی دھیمی سی آواز ابھری۔

"میں آجاؤں گا۔تم لوگ جاؤ۔ "اس نے گردن موڑے بنا کہا۔آواز نارمل تھی۔

احمر نے بے بسی سے آریان کو دیکھا۔اس نے پلکیں جھپکا کر اسے تسلی دی اور چلنے کا اشارہ کیا۔

"جلدی آجانا۔ماما جان انتظار کر رہی ہیں۔ "یاد دہانی کروا تا وہ مڑ گیا۔

حازم وہیں بیٹھا رہا۔نظریں اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔لمحے بھر کو اپنے دل کو ٹٹولا۔

اس پل اسے خود سے خوف آیا تھا۔

کسی کے مرنے پر کون سپاٹ ہو سکتا تھا؟

"مجھے کوئی افسوس یا دکھ نہیں ہوا تھا ماما جان۔ ایک انسان ہونے کے ناطے ہونا چاہیے تھا۔ مگر مجھے کچھ محسوس نہ ہوا۔"

رات کو ماہ گل اس کے کمرے میں آئیں تو اس نے نگاہیں جھکا کر جیسے اعتراف کیا۔ انہوں نے خاموش نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"کیوں نہیں ہوا؟ "وہ نرمی سے اس کے سامنے بیٹھی پوچھ رہی تھیں۔

"شائد میں بے حس ہو چکا ہوں۔ "اس نے بے بسی پیشانی رگڑی۔

"تم بے حس نہیں ہوئے حازم۔ بس یہ ہے کہ آزمائشیں پڑ کر آسان ہو جاتی ہیں۔ یہ پتھر ہونا نہیں ہے، یہ سکینت ہے۔"

"میرا اس سے ایک رشتہ تھا۔ اسی کے ناطے کچھ تو افسوس ہونا چاہیے۔ "وہ واقعی خود سے تنگ آیا ہوا لگ رہا تھا۔

"عزت کروانا اور اپنا مرتبہ بچانا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے بیٹا۔ اس نے اپنا مرتبہ کھو دیا تھا۔ دل پر تمہارا اختیار نہیں ہے لیکن عمل پر ہے۔ تم اس کے لئے دعا کرو۔ اگر تمہیں لگ رہا ہے کہ تم پتھر ہو رہے ہو تو خدا سے اپنے لئے نرمی مانگو۔ "وہ آہستگی سے سمجھا رہی تھیں۔

"میں نے وہاں بیٹھ کر اسے معاف کرنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن نہیں کر سکا۔ "

"معاف کرنا ٹوٹل تمہاری اپنی چوائس ہے۔ کوئی تمہیں مجبور نہیں کر سکتا۔ ہاں لیکن معاف کر دو تو اس کا بہت اجر ہے، نہیں کر سکتے تب بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے نفل پڑھنے کا ثواب ہے لیکن نہ پڑھنے کا کوئی گناہ نہیں۔ لیکن معاف کر دینا دل کو نرم کرتا ہے۔"

وہ چند لمحے انہیں دیکھتا رہا پھر سر اثبات میں ہلا دیا۔ماہ گل نے نرمی سے آگے بڑھ کر اسے خود سے لگا لیا۔ان کے کندھے سے پیشانی ٹکائے وہ لمحے کے لئے خاموش رہ گیا۔ان کے آغوش میں آج بھی وہی محبت تھی جو اس کے رستے دل کو پر سکون کر دیتی تھی۔

وہ بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر لبوں پر لانے کی ہمت نہیں تھی۔وہ انہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں نے آپ کو بہت تنگ کیا۔کئی سال پہلے بھی اور اب بھی۔ "اس نے مدھم سی آواز میں اعتراف کیا۔ماہ گل نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کیں۔

"مگر تمہیں دیکھ کر وجود میں اترتا سکون بھی بے مول ہے۔ "کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔نہ ان کے انداز،نہ ان کی محبت۔

"آپ اتنی محبت کیسے کر لیتی ہیں؟ "سوال دل میں مچل رہا تھا،لبوں پر آ گیا۔

"ماں ہوں۔محبت نہیں کروں گی تو اور کیا کروں گی۔ "وہ نرمی سے کہتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔

"مگر آپ نے مجھے کبھی احساس نہیں ہونے دیا۔"

ماہ گل نے شانوں سے تھامے اسے خود سے علیحدہ کیا۔آنکھوں میں خفگی اتر آئی۔

"یہ سب کیوں سوچ رہے ہو؟مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ سب یاد آنے کے بعد تم نے مجھے ماں سمجھا ہی نہیں۔ "شکوہ کناں لہجے میں کہتے ہوئے حساب برابر کیا۔حازم نے تڑپ کر انہیں دیکھا پھر بے اختیار ان کے ہاتھ تھامے۔گرفت مضبوط تھی۔

"مجھ میں ایسا سوچنے کی ہمت بھی نہیں ہے۔"ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بے بس ہوا تھا۔ماہ گل نے نرمی سے اپنا ہاتھ نکالتے ہوئے اس کے چہرے پر رکھا۔

"تمہیں کچھ بھی سوچنے کی ضرورت نہیں ہے حازم۔ میں اپنے بیٹے کے پاس یہیں ہوں۔ وہ سب بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ "بچپن کی طرح انہوں نے اب بھی اسے تسلی دی۔ اپنے قریب ہونے کا احساس دلایا۔ اس کی بکھرتی ذات کو سمیٹنا چاہا۔ وہ آنکھوں میں حزن کی نمی لئے انہیں دیکھتا رہا۔

"انت حیاتی۔ "ان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگالیا۔ ماہ گل کے ہاتھ پر کئی آنسو گرے۔ انہوں نے تڑپ کر اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اٹھایا۔

"ایسے نہ کیا کرو، حازم۔ اگر تم جان لو کہ تمہارے آنسو مجھے کتنی تکلیف دیتے ہیں تو تم کبھی ایسے نہیں کرو گے۔ "ان کی بھیگی آواز میں کرب گھلا ہوا تھا۔

"میں کسی چیز کا شکریہ نہیں کروں گا لیکن احمر کے لئے میں آپ کا ہمیشہ احسان مند رہوں گا۔ وہ آپ کا بیٹا تھا جسے آپ نے مجھ سے جوڑ دیا اور مجھے احساس بھی نہیں ہوا کہ میں کب اس کا عادی ہو گیا۔ "آنکھیں رگڑتے ہوئے اس کے لہجے میں یاسیت تھی۔

"اس کے ہونے سے زندگی بہت سہل ہے حازم۔ میں تمہیں کبھی اس سب سے نہ نکال پاتی اگر جو احمر تمہارے ساتھ نہ ہوتا۔ "ان کی گیلی آواز میں مان تھا۔ آنکھوں میں فخر کی چمک تھی۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میرے سامنے تو کبھی کسی نے اعتراف نہیں کیا۔ "احمر کی شوخ آواز پر وہ دونوں بے اختیار چونکے۔ وہ آہستگی سے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ حازم نے بے اختیار آنکھیں رگڑیں۔

"چھپ کر باتیں سننا انتہائی غلط حرکت ہوتی ہے۔ "ماہ گل نے جیسے اسے لتاڑا تھا۔ احمر نے مسکرا کر ابرو چکائے۔

"ارے میں تو اپنا نام سن کر رک گیا۔ کوئی میرا عادی ہو گیا ہے اور مجھے پتہ ہی نہیں۔ "مسکراہٹ دبائے اس نے متاثر کن لہجے میں کہتے ہوئے گردن موڑی اور جو عادی ہوا تھا، بڑبڑا کر سر جھٹک کر رہ گیا۔ اب اگلے دس سال پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

"اس کا پھر دماغ الٹ گیا تھا؟ "ماہ گل کے برابر بیٹھتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ انہوں نے بے اختیار امڈتی مسکراہٹ دبائی۔ نظریں حازم کے چہرے پر ٹھہر گئیں جہاں خفگی امڈ آئی۔

"تم پر یہ دورے پہلے بھی پڑتے تھے یا اب ہی شروع ہوئے ہیں؟ "رخ موڑ کر اس نے ابرو چکائے پوچھا۔

"احمر۔ "ماہ گل نے جیسے تنبیہ کی۔ وہ بدمزہ ہو کر پیچھے ہوا۔

"ساری دنیا کہتی ہے کہ درمیان والے بچے کی کوئی قدر نہیں ہوتی لیکن یہاں تو یہ صاحبزادے وی آئی پی بنے ہوئے ہیں۔ "وہ جل کر بڑبڑایا۔

"تم جیلس ہو رہے ہو؟ "حازم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"میری جوتی کو بھی فرق نہ پڑے۔"

"دکھ رہا ہے کہ کتنا فرق نہیں پڑتا؟ "حازم نے جتایا۔ ماہ گل مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

غموں کے فیز سے انسان خود کو خود ہی نکالتا ہے لیکن اگر مخلص رشتے ساتھ ہوں تو سفر آسان بن جاتا ہے۔ اس کے اس لمبے سفر کو کئی سال پہلے بھی اور اب بھی، اس کے اپنوں نے گزارنا سہل بنا دیا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

چھ ماہ بعد:

کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے احمر نے مڑ کر حازم کو دیکھا۔ وہ ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑا بالوں کو برش کر کے پیچھے کر رہا تھا۔ سفید شرٹ پر بلیک کوٹ پہنے وہ کافی وجیہہ لگ رہا تھا۔ چہرہ فریش لگتا تھا۔ بھوری آنکھیں پرسکون سی تھیں۔

احمر اٹھ کر آگے آیا اور چند لمحے پرفیومز کی قطار کو دیکھ کر سوچتا رہا پھر جھک کر ایک باٹل اٹھالی۔ گردن پر اچھی طرح اسپرے کیا۔

"ارے بس؟ تھوڑا لگایا ہے یار۔ ایسا کرو باٹل توڑ کر خود پر انڈیل لو۔" اپنا مہنگا ترین پرفیوم یوں ضائع ہوتے دیکھ کر حازم نے تلملا کر مشورہ دیا۔

"نہیں بس اتنا ہی کافی ہے۔ "وہ بے نیازی سے کہتے ہوئے آف وائٹ شیروانی کے اوپری بٹن بند کرنے لگا۔

"یار حازم، میں کیسا لگ رہا ہوں؟ "بالوں کو ایک دفعہ پھر برش کرتے ہوئے احمر نے تذبذب سے پوچھا۔

حازم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"مجھ جتنے ہینڈسم نہیں۔" حساب برابر کرتے ہوئے ایک شیطانی مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔ احمر آنکھیں گھما کر سر جھٹکا۔

تبھی دھاڑ سے دروازہ کھلا۔ دونوں بے اختیار مڑے۔

"یاد رکھنا تم دونوں۔ جس دن میری شادی ہوئی خدا کی قسم میں صوفے سے نہیں اٹھوں گا اور تم دونوں کو بیٹھنے نہیں دوں گا۔" آریان آتے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ جینز پر سفید ٹی شرٹ پہنے اس نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔ بال بے ترتیبی سے ماتھے پر بکھرے تھے۔

"ایسا بھی کون سا کام کر دیا ہے تم نے؟ بس ہوٹل ہی تو بھیجا تھا۔" احمر نے ابرو چکا کر پوچھا۔ آریان نے صدمے سے اسے دیکھا۔

"ہوٹل میں پہلے ڈشز کا مسئلہ ہو گیا ہے، وہ بمشکل نپٹایا۔ ہال ڈیکور والوں کا اپنا سین چل رہا تھا۔ اوپر سے ہر سائز کے انکل اتنے خوبرو نوجوان کو دیکھ کر گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ تم دونوں سے اچھے تو مظہر انکل تھے جنہوں نے کئی دفعہ مجھے آرام کرنے کو کہہ دیا۔ تم لوگوں کو آرڈر دے کر بھول ہی گیا کہ کوئی مسکین سا دوست بھی ہے۔"

"خوبرو نوجوان؟ "حازم نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔ آریان سلگ اٹھا۔

"فی الحال تو جاؤ اور چینج کرو۔ ایسا لگ رہا ہے کہ تندور پر روٹیاں لگا کر آئے ہو۔ "احمر نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

حازم نے بے اختیار مسکراہٹ روکی۔ آریان نے خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"مجھے گھر ڈراپ کر کے آؤ۔ مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ "استحقاق سے مطالبہ کر کے پیچھے ہوا۔

"میرا ولیمہ ہے آج۔" حازم نے یاد دہانی کروائی۔

"احمر کا نکاح بھی ہے۔ ایک میں ہی رہ گیا ہوں۔ "اسے نیا غم یاد آ گیا۔ "جھوٹے منہ نہیں تم لوگوں نے کہا کہ اکیلے سہرے سجاتے اچھے نہیں لگیں گے، بھائی کو ساتھ ملا لیتے ہیں۔ مگر نہیں، ایسے تو مفت کا نوکر ہاتھ سے نکل جاتا۔"

"بھائی چپ کر جا۔" احمر نے بے اختیار ہاتھ جوڑے۔

"چلو اٹھو۔ میں چھوڑ آتا ہوں۔ "حازم نے ٹیبل سے چابیاں اٹھاتے ہوئے کہا۔

"واپس لے کر بھی آؤ گے۔ "شان بے نیازی سے حکم دیا۔ حازم نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے سر جھٹکا۔

ماہ گل نے برائیڈل روم کا دروازہ دھکیلا۔ لپ اسٹک سیٹ کرتی ابرش نے مڑ کر دیکھا اور ہلکا سا مسکرائی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو، بیٹا۔" انہوں نے محبت سے اس کی پیشانی چومی۔

پستہ گرین پاؤں تک آتا فراک پہنے وہ واقعی خوبصورت لگ رہی تھی۔ ہلکا سا میک اپ کئے سنہرا چہرہ دمک رہا تھا۔ بال لوز کرلز کی صورت میں کندھے پر ڈال رکھے تھے۔

"تم خوش ہونا آبی؟"

آئینے میں اپنا عکس دیکھتی ابرش اداسی سے مسکرائی۔ سر کو خم دیا۔

"اگر امی اور خالہ ہوتیں تو آج ان سے زیادہ خوش کوئی نہ ہوتا۔ "سیاہ آنکھوں میں یاسیت سی مسکراہٹ تھی۔

"وہ اب بھی بہت خوش ہوں گی ان شاء اللہ۔ آج اداس نہیں ہونا۔"

حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"میں اور حازم آپ کی محبتوں کے ہمیشہ مقروض رہیں گے۔"

ماہ گل نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا آبی۔ تم دونوں سے محبت کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔" انہوں نے نرمی سے باور کروایا۔ انگلی کی نوک سے آنکھ صاف کرتے ہوئے ابرش نے سر کو خم دیا۔

"میں اب ذرا دیکھ لوں کہ یہ لڑکے کہاں غائب ہیں؟" وہ باہر کی طرف بڑھ گئیں۔

ابرش نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔

"الحمد اللہ۔" اپنا عکس دیکھتے وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔

******

ابرش نے راہداری کے آخری کمرے کا دروازہ دھکیلا۔ اندر سفید روشنیاں جل رہی تھیں۔ صوفے پر بیٹھے حازم نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ سینٹرل ٹیبل پر رکھے لیپ ٹاپ پر تیزی سے انگلیاں چل رہی تھیں۔

"محترمہ آپ کون؟" نظریں لیپ ٹاپ پر جمائے اس نے کہا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

تکیے پر کور چڑھاتی ابرش نے مڑ کر اسے دیکھا۔ بال آدھے کیچر میں بندھے تھے باقی کمر پر بکھرے تھے۔ چھوٹی لٹیں چہرے کے گرد ٹھہری تھیں۔ اس کے چہرے کی چمک آج بھی مسحور کر دینے کے لئے کافی تھی۔ کلائی میں لپٹا گولڈن بریسلٹ دمک رہا تھا۔ ایک زنجیر کی صورت میں بندھا تھا جس کی ہک پر لگے ستارے لٹک رہے تھے۔ اس نے بے اختیار ابرو چکائے۔

"مس کر رہے تھے؟"

حازم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو استحقاق سے سوال پوچھتی مڑ گئی تھی۔

"خوش فہمی اچھی ہے لیکن میں سکون کے گھنٹے گن رہا تھا۔ جلدی ختم ہو گئے۔ "سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ پھر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گزرے وقت میں وہ کافی حد تک سنبھل گیا تھا۔ بھوری آنکھوں میں نرم سا تاثر تھا۔ وہی جو ناجیہ کے حازم کا خاصہ تھا۔

"برداشت نہیں ہو رہی تو واپس چلی جاتی ہوں۔ "ابرش نے تحمل سے کہا تھا۔

"نہیں اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔ میں اکثر برداشت کر لیتا ہوں۔ "بے نیازی سے کہتے ہوئے اس نے بال پیچھے کئے۔ ابرش نے بڑبڑا کر سر جھٹک دیا۔

"خیر، تمہیں کچھ دینا تھا۔ "وہ لیپ ٹاپ آف کرنے لگا۔ ابرش نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا۔

"واہ یاد آ گیا؟ بالآخر شادی کے دو ہفتوں بعد کچھ دینے کا خیال آ ہی گیا ہے۔"

اسکرین گراتے ہوئے حازم نے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں صدمہ امڈ آیا۔

"یہ جو بریسلٹ تم نے پہن رکھا ہے، یہ اوپر سے گرا تھا نا؟ اور جو وارڈروب بھری پڑی ہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟" جتاتے ہوئے بیڈ کے کنارے بیٹھا۔ ابرش نے خفگی سے اسے دیکھا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اب تم گفٹس جتاؤ گے؟"

کندھے اچکاتے ہوئے حازم نے جھک کر سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا اور ایک سفید لفافہ نکال کر ابرش کی طرف بڑھایا۔ اس نے نا سمجھی سے لفافہ تھامتے ہوئے کھولا۔ حازم ویسے ہی لب دبائے اسے دیکھ رہا تھا۔ کاغذ پڑھتے ہی اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ سیاہ آنکھوں میں بے یقینی امڈ آئی۔

"یہ کیا ہے؟"

"اس پر لکھا ہوا ہے لیکن میں بتا دیتا ہوں۔ عمرے کے ٹکٹس ہیں۔ "انتہائی لاپروائی سے کہہ رہا تھا۔

"تم۔۔ تم نے کہا تھا کہ ایمیگریشن میں مسئلہ ہو رہا ہے۔ اس سال نہیں جا سکتے۔ "وہ ہنوز بے یقین تھی۔

"لیکن اب جا رہے ہیں۔"

جذبات پر قابو پانے کے لئے اس نے بے اختیار لبوں پر مٹھی رکھی۔ آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"اتنا ایموشنل کیوں ہو رہی ہو؟" حازم نے کہنی کے بل وہیں نیم دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔ بھوری آنکھوں میں چمک سی تھی۔

"تم نہیں جانتے، میری کتنی بڑی خواہش تھی۔ تھینک یو سو مچ۔" وہ گیلی آنکھوں سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔

"یہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہوتا آبی۔ وسائل نہ بھی ہوں تب بھی اگر اللہ چاہے تو راستہ نکل آتا ہے۔" اس نے نرمی سے سمجھایا۔ ابرش نے آنکھیں رگڑتے ہوئے ایک بار پھر ٹکٹس کو دیکھا۔

ایک نئے ستارے کو جنم لینے کے لئے ایک دھماکے کی ضرورت ہوتی ہے جسے ہم 'نیبولا' کہتے ہیں۔ بظاہر دیکھنے سے یہی لگتا ہے کہ اس دھماکے کے بعد سب ختم ہو گیا لیکن وہی دھماکہ ایک ستارے کو تشکیل دیتا ہے۔ ٹھیک ایسے ہی حادثات ہمیں ایک مختلف لیکن بہتر انسان بنا دیتے ہیں۔ بس ذرا سی برداشت اور تحمل کی ضرورت ہوتی ہے۔

حازم مسکراہٹ دبائے کچھ کہہ رہا تھا، آنکھیں رگڑتی ابرش نے چڑ کر اسے جواب دیا تھا۔

ان کا سیاہ وقت گزر چکا تھا۔ زیاں کے بعد اب حاصل کا وقت تھا۔ اب مقامِ صلہ تھا۔ اب مقامِ جزا کی باری تھی۔

******

سیاہ ہوتے آسمان کو بادلوں نے ڈھانپ رکھا تھا جو تڑاتڑ برس رہے تھے۔ لاؤنج خاموش پڑا تھا۔ بنا آواز پیدا کئے اس نے راہداری پار کی۔ کلائی میں پہنی گھڑی رات کے ڈھائی کا وقت دکھا رہی تھی۔ اس نے آہستگی سے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور اس طرح دروازہ کھولا کہ کوئی آواز پیدا نہ ہو۔

کمرے میں سائیڈ لیمپ جل رہے تھے۔ قبلہ رو بیٹھی ابرش نے مڑ کر دیکھا۔ ابرو خفگی سے سکیڑے اس نے جائے نماز تہہ لگایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم جاگ رہی ہو؟ "حازم صوفے پر بیٹھا۔

"آگیا یاد کہ کوئی گھر بھی ہے؟ "شعلہ بار نگاہوں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

حازم نے گیلے بال پیچھے کرتے ہوئے اسے دیکھا۔وہ سامنے کھڑی سینے پر بازو لپیٹے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کہو تو واپس چلا جاتا ہوں۔ "وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے کہ میں کتنی دیر سے یہاں خوار ہو رہی ہوں؟"

"نہیں۔ "بھوری آنکھوں میں شرارت تھی۔

ابرش کا چہرہ سرخ ہوا۔

"تمہیں تو ویسے بھی پروا نہیں ہے کہ میں کتنی دیر سے انتظار میں سوکھ رہی ہوں۔بندہ ایک کال ہی کر دیتا ہے یا میسج چھوڑنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟لیکن نہیں،حازم ہو اور اپنی مرضی نہ کرے،ہو ہی نہیں سکتا۔میں بھی تو اتنی بیوقوف ہوں،سکون سے سو جاتی۔میرا ہی دماغ خراب ہے۔اب ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ گال تلے مٹھی رکھے خاموشی سے سن رہا تھا۔ابرش کے تپ کر سوال کرنے پر کندھے اچکائے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کچھ اور رہ گیا ہو گا۔اور کر لو۔"

ابرش کا گویا دماغ گھوم گیا۔

"کہاں غائب تھے اور کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟"مٹھیاں بھینچے ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"گھر گیا تھا اور موبائل ڈیڈ ہو گیا تھا۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم پریشان ہو گی ورنہ بتا دیتا۔ "رسان سے کہتے ہوئے مسکراہٹ دبائی۔

"میں پریشان نہیں ہوئی تھی۔ "ابرش نے بے اختیار ٹوکا۔چہرہ خفت سے سرخ پڑنے لگا۔

"تو کیا بہت زیادہ پریشان ہوئی تھیں؟"

ابرش نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔

"کوئی کام نارمل انسانوں والا ہے تمہارا؟"

"نہیں، اسی لئے تو تم سے نکاح کیا ہے۔" بے نیازی سے کہتے ہوئے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

ابرش پل کے لئے رکی پھر دانت کچکچاتے ہوئے اٹھی۔

"بس؟ کچھ اور رہ گیا ہو گا۔ یاد کر لو۔" حازم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

ابرش نے ضبط سے آنکھیں میچ کر کھولیں اور گہری سانس لی۔

"میں کھانا لگا رہی ہوں۔ فریش ہو کر آ جاؤ۔"

"الحمد اللہ۔ بڑی مہربانی آپ کی۔"

باہر نکلتے ہوئے ابرش نے اس کی بڑبڑاہٹ سنی۔ سر جھٹک کر وہ آگے بڑھ گئی۔ یہ بندہ آج بھی اسے زچ کر دینے کی ہر صلاحیت رکھتا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

لاؤنج کی کھڑکیوں سے بارش کی بوندیں ویسے ہی ٹکرا کر گر رہی تھیں۔ ابرش نے پل کے لئے رک کر بھیگی کھڑکیوں کے شیشوں کو دیکھا۔

اس کی حازم کے آگے اوورریکٹ کرنے کی وجہ یہ بارش ہی تھی۔ وہ آج تک اس خوف سے باہر نہیں آ سکی تھی۔

******

اکثر زائرین گروپ کی شکل میں عمرہ کرنے آتے ہیں۔ ان کا سارا ٹور پہلے سے پلان شدہ ہوتا ہے اور وہ اپنے گروپ کے بغیر نہیں نکل سکتے۔ ان کے پک اینڈ ڈراپس کمپنی کے ذمے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرا آپشن غیر ملکیوں کے

لئے یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بل بوتے پر آئیں۔ انہیں پھر سب کچھ خود اریج کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس بات کی سہولت ہوتی ہے کہ جہاں مرضی چاہیں جاسکتے ہیں۔

رات کے ساڑھے نو ہو رہے تھے۔ سڑکوں کے اطراف میں لگے زرد سٹریٹ لیمپ اور کھجور کے درختوں کی لمبی قطاریں منظر کو خوبصورت بنا رہے تھے۔

مکہ میں کار پارکنگ کے قوانین بہت سخت ہوتے ہیں۔ حرم سے کئی کلومیٹر دور پارکنگ لاٹ ہے جہاں کار پارک کرنے کے بعد سڑکیں کراس کر کے حرم کی حدود شروع ہوتی تھی۔

حازم نے ایک لمبی سی سڑک کے کنارے کار روکی اور گردن موڑ کر ابرش کو دیکھا۔ اطراف میں لوگ چل رہے تھے۔ اکا دکا سٹالز بھی لگے تھے۔ رات اپنے عروج پر تھی۔

"اس سڑک پر سیدھا چلو تو حرم کی حدود شروع ہو جائیں گی۔ پارکنگ لاٹ بہت دور ہے۔ میں کار پارک کر کے آتا ہوں۔ تم آگے چلی جاؤ گی نا؟"

ابرش نے لب دبائے ونڈ اسکرین کے پار دیکھا اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

"گڈ۔ اگر مل سکے تو اچھا ہو گا ورنہ موبائل آن رکھنا۔ عمرہ کر کے مجھے کال کر دینا۔"

"تمہیں اتنا کیسے پتہ ہے؟ پہلے آئے ہو؟ "اس نے سوالیہ ابرو چکائی۔

"دو سالوں پہلے جب آرمی میں تھا تب تین ہفتوں کے لئے آیا تھا۔ لیکن عمرہ نہیں ہو سکا تھا۔ ڈونٹ وری، مفت کا گائیڈ تمہارے ساتھ ہی ہے۔" اس نے مسکراہٹ دبائے آخر میں کہا۔

ابرش ہلکا سا مسکرائی اور باہر نکلی۔ اس کے نکلتے ہی حازم کار ریورس کرنے لگا۔ اسے آگے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ گہری سانس لیتی آگے بڑھ گئی۔

مارچ کے مہینے میں کافی اچھا موسم ہو رہا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ ارد گرد کئی غیر ملکی لوگ تھے۔ سڑک کے اطراف بہت سے ریسٹورنٹس تھے۔ اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

سڑک کے اختتام پر سفید ٹائلز کی حدود شروع ہوئی۔

ابرش نے رک دیکھا اور پھر سیاہ آسمان پر نظر ڈالی۔ وہ ان پاکستانیوں میں سے نہیں تھی جو بنا تیاری کے عمرے کے لئے آجاتے تھے۔ پھر نہ انہیں مناسک کا پتہ ہوتا ہے اور نہ ہی مشکلوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں آنے سے قبل اس نے عمرے سے آئے لوگوں کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھی تھیں اور کئی ویڈیوز بھی دیکھی تھیں۔ وہ تیاری کر کے آئی تھی۔

"میں حاضر ہوں یارب۔ "وہ بڑبڑائی۔ جذبات ابل رہے تھے۔ اسے بلا لیا گیا تھا۔

اللہ۔ رب۔ مالک۔ مدبر

قرآن کا آغاز الحمد اللہ سے ہوا ہے۔ حمد میں تعریف اور شکر دونوں کا عنصر ہوتا ہے۔

"ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہی ہیں۔"

دو سفید عالیشان مینار نظر آنے لگے۔ ان کے پیچھے بلند کلاک ٹاور پوری آب و تاب سے کھڑا تھا۔ سبز روشنی میں دمکتی وہ جہازی سائز گھڑی دور سے ہی نظر آتی تھی۔ سفید ٹائلز سے مزین کشادہ صحن کے بائیں طرف بڑے دروازے کھلے تھے۔ جن پر عرب بادشاہوں کے نام لکھے تھے۔

اللہ کو ہماری تعریف یا عبادت کی ضرورت قطعی نہیں ہے۔ یہ ہم ہیں جن کو اس کی اشد ضرورت ہے۔ آسمان میں چار انگلیوں کے برابر بھی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدہ نہ کر رہا ہو۔ ان فرشتوں کے بوجھ سے آسمان چرچرا رہا ہے۔ ان کا کام قیامت تک صرف اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ لیکن جب روزِ قیامت اللہ کو دیکھیں گے تو وہ پکار اٹھیں گے کہ ہم نے احسن طریقے سے تیری عبادت نہیں کی۔

وہ آہستگی سے ایک گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ اندر چھت سے ڈھکا ہال تھا۔ سفید سارستہ سامنے کو جا رہا تھا۔ اطراف میں دبیز قالین بچھے تھے۔ جن کے ساتھ گولڈن ریکس میں قرآن پاک رکھے تھے۔ پنکھے فل سپیڈ سے چل رہے تھے۔ اسے پتہ ہی نہ چلا کب اس کا چہرہ گرم مائع سے بھیگنے لگا۔

کبھی سوچا ہے کہ قرآن میں ہر چند آیات کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا ذکر کیوں آجاتا ہے؟ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں لیکن ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان آیات میں مومنوں کے لئے تسلی کا احساس ہے۔ کیسے؟ اللہ نے اوپر تلے سات آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے کھڑا کیا ہے اور اس متوازن طریقے سے کھڑا کیا ہے کہ ان آسمانوں کے بیچ بسی کائنات سلامت کھڑی ہے۔ یہ آسمان جیسے بغیر کسی عماد کے معلق ہیں۔ لیکن اللہ نے انہیں تھاما ہوا ہے۔ سو ہماری زندگی جو تذبذب کے عالم میں دوراہے پر کھڑی ہے۔ کیا اللہ نے اسے نہیں تھاما؟ ہم کیوں ہمت ہار جاتے ہیں؟ قرآن پڑھتے ہوئے اللہ تسلی دیتے ہیں کہ جس طرح اس نے آسمانوں کو بیلنس کیا ہوا ہے، ویسے ہی تمہاری زندگی بھی اس نگاہ میں ہے۔ سب اس کے حوالے کر کے پر سکون ہو جاؤ۔

سامنے برآمدوں کے پار سیاہ سی جھلک دکھائی دی تھی۔ لمحے بھر کو اس کا دل بری طرح دھڑکا۔ قدموں میں لرزش پیدا ہوئی۔ وہ کہاں پیش ہونے جا رہی تھی، یہ احساس بہت قیمتی تھا۔ وہ آگے بڑھی۔

BEING THE STRING OF YOUR

سنہری آیات سے مزین سیاہ کعبہ واضح ہوا تھا۔

وہ لمحہ ہر احساس پر حاوی تھا۔

وہ ایک نظر بہت انمول تھی۔

وہ منظر نگاہوں میں ٹھہر گیا تھا۔

رب کا رعب کندھے جھکانے لگا تھا۔

مٹھی لبوں پر رکھے اس نے آنکھیں بند کیں۔ چہرے پر پھسلتے آنسو اسکارف میں جذب ہو رہے تھے۔

ہماری زندگی میں کتنے ایامِ اللہ ہوتے ہیں؟ کیا کبھی ہم نے ان دنوں کا شکر ادا کیا؟

ایام اللہ وہ دن ہوتے ہیں جب ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہوں اور اللہ ہمیں بچالے۔ دنیا کے سامنے رسوا ہونے میں تھوڑا ہی فرق رہ جاتا ہے لیکن وہ ہمارے گناہوں پر پردے ڈال کر ہمیں بچالیتا ہے۔ دنیا کے سامنے بے عزت نہیں ہونے دیتا۔ جب اللہ ہمیں تباہی سے بچالے، وہ دن یوم اللہ ہوتا ہے۔

لمحے کے لئے سوچیں کہ اگر اللہ آپ کو اس دن نہ بچاتا تو آپ کہاں کھڑے ہوتے؟

کعبہ کو نگاہوں میں رکھے وہ سیڑھیاں اتری۔ سفید ٹائلز کی ٹھنڈک وجود پر حاوی ہو رہی تھی۔ انسانوں کا مجمع تھا جو طواف کر رہا تھا۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑی رہی۔ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں وہ کعبے کو دیکھے جا رہی تھی۔

کوئی اتنا سحر انگیز کیسے ہو سکتا ہے؟

ان دنوں کا شکر، نعمتوں کا شکر جو ہمارا حق نہیں تھیں، مسلمان پیدا کرنے کا شکر، مکمل جسم عطا کرنے کا شکر اور لسٹ لمبی ہوتی جائے گی۔ ہمیں کیا کرنا ہے؟ صرف شکر۔

شکر وہ احساس ہے کہ جو عطا ہوا ہے، بہترین ہے۔

شکر اس کیفیت کا نام ہے کہ جب نعمتوں کا حق ادا کیا جائے۔

سب سے بڑھ کر شکر ایسا قلب رکھنا ہے جس کو یقین ہو کہ جو نہیں ملا وہ کبھی نہ کبھی مل جائے گا۔

جو شکر کرتے ہیں، ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟

وہ آہستگی سے انسانوں کے اس مجمع میں داخل ہو گئی۔ عورتوں کے ایک گروپ کے ساتھ اس نے طواف شروع کیا۔ چہرہ رگڑتے ہوئے ہاتھ آہستہ سے اٹھا دیئے۔ آنسو اب ہاتھوں کے پیالے میں گرنے لگے تھے۔ ایک طویل چکر کے بعد گردن موڑ کر اس نے مقامِ ابراہیم کو دیکھا (وہ پتھر جہاں ابراہیمؑ کے پاؤں کے نشان ثبت تھے)۔ وہاں لوگوں کا جمِ غفیر تھا۔ بے ساختہ آگے جانے کی خواہش ابھری جسے اس نے دبا لیا۔ وہاں رش بہت زیادہ تھا۔

")اور جب تمہارے پروردگار نے آگاہ کیا کہ اگر شکر کروگے تو میں زیادہ دوں گا اور ناشکری کروگے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔("

نعمتوں میں اضافے کا کلیہ صرف شکر کرنا ہے۔ آپ جس نعمت کا شکر ادا کریں گے، اس میں برکت آجائے گی۔ برکت زیادہ ہونے کو نہیں کہتے، برکت کہتے ہیں کہ جو ہے، وہ کافی ہو جائے۔ سو جس نعمت میں اضافہ چاہتے ہیں، اس کا شکر ادا کریں۔

بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اس نے تڑپ کر اپنے لئے معافی مانگی۔ وہاں دنیا بھول جاتی ہے، صرف رب یاد رہ جاتا ہے۔ انسانوں کے اس مجمعے میں وہ اکیلی تھی۔ بروزِ قیامت بھی اکیلی ہو گی۔ یہ احساس اسے مٹی کر دینے کے لئے کافی تھا۔

ناشکری کرنے والوں کے لئے عذاب ہے۔

عذاب کیا ہوتا ہے؟ کسی چیز سے مٹھاس نکال لینا اور پیچھے کڑواہٹ رہ جاتی ہے۔

دنیاوی عذاب یہی تو ہوتا ہے کہ زندگیوں سے ناشکری کے باعث مٹھاس نکل جاتی ہے۔ دل بے سکون ہوتا ہے۔ گھروں میں جھگڑے ہوتے ہیں۔ شکر گزاری سکون تک لے جاتی ہے اور ناشکری زندگی تباہ کر دیتی ہے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

بے آواز روتے ہوئے وہ اس کی رحمت مانگتی گئی۔ وہاں آنسو چھپانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں ہر ایک کی اپنی کہانی تھی۔ سات چکر لگانے میں گھنٹہ لگ گیا تھا۔ آخری چکر کے اختتام پر اس نے گردن موڑ کر کعبہ کو دیکھا۔ آنسو ویسے ہی بہہ رہے تھے۔ طواف کے بعد وہیں کچھ دور اس نے دو نفل ادا کئے۔ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ کتنی ہی دیر وہاں بیٹھی رہی۔

شکر سے پہلے قناعت اختیار کرنے ہو گی۔ جو ہے اس پر راضی ہونا قناعت ہوتا ہے۔ قانع ہونا ہمیں شکر تک لے جائے گا اور شکر گزاری ہمیں غنی بنا دے گا۔ غنا دل کی بے نیازی کا نام ہے۔ وہ جس کو لوگوں کی یا مال کی فکر نہیں ہوتی۔ اسے دنیا کا خوف نہیں ڈراتا۔ پھر ہم لوگوں سے اور اس دنیا سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

اللہ خود غنی ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے بھی غنا ہی پسند کرتا ہے۔

سو جو ہے اس پر راضی ہو جائیں، پھر جو نہیں ہے اس کا غم نہیں ستائے گا۔

روح ہر بوجھ سے آزاد ہونے لگی۔ رستے دل میں سکون اترنے لگا۔ ساری محرومیاں بھاپ بن کر اڑ گئیں۔ وہ جہاں آ گئی تھی وہاں سے آگے جانے کی کوئی چاہ نہ رہی تھی۔

رضیت باللہ ہی ربا کہہ دینے والوں کا بھی رب کے سامنے الگ ہی مقام ہوتا ہو گا۔

******

"یہ البیک ہے؟"

ابرش نے سر اٹھا کر حازم کو دیکھا جس نے کندھے اچکا دیئے۔ دوپہر کے کھانے پر دونوں ریسٹورنٹ آئے ہوئے تھے۔

"یہاں کا سب سے بیسٹ فاسٹ فوڈ کون سا ہوتا ہے؟" آرڈر دینے سے پہلے ابرش نے حازم سے پوچھا تھا۔

"البیک۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

چکن بروسٹ کے ساتھ فرنچ فرائز ٹرے میں سجی تھی۔ ساتھ ایک خالی برگر تھا کہ اسے خود بھر لو۔ کوک کے کین، کیچپ اور ساسز۔

پہلا نوالہ منہ میں رکھتے ہی ابرش نے بے اختیار رک کر حازم کو دیکھا۔ اس نے سوالیہ ابرو چکائے۔

"یہ البیک ہے؟" آنکھوں میں مایوسی تھی۔

"مادام کہا جاتا ہے کہ لوگ لبیک کہتے ہوئے جاتے ہیں اور البیک کہتے ہوئے واپس آتے ہیں۔ خیر مکہ کے فاسٹ فوڈ اتنے مزے کے نہیں ہوتے۔ باقی شہروں کا ٹیسٹ کافی اعلی ہے۔"

"اور یہ تم مجھے اب بتا رہے ہو؟ "فرنچ فرائز کیچپ میں ڈپ کرتے ہوئے اس نے خفگی سے پوچھا۔

"میں نے کون سا کبھی ٹرائے کیا ہے؟ نہیں پسند آرہا تو کچھ اور دیکھ لیتے ہیں۔ "فراخدلی سے آفر کی گئی تھی۔ سفید لائننگ والی بلیک ڈریس شرٹ پہنے وہ گزرے دنوں کی بہ نسبت فریش لگ رہا تھا۔ بال حسب معمول پیچھے کو جمے تھے۔

"نہیں، میں کھالوں گی۔ "بے دلی سے کہتے ہوئے گلاس لبوں سے لگالیا۔

"بروسٹ کو برگر میں بدل لو۔ "بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے حازم نے مخلصانہ مشورہ دیا۔

ابرش نے نہایت معصومانہ انداز میں اسے دیکھا۔

"تم بنادو گے؟"وہی سات سال کی ابرش کا معصومیت بھرا انداز۔

حازم نے ابرو چکا کر اسے دیکھا۔

"میں؟ "وہی دس سال کے حازم کا اٹیٹیوڈ۔

اس نے سادگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم لب بھینچے اسے دیکھتا رہا پھر سر جھٹکتے ہوئے کانٹا اٹھالیا۔ وہی کئی سالوں پہلے ابرش کے آگے ہار ماننے والا رویہ۔

فورک کی مدد سے چکن پیس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے۔ کیچپ اور باقی دی گئی ساسز بن پر پھیلائیں۔ چکن کے پیس اور ساتھ فرنچ فرائز کے ٹکڑے رکھ کر دوسرا بن اوپر رکھا۔ پلیٹ میں سجا کر اس کے آگے رکھ دیا۔ لب بھینچے اب کولڈ ڈرنک کا کین کھول رہا تھا۔

ابرش ٹھوڑی تلے مٹھی رکھے مسکراہٹ دبائے اسے دیکھ رہی تھی۔ حازم حیدر رضا سے کام کروانے سے بڑی کوئی خوشی نہیں تھی۔

"تھینک یو۔ "متانت سے کہتے ہوئے اس نے کین لبوں سے لگالیا۔ آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"میں تمہاری مسکراہٹ سمجھ رہا ہوں۔ "حازم نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر سر جھٹک دیا۔

ابرش ہلکا سا ہنس دی۔

"اتنا کنفیوژ کیوں رہے ہو؟ اپنے ہاتھوں سے بیوی کے لئے لنچ بنایا ہے۔ اس میں کیا ہے؟ "مسکراہٹ دبائے وہ کہنی میز پر ٹکائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا میں کچھ کہہ رہا ہوں؟"

"مگر مجھے بہت کچھ سنائی دے رہا ہے۔ "جو آپ کو زچ کر کے رکھ دے، اسے تنگ کرنے میں بھی اپنا ہی مزہ تھا۔

"تم کھانا کھاؤ گی یا میں تمہیں یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں؟"

ابرش نے مسکراہٹ روکتے ہوئے برگر اٹھا لیا۔

کئی سالوں بعد حازم کو تنگ کرنے میں مزہ آیا تھا اور بہت زیادہ آیا تھا۔

کیا وقت تھا وہ بھی۔

****

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کعبہ کے سامنے کھلے سے ہال کے دائیں طرف عورتوں کا ہال تھا۔ ابرش پلر سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ زیرِ لب اذکار پڑھ رہی تھی۔ تبھی اس کا موبائل بجا۔ اس نے نکال کر دیکھا۔

حازم کالنگ۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ خیریت؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ ہم ایک طواف اکھٹے کر لیں؟ "اس کی دوستانہ آواز ابھری۔

"اس وقت؟ "اس نے کھلے برآمدوں کے پار ڈوبتی رات کو دیکھا۔

"ہاں تو اس وقت کیا حرج ہے؟ عشاء میں تقریباً گھنٹہ ہے۔ ہو جائے گا۔"

"اوکے، آرہی ہوں۔" وہ بیگ کی زپ بند کرتی اٹھ گئی۔ اسکارف کی پن سیٹ کی اور قدم باہر کی طرف بڑھا دیئے۔ سیڑھیاں اتر کر صحن شروع ہوتا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر بادلوں سے ڈھکے آسمان کو دیکھا۔ سیاہ آنکھوں میں تذبذب امڈ آیا۔ اس نے ارگرد دیکھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر حازم ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ سیڑھیاں اترتی اس کے قریب آرکی۔

"چلیں؟ "اسے دیکھ کر وہ سیدھا ہوا۔

"شائد بارش ہونے والی ہے۔"

"سعودیہ میں مارچ اور اپریل میں مون سونز کا سیزن ہوتا ہے لیکن ڈونٹ وری یہاں کی بارش پاکستان سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ "وہ آگے بڑھ گیا۔ ابرش نے لب کاٹتے ہوئے اسے جاتے دیکھا پھر سر جھٹک کر پیچھے ہولی۔

وہ پانچویں چکر میں میں تھے جب بادل کڑکے اور تڑاتڑا بارش برسنے لگی۔ ابرش نے تذبذب سے گردن موڑ کر حازم کو دیکھا۔ وہ سامنے دیکھتے ہوئے قدم اٹھا رہا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"حازم، واپس چلتے ہیں۔ "اس نے دبی دبی آواز میں کہا۔ بوچھاڑ زیادہ تیز نہیں تھی مگر پھر سب بھیگنے لگا۔ کچھ لوگوں نے چھتریاں نکال لیں۔

"دو ہی تو چکر رہ گئے ہیں۔ ابھی پورے ہو جائیں گے۔ "لہجے میں رسانیت تھی۔

"حازم پلیز۔" اس کا لہجہ ملتجی تھا۔ سیاہ آنکھوں میں خفیف سا خوف ہلکورے لینے لگا۔ حازم نے ایک نظر اسے دیکھا پھر آہستگی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ہم کعبہ کے سامنے ہیں آبی۔ کچھ نہیں ہو گا جسٹ ریلیکس۔ بس تھوری دیر اور۔ اب دعا مانگو۔ "مدہم آواز میں اس نے نرمی سے کہا۔ ابرش نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر وہاں سے نہیں نکل سکتی تھی۔ لب کاٹتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ سیاہ کعبہ ہلکی سی بوچھاڑ میں بھیگ رہا تھا۔ پانی کے قطرے سیاہ غلاف سے نیچے لڑھک رہے تھے۔ صحن کا فرش بھرنے لگا۔ اس منظر سے زیادہ پر سکون کچھ نہیں تھا۔

ابرش نے گہری سانس لی۔ خوف اندر رینگ رہا تھا۔ سیاہ آنکھوں میں پانی ابھرنے لگا۔

برستی بارش میں عبید کے جسم سے نکلتا خون بہہ رہا تھا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھی ننھی سی لڑکی بلک رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں اور ماتھے پر خون لگا تھا۔

چہرے پر آنسو لڑھکنے لگے۔ بارش کا پانی اور گرم مائع گڈمڈ ہونے لگا۔ زرد ہوتے چہرے پر بے بسی لہرا رہی تھی۔

سفید کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سیاہ آنکھوں والی لڑکی ساکت سی بیڈ پر چادر سے ڈھکے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ شیشے کی کھڑکی سے پانی کی بوندیں ٹکرا کر گر رہی تھیں۔ برستے بادلوں نے سب بھگو دیا تھا۔

حازم کو اپنے ہاتھ پر دباؤ بڑھا محسوس ہوا۔ اس نے گہری سانس لی۔ نظریں پھیر کر ابرش کا متغیر ہوتا چہرہ دیکھا۔

جو ڈوبنے سے ڈرتا ہو، اسے ایک دفعہ ڈبو دینا چاہیے۔

بارش کی تیز بوچھاڑ میں بھیگتی لڑکی ڈرائیووے کے وسط میں تہی داماں سی کھڑی تھی۔ اپنی مبہم ہوتی ذات میں بکھرتا بھوری آنکھوں والا نوجوان سب چھوڑ کر جا چکا تھا۔

کوئی سکینت تھی جو اس پر اترنے لگی۔ دل پر لدا بوجھ سرکنے لگا۔ روح آزاد ہونے لگی۔ وہ لرزتے لبوں کے ساتھ دعا مانگتی گئی۔ آنسو ویسے ہی گر رہے تھے۔

BEING THE STRING ON YOUR KITE

بارش تھمنے لگی تھی۔ماتھے سے چپکے بال ہٹاتے ہوئے حازم نے سر اٹھا کر سیاہ آسمان کو دیکھا۔ گردن موڑ ایک نظر ابرش پر ڈالی۔ وہ آنکھیں بند کئے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ ان کا طواف ختم ہو چکا تھا۔ یونہی اس کا ہاتھ تھامے حازم نے سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ ابرش بنا کچھ کہے اس کے پیچھے ہولی۔

ہوٹل میں وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے مڑا تو ابرش چہرہ ہاتھوں میں چھپائے صوفے پر بیٹھی تھی۔ اس نے بھیگا عبایہ چینج نہیں کیا تھا۔ حازم نے گہری سانس لے کر جیکٹ اتاری اور صوفے کی ہتھ پر ڈالتا آہستگی سے ابرش کے ساتھ آ بیٹھا۔ ابرش نے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھا۔

"تم نے جان بوجھ کر طواف کے لئے یہ وقت چنا تھا نا؟" آواز زکام زدہ سی تھی۔ حازم نے سر کو خم دیا۔

"اپنے خوف کا سامنا کر لیا جائے تو پھر وہ خوف نہیں رہتا آبی۔ میں جانتا ہوں کہ اب تم بہتر فیل کر رہی ہو۔ ہے نا؟"

ابرش لب بھینچے اسے دیکھتی رہی پھر بھیگی آنکھوں سے اثبات میں سر ہلایا۔ حازم ہلکا سا مسکرایا۔

"گڈ، چلو اب چینج کر لو۔ عشاء کا ٹائم ہونے والا ہے۔"

وہ مسکرا کر اسے دیکھتا وہاں سے اٹھ گیا۔ وارڈروب سے کپڑے نکالتا پلٹا تو ابرش وہیں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ سوالیہ ابرو چکائی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تھینک یو۔" وہ آہستگی سے بولی۔

یہ محض اتفاق تھے جو اس کے ساتھ ہوئے تھے۔ جن کا خوف اس نے اپنے اوپر طاری کر لیا تھا۔ وہ اس خوف سے واقعی نہیں لڑ پا رہی تھی مگر اب۔ اس نے پل کے لئے آنکھیں بند کیں۔

بارش کی بوچھاڑ میں بھیگتا سیاہ غلاف اور گیلی ہوتی سفید ٹائلز۔ وہ منظر ہر خوف اس کے اندر سے نچوڑ لے گیا تھا۔ بالآخر کئی سالوں بعد وہ اس سے آزاد ہو گئی تھی۔

******

کار سیدھی سڑک پر تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ اطراف میں خشک اونچے پہاڑ تھے۔ ہر سو سناٹا اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وقفے وقفے سے کوئی مال بردار ٹرک یا جیپ گزرتی اور پھر خاموشی چھا جاتی۔

ابرش نے مسٹر ڈاسکارف کی پن سیٹ کرتے ہوئے گردن موڑ کر ڈرائیو کرتے حازم کو دیکھا۔ کار کی زرد روشنی میں وہ اس کی گردن پر لگا بھورا کٹ دیکھ سکتی تھی۔

"ایک بات پوچھوں؟"

"اگر میرا جواب منفی ہوا تو نہیں پوچھو گی؟" نظریں سامنے جمائے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ابرش نے بے اختیار خود کو کوسا۔ وہ آخر اس کو مخاطب کرتی ہی کیوں تھی؟

"بالکل بھی نہیں پوچھوں گی۔" بے نیازی سے شانے جھٹکے۔

"رئیلی؟" حازم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں شرارت تھی۔ "خیر، میں بور ہو رہا ہوں سو تم پوچھ سکتی ہو۔"

ابرش نے بے اختیار آنکھیں گھمائیں۔ سیدھے طریقے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے سننا چاہتا تھا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تم نے اپنی سرجری سے قبل سوری کیوں کہا تھا؟" چند پلوں بعد اس نے آہستگی سے پوچھا۔

حازم نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر گہری سانس لے کر کندھے اچکائے۔

"کیونکہ اس وقت میں نے تمھاری آنکھوں میں اذیت سے زیادہ بے بسی اور تھکن دیکھی تھی۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میرے وجود سے تمھیں ہمیشہ تکلیفیں ہی ملی ہیں۔ میرے وعدہ کرنے کے باوجود۔ میں تم سے کئے وعدے نہیں نبھا پاتا۔" اس نے جیسے اعتراف کیا تھا۔

"وہ میری قسمت ہے حازم۔"

"مگر وسیلہ میں بنا تھا۔ میں نے سولہ سال قبل تمھیں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ پھر میری دشمنی نے تم سے خالہ کو چھین لیا۔ میری یادداشت کے واپسی والے عرصے نے تمھیں اذیت دی اور ہمیشہ کی طرح تم پھر میری سرجری کے وقت اکیلی تھیں۔ میں نے تمہیں وہاں بھی مشکل میں ڈال دیا تھا۔" اس کے لہجے میں اپنے لئے تلخی تھی۔

ابرش خاموشی سے گردن موڑے بھاگتے سیاہ پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ پر پڑا موبائل اٹھایا اور چند لمحوں بعد گاڑی میں ایک آواز گونجنے لگی۔

"اور جو لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور اولادوں کو قرۃ اعین بنا اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔"

حازم کی آنکھوں میں نا سمجھی ابھری۔ وہ اسے یہ کیوں سنوا رہی تھی؟

"قرۃ اعین ایک قدیم عربی محارہ ہے جس کے دو مطلب ہیں۔ ایک، اللہ تمھاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دے۔ یہ دعا ہے۔ یعنی ایسی بڑی اور غیر متوقع خوشی ملے کہ آنکھیں بھیگ جائیں۔ ایسی خوشی جس کا وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ جس کے بارے میں ایکسپکٹ بھی نہ کیا ہو۔"

وہ سانس لینے کو رکی۔ حازم اسی توجہ سے ڈرائیو کرتے ہوئے سن رہا تھا۔

"اگر شدید آندھی میں سفر کیا جائے تو آنکھوں میں ریت گھس کر تکلیف دیتی ہے۔ اسی اثنا میں کوئی غار وغیرہ مل جائے تو انسان سب سے پہلے آنکھیں صاف کرتا ہے تاکہ سکون مل جائے۔ اذیت کے بعد مل جانے والے سکون کی کیفیت قرہ اعین ہوتی ہے۔ سو سکینت اس کا دوسرا مطلب ہے۔ اور تم حازم۔۔ "اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ لحضے بھر کو سیاہ آنکھیں بھوری آنکھوں سے ٹکرائیں۔

"ہمارا سولہ سال بعد مل جانا میرے لئے ایسی خوشی تھی جو میں نے ایکسپکٹ بھی نہیں کی تھی۔ مجھے ہر ملنے والی اذیت کے بعد تمھارا موجود ہونا میرے لئے قرۃ اعین تھا۔ امی کا جانے کے بعد تمھارا مجھے کنسول کرنا، اپنی یادداشت کے تکلیف دہ مناظر کو بھلا کر میرے ساتھ واپس آنا، سرجری کے بعد مجھے مسکرا کر دیکھنا، آرمی سے ڈس کوالیفائی ہونے

کے باوجود خود کو ہم سب کے لئے خود کو سنبھال کر اٹھنا، وہ سب قرۃ اعین تھا۔ تمھارا وجود رکھنا میرے لئے قرۃ اعین ہے۔"

حازم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں کے تاثرات نافہم تھے۔ کچھ تھا اس کی آنکھوں میں جو ابرش نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کچھ قیمتی سا، کچھ انمول سا۔ وہ ہلکا سا مسکرائی۔ گاڑی کی مدھم روشنی میں بھی وہ اس کی آنکھوں کو چمکتا دیکھ سکتی تھی۔

"ایک بات پوچھوں؟" کچھ پلوں بعد اس کی دھیمی آواز ابھری۔

"پوچھو۔" ابرش ویسے ہی گردن موڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میری غیر موجودگی میں تمھارے دماغ پر کوئی چوٹ لگی تھی؟ اتنی عقلمندی کی باتیں؟"

اور اگر ابرش عبید کو بیوہ ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو وہ اسے چلتی گاڑی سے دھکا دے دیتی۔

سرخ چہرے کے ساتھ اس نے مٹھیاں بھینچ کر گردن کھڑکی کی طرف موڑ لی۔

"اب مجھ سے بات مت کرنا۔"

حازم نے مسکراہٹ روکنے کے لئے لبوں پر مٹھی رکھی۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔

"یا قرۃ اعین۔"

ابرش نے بے ساختہ مسکراہٹ روکی۔ مگر دعوے پر قائم رہنا تھا۔ سو کوئی جواب نہ دیا۔

"ما اکثرک فی قلبی۔" وہ مدھم سی آواز میں بولا۔

ابرش کے دل میں گدگدی ہونے لگی۔ مطلب پوچھنا تھا مگر ابھی دعوی کیا تھا۔ اس نے سختی سے خود کو ڈپٹا۔

بھاڑ میں جائے دعوی۔ اس نے اگلے ہی لمحے دو حرف بھیجے۔

"مطلب کیا ہے اس کا؟ "لہجہ اکھڑ تھا جیسے پوچھ کر احسان کیا ہو۔ اگر وہ نہ پوچھتی تو حازم کو رات بھر نیند ہی نہ آتی۔

حازم نے بدقت مسکراہٹ روکی۔ دل کیا کہ کہے گوگل کر لو مگر یہاں چلتی گاڑی میں جنگ نہیں چاہتا تھا۔

"There's so much of you in my heart."

اس کی مدھم سی آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔ ابرش پل کے لئے سن رہ گئی۔ اگلے ہی لمحے ایک خوبصورت سی مسکان اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

اس کے عربی اعترافات سے زیادہ خوبصورت کچھ نہ تھا۔ اس نے مان لیا۔

ابرش نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ ویسے ہی ڈرائیو کرتا سامنے دیکھ رہا تھا۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

اس لمحے اس کی دھیمی مسکراہٹ اور چمکتی بھوری آنکھیں دیکھ کر ابرش کو احساس ہوا کہ زندگی میں ایک لمحہ ایسا آتا ہے جب وہ مل جاتا ہے جس کے بعد کچھ پانے کی چاہ نہیں رہتی۔ وہ لمحہ ساری اذیتوں کا خراج ادا کرتا بہت کچھ لوٹا جاتا ہے۔

****

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

دور آسمان کے کناروں پر سفیدی ابھر رہی تھی۔ مدینہ پر چھاتا آسمان سیاہ اور پر سکون سا تھا۔ حازم نے کار روکی اور سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے ابرش کو دیکھا جو پرس کی زپ چڑھا رہی تھی۔

"چلیں؟"

"ہوں۔ ویسے یہاں سے پیدل جانا ہے؟ "اس نے سر اٹھا کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھا جہاں دور دور تک کوئی سبز گنبد نظر نہیں آرہا تھا۔

"ہاں۔ پارکنگ لاٹ تھوڑا دور ہے حرم سے۔"

دروازے کھول کر دونوں باہر نکلے۔ دور دور تک لوگ سڑک کے کنارے چل رہے تھے۔ فجر میں تقریباً گھنٹہ باقی تھا۔

"تم نے میڈیسنز رکھ لیں تھیں؟"

ابرش کے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ڈارک بلیو شرٹ میں جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ سامنے دیکھتا قدم اٹھا رہا تھا۔ بھورے بال پیچھے کو جمے تھے۔اب وہ سڑک پر بنے پل کے نیچے چل رہے تھے۔ان کے دائیں طرف سڑک نیچے کی طرف جا رہی تھی۔مکہ مدینہ میں رات بھی دن کا سماں لگتا تھا۔

"اتنی پروا؟" حازم کی بھوری آنکھوں میں شرارت جھلکی۔

ابرش نے ہونہہ کر کے ناک سکوڑی۔

"تم ڈیزرو تو نہیں کرتے لیکن مجھے اپنی مامی جان کا خیال ہے اس لئے تمہیں پوچھ لیتی ہوں۔ورنہ میری بلا سے۔ "شان بے نیازی سے گردن کڑائی۔

"خوشی سے مر نہ جاتے گر اعتبار ہوتا۔"

ابرش نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

"تمھیں بس میں ہی ملتی ہوں زچ کرنے کے لئے؟"

"نہیں۔عروش بھی تھی اور میرال بھی ہے۔"اس لبوں پر اداس سی مسکراہٹ تھی۔

اس تھی اور ہے کا فرق ابرش کو خاموش کروا گیا۔پھر سر جھٹکا۔

"ہماری محبت تمھیں فارگرانٹڈ لگتی ہے؟"موضوع بدلنے کو اپنی رو میں کہتی گئی۔

حازم بے اختیار ٹھٹکا پھر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"ہماری ی ی؟"اس کے معنی خیز لہجے میں شرارت تھی۔

اف۔ابرش نے بے اختیار آنکھیں میچیں۔صرف اس کے منہ سے ہی کیوں باتیں پھسلتی ہیں؟اس نے خود کو کوسا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"میری بات سے مراد عروش اور میرال تھیں۔" اس نے تیزی سے کہا۔

"ٹھیک ٹھیک۔ آئی کین انڈرسٹینڈ۔ "اس نے مسکراہٹ دبا کر سر ہلایا۔

ابرش خفگی سے رخ موڑ گئی۔

پل سے آگے ایک لمبی سڑک کراس کر کے وہ حرم کے سامنے پہنچے۔ سفید ٹائلز اور کنارے پر لگے اورنج بیریئرز۔ یہ حرم کی حدود کا آغاز تھا۔

حازم اس کی طرف پلٹا۔

"اس سے آگے تم النسا (عورتیں) کی مسجد میں چلی جاؤ گی نا؟"

ابرش نے اس کے پیچھے نظر آتے صحن کو دیکھا۔

"آف کورس۔"

"گڈ۔ کسی بھی گیٹ سے داخل ہو جانا مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن ۳۷ سے جانا صحیح رہے گا اوکے؟"

ابرش نے اثبات میں سر ہلایا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کچھ کھانے کو رکھا ہے؟"

"ہاں رکھ لیا تھا۔"

"اوکے۔ اپنا خیال رکھنا۔ "وہ دائیں طرف جانے کو مڑا۔

"اتنی فکر؟"

ابرش کے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر بولنے پر وہ مسکرا کر پلٹا۔

"آپ کی نہ کروں تو اور کس کی کروں؟"

ابرش لاجواب ہو گئی۔ گہری سانس لے کر اسے جاتے دیکھا پھر بے اختیار پکارا۔

"درود پڑھتے جانا۔"

وہ تھمزاپ کرتا جالی دار دیوار کے پیچھے غائب ہو گیا۔

وہ سر جھٹکتی آگے بڑھ گئی۔

"چودہ سو سال پہلے باقی امتوں کی طرح ہماری طرف بھی ایک نبی بھیجا گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ سب جانتے ہیں۔ مانتے بھی ہیں اقرار بھی کرتے ہیں۔"

صحن پیل پیچ ٹائلز سے سجا تھا۔ بائیں جانب ویلڈ روز رنگ کی دیواریں تھیں۔ دائیں طرف وقفے وقفے سے جالی دار دروازے تھے جن کے پار سبز گنبد دکھائی دے رہا تھا۔ ہر گیٹ کے ساتھ عربی میں نمبر لکھا تھا۔

"لیکن کیا کبھی ہم نے ان کی سیرت بیٹھ کر پڑھی؟ اگر پڑھی بھی ہے تو بس ان کی اسلام پھیلانے کی جدوجہد۔ قریش کو دعوت دینا، طائف میں لہولہان ہونا، احد میں زخمی ہونا اور پھر اسلام کی جیت۔"

سبز گنبد اور اسے کے ساتھ کھڑے دو عالیشان مینار ایک ہیبت سی طاری کر رہے تھے۔ ابرش کسی احساس کے تحت سن سی کھڑی بس اسی گنبد کو تکے جا رہی تھی۔ لب لرز رہے تھے۔ آنسو چہرے پر لڑھک رہے تھے۔

"مگر میں سوچتا ہوں کہ کیا تھا آخر اس شخص میں کہ مکہ کے مرد ان پر جان وار دینے کا جذبہ رکھتے تھے۔ آخر کہاں سے اتنی ہمت آجاتی تھی ان میں کہ اپنی جان، مال، اولاد سب ان کے ایک اشارے پر پیش کر دیتے تھے؟ بنا سوچے سمجھے بنا ہچکچائے؟"

یہاں اس کے رسول ﷺ دفن تھے۔ اس کے سب سے بڑے خیر خواہ۔ اس لمحے دل تڑپا تھا۔ کہ کہیں سے وہ سامنے آجائیں اور وہ انھیں دیکھ سکے۔ آہ! صحابہ بھی کتنے خوش نصیب تھے۔ وہ کانپتی آواز میں زیر لب درود پڑھ رہی تھی۔

"اور ہم آج کو مارڈرن دور کے مسلمان کیوں یہ جذبہ نہیں رکھتے؟ کیونکہ ہم انھیں جانتے نہیں ہیں۔ ان کی عادات، باتیں اور اعمال ہم نہیں جانتے۔ ہمارے لئے بس وہ ایک اونچی ہستی کے بزرگ تھے۔ اللہ سے ڈرانے والے بس۔ یہی

تو ہم مار کھا جاتے ہیں۔ ہم نے کبھی ٹائم نکال کر سیرت نہیں پڑھی۔ کیونکہ جو انہیں جان لیتا ہے پھر وہ ان پر جان دیتا ہے۔"

اسی گنبد کو نظروں میں رکھتے ہوئے اس نے ۳۷ نمبر دروازہ پار کیا۔ اندر کا صحن سفید ٹھنڈی ٹائلز سے سجا تھا۔ درمیان کے اونچے ستونوں پر پنکھے لگے تھے جن سے پانی کی پھوار اسپرے ہو رہی تھی۔ یہی ستون سورج کی موجودگی میں چھتری کی طرح کھل جاتے تھے۔ فی الحال بند تھے۔

"سب سے بڑی بات جو مجھے مسمرائز کرتی ہے وہ یہ کہ وہ اپنی امت کے لئے تڑپتے تھے۔ تمھارے لئے، میرے لئے، ہماری نجات کے لئے۔ وہ کیا جانتے تھے کہ آج سے چودہ سو سال بعد کون سے لوگ ہوں گے؟ مگر ہماری خاطر وہ اللہ کے آگے روتے تھے۔ ہماری بخشش مانگتے تھے۔ ہمارے لئے ہر ایک سے لڑے۔ ہمیں جہنم کی بھڑکتی نار سے بچانے کے لئے جو کرنا پڑا کر گزرے۔ اور ہم آج کہاں کھڑے ہیں؟"

اندرونی صحن میں سرخ بھاری قالین بچھی تھی۔ بائیں طرف کونے میں گرے کلرز کی دیواروں سے واش رومز بنے تھے۔ جو کہ نیچے جاتی برقی سیڑھیوں کی مدد سے زیر زمین تھے۔

"دوسری بات ان کی ذاتی زندگی ہے ایک پیغمبر کی زندگی سے ہٹ کر۔ انھوں نے زندگی میں کتنے رشتے کھو دیئے مگر اف تک نہیں کیا۔ ایک لق دق صحرا میں باپ کی قبر دیکھ کر پلٹے تو ماں وہیں وفات پا گئیں۔ اس غم سے سنبھلے نہ تھے کہ دادا بھی چلے گئے۔ تین بیٹے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارے۔ پھر محبوب بیوی بھی وفات پا گئیں۔ اس کے یکے بعد دیگرے چار میں سے تین بیٹیاں بھی ان کی زندگی میں چلی گئیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ جوان اولاد کا غم برداشت نہیں ہوتا اور ان کا کیا جنہوں نے تقریباً ہر رشتہ کھو دیا۔ تھے تو انسان ہی نا۔ کیسے برداشت کیا ہو گا انھوں نے سب؟"

سامنے گولڈن کلر سے مسجد کے دروازے بنے تھے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چار دروازے تھے۔ وہ تین سیڑھیاں چڑھ کر اندر داخل ہوئی۔ دروازے پر دو مکمل عبایے میں ملبوس عورتیں ہر عورت کے پرس کی تلاشی لے رہی تھیں۔ کلیئر ہو کر وہ اندر بڑھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چہرے سے ٹکرائے۔

"اور ہم آج حدیث و سنت میں بحث کرتے ہیں اس بات کا احساس کئے بغیر کہ انھوں نے ہمیں بچانے کے لئے اپنا گھر چھوڑ دیا تھا۔ ان کے خاندان کا مکہ میں ایک مقام تھا۔ ہماری آخرت کے لئے انھوں نے ہر منصب کو ٹھوکر ماردی۔"

اندر بہت سکون تھا۔ خوبصورت بھاری گولڈن فانوسوں سے سفید روشنی چمک رہی تھی۔ سبز دبیز قالین بچھے تھے۔ ہر قالین کے آگے سنہرے ریکس تھے جن میں قرآن پاک رکھے تھے۔ مقدس سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"ہمارا ایک عملی مسلمان ہونا ہر گستاخان رسول کے منہ پر طمانچہ ہو گا۔ ان سے لمبی لمبی بحثیں کرنے اور طویل میسج فارورڈ کرنے کے بجائے اپنے اعمال سے انھیں جواب دینا کافی ہے۔ اگر ان کی سیرت پڑھ کر دل نہیں کانپتا، آنسو نہیں آتے تو خود پر محنت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ہم تب تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنی جان سے بڑھ کر رسول اللہ ہمیں عزیز نہ ہو جائیں۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس نے آہستگی سے پرس قالین پر رکھا اور نوافل کی نیت باندھ لی۔ آنسو ٹوٹ کر گرتے جا رہے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھڑی تھی۔ کبھی وہ یہاں ہوتے ہوتے تھے۔ اسی جگہ پر وہ

نماز پڑھتے ہونگے۔ کبھی یہیں پر وہ اپنی امت کے لئے روتے ہوں گے۔ مسجد نبوی ﷺ میں کھڑے ہو کر بس یہی دل چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر فرمان پر عمل کر ڈالیں۔ بغیر کچھ سوچیں بس اپنا سب کچھ ان پر وار دیں۔

اس نے سلام پھیرا۔ گال رگڑ کر اس نے سر پر لٹکتے خوبصورت فانوس کو دیکھا۔ پھر بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر چہرہ چھپا لیا۔

بیت اللہ میں اس نے مانگا تھا اور بے حساب مانگا تھا۔

مسجد نبوی ﷺ میں وہ بس شکر ادا کر رہی تھی اور بے حساب کرنا چاہتی تھی جیسا رب کا حق ہے مگر ہم انسان اس قابل نہیں ہیں کہ اس کا حق ادا کریں۔

****

میدان احد ویسا ہی تھا جیسے سعودیہ کے باقی ریگستان ہوتے ہیں۔ خالی اور چٹیل۔ کھلا سا میدان جس پر جگہ جگہ اسٹریٹ لیمپس لگے تھے۔ ایک طرف سیاہی مائل بھورا سا احد پہاڑ تھا۔ ساتھ چھوٹے

چھوٹے مزید پہاڑ تھے۔ دور بادلوں میں سورج ڈوبتا دکھائی دے رہا تھا۔ عصر سے بعد کا وقت تھا۔ ارد گرد کافی لوگ تھے۔ زیادہ تر غیر ملکی زائرین ہی تھے۔

حازم نے جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ڈھلان اترتے ہوئے گردن موڑ کر ابرش کو دیکھا۔ وہ سر جھکائے دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے اتر رہی تھی۔

"خاموش کیوں ہو؟"

ابرش نے گہری سانس لے کر کندھے اچکائے۔

"آج ہماری واپسی ہے۔" اس کے لہجے میں اداسی تھی۔ "یہ وقت بہت خوبصورت تھا حازم۔ دن رات بس اللہ کا خیال دل میں رہتا تھا۔ اب واپس جا کر وہی روٹین شروع ہو جائے گی۔ وہی گناہوں اور سستی میں ڈوبی دنیا۔ کیا ہم دوبارہ آسکتے ہیں؟" اس نے یاسیت سے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

ڈوبتے سورج کے نارنجی تھال کو دیکھتا حازم ہلکا سا مسکرایا۔

"صدق نیت ہو تو بھلے ہی بظاہر کوئی راستہ نظر نہیں آرہا ہو تب بھی بلاوہ آجاتا ہے۔ بس یہاں سے جاتے ہوئے دوبارہ لوٹنے کی نیت رکھنا۔ ان شاءاللہ ضرور آئیں گے۔"

چند لمحے ڈوبتی شام کے فسوں میں گھل گئے۔

"تمہیں اتنا راستہ نہیں چڑھنا چاہیے تھا۔ "ابرش نے گردن موڑ کر اس بلند پہاڑ کو دیکھا۔

"آبی۔ میری سرجری کو مہینے ہو چکے ہیں اور میں فٹ ہوں۔ اتنی وہمی نہ ہو اور مجھے پتہ ہے تم ماما جان کی وجہ سے ہو رہی ہو۔"

ابرش کے الفاظ لبوں میں رہ گئے۔ مگر آج تپ نہیں چڑھی تھی۔

"ہاں تو ان کی وجہ سے ہی کہتی ہوں۔ اب تم اتنے ابھی اسپیشل نہیں ہو۔"

"وہ تو میں جانتا ہوں۔"

ابرش ویسے ہی لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ لئے اترتی رہی۔

حازم حیدر رضا نے سر اٹھا کر جامنی ہوتے آسمان کو دیکھا۔ آنکھیں میچ کر گہری سانس لی ۔ زندگی پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ وہ خود بھی پہلے جیسا نہیں رہا تھا مگر۔ اس نے ایک نظر ابرش پر ڈالی۔ وہ اس کے ساتھ تھی تو راستے آسان تھے۔ وہ اعتراف نہیں کرنا چاہتا تھا مگر ابرش عبید ہی جینے کی وجہ تھی۔ اس کے ہمراہ ہونے سے زندگی سہل ہو جاتی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

****

اس نے گاڑی روکی اور سیٹ بیلٹ نکالتے ہوئے باہر نکلا۔ رات کے اس پہر لان خاموش پڑا تھا۔ فضا میں سردی کے تھپیڑوں کا راج تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے چہرے کے تاثرات غیر مبہم سے تھے۔ اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا۔ اندر کئی شاپنگ بیگز پڑے تھے۔ جھک کر بیگز اٹھائے اور اندر کی طرف بڑھ گیا۔

لاؤنج بھی خاموش تھا۔ البتہ اندر کچھ ہیٹ تھی۔ اس نے بیگز ٹیبل پر رکھے۔ اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزش تھی۔

راہداری کے آخری کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے قد آور آئینے میں اس کا عکس چمکا تھا۔

نیلی جینز پر سیاہ ہائی نیک شرٹ اور اوپر سفید جیکٹ پہنے، بال پیچھے کو جمائے وہ ہمیشہ کی طرح ہینڈسم لگ رہا تھا۔ مگر بھوری آنکھوں میں خفیف سا تاثر تھا۔ گردن کا نشان ہائی نیک میں چھپ گیا تھا۔

اس نے آہستگی سے دروازہ دھکیلا جو بنا کسی آواز کے کھلتا چلا گیا۔

بیڈ پر ابرش کمفرٹر گردن تک ڈالے گہری نیند میں تھی۔ چہرہ نیند میں پر سکون لگ رہا تھا۔ سیاہ چھوٹی لٹیں چہرے کے اطراف بکھری تھیں۔ حازم چند لمحے دم سادھے اسے دیکھتا رہا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

بمشکل ہمت مجتمع کر کے وہ بیڈ کے دوسری طرف آیا۔ وہاں چھوٹا سا سلور کلر کا بے بی کاٹ رکھا ہوا تھا۔ حازم آہستگی سے پنجوں کے بل کاٹ کے سامنے بیٹھا۔ سانسیں ناہموار ہونے لگیں۔

نرمی سے جھک کر اندر لیٹی گہری نیند سوئی اپنی بیٹی کو اٹھایا۔

"بیٹی سوائے بوجھ کے اور ہے ہی کیا؟"

دور کہیں اس کے باپ کی کرخت آواز گونجی تھی۔ اس نے سختی سے آنکھیں میچ کر کھولیں۔ اس کے سامنے کا منظر دھندلا رہا تھا۔ وہ چند لمحے ہانیہ بنت حازم کو دیکھتا رہا۔ پھر اسے بازوؤں میں بھینچ کر سینے سے لگا لیا۔ آنسو تیزی سے لڑھکنے لگے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

وہ لمحہ اسے ہیل کر گیا تھا۔ دل کے اس ویران اور رستے کونے میں سکون اترا۔ ہر اذیت تمام ہوئی۔ ہر زخم کو قرار آ گیا۔ وہ نرمی سے اس کا ماتھا چوم رہا تھا پھر نرم چھوٹے گلابی ہاتھ۔ آنسو ویسے ہی لڑھک رہے تھے۔ وہ اس کی بیٹی تھی۔ اس کی ہانیہ۔ اس کی عروش۔ اسے ہر دفعہ سینے سے لگاتے یہ کیسا سکون تھا جو اس کے خالی وجود پر اترتا تھا۔

وہ اسی طرح اسے سینے سے لگائے سجدے میں جھک گیا۔

اسے موقع دیا گیا تھا عروش کے ساتھ ہوئی زیادتیوں کے گلٹ کو ختم کرنے کا۔ وہ دوسرا رضا نہیں بنے گا۔ وہ وقت کو اس کے ماضی کا وہ سیاہ باب کبھی نہیں دہرانے دے گا۔ وہ ہر طرف سے اپنی بیٹی کو پروٹیکٹ کرے گا۔ جیسے رضا کی بیٹی کو وہ نہیں کر سکا تھا۔

کوئی دھیرے سے اس کے ساتھ گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ حازم ویسے ہی گیلی آنکھوں سے ہانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ جو باپ کے آغوش میں سکون سے سو رہی تھی۔

"حازم۔ ٹھیک ہو؟"

ابرش فکر مندی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

حازم نے گہری سانس لے کر آنکھیں رگڑتے ہوئے اسے گردن موڑی۔

سیاہ کھلے بال زرد چہرے کے اطراف گر رہے تھے۔ وہ کمزور ہو گئی تھی۔ مگر سیاہ آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک تھی۔ وہ اس چمک کو پہچانتا تھا۔ ایسی ہی چمک ناجیہ کی آنکھوں میں عروش اور حازم کو دیکھ کر ابھرتی تھی۔

"Thank you aabi thank you so much. I owe you."

اس کی آواز گیلی سی تھی۔ ابرش ہلکا سا مسکرائی۔ ٹھوڑی تلے مٹھی رکھے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور ایک دفعہ میں پھر تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ آئی ایم۔۔۔"

وہ یاسیت سے اسے دیکھتے کہہ رہا تھا جب ابرش نے اس کی بات کاٹی۔

"شش۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ تم خوش ہو نا؟"

اس نے اتنے عرصے بعد اس کی بھوری آنکھوں میں بکھرے دھنک کے رنگ دیکھے تھے۔ وہ سب کے ساتھ نارمل ہوتا تھا۔ مگر ابرش اسے جانتی تھی۔ وہ اندر سے خالی تھا۔

اس کے بے تکے سوال پر حازم نے ہانیہ کو دیکھا۔ اس نے دائیں ہاتھ کی چھوٹی سی مٹھی میں حازم کی انگلی جکڑ رکھی تھی۔

"خوش ہونا ایک بہت چھوٹا لفظ ہے۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں ساری دنیا اللہ کی راہ میں لٹا دوں مگر کسی طرح اس کا ایسا شکر ادا کروں جو میرے دل کے جذبات بیان کر دے۔ آبی۔۔"

اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ دونوں اسی بے بی کاٹ کے سامنے قالین پر بیٹھے تھے۔

"کیا اس شخص کو عروش کو دیکھ کر ایسا احساس نہیں ہوا ہو گا؟ وہ کیسے اس کے لئے پتھر ہو گیا تھا؟ اگر اس کے لئے ہو گیا تھا تو میرے لئے کیوں نرم تھا؟"

اس کا لہجہ زخمی سا تھا۔ ابرش نے نرمی سے اس ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

"اس کی بدقسمتی تھی کہ اس کے دل میں بیٹی کے لئے پیار نہیں تھا۔ صرف بدقسمتی اور کچھ نہیں۔ تم یہ سب مت سوچو۔ وہ سب بہت پیچھے رہ گیا۔ بھول نہیں سکتے، میں جانتی ہوں۔ لیکن موو آن کر سکتے ہو۔ ہماری زندگی کا نیا باب شروع ہوا ہے۔ اس نئے کردار کو انجوائے کرو۔"

حازم چند پل اسے دیکھتا رہا۔ اس کے سنہری چہرے کی چمک آج بھی بہت اثر رکھتی تھی۔

"انا محظوظ لوجودک فی حیاتی۔"

ابرش ہلکا سا ہنس دی۔

"ہمیشہ کی طرح اب میں مطلب پوچھوں؟ ایسے ہی بتا دیا کرو۔"

حازم نے گیلی سانس اندر کھینچی اور اب کہ پورے دل سے مسکرایا۔ بھوری آنکھیں بھی چمکیں۔

"اچھا لگتا ہے تمہارا پوچھنا۔"

ابرش نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟"

"I'm lucky to have you in my life."

اس کا مدھم ہوتا لہجہ پر اثر تھا۔ ابرش کے دل نے بے اختیار ایک بیٹ مس کی۔ وہ آنکھوں میں نمی لئے اسے دیکھتی رہی۔

"مجھ سے زیادہ نہیں ہوگے۔" ابرش نے گیلی آنکھیں رگڑتے ہوئے مبہم لہجے میں کہا۔ حازم نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ چند پل خاموشی چھائی رہی۔

"تمہیں پتہ ہے تمہاری بیٹی تمہاری ہی کاربن کاپی ہے۔" ابرش نے ہشاش بشاش لہجہ بناتے ہوئے اسے جتایا۔ ہانیہ کے روئی جیسے گال پر انگوٹھا پھیرتے حازم کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"Like father like daughter."

اس نے جیسے اسے چھیڑا تھا۔ وہ حسب توقع تپ گئی۔

"بالکل۔ ایک تم کم زچ کرتے تھے جواب یہ بھی تمہارا ڈیپارٹمنٹ سنبھال رہی ہے۔ سارا دن روتی رہتی ہے۔"

اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ہر دفعہ اس کے رونے پر کیسے وہ نہال ہوتے ہوئے اسے سنبھالتی تھی۔

حازم نے نرمی سے اسے سینے سے لگایا۔

"وہ اپنے بابا کو مس کر رہی تھی۔" جتاتا ہوا لہجہ۔

ابرش کا منہ کھل گیا۔ پھر اس نے دو فٹ کی لاڈلی کو دیکھا جو بابا کو مس کر رہی تھی۔ اب پر سکون انداز میں انگوٹھا منہ میں ڈالے سو رہی تھی۔

"اسے پانچ فٹ دس انچ کی ماں نظر نہیں آتی؟" انگوٹھا اس کے منہ سے نکالتے ہوئے اس نے چڑ کر حازم کو دیکھا۔ جو مسکراہٹ دبائے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے پوچھنے پر کندھے اچکائے۔

ابرش نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔ پھر کچھ خیال آیا۔

"تم فریش ہو لو۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔ "اس نے ہانیہ کو اس کی گود سے اٹھایا اور آہستگی سے بے بی کاٹ میں لٹانے لگی۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں نے کھانا کھا لیا ہے۔ بس فریش ہو کر آتا ہوں۔ تم آرام کرو۔"

اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی جھک کر جوگرز کے تسمے کھولنے لگا۔ ابرش نے بالوں کو گول مول جوڑے میں باندھتے ہوئے کلاک پر نظر ڈالی۔ رات کے ڈھائی ہو رہے تھے۔

"اب نیند تو تم نے خراب کر ہی دی ہے۔ سو میں کافی لے آتی ہوں۔"

حازم نے جوگرز شوریک میں رکھتے ہوئے اسے مڑ کر دیکھا۔

"کیا میں نے جگایا تھا؟"

ابرش نے کندھے اچکا دیئے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکی کہ وہ اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ویسے تم نے بتایا کیوں نہیں تھا کہ اتنی رات کو آؤ گے؟"

اس نے وارڈروب سے اس کے کپڑے نکالتے ہوئے اسے تھمائے۔

"سرپرائز دینا تھا اور ویسے بھی ماما جان پھر انتظار میں جاگتی رہتی ہیں۔ سو میں نے نہیں بتایا۔"

وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ابرش بے بی کاٹ کی طرف آئی۔ جھک کر اس نے کمبل درست کیا اور مسکرا کر اپنی پری کو دیکھا۔

اس نے حازم کو یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ اسے ہانیہ کا اس کی کاربن کاپی ہونا بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ اس کی گول براؤن آنکھوں میں وہی چمک ڈھونڈتی تھی جو حازم کا خاصہ تھی۔

کافی بنا کر وہ دو بھاپ اڑاتے مگ تھامے اندر داخل ہوئی۔ حازم ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑا بال سیٹ کر رہا تھا۔ اس نے کپ ٹیبل پر رکھے اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ باہر کے ایک ہی چکر نے ٹھٹھرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کمبل اچھی طرح اپنے ارد گرد لپیٹتے ہوئے اس نے حازم کو باہر جاتے دیکھا۔ کمرے کا ہیٹنگ سسٹم اچھا تھا مگر پھر بھی اسے سردی لگ رہی تھی۔ بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا گردن پر گرا تھا۔ چند جھولتی لٹیں چہرے کے گرد ٹھہری تھیں۔

چند لمحوں بعد حازم اندر داخل ہوا۔ س نے ہاتھ میں پکڑے بیگ بیڈ پر ڈھیر کئے اور کاٹ سے ہانیہ کو اٹھائے بیڈ پر آ بیٹھا۔

ابرش نے چمکتی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا۔

"ویسے ہم نے پہلے ہی کافی شاپنگ نہیں کر لی تھی؟"

حازم نے ہانیہ کے گرد کمبل لپیٹتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میرا دل چاہ رہا تھا۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

کیا شان بے نیازی تھی۔ ابرش نے متاثر ہو کر اسے دیکھا۔

چھوٹی فراکس، اونی دستانیں، ٹوپیاں، جرابیں، ہیئر بینڈز۔ وہ سب اتنا پیارا تھا کہ ابرش کتنے کی لمحے ان چیزوں پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ پھر سر اٹھا کر حازم کو دیکھا۔ آنکھیں بے اختیار بھیگنے لگیں۔

وہ ہانیہ کی کلائیوں میں چمکتی چوڑیاں ڈال رہا تھا۔ بے حد احتیاط سے۔ وہ اس کے جھکے چہرے پر پھیلے رنگ دیکھ سکتی تھی۔ وہ کس کی یاد میں پہنا رہا تھا وہ یہ بھی جانتی تھی۔

حازم نے آخری بیگ سے ایک بلیک اور گولڈن کلر کا ڈبہ نکالا۔ آہستگی سے کھولتے ہوئے اس نے وہ ابرش کے آگے کیا۔ ابرش مبہوت رہ گئی۔

وہ خوبصورت پانچ پتیوں کے پھول میں بندھا رائیورہ نیکلیس تھا۔

"معک، الأمر مختلف۔ "بھوری آنکھوں میں نرم سا مسکراتا تاثر تھا۔

"تمہارے ساتھ بھی۔ "وہ دھیرے سے مسکرائی۔ سیاہ آنکھوں میں کئی رنگ اترے تھے۔

"تمہیں اس کا مطلب کیسے پتہ؟" حازم نے ابرو چکائے۔ لبوں پر ٹھہری مسکراہٹ آنکھوں میں بھی نظر آرہی تھی۔

"تمہارا کیا بھروسہ عربی میں جو مرضی کہتے رہو اور میں اسے اپنی تعریف سمجھتی رہوں۔ سو اتنی عربی تو میں نے سیکھ ہی لی ہے۔"

حازم ہلکا سا ہنس دیا۔

"جب وہ تم سے کوئی محبوب چیز چھین لے تو خود کو ایسے انعام کے لئے تیار کر لو جس کے بارے میں تم نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

زہرہ کی سال پہلے کی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی۔

ابرش نے آنکھیں رگڑتے ہوئے اسے دیکھا جو کہنی کے بل نیم دراز ہوا اپنی میٹنگ کا کوئی قصہ سنا رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے آہستہ آہستہ وہ ہانیہ کی چوڑیاں چھیڑ رہا تھا۔

وہ واقعی اس کے لئے قرۃ اعین تھا۔

وہ بھی اور اس کی کاربن کاپی بھی۔

****

ڈاکٹر یوسف اپنی اسٹڈی میں آرام دہ کاؤچ پر تھرو گھٹنوں پر ڈالے کتاب پڑھنے میں محو تھے۔ کھڑکی کے پار خوبصورت روشن صبح پھیلتی دکھائی سے رہی تھی۔

دفعتاً ان کا ملازم اندر داخل ہوا۔

"سر آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔"

"کون؟ "انھوں نے کتاب سے سر اٹھائے بغیر پوچھا۔

"پتہ نہیں۔ آپ کا کوئی پرانا پیشنٹ ہے۔ میں نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے۔"

یوسف نے چشمہ اتار کر اسے دیکھا۔

"ہوں۔ اسے یہیں بھیج دو۔"

کتاب بند کر کے سائیڈ پر ڈال دی اور سر کہنی کے بل ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور پھر مردانہ کلون کی خوشبو چاروں طرف پھیل گئی۔ ڈاکٹر یوسف نے بے اختیار آنکھیں کھول کر دیکھا اور اگلے ہی لمحے وہ جیسے سن رہ گئے۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

سیاہ جینز پر سیاہ شرٹ اور جیکٹ پہنے دروازے میں ایستادہ تھا۔ جیکٹ کی زپ آگے سے کھلی تھی۔ بھورے بال پیچھے کو جمے تھے اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"اندر نہیں بلائیں گے؟ "اس کی بھاری اور نرم آواز پر سکون تھی۔

ڈاکٹر یوسف بے اختیار مسکرائے۔

"اپنی مرضی کے مالک ہو آج بھی اور سولہ سال پہلے بھی۔"

"سترہ سال۔ "اس نے تصحیح کی۔ دروازہ بند کرتے وہ آگے آیا۔

ڈاکٹر یوسف نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ ان کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"پہلی دفعہ دس سال کی عمر میں آئے تھے یہاں اور آخری دفعہ تیرہ سال کی عمر اور اب۔۔ "انھوں نے جیسے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ان کی برف سی آواز میں ایک ان دیکھی سی اپنائیت تھی۔

"ستائیس سال۔ "اس نے مسکرا کر کہتے پیچھے کو ٹیک لگائی۔

"یعنی کہ بارہ سال بعد تمھیں یہاں کیا چیز کھینچ لائی حمزہ؟"

وہ سینے پر بازو لپیٹے اسے دیکھ رہے تھے۔

"حیدر۔"

"اوہ۔ مطلب تم اپنی پہچان حاصل کر چکے ہو؟ "ان کی سرد آنکھوں میں دلچسپی ابھری۔ بے اختیار آگے ہوئے۔

حازم نے سر کو خم دیا۔

"ایک سال پہلے۔"

"اور تم اب آئے ہو؟ "انھوں جیسے اسے ڈپٹا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے کندھے اچکائے۔ اس کی بھوری آنکھوں کی تھکن آج مفقود تھی۔ سترہ سال بعد وہ اس سے نجات حاصل کر چکا تھا۔

"میں خود کو بچا رہا تھا۔"

ڈاکٹر یوسف نے آنکھوں میں دلچسپی لئے پیچھے کو ٹیک لگائی۔ گویا اب وہ اسے سننا چاہ رہے تھے۔

"آپ نے مجھے کہا ہے میرے اندر ہیرو ئک انسٹنکٹ ہے، سب بچانے لینے کی چاہ۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ ہیرو وہ ہوتا ہے جو سب کو بچالے۔ ہر ایک کے مسائل حل کر دے۔ یہ متھ ہے۔ میں ایک عام سا لڑکا تھا۔ جس کے ساتھ

بہت مسئلے تھے۔ اتنے کہ میں کبھی کسی دوسرے کے مسئلے حل نہیں کر سکا۔ تب میں حیران ہوتا تھا کہ آخر آپ کو مجھ میں ہیرو ئک انسٹکٹ کہاں سے دکھ گئی تھی؟۔ یہ مسئلے اتنے زیادہ اور تھکا دینے والے تھے کہ میں نے انھیں حل کئے بغیر اپنے اندر دفن کر کے خود پر خول چڑھالیا۔ سب کے سامنے میں ایک مختلف انسان ہوتا تھا اور تنہا ایک کمزور لڑکے کے سوا کچھ نہیں۔"

وہ سانس لینے کو رکا۔ ڈاکٹر یوسف نے خفگی سے اسے دیکھا۔ مگر ٹوکا نہیں۔

"یہ نہیں تھا کہ میں نے کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے کی تھی مگر وہ خواب میری ساری محنت پر پانی پھیر دیتے تھے سو میں نے ہار مان لی۔ خود پر خول چڑھالینا میرے لئے آسان تھا۔ میں نے سولہ سال ایسے ہی گزار دیئے۔ اور پھر میری یاداشت واپس آگئی۔۔"

"کیسے ؟ "انھوں نے بے اختیار پوچھا۔ حازم نے ضبط سے گہری سانس لی۔

"میں تب آرمی میں تھا۔ دشمن کو ڈاج دیتے ہوئے میں اپنے ہی گھر میں داخل ہو گیا تھا۔ ڈرامیٹک لگ رہا ہے ؟"

ڈاکٹر یوسف مسکرائے جیسے کوئی کسی بچے کی بیوقوفی پر مسکراتا ہے۔

"یہ ایسے ہی ہونا تھا۔ خیر تم کہو۔"

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم نے گھٹنوں پر کہنیاں ٹکائے نظریں کھڑکی کی طرف موڑ لیں۔ جس کے پار سبز لان پر مور اور راج ہنس دکھائی دے رہے تھے۔

"وہ سب بہت مشکل تھا۔ اتنا کہ مجھے یقین تھا کہ ایک دن میں اسی اذیت کے ہاتھوں ختم ہو جاؤں گا۔ یا شائد میں ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ میری ماں مجھے ہمیشہ سے ایک مضبوط انسان دیکھنا چاہتی تھیں اور میں۔۔ "استہزائیہ سر جھٹکا۔ "میں نے امنیژیا کے ان سولہ سالوں میں سے دس سال ایک کمزور اور ہارے ہوئے انسان کی طرح گزار دیئے۔ میں بالکل بھی کسی ہیرو کی طرح مضبوط نہیں تھا۔ جیسے آپ کہتے تھے۔ مگر ہاں میں نے مضبوطی کا خول چڑھایا ہوا تھا سو کسی کو احساس نہیں ہوا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ میرا اصل باہر آنے میں صرف ایک دھکا چاہئے۔"

دروازہ کھلنے کی آواز پر حازم خاموش ہوا۔ ملازم نے سینٹرل ٹیبل پر ہاٹ چاکلیٹ کے مگ رکھے اور جانے کے لئے مڑ گیا۔ ڈاکٹر یوسف نے مگ اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ اتنا عرصہ کہاں غائب تھے؟"

حازم نے چونک کر انھیں دیکھا پھر گہری سانس لی۔

"میں آپ کا دیا گیا ٹاسک پورا نہیں کر سکا۔ اب جب کر لیا ہے تو آ گیا ہوں۔"

ڈاکٹر یوسف نے ستائشی انداز میں سر کو خم دیا۔

"پھر؟"

"مجھے ایک پش مل گیا تھا۔ میری یادداشت کے آخری منظر نے مجھے اندر سے مکمل ختم کر دیا تھا۔ میں بے حس ہونے لگا تھا۔ میں سب کو چھوڑ کر کہیں دور جانا چاہتا تھا جیسا میں نے کہا کہ میں مرنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ لیکن مجھے واپس آنا پڑا۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے سولہ سال مجھے سنبھالا تھا۔ ان سے منہ موڑنا بہت مشکل تھا یا شائد ناممکن تھا۔ اور پھر میں نے جان لیا کہ اگر مجھے بدلہ لینا ہے تو اپنی کمزوریوں پر قابو پانا ہو گا۔ ڈیپریشن، انگزائٹی، خوف۔ میں نے خود کو خود فیس کرنا شروع کیا۔ میں بار بار اس گھر میں جاتا تھا جہاں صرف روح کے پرخچے اڑتے تھے۔ ایک دن ایسا آ گیا جب میں بدلہ لینے کے لئے تیار تھا۔ میں اپنے دشمن کو تباہ کرنے کے آخری کنارے پر کھڑا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے بعد میں اپنا ضمیر اور سب کھو دوں گا مگر میں بے حس ہو گیا تھا۔"

ڈاکٹر یوسف توجہ سے سن رہے تھے۔ حازم ویسے ہی کھڑکی کو دیکھ کر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔

"لیکن مجھے روک دیا گیا۔ میں اسے تباہ نہیں کر سکا جس نے مجھے کر دیا تھا۔ ماں نے ٹھیک کہا تھا، وہ مجھے ایسے لوگوں کے درمیان چھوڑ کر گئی ہیں جو مجھے شیطان نہیں بننے دیتے۔ اس کے بعد۔۔ "بھوری آنکھوں میں اذیت ابھری۔ "میرا آئورٹک سٹنوسس ڈائیگنوز ہوا اور مجھے آرمی سے ڈس کوالیفائی کر دیا گیا۔"

ڈاکٹر یوسف ششدر رہ گئے۔برف سی آنکھوں میں بے یقینی ابھری۔

"مجھے وہ یونیفارم چھوڑنا پڑا جس کے لئے میں نے جان ماری تھی۔زندگی کا سب سے بڑا خواب۔لیکن میں نے وہ بھی کھو دیا۔مگر تب نجانے کیا تھا کہ میرا دل رس رہا تھا مگر وجود پر سکون تھا۔یوں جیسے میں اس کے لئے تیار تھا یا شائد مجھے تیار کیا گیا تھا۔میری فیملی مجھ سے شدید قسم کے ری ایکشن کی توقع کر رہی تھی۔مگر میں برف ہو گیا تھا۔میں نے قبول کر لیا تھا۔"

انھوں نے اس کا چہرہ دیکھا۔وہ کمپوز ڈ لگ رہا تھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی کہانی کے کسی کردار کو نہیں بچایا۔کسی کے مسائل حل نہیں کئے۔میں نے صرف خود کو بچایا ہے۔اپنی ذات کے ٹکڑے سمیٹے ہیں۔آپ ٹھیک کہتے تھے میں ایک عام سا لڑکا تھا۔لیکن خاص انداز میں۔"

اس کی بھوری آنکھیں چمکی تھیں۔لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ڈاکٹر یوسف خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

"میرا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ میں نے کسی کو اپنی بیساکھی نہیں بنایا۔کئی موڑ پر میرے رشتوں نے میرا ساتھ دیا تھا اور بہت دیا تھا۔لیکن میں خود کو کریڈٹ دوں گا یہ آسان نہیں تھا۔اپنی منسخ شدہ ذات کی تعمیر آسان نہیں تھی۔مگر میں نے کر لی۔"

"اب تم خوش ہو؟ "ڈاکٹر یوسف نے آہستگی سے اسے دیکھا۔

"میں پر سکون ہوں۔جو کھویا ہے اس کا کوئی ریپلیسمنٹ نہیں ہے۔وہ اذیت آج بھی اندر ہے لیکن میرے پاس جینے کو اب بھی بہت کچھ ہے۔جیسا کہ آپ کہتے تھے کہ غموں کو حق نہیں ہے کہ وہ مجھ سے جینے کا حق چھین لیں۔"

"تو اس سب سے تم نے کیا سیکھا؟ "وہ کسی استاد کی طرح سوال کر رہے تھے جو چیپٹر ختم ہونے کے بعد اپنے اسٹوڈنٹ سے پوچھتا ہے۔حازم ہلکا سا مسکرایا۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اپنے رستے دل کو چھپا کر جینے کا فن۔"

ڈاکٹر یوسف نے ابرو چکائی۔

"یہ تم پہلے بھی کرتے تھے ایچ۔"

حازم نے نفی میں سر ہلایا۔ چہرے پر چمک تھی۔

"میں پہلے اپنے زخموں کو چھپا کر زندہ رہتا تھا۔ اب جینا جانتا ہوں۔ کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ زندہ رہنے میں اور جینے میں فرق ہوتا ہے۔"

چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوا، اس کی مصلحت میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔ میں کچھ بھی نہیں بھولا۔ میں سب یاد رکھ کر جی رہا ہوں۔ کیونکہ غموں کو بھول جانا اندر سے انسان کو کھا جاتا ہے۔ غموں کو فیس کرنا چاہیے۔"

ڈاکٹر یوسف نے اس کا پر سکون چہرہ دیکھا۔

انھیں وہ دس سال کا بے بس، خوفزدہ بچہ یاد تھا۔ وہ تیرہ سال کا بے زار لڑکا بھی جو آخری دفعہ ان کے کلینک آیا تھا۔ اس نے خود کو ڈھونڈ لیا تھا۔ انھیں بے اختیار اس پر فخر ہوا تھا۔

"You got the sparkles of your eyes back."

(تم اپنی آنکھوں کی چمک حاصل کر چکے ہو۔)

ان کے دھیرے سے کہنے پر حازم ہنس دیا۔

"آپ اس چمک سے آبسیسڈ ہیں۔ میں جانتا ہوں۔"

ڈاکٹر یوسف سر جھٹک کر مسکرا دیئے۔

ہیرو وہ نہیں ہوتا جو دوسروں کے مسائل حل کرے۔ دوسروں کو بچائے۔ ہیرو وہ ہوتا ہے جو بھلے ہی ایک عام سا انسان ہو لیکن وہ زندگی کے طوفانوں میں خود کو نہ کھوئے۔ وہ ہمیشہ خود کو ڈھونڈ لے۔

اسی لیے حازم حیدر رضا ایک عام سا نوجوان تھا لیکن ایک خاص انداز میں!

****

اکتوبر کے آخری دن چل رہے تھے۔ لان میں پھیلی نرم سی دھوپ عجیب سی حلاوت بخشتی تھی۔

"تھوڑا سا کھالو ہانیہ۔ پھر مما کے ساتھ کھیلیں گے۔"

ابرش نے اپنے سامنے کچن سیٹ جوڑتی ہانیہ سے تقریباً منت کی۔ ہاتھ میں سیریلیک کا باؤل تھا۔

"نو۔"

حازم کی بیٹی نے کھٹاک سے انکار کیا۔

ابرش بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"اتنا تنگ کرتی ہو۔ میں کٹی ہو جاؤں گی۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

اس کے نرم بھورے بالوں میں لگی ڈھیلی ہوئی کلپ سیٹ کرتے ہوئے دھمکی دی۔ ہانیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ گول بھوری آنکھوں میں خفگی تھی۔

"ہانی بابا تو بتائے دی۔" (ہانی بابا کو بتائے گی۔) ناک چڑھا کر کہا گیا۔

"اچھا۔ منا نہیں سکتی مگر باپ کو ضرور بتاؤ گی۔ ہونہہ۔"

ہانیہ لپک کر آگے آئی اور بازو اس کی گردن میں ڈال کر گال چوما۔ ابرش نے بے اختیار اس کے گرد بازو لپیٹے۔

"مما ناراض ہیں؟" "مما ناراض ہیں(

ابرش تو جیسے نہال ہی ہو گئی۔

"میں کیوں ناڑ ہوں گی اپنی گڑیا سے؟ چلو جلدی سے کھانا کھاؤ۔ شاباش۔"

ہانیہ نے اس بات پر ناک سکوڑ کر اسے دیکھا۔

اسی پل دروازہ کھلا اور انگلی پر چابی گھماتا حازم اندر داخل ہوا۔

"بابا۔۔"

ہانیہ ہاتھوں کے بل اٹھی اور ڈولتی ہوئی اس کی طرف لپکی۔ اس نے نیا نیا چلنا سیکھا تھا۔

حازم نے بے اختیار جھک کر اسے اٹھالیا اور اس کے ہاتھ چومتے ہوئے حال پوچھا۔ وہ آگے سے تیز تیز اپنی فارسی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔

"السلام علیکم۔"

ابرش اٹھ کر دونوں کے پاس آگئی۔ سیاہ بال آدھے کیچر میں بندھے تھے اور لٹیں چہرے کے اطراف گر رہی تھی۔ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے ہمیشہ کی طرح اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو؟" اس نے نرمی سے مسکرا کر پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ کیسا گزرا آج کا دن؟"

وہ لان میں رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ہانیہ مسلسل بول رہی تھی اور وہ پوری توجہ سے مسکراتے ہوئے سن رہا تھا۔

"اچھا تھا الحمد اللہ۔"

"بابا۔ لسٹن تو ہانی۔ "(ہانی کی بات سنیں)

وہ زبردستی اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے خفگی سے بولی۔ حازم ہلکا سا ہنس دیا۔

"پہلے عرشی، پھر آبی اور اب ہانی۔ آئی ایم امپریسڈ۔ "ابرش مسکرائی۔

"آر بھی میں نے ہی رکھا تھا۔ "اس نے بے نیازی سے کہا۔ نظریں ہانیہ کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"خیر۔ تم اسے سیریلیک کھلاؤ۔ میری تو سنے گی نہیں۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔"

وہ میز پر رکھے باؤل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شیور۔"

حازم نے ہانیہ کو اپنے سامنے میز پر بٹھایا اور باؤل اٹھالیا۔

"بابانو۔۔ "اس نے خفگی سے اسے دیکھا۔

ابرش مسکرا کر اندر بڑھ گئی۔ اب ان باپ بیٹی کا لمبا چلنا تھا۔

****

ماہ گل نے سلام پھیرا اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لیے۔

چند پلوں بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ ماہ گل نے مڑ کر دیکھا۔ حازم جھک کر جوگرز اتار رہا تھا۔ انھوں نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے سامنے بیٹھتے دیکھا۔

"کیسی طبعیت ہے آپ کی؟ "وہ بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"الحمد اللہ۔ ہانیہ سو گئی ہو گی۔ اسی لئے ماں کی یاد آ گئی۔ ہے نا؟ "انھوں نے شرارت سے پوچھا۔

"خدا کا خوف کریں ماما جان۔ تقریباً روز رات کو آتا ہوں۔ "اس نے خفگی سے کہا۔

ماہ گل مسکرا کر اسے دیکھتی رہیں۔

"احمر کب تک آئے گا؟ "اس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

احمر ایک بزنس ڈیلیگیشن کے ساتھ مورو کو گیا ہوا تھا۔ رمشہ اور طٰہٰ (احمر کا بیٹا) ساتھ ہی تھے۔

"شائد اگلے ہفتے تک۔ کچھ کنفرم نہیں ہے۔ مس کر رہے ہو اسے؟"

حازم سر جھکا کر مسکرایا۔

"مس نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔ پھر حازم نے سر اٹھا کر انھیں دیکھا اور ان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا لیا۔

"میرے ساتھ رہنے کے لئے بہت شکریہ ماما جان۔ آپ نہ ہوتیں تو شائد میں بھی نہ ہوتا۔"

ماہ گل نے اس کے جھکے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"کیا بات ہے؟ آج ماں پر بڑا پیار آرہا ہے۔"

"میں آج ڈاکٹر یوسف سے ملنے گیا تھا۔ انھیں سب سناتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ آپ کا وجود میرے لئے آکسیجن کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے اور ماں کے احساس نے مجھے ہمیشہ ٹریک پر رکھا ہے۔"

وہ مسکرا کر ان کا دوپٹے میں لپٹا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ آج بھی اتنی ہی پر سکون تھیں۔ وہ ہمیشہ ان سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ اس سے اتنی محبت کیوں کرتی ہیں مگر کبھی ہمت نہ کر سکا۔ جانتا تھا کہ اس بات سے وہ انھیں غیر ہونے کا احساس دلا دے گا۔

"ھذا من فضل ربی۔" وہ دھیرے سے مسکرا کر بولیں۔

"بابا۔"

حازم نے جھٹکے سے گردن موڑی۔ دروازے میں کھڑی ہانیہ صرف سر نکال کر اندر دیکھ رہی تھی۔ حازم تیزی سے اٹھا۔ ماہ گل نے جائے نماز تہہ لگایا اور ان دونوں کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے بیڈ پر بیٹھیں۔

Safar-e-Adab BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سوئی کیوں نہیں ابھی تک؟"

مگر وہ آگے سے اپنی فارسی زبان میں پٹر پٹر بول رہی تھی۔ حازم اسے اٹھائے ماہ گل کے سامنے آ بیٹھا۔

"آج دیر نہیں ہو گئی؟ "انھوں نے کلاک دیکھا نو بج رہے تھے۔

"میں جب آیا تھا تو ابرش سلا رہی تھی۔ مما کہاں ہیں؟ "حازم نے آخر میں ہانیہ سے پوچھا۔

"واش شوم۔ "اس نے بھوری آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے اسے دیکھا۔

اس کے انداز پر ماہ گل ہنس دیں۔ حازم نے بے اختیار اس کا گال چوما۔ ان کے ہنسنے پر ہانیہ کو احساس ہوا کہ وہ بھی یہاں ہیں۔ اس نے مچلتے ہوئے بازو ان کی طرف وا کر دیے۔

ماہ گل نے نہال ہوتے ہوئے اسے اپنے آغوش میں لے لیا اور بال چومے۔ وہ واحد انسان تھیں جن کے ہوتے ہوئے ہانیہ باپ کو بھی ڈاج دے جاتی تھی۔

ماہ گل اسے ویسے ہی خود سے لگائے نیم دراز ہو گئیں اور کمفرٹر اس پر اوڑھا دیا۔ حازم مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں زخمی پن تھا۔ اگر یہاں ناجیہ ہوتیں تو۔ اس نے سر جھٹکا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"ہانیہ۔۔"

ابرش نے دروازہ کھول کر جھانکا۔

"شش۔ ہانی سو رہی ہے۔ "ماہ گل نے آہستگی سے کہا۔

اور ابرش نے ہانیہ کو ان کے پہلو میں دیکھ کر سر پیٹ لیا۔ وہ جانتی تھی کہ اب اسے یہاں سے لے جانا مشکل ہو گا۔ کھا جانے والی نظروں سے حازم کو دیکھا جو سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کو اتنے غور سے دیکھ رہا تھا جیسے پہلی دفعہ کرہ ارض پر آیا ہو۔

"چلیں اگر ہانیہ سو رہی ہے تو میں لے جاتی ہوں۔ "وہ گھوم کر دوسری طرف آئی۔

ہانیہ مزید کمفرٹر کے نیچے ہو گئی۔ آہستگی سے آنکھیں اٹھا کر دادی کو دیکھا جنہوں نے بازو اس کے اوپر سے گزار رکھا تھا۔

"آج میرے ساتھ سونے دو۔ فجر کے وقت لے جانا۔"

"نہیں ماما جان۔ رات کو ڈسٹرب کرے گی۔ آپ آرام کریں۔ "حازم نے مداخلت کی۔

"اوکے۔ اگر ہانی نہیں آئے گی تو ہم جا رہے ہیں۔ چلو حازم۔"

وہ جانے کے لئے پلٹی۔

"مما۔۔"

ہانیہ مچل کر اٹھی۔ ابرش مسکرا کر مڑی۔

وہ سر پر اونی ٹوپی پہنے اسے خفگی سے دیکھ رہی تھی۔ کندھوں تک آتے بھورے بال کھلے تھے۔ اس نے مدد طلب نگاہوں سے حازم کو دیکھا۔

"ہانی۔ تنگ نہیں کرو۔ مما کے ساتھ جاؤ۔ گڈ گرل۔ "اس نے پچکارتے ہوئے کہا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

ماہ گل آگے ہوئیں اور ہانیہ کے کان میں کوئی سرگوشی کی۔ گول بھوری آنکھیں چمکیں۔

"پرامش؟"

"پرامس۔ اگر بابا میری گڑیا کو پارک نہیں لے کر جائیں گے تو میں بابا کو ڈانٹوں گی۔"

ہانیہ کھلکھلا دی۔ ابرش نے جھک کر اسے اٹھایا۔ وہ اب ماں کو بتا رہی تھی۔

"مما دادو نے تا۔۔"

"اوکے اوکے۔ جائیں گے ان شا اللہ۔"

"بائے بابا۔۔ "اس نے حازم کی طرف ہاتھ ہلایا۔

ابرش اسے اٹھائے باہر نکل گئی۔ماہ گل نے حازم کو دیکھا۔جو چمکتی آنکھوں سے دونوں کو جاتے دیکھ رہا تھا۔لبوں پر آسودہ مسکراہٹ تھی۔

"اللہ نے بہترین لے لیا تھا تو بہترین دے بھی دیا ہے۔ہے نا؟"

حازم نے چونک کر انھیں دیکھا پھر گہری سانس لیتا بازوؤں کا تکیہ بنائے وہیں نیم دراز ہو گیا۔

"جی الحمد اللہ۔ ابرش کے ساتھ نے کافی سکون دیا ہے۔وہ میرے لئے بنا کچھ کہے راستے سہل کر دیتی ہے۔ "بھوری آنکھوں میں سکون سا تھا۔

"اور ہانیہ؟"

"وہ میری جان ہے۔ "جذبات سے چور اور محبت میں ڈوبے وہ چار لفظ کافی تھے۔

کافی دیر تک وہ دونوں باتیں کرتے رہے پھر حازم اٹھ بیٹھا۔

"اب آپ بھی آرام کریں۔"

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"سدا خوش رہو۔ "انھوں نے محبت سے اس کی پیشانی چومی۔

رات آہستہ آہستہ سرکتی رہی۔

****

ابرش نے کہنی پر پرس ٹکاتے ہوئے حازم کو دیکھا جو ہانیہ کو اٹھائے گارڈ سے بات کر رہا تھا۔چند لمحوں بعد اس نے دروازہ کھول دیا۔

"مبارک سلامت۔ریڈ کارپٹ بچھاؤ۔"

"اتنی جلدی آ گئے بیٹا؟"

"آج آنے کی کیا ضرورت تھی؟ کل آ جاتے۔"

جونہی وہ اندر داخل ہوئے احمر، مظہر اور آریان کی آوازوں نے ان کا استقبال کیا۔ ابرش نے بے اختیار خجل ہو کر حازم کو دیکھا جو اسی ڈھٹائی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ پرس اتارتی اس کے ساتھ بیٹھی۔ ہانیہ حازم کی گود سے اتر کر مظہر کی طرف بھاگ گئی تھی۔

"آپ لوگوں نے انتظار تو نہیں کیا؟" مسکراہٹ دبائے حازم نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں۔" آریان نے بڑبڑا کر سر جھٹکا۔

آریان کے گھر آج گیٹ ٹو گیدر تھا۔ اس کی پوسٹنگ پنڈی میں ہو گئی تھی۔ سو وہ سب اس کے گھر موجود تھے۔

"ویسے انکل اب آپ کو گھر آرام کرنا چاہئے۔ نوجوانوں کو موقع دیں۔" کھانا کھاتے ہوئے آریان نے شریر لہجے میں کہا۔

"برخوردار یہ بوڑھا تمہارے ان جوان دوستوں سے زیادہ کام کرتا ہے۔" انھوں نے جیسے اسے جتایا تھا۔ احمر اور حازم نے دبی دبی مسکراہٹوں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ آریان ہنس دیا۔

"یہ تو ہے انکل۔ اتنا عرصہ بھی یہ دونوں میری صحبت میں رہ کر محنتی نہیں ہوئے۔"

اس کے پینترا بدلنے پر احمر نے اسے گھورا۔

"حازم یاد ہے تم کسی کو ٹیسٹ والے دن گھسیٹ کر سکول لاتے تھے؟"

مظہر نے مسکراہٹ دبانے کے لئے چہرہ پلیٹ پر جھکا لیا۔ آریان نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔ حازم نے سوچنے کی اداکاری کی۔

"ہاں۔ہلکاہلکایاد آرہاہے۔لیکن ایک چیز مجھے کرسٹل کلیئر یاد ہے کہ کسی کو پی ایم اے میں سستی سے ایکسر سائز کرنے پر سوایکسٹر اپش اپس لگانے پڑے تھے۔آر تمہیں یاد ہے؟" بے حد معصومیت سے پوچھا۔آریان دانت کچکچا کر رہ گیا۔

کھانے کے بعد وہ تینوں ٹیرس پر کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔

"ویسے ایک بات ہے جب سے ہانیہ آئی ہے،حازم ہمیں بالکل ٹائم نہیں دیتا۔ہے نا احمر؟"

کرسی کی پشت سے سر ٹکائے آریان نے سنجیدگی سے کہا۔حازم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"میں ٹائم نہیں دیتا یا تم کہیں ٹک کر نہیں بیٹھتے؟ کبھی پنڈی، کبھی کوئٹہ، کبھی وزیرستان۔اور بعد میں مجھ پر الزام کہ میں ٹائم نہیں دیتا۔"

آریان نے ڈھٹائی سے شانے اچکائے۔

"میں بزی ہوں یا تم،ایک ہی بات ہے۔"

"ہاں لیکن جب کچھ تھوپنا ہو تو میرے سر پر۔" سر جھٹکا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"تمہارا آج فالو اپ تھا نا؟ کیسا رہا؟" احمر کو یکدم یاد آیا۔

حازم نے نظریں اس کی طرف موڑیں۔

"یاد آگیا؟بس میری ماں کو یاد تھا اور کسی کو نہیں۔"

احمر نے خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"احسان فراموش اور بے مروت انسان۔ہر دفعہ سب سے پہلے میری کال آتی ہے تمھیں اور آج کتنے مزے سے طنز کر رہا ہے۔دنیا ہمیشہ اچھے لوگوں کے ساتھ ایسے ہی کرتی ہے۔"

"کون سے اچھے لوگ؟"

آریان نے ادھر ادھر دیکھا۔ جیسے اچھے لوگ میز کے نیچے سے نکل آئیں گے۔ احمر نے جل کر اسے دیکھا۔

"تم تو چپ ہی رہو۔"

آریان نے کندھے اچکائے۔

"ٹھیک رہا۔ اسی لئے لیٹ ہو گئے تھے۔" حازم نے احمر کے سوال کا جواب دیا۔

"میں تو بھول بھی گیا تھا کہ میرا سوال کیا تھا۔" احمر نے طنزیہ کہا۔

"چلو مجھے تو یاد تھا نا۔"

"سب نارمل ہے؟" آریان نے پوچھا۔

حازم نے سر اثبات میں جنبش دی۔ نگاہیں جوگرز کے ڈھیلے ہوتے تسموں پر جمی تھیں۔

اسی لمحے احمر کا موبائل بجا۔ وہ فون کان سے لگاتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

ٹیرس پر خاموشی چھا گئی۔ حازم جھک کر جوگرز کے تسمے باندھنے لگا۔

"حازم یار میں تمہیں مس کرتا ہوں۔"

آریان کی آواز میں یاسیت تھی۔ حازم کے گرہ لگاتے ہاتھ پل کے لئے رکے پھر اس نے سر جھٹکا۔

"مجھے ڈس کو الیفائی ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا ہے۔ تم اب مس کر رہے ہو؟"

اس نے بات کو مذاق کے پردے میں اڑانا چاہا۔ آریان اسے دیکھتا رہا۔

"مجھے نیا مشن ملا ہے۔"

اس نے دھیرے سے کہا۔ حازم کو پل کے لئے اپنا سانس رکتا محسوس ہوا۔ انگ انگ میں اذیت اتری تھی۔

"گڈ فار یو۔"

سینے پر بازو لپیٹ کر حازم نے نگاہیں لان کی طرف موڑ لیں۔ چہرے پر کرب تھا جسے وہ چھپا نہیں پا رہا تھا۔

"میں تمہیں ہر پل مس کرتا ہوں حازم۔ جب آن ڈیوٹی ہوتا ہوں۔ جب کوئی مجھے سیلیوٹ کرے یا جب میں آرمی کیپ پہنتا ہوں۔ وہاں کے ہر درخت اور ہر منظر میں تمہارا عکس ہے۔ تم وہاں بھولتے ہی نہیں ہو۔ "اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

حازم نے تکلیف سے آنکھیں میچ کر کھولیں۔ گہری سانس لے کر کرب کو دبایا تھا۔

"کیا ڈیڑھ سال کافی نہیں ہوتا کسی کو بھولنے کے لئے؟ پھر میں میجر حمزہ کو کیوں نہیں بھول پایا؟"

وہ گیلی ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں سب قبول کر چکا ہوں آر۔ میں وہاں کبھی نہیں لوٹ سکتا۔ میں موو آن کر چکا ہوں۔"

اس کے لہجے کا کرب محسوس کر کے آریان کا دل کٹا تھا۔ وہ آہستگی سے اٹھا اور پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے۔

"میری زندگی میں ہونے کے لئے شکریہ حازم۔ میں وہ زندگی تصور نہیں کر سکتا جس میں تم نہ ہو۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں نجانے کب کا خودکشی کر چکا ہوتا۔ تم میری زندگی کا وہ حصہ ہو جسے میں خود سے الگ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

حازم نے بے اختیار اسے خود سے لگا لیا۔ آنکھیں بھیگنے لگیں۔ دوستی کے پندرہ سالوں میں اس نے پہلی مرتبہ اسے الفاظ سے اپنی محبت جتائی تھی۔ وہ لمحہ حازم کے لئے واقعی بہت قیمتی تھا۔

آریان نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔کچھ معاملوں میں انسان بہت بے بس ہوتا ہے۔وہ اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔اس نے ہر مشن اس کے ساتھ کیا تھا۔اب پہلی دفعہ اس کے بغیر جانا آریان کو پہاڑ دکھ رہا تھا۔کاش وہ اس کے ساتھ ہوتا۔

" اگر تم دونوں کا برو مینس ختم ہو گیا ہو تو حازم چلیں؟ بچے تنگ کر رہے ہیں۔"

احمر کی آواز پر دونوں الگ ہوئے۔

"تم چلو۔میں آتا ہوں۔"

احمر سر ہلا کر مڑ گیا۔حازم نے آریان کو دیکھا جو آنکھیں رگڑ رہا تھا۔

"آر۔تم پوری لگن سے مشن پر دھیان دو او کے؟ جو ہمارے ہاتھ میں نہیں ہوتا اس کے پریشان نہیں ہوتے۔"اس نے نرمی سے سمجھایا۔

آریان نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔

"تم نے بہت تنگ کیا ہے حازم۔"

"میرے بس میں کچھ بھی نہیں تھا۔اگر ہوتا تو واللہ اپنی کسی تکلیف کی اذیت تم تک نہ آنے دیتا۔"

آریان بن کچھ کہے اس کے گلے لگ گیا۔

"آئی ول مس یو حازم۔"

حازم نے بمشکل اندر اٹھتی تکلیف کو دبایا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا آر۔میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

ایک ان دیکھی سی اذیت فضا میں پھیل گئی تھی۔کچھ زخم کبھی نہیں بھرتے۔تاعمر ان سے خون رستا رہتا ہے۔ایک ایسا ہی زخم یہ بھی تھا۔

****

کمرے میں ذرد لیمپ جل رہے تھے۔ابرش نے سوئی ہوئی ہانیہ پہ کمبل برابر کرتے ہوئے حازم کو دیکھا جو تکیہ پر سر گرائے سیلنگ لائیٹس کو گھور رہا تھا۔وہ ڈسٹرب لگتا تھا۔

"حازم۔"ابرش نے آہستہ سے پکارا۔

"ہوں؟"

"پریشان لگ رہے ہو۔خیریت ہے؟"

حازم نے چونک کر اس دیکھا پھر زبردستی مسکرایا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔بس تھک گیا ہوں۔"

"فالواپ ٹھیک ہو گیا تھا نا؟تم کچھ چھپا تو نہیں رہے؟"سیاہ آنکھوں میں تشویش تھی۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

"اوہو آبی۔سب ٹھیک ہو گیا تھا۔تم خوامخوہ پریشان ہو رہی ہو۔"

ابرش چند لمحے اسے دیکھتی رہی جو اس سے نظریں چرائے ہانیہ کی چوڑیوں پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"آریان کو نیا مشن ملا ہے۔اس لئے ڈسٹرب ہو؟"

حازم بے اختیار چونکا۔

"تمہیں کیسے پتہ؟"

"ماموں ہی ڈسکس کر رہے تھے۔اب بتاؤ۔"

حازم نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"مجھے وہ چھ مہینے یاد آرہے تھے جو میں نے اور آرنے گزارے تھے۔عالم نقوی کے مشن میں۔تو بس اسی لئے۔۔"

"حازم۔ "اس نے نرمی سے اس کی بات کاٹی۔"جو تم سے لے لیا گیا ہے۔اس کے بارے میں مت سوچا کرو۔جو تمہیں بہترین نواز دیا گیا ہے اس کا شکر ادا کرو۔مسلمان تو کئی ہوتے ہیں لیکن شاکر ہر کوئی نہیں ہوتا۔اصل شکر وہی ہے جو کٹھن حالات میں کیا جائے۔آج تمہارے آگے تمہارازیاں آیا ہے تو تم اپنا حاصل یاد کرو۔"

"یعنی تمہیں؟ "

اس کے پوچھنے پر ابرش کے گال گلابی ہوئے۔اس نے چڑ کر اسے دیکھا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔"

"لیکن میرا حاصل تو تم ہی ہو۔"

وہ اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی۔وہ بازو سر کے نیچے ٹکائے بھوری آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم بہت بد تمیز ہو۔ "بال کان کے پیچھے اڑستے ہوئے خفگی سے کہا۔

Safar-e-Adab
BEING THE STRING OF YOUR KITE

حازم مسکرا کر اسے دیکھتا رہا۔اب وہ بالوں کو جوڑے میں باندھتے اسے کوئی قصہ سنا رہی تھی۔سنہری چہرے کی چمک گویا ہر چیز پر چھا رہی تھی۔

حازم نے ایک نظر اس کی سیاہ آنکھوں کو دیکھا اور دوسری نظر ہانیہ پڑ ڈالی۔پھر جھک کر نرمی سے اس کا ماتھا چوما۔

وہ دونوں اس کا حاصل تھیں۔اس کی سانسیں انھی دونوں سے گزرتی تھیں۔

****

سرمئی دروازے والا گھر ویسے خاموش اور ویران پڑا تھا۔ صحن میں سردیوں کی نرم سی دھوپ چھائی ہوئی تھی۔اس نے کمرے کا دروازہ دھکیلا۔ خاموشی مجروح ہوئی۔ دیوار گیر کھڑکی بند تھی۔ حازم نے پردے ہٹائے تو کمرہ روشن ہو گیا۔ڈریسنگ مرر میں اس عکس ابھرا۔

بلیو جینز پر سی گرین ہوڈی پہنے وہ خاموش لگ رہا تھا۔ درمیان میں رکھے بیڈ پر بیٹھا۔ جھک کر جوگرز اتارے اور وہیں نیم دراز ہو گیا۔ سکون روح میں اترا تھا۔

"ماں۔" اس نے آہستگی سے پکارا۔

"میں آپ کو مس کرتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ ایک دن میں آپ سے مل جاؤں گا۔مجھے ہمیشہ آپ کے بغیر نہیں رہنا پڑے گا۔"

آریان نے ضبط سے میجر نعمان کی بات سنی اور سر جھٹکا۔ اسی لمحے موبائل کی میسج ٹون بجی۔ موبائل کی اسکرین چمکی اور ابراہیم اور صائقہ کی تصویر کا وال پیپر لمحے بھر کے لئے چمک کر بجھ گیا۔ کرنل عاصم نے یاسیت سے اس کی آنکھوں میں ٹھہری ناگواری دیکھی۔ آنکھیں بند کر کے ذہن میں ابھرتی شبیہ کو جھٹکنا چاہا۔

"میں آپ کے لئے صدقہ جاریہ بننا چاہتا ہوں۔ آپ کی سکھائی ہوئی باتوں پر عمل کر کے، آپ کے لئے دعا کر کے۔ آپ کے لئے کچھ کرنے کا یہ واحد اور آخری راستہ ہے۔"

ابرش نے ہانیہ کے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے کلپ لگائی۔ دل میں ٹیس اٹھی۔ایسے ہی کبھی اتنی محبت سے زہرہ اس کو تیار کیا کرتی تھیں۔

"سب تکلیفوں کی اذیت آج بھی اندر ہے۔زخم آج بھی تازہ ہیں۔روح آج بھی زخمی ہے۔"

مظہر نے بے اختیار گیلی ہوتی آنکھوں کو رگڑا۔ شیلف میں ناجیہ اور زہرہ کی مسکراتی تصویر سجی تھی۔

چوکھٹ میں کھڑی ماہ گل اذیت سے انھیں دیکھتی پلٹ گئیں۔

"مگر میں پر سکون ہوں۔ میں نے زندگی کا راز جان لیا ہے۔ جو ابھی چل رہا ہے۔ وہ ہمیشہ نہیں رہے گا۔ یہ اذیت بھی ختم ہو جائے گی۔"

احمر نے ریمورٹ طٰہٰ کے ہاتھ میں پکڑایا۔ اس نے فوراً لیور کھینچا۔ سامنے رکھی ٹوائے کار زن سے دوڑی۔ طٰہٰ نے خوشی سے چیخ ماری۔ رمشہ مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"غم میں رہ کر میں صرف ان نعمتوں کی ناشکری کروں گا جو میرے پاس ہیں۔ جو میری زندگی ہیں۔ جو میری ان اذیتوں کا حاصل ہیں۔"

ابرش لان میں پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ ہانیہ بار بار ہاتھ میں پکڑی اسپرے باٹل سے اس پر پانی اسپرے کرتی تھی ۔ابرش کے مصنوعی گھورنے پر کھلکھلا کر ہنس دیتی۔ لیپ ٹاپ پر کام کرتا حازم گاہے بگاہے ان پر نظر ڈالتا تھا۔

"آپ کو بھول نہیں سکتا۔ آخری سانس تک۔ آپ کا غم ہر چیز پر بھاری۔ آپ کی اذیت ہر طرف حاوی۔ لیکن آپ نے مجھ پر دس سال لگائے تھے۔ میں انھیں ضائع نہیں کروں گا۔ میرا وجود آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہو گا۔"

اس نے آہستگی سے پلٹ کر اس گھر کو دیکھا۔ بھوری آنکھیں پر سکون تھیں۔ اس نے کار کا دروازہ بند کیا اور کار سڑک پر ڈال دی۔ ڈیش بورڈ پر رکھا اس کا موبائل بجنے لگا۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

"کہاں رہ گئے ہو؟" ابرش کی خفا آواز کانوں سے ٹکرائی۔

لبوں پر خوبصورت مسکراہٹ بکھر گئی۔

"مس کر رہی ہو؟"

"میں کیوں مس کروں گی؟ ہانیہ تنگ کر رہی ہے۔" وہاں بے نیازی تھی۔

"جی بالکل۔" اس نے مسکراہٹ دبا کر سر جھٹکا۔

کار اس بستی سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ اپنے اندر وحشت اور ویرانی سموئے وہ بستی خاموش رہ گئی۔

ہڈ سر پر گرائے عزم نے زخمی نگاہوں سے اسے جاتے دیکھا۔ آنکھوں سے گرتے آنسو چہرے پر لڑھک رہے تھے۔ اسے آنسو بہائے عرصہ گزر گیا تھا لیکن یہ لڑکا آج بھی اسے رلا دینے کی قوت رکھتا تھا۔ گال رگڑتے ہوئے اس نے گہری سانس لی۔

"اب کہ ہم بچھڑیں تو شائد خوابوں میں ملیں۔"

****

تمت بالخیر۔

ہر چند راکھ ہو کر بکھرتا ہوں راہ میں

جلتے ہوئے پروں سے اڑا ہوں مجھے بھی دیکھ

ہر اختتام کے ساتھ ہی نیا آغاز ہوتا ہے۔ اگر یہ حازم حیدر رضا کی کہانی کا اختتام تھا تو بہت دور کہیں کسی اور نفس کی کہانی شروع ہو رہی تھی۔ اذیتوں کی اس کہانی کا آپ حصہ رہے ہیں، بہت جلد آپ بقا کے لئے لڑی جنگوں کی نئی داستان پڑھیں گے۔

BEING THE STRING OF YOUR KITE

اونچی اڑان کی طرف گامزن ایک نیا سفر نئے چہروں کے ساتھ۔

ان شاء اللہ تعالی۔

ایمان منتہی

****

safareadab.com

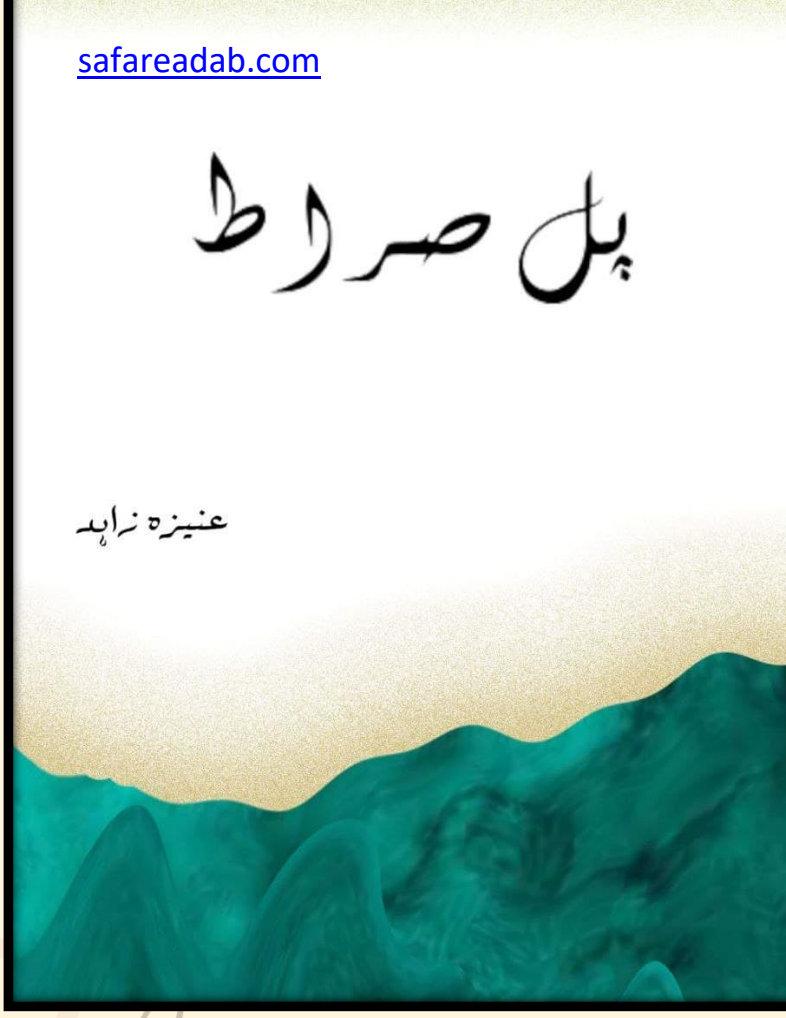

"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آ جائے گی۔'

اسکے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

safareadab.com

"یہاں دستخط کرو غازہ ! "کاغذ غازہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غازہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غازہ کے ہاتھ بُری طرح کانپے تھے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی جست میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غازہ ! "سبیکہ کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"سچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سبیکہ ! اور یہ نیا ادھورا رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غازہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلیج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمیٹڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلیج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلیج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔"وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔"م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ح جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھابھی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگِ حبِّ الٰہی تو اترتا نہیں۔۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔"وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارا ہی رہوں گا۔ شوہر کی تمنا بھی ہوتی ہے بھلا کسی کو۔"وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"شوہر کے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔"وہ سنگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔"اسے جھٹکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔

"جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟"اس نے لکھ ہی دیا۔

"وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟"وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟

"میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟"اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے تو بچ جائے گی نا۔

"ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔"وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔

اچھا اتنے پُر یقین ہیں تو بتائیں نام؟"اس نے ڈرتے ڈرتے ٹائپ کیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آئمہ۔"وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ اور اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

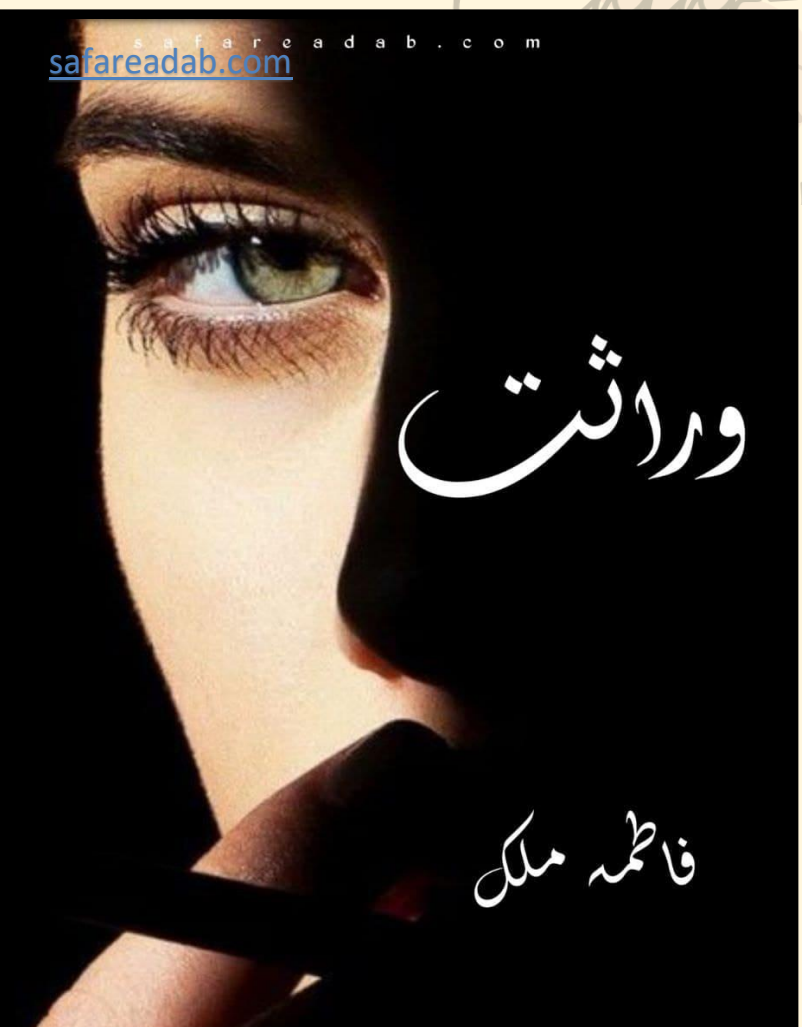

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔"میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔"تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کسے چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔"کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ بھلا!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔"رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔"اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زوردار تھپڑ مار دیا۔۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آ چکی ہے۔"رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے پلٹی اور حسن خان وہیں دل تھام کر کھڑا ہو گیا۔"اف۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔"اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔"بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج حسن مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟"ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے ہسبنڈ۔ سردار وارث جان۔"حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا"کیا؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

ناول عنکبوت کی ایک جھلک

"بہرام ایسے اچانک سے کیا ہو گیا آپ کو؟" زرتاشہ نے نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھا۔

"ہوا تو بہت کچھ ہے، وہی کہنا چاہتا ہوں" وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈالا اور جب باہر نکالا تو اس کی ہتھیلی پر ایک بریسلٹ چمک رہا تھا۔
زرتاشہ کے چہرے پر تبسم بکھر گیا۔
بہرام نے اب نرمی سے اس کا ہاتھ اوپر کیا اور کلائی میں پہنے گجرے کو آرام سے پیچھے کر کے اسے بریسلٹ پہنانے لگا۔ ملنے کے باعث پھولوں کی چند پتیاں بہرام کی ہتھیلی پر گر گئیں جنہیں اس نے کسی مقدس صحیفے کی مانند اپنے پاس سنبھال کر رکھ دیا۔ زرتاشہ نے تعجب سے اس کی یہ حرکت دیکھی۔

"یہ کیا بہرام؟" وہ بس اتنا ہی پوچھ سکی۔

"تاشہ!" اس کا نام لے کر تھوڑا توقف کیا۔ جبکہ زرتاشہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتی رہی۔ وہ اس کے تجسس پر ہولے سے مسکرایا اور اپنی بات کا آغاز کیا۔

"آپ میرے دل کے باغ کا وہ گلاب ہیں جس کے باعث بہرام کا وجود مہکتا ہے۔
جس کی خوشبو نے میری زیست کی ہر راہ کو معطر کر دیا ہے۔
اور یہ بہرام شاہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے اس گلاب کو کبھی مرجھانے نہیں دے گا"۔
وہ اپنے الفاظ کا سحر زرتاشہ پر پھونک رہا تھا اور وہ سحر زدہ ہو چکی تھی۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

safareadab.com

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کاروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب